جنت تلواروں کے سائے تلے ہے

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

تلواروں کے سائے میں

(جلد چہارم)

حافظ محمد ادریس

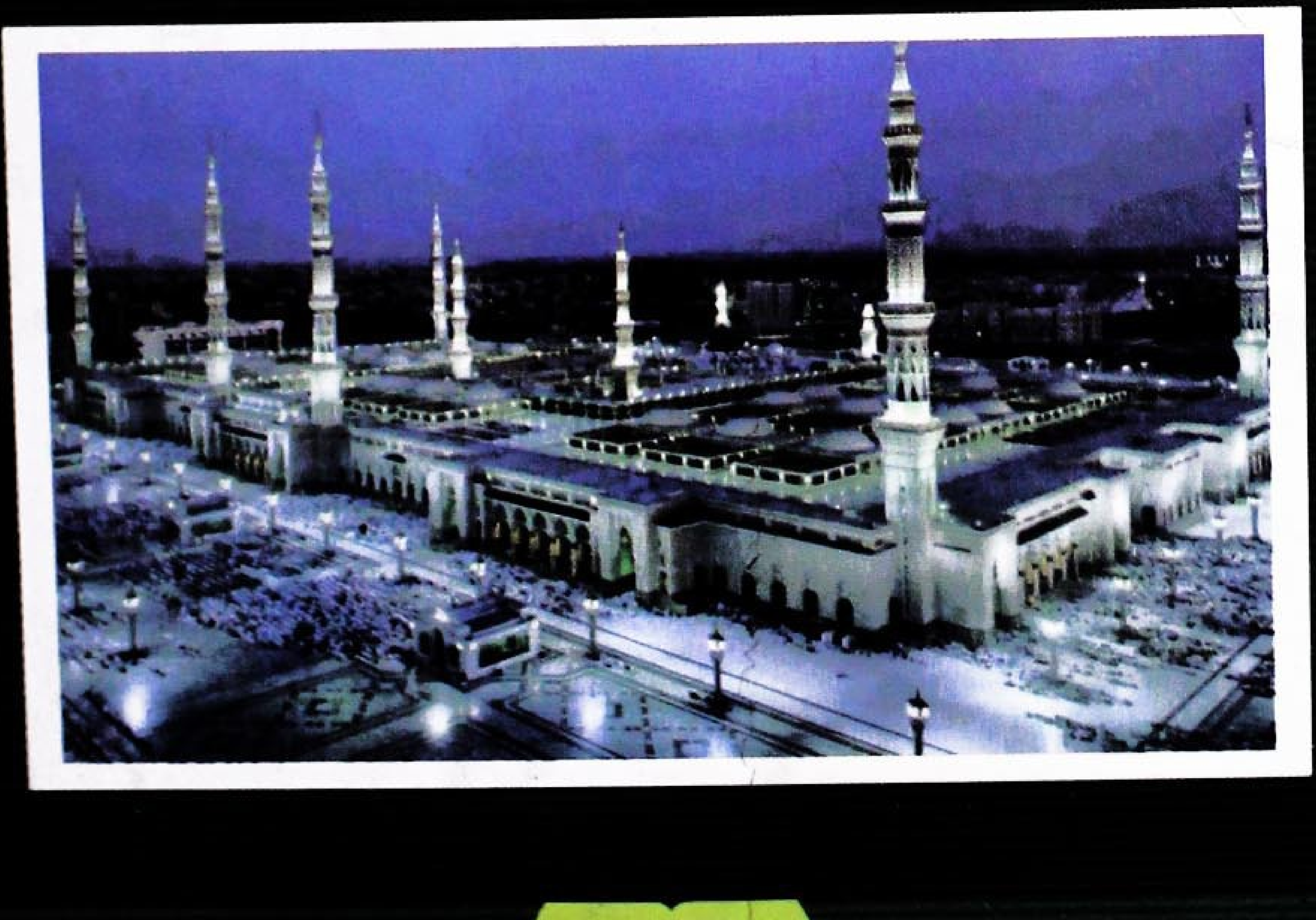

ادارہ معارف اسلامی

Marfat.com

ادارہ معارف اسلامی

یہ ادارہ، اسلامی علوم و معارف کی تحقیق و تصنیف اور اشاعت و ترویج کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس کی بنیاد دورِ حاضر کے عظیم مفکر اور قائد تحریک اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جولائی ۱۹۶۳ء میں رکھی تھی اور اس کا پہلا مرکز کراچی میں قائم کیا گیا تھا۔ بعد ازاں فروری ۱۹۷۹ء میں مولانا مرحوم نے لاہور کو اس کا دوسرا مستقر بنایا۔ اب کراچی اور لاہور میں ادارہ معارف اسلامی کے دونوں مراکز داخلی طور پر خود مختارانہ اور مقصدی اور آئینی طور پر ہم آہنگی سے حسب ذیل مقاصد کے لیے کوشاں ہیں:

- ☐ تحقیق اور علمی جستجو کے بعد اسلامی تعلیمات کو جدید ترین اسلوب اظہار کے ذریعے پیش کرنا اور تمدن، تاریخ، قانون، معیشت اور دوسرے دائروں میں جو مسائل در پیش ہیں ان کا حل اسلام کی روشنی میں تلاش کرنا۔
- ☐ علمائے اسلام کے تحقیقی کارناموں کا ترجمہ، ترتیب نو، تشریح و توضیح اور اشاعت، اسی طرح قدیم علمی خزانوں تک آج کے طالب علموں کی رسائی ممکن بنانا۔
- ☐ عالم اسلام کے موجودہ مسائل اور مستقبل کے امکانات کے بارے میں صحیح اور حقیقت پسندانہ فہم پیدا کرنے کے لیے مسلم ممالک کے بارے میں بالعموم اور پاکستان کے بارے میں بالخصوص تحقیقی کام کرنا۔
- ☐ اسلامی موضوعات پر دورِ حاضر کے مسلم علما کے نمایاں کارناموں کی دنیا کی اہم زبانوں بالخصوص اردو، عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور سواحلی میں تراجم اور اشاعت کا انتظام کرنا۔
- ☐ عام پڑھے لکھے لوگوں میں اسلامی تہذیب و تمدن، تاریخ اور مسلم دنیا کے موجودہ مسائل کا صحیح فہم پیدا کرنے کے لیے مناسب طرز کی عام فہم کتابوں کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔
- ☐ تعلیم کو مثبت اسلامی آہنگ دینے اور اسلامی بنیادوں پر تشکیل شدہ ایک نئے نظام تعلیم کی راہ ہموار کرنے کے لیے مختلف مراحل کی نصابی اور امدادی کتب کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

Marfat.com

رسولِ رحمت ﷺ

تلواروں کے سائے میں

(جلد چہارم)

حافظ محمد ادریس

ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور

M. 301420
DATA ENTERED

Marfat.com

2897-9-21
2892
140050

(جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب : رسول رحمتؐ تلواروں کے سائے میں (جلد چہارم)
تصنیف : حافظ محمد ادریس
مطبع : حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور
اشاعت اول : فروری 2013ء (1100)
اشاعت دوم : فروری 2016ء (1100)
صفحات : 432
قیمت : -/375 روپے

باہتمام

ادارہ معارف اسلامی منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ: 54790
فون: 4-35419520، 76-042-35252475، فیکس: 042-35252194
ای میل: imislami1979@gmail.com، ویب سائٹ: www.imislami.org

تقسیم کنندہ

مکتبہ معارف اسلامی، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور
فون: 4-35419520، 042-35252419

Marfat.com

فہرست

تقریظ	مولانا عبدالمالک	۲۵
پیش لفظ	عبدالغفار عزیز	۲۹
عرضِ مصنف	حافظ محمد ادریس	۳۷

باب اول: فتح مکہ

نبیٔ رحمتؐ کے لیے بشارتیں ۴۴

حق کا غلبہ، باطل کی ہزیمت ۴۴ — قریش کی خلاف ورزی ۴۶

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا ۴۴ — اللہ سے بغاوت ۴۶

کفر کا آخری وار ۴۵ — ظلم کی حد ۴۷

مظلوموں کی دادرسی ۴۹

آنحضورؐ کی خدمت میں بنوخزاعہ کی حاضری ۴۹ — ابوسفیان کی مشکل مہم ۵۱

داستانِ ظلم ۴۹ — بیم و رجا کا عالم ۵۱

مظلوم کی مدد، دینی فرض ۵۰ — خودکلامی ۵۲

امن پسند نبی رحمتؐ ۵۰

ابوسفیان مدینہ میں ۵۳

ام المومنین ام حبیبہؓ کا جذبۂ ایمانی ۵۳ — کبار صحابہ کا موقف ۵۵

دوٹوک انداز ۵۴ — سردار انصار کی حق گوئی ۵۶

آسان اور مبنی برانصاف شرائط ۵۴

Marfat.com

□ ابوسفیان کی مکہ واپسی ۵۷

۞ ابوسفیان کی مظلومیت؟ ۵۷
۞ آنحضورؐ کی کیفیت ۵۸
۞ رئیسِ قریش کی عزت خاک میں مل گئی ۵۸
۞ راز داری ۵۹

□ حلیف قبائل کے نام پیغام اور کوچ ۶۰

۞ جنگی حکمت عملی ۶۰
۞ تبدیلیٔ سمت ۶۳
۞ ذمہ داریوں کا تعین ۶۰
۞ شاعرِ اسلام کے رجزیہ اشعار ۶۳
۞ یارِ غار کا استفسار ۶۱
۞ حکیمانہ جنگی فیصلے ۶۴
۞ شیخین سے مشاورت ۶۱
۞ ذمہ داریوں کی تقسیم ۶۵
۞ قبائل کو دعوت ۶۲

□ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا معاملہ ۶۶

۞ ایک غلط کام پر محاسبہ ۶۶
۞ خط کی برآمدگی ۶۸
۞ قرآن میں تنبیہ ۶۶
۞ جواب طلبی اور عذر ۶۸
۞ قریش کو خط ۶۷
۞ حضورؐ کا حلم و درگزر ۶۹
۞ بروقت تدارک ۶۷
۞ کافر تمھارے دشمن ہیں ۷۰

□ امت کے لیے راہ نما اصول و ضوابط ۷۱

۞ صفائی کا موقع بنیادی حق ہے ۷۱
۞ جرم اور ارتداد و نفاق کا فرق ۷۳
۞ عادلانہ فیصلے کے لیے اہم اصول ۷۲
۞ جاسوس کے متعلق فقہا کی آرا ۷۳
۞ مخلص کی غلطی اور منافق کی بغاوت میں فرق ۷۳
۞ تفتیش کے حدود ۷۴

□ لشکرِ اسلام کی پیش قدمی ۷۶

۞ منزلِ مقصود کے بارے میں تجسس ۷۶
۞ حضرت کعبؓ کے رجزیہ اشعار ۷۷

Marfat.com

- حضورؐ کا خاموش تبسم ۷۸
- لشکر کی تعداد اور تفاصیل ۷۸
- خاص جھنڈا ۷۹
- جنگ کے لیے طاقت کی اہمیت ۷۹
- جاسوسوں پر نظر رکھنے کا حکم ۸۰
- جاسوس کی گرفتاری ۸۰
- انعام کا مطالبہ ۸۱
- فرار سے جہاد اور شہادت تک ۸۱
- روزہ افطار کرنے کا حکم ۸۲
- دار الندوہ کے فیصلے ۸۲
- وَیْلٌ لِقُرَیْشٍ ۸۳
- عمِ رسول کی حاضری ۸۴
- دشمن کو مرعوب کرنے کی حکمتِ عملی ۸۴
- ابوسفیان عمِ رسول کی پناہ میں ۸۵
- رئیس قریش دربارِ رحمت میں ۸۵
- ابوسفیان کا حلقہ بگوشِ اسلام ہونا ۸۶
- یارانِ نبی کی آرا ۸۶
- ابوسفیان کا اعزاز ۸۷

پاکیزہ سپاہ، پاک باز سپہ سالار ۸۸

- اسلامی دستے اور ان کے پاکیزہ صفت سالار ۸۸
- خون کی ندیاں نہیں، رحمت کا دریا! ۸۹
- فوجی دستوں کے روٹ ۸۹
- اسلامی فوجوں کا شہر میں داخلہ ۹۰
- قریش کی ہٹ دھرمی اور بدبختی ۹۱
- تلواروں کی چمک اور آنحضورؐ کا سوال ۹۱
- ایک ساعت کی حِلّت ۹۲
- حضرت خالدؓ کا مجبوراً ہتھیار اٹھانا ۹۲
- ڈینگیں مارنے والوں کا انجام ۹۳
- اللہ کے شیروں کی یلغار ۹۴

مکہ میں فاتحانہ داخلہ ۹۶

- فاتح کا سجدۂ شکر ۹۶
- عظمت و انکسار کا حسین امتزاج ۹۶
- خیمے میں قیام ۹۷
- شعب ابی طالب پر ایک نظر ۹۷
- خواب کی تعبیر ۹۸
- سنت نبوی ۹۹
- بتوں سے بیت اللہ کی تطہیر ۹۹
- خانہ کعبہ کے اندر نماز ۱۰۰

Marfat.com

- خانہ کعبہ کی چابی کا معاملہ 101
- حقوق کی حفاظت وضمانت 101

واجب القتل لوگ اوران کا انجام 103

- تین مقتول 103
- تیسرا مقتول 104
- واجب القتل لوگوں کا معاملہ 105
- اللہ کی توحید کا اقرار 105
- مصائب کے وقت کون بچاتا ہے؟ 106
- ایک مشکل سفر 107
- دربارِ رسالت میں حاضری 108
- عہد 109
- بشارتیں 109
- عبداللہ بن ابی سرح 110
- حضرت عثمانؓ کی سفارش 110
- آنحضورؐ کا توقف 111
- نبی کی آنکھ خیانت نہیں کرتی 111
- ندامت 112
- اسلام کی خدمات، تلافی مافات 112
- ہبار بن الاسود 113
- مجرم خود عدالت میں آ گیا 113
- اعترافِ جرم 114
- حضرت زبیرؓ کا تبصرہ 114

آپس میں شیر وشکر 115

- سہیل بن عمرو 115
- شکست اور ندامت 116
- حضورؐ کی عظمت کی گواہی 116
- شہید اسلام 117
- حضورؐ کی رحلت اور سہیلؓ کی قوت ایمانی 117
- صفوان بن امیہ 118
- صفوان کی اسلام دشمنی 118
- امان کے لیے درخواست 119
- جان کا خطرہ 119
- واپسی کا فیصلہ 120
- دربار نبوی میں حاضری 120
- نبی جود وسخا 121
- حویطب بن عبد العزیٰ 121
- موت کا خوف 122

Marfat.com

ابن الزِبَعرَیٰ	۱۲۲	حضرت علیؓ ام ہانیؓ کے گھر	۱۲۵
دوستی ختم، راستے جدا	۱۲۳	ام ہانیؓ آنحضورؐ کی تلاش میں	۱۲۶
اللہ کی راہ نمائی اور ہدایت	۱۲۳	ام ہانیؓ کی پناہ پر تائید نبوی	۱۲۶
رشتہ داری کام نہ آئی	۱۲۴	انعام واکرام	۱۲۶
ام ہانیؓ کا گھر امن کا گہوارہ	۱۲۵		

❑ شرک کا خاتمہ، توحید کا اثبات ۱۲۸

تفاخر کا بت پاش پاش	۱۲۸	رسول برحق کا آسمان سے رشتہ	۱۳۰
اللہ کے شاکر بندے	۱۲۸	نوحۂ ابلیس	۱۳۱
حسرت زدہ قریش	۱۳۰	خطیب کی عظمت، مخاطبین کے مقدر	۱۳۲

❑ حضورؐ کا اصل مسکن؟ ۱۳۳

حضورؐ کا آبائی گھر	۱۳۳	اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللهِ اَتْقٰکُمْ	۱۳۶
انصار کی سوچ اور آنحضورؐ کا جواب	۱۳۳	ایک استثنا	۱۳۶
انصار کے آنسو	۱۳۴	مہاجرین سے خطاب	۱۳۶
تاریخی خطبہ	۱۳۵	صحابی رسولؐ کا اتمامِ حجت	۱۳۷
قوانین وضابطے	۱۳۵	حضرت ابن عمرؓ کا تبصرہ	۱۳۸

❑ متفرق واقعات ۱۳۹

قاتلِ حمزہؓ وحشی بن حرب	۱۳۹	بنوہذیل کے ایک مشرک کا قتل	۱۴۱
سید الشہداء کی شہادت	۱۳۹	بنوہذیل کی جاسوسی	۱۴۲
مغفرت کی امید	۱۴۰	مشرک مقتول کا خون بہا	۱۴۲
مسیلمہ کذاب کا قتل	۱۴۰	نبی رحمت کا بڑا پن	۱۴۳
معافی کے ساتھ نادانی!	۱۴۱	آنحضورؐ کے سوال	۱۴۳

Marfat.com

- ایمان افروز اشعار ۱۴۴ — ابوسفیان کو حضورؐ کی تنبیہ ۱۴۵

❑ ہند بنت عتبہ کا قبول اسلام ۱۴۷

- زیرک باپ کی دانا بیٹی ۱۴۷ — عورتوں سے بیعت ۱۴۸
- بھیس بدل کر نمایندگی ۱۴۷ — مقبول عبادات ۱۴۹

❑ نخلہ کی مہم (رمضان ۸ھ) ۱۵۱

- شرک کے آثار کا خاتمہ ۱۵۱ — سیف اللہ کی کاٹ ۱۵۲
- ایک دلچسپ واقعہ ۱۵۲ — کفر و ایمان کا کیا موازنہ؟ ۱۵۲

❑ مناۃ کا انہدام ۱۵۴

- مناسکِ حج میں شرک کی ملاوٹ ۱۵۴ — مورخین کی آرا ۱۵۵
- مناۃ کی ڈائن ۱۵۴

❑ یَلَمْلَم کی مہم ۱۵۶

- میقاتِ حج ۱۵۶ — تاریخی الہام ۱۵۶

❑ سُوَاعِ بت کا خاتمہ (رمضان ۸ھ) ۱۵۷

- قدیم ترین بت ۱۵۷ — بت شکن مجاہد ۱۵۸
- دعائے نوحؑ ۱۵۷ — اسلام کی حقانیت ۱۵۸

❑ ذوالکفّین کا بت اور اس کا انجام (رمضان ۸ھ) ۱۶۰

- بنو دوس کے جانثارانِ اسلام ۱۶۰ — دبابہ اور منجنیق ۱۶۰

❑ ساتھیوں کے حالات سے باخبر رسولِ رحمتؐ! ۱۶۱

- صحابہؓ کی خاطر قرضِ حسن ۱۶۱ — قرض کی رقم کا مصرف ۱۶۲
- قرضِ حسن کا بدلہ ۱۶۱ — سخاوت و فیاضی کا نمونۂ کامل ۱۶۲

Marfat.com

□ جیش الخبط (رجب ۸ھ) ۱۶۳

وھیل مچھلی کا واقعہ	۱۶۳	عجوباتِ تخلیق ربانی	۱۶۴
جیش الخبط؟	۱۶۳	عقلیت پرستوں کا کمزور موقف	۱۶۵
عظیم الجثہ مچھلی، صحابہ کی خوراک	۱۶۴		

□ غزوۂ بنوجذیمہ (رمضان ۸ھ) ۱۶۶

ایک اجتہادی غلطی	۱۶۶	کبار صحابہ کا غم وغصہ	۱۶۸
دعوتی مہم	۱۶۷	حضورؐ کا سخت ردِ عمل	۱۶۹
بنوجذیمہ سے تکرار	۱۶۷	حضرت خالدؓ کی معذرت	۱۶۹
قتل کا حکم	۱۶۸	حضرت خالدؓ کی معافی اور خوں بہا کی ادائیگی	۱۷۰

باب دوم: غزوۂ حنین

□ جاہلی جنگوں کا مختصر بیان ۱۷۲

حروبِ فجار	۱۷۲	جنگ کا پانسہ پلٹ گیا	۱۷۴
قریش وکنانہ بمقابلہ ہوازن وثقیف	۱۷۲	اہم لوگوں کا قتل	۱۷۵
ایک جنگ میں حضورؐ کی شرکت!	۱۷۳	مقتولین کا خون بہا	۱۷۵
قطع رحمی وصلہ رحمی	۱۷۳	رحمۃ للعالمینؐ	۱۷۶
خیمۂ امن	۱۷۳		

□ سوئے حنین روانگی ۱۷۷

مشرک قاتل اور نبی معصومؐ	۱۷۷	جبریل امین کا پہرہ	۱۸۰
اللہ کی حفاظت	۱۷۷	سچا مسلمان اور داعیٔ اسلام	۱۸۱
رسول اللہ کی تلوار	۱۷۸	بنوہوازن کے جاسوس	۱۸۱
کافر کا قبولِ اسلام	۱۷۹	صحابہ کی مشکل ذمہ داریاں اور اعلیٰ درجات	۱۸۲

Marfat.com

❏ معرکۂ حنین ۱۸۴
وجہ تسمیہ ۱۸۴
میدانِ جنگ کے لیے روانگی ۱۸۵
ماہرِ جنگ بوڑھا سردار ۱۸۵
قائم مقام امیر ۱۸۶
قرآن میں تذکرۂ حنین ۱۸۵
جواں مرگ ۱۸۶
❏ نبی رحمت کارزارِ حنین میں ۱۸۸
جوانی کا جوش، بزرگی کا ہوش ۱۸۸
حضرت عکرمہؓ کی قوت ایمانی ۱۹۱
ہوش اور جوش کا موازنہ ۱۸۸
سچا جان نثار ابوسفیانؓ ۱۹۲
اختلاف رائے کا خطرہ اور سپہ سالار کی دھمکی ۱۸۹
شمع رسالت کے پروانے ۱۹۳
کثرت کا زعم ۱۹۰
دعائے موسیٰ و محمدؐ ۱۹۴
بھگدڑ میں استقامت کا مظاہرہ ۱۹۰
صبر و استقامت کا ثمرہ ۱۹۴
صفوان بن امیہ کی حق گوئی ۱۹۱
حضرت انسؓ کا تبصرہ ۱۹۵
❏ شیرانِ خدا کی واپسی ۱۹۶
ندامت و سکینت ۱۹۶
کفر کے اندھیروں سے اسلام کی روشنی تک ۱۹۹
کافر علم برداروں کا قتل ۱۹۶
رحمتِ بے کراں ۲۰۱
طاقتور دشمن ۱۹۷
صحابیات کے کارنامے ۲۰۱
مقتولین کا جنگی ساز و سامان ۱۹۸
دشمن کی شکست اور مالِ غنیمت ۲۰۲
فرشتوں کا نزول اور حضور پاک کا معجزہ ۱۹۸
حضرت خالدؓ کی عیادت ۲۰۳
معجزاتِ رسول کا بیان ۱۹۹

باب سوم: غزوۂ ثقیف

❏ شہرِ طائف اور اس کے مکین ۲۰۶
بنو ثقیف کا مقام ۲۰۶
بنو ثقیف کے لیے دعا ۲۰۷

Marfat.com

ہراول دستہ	۲۰۷	قتلِ ناحق عظیم جرم	۲۱۰
اچھے نام رکھنا	۲۰۸	اسلام کا قانونِ قصاص	۲۱۱
جنگ میں صائب رائے	۲۰۸	پاکستانی نظام میں غیر اسلامی چلن	۲۱۱
غدر کرنے والے کا انجام	۲۰۹		

محاصرے کی طوالت اور خاتمہ ۲۱۳

غلاموں کا قبولِ اسلام	۲۱۳	احمق مطاع	۲۱۵
اللہ کے آزاد کردہ بندے	۲۱۳	حکمِ ربانی	۲۱۵
کافر و مومن کا مکالمہ	۲۱۴	لومڑی بھٹ میں	۲۱۶

جنگ ہوازن و ثقیف کے بعد ۲۱۷

دشمن کا قلع قمع	۲۱۷	دعائے نبوی	۲۱۸
کمانڈر کی بہادری و للٰہیت	۲۱۷	خودکشی حرام ہے	۲۱۹
شہادت	۲۱۸	نجات کا دارومدار رحمت الٰہی ہے	۲۱۹

سردارانِ ہوازن و ثقیف اور احمس کا اسلام ۲۲۱

مالِ غنیمت کی حفاظت	۲۲۱	اگلی صفوں والے مردانِ کار	۲۲۴
راہِ فرار	۲۲۱	فداکار و غیور مجاہد	۲۲۴
حضورؐ کی دعوتِ اسلام	۲۲۲	آنحضورؐ کی دعا	۲۲۵
مسافر کی جانب منزل روانگی	۲۲۲	قبولِ اسلام اعزاز ہے	۲۲۵
بنوثقیف کا محاسبہ	۲۲۳	قابلِ رشک شخصیت	۲۲۶

شہدائے غزوۂ ثقیف ۲۲۷

مالِ غنیمت کی تقسیم ۲۲۹

قیدیوں سے حسنِ سلوک	۲۲۹	قیدیوں کی آزادی	۲۲۹

Marfat.com

- آنحضورؐ کی رضاعی بہن ۲۳۰
- صحابہ کی شانِ تسلیم ورضا ۲۳۱
- مجاہدین کا حصہ ۲۳۱
- مولفۃ القلوب ۲۳۲
- حکیم ابن حزامؓ کی شانِ استغنا ۲۳۳
- دریادل، مجسمہ سخاوت ۲۳۴
- باعثِ عزت صرف تقویٰ ہے ۲۳۴

□ مال غنیمت اور انصار ۲۳۶

- سعید ارواح ۲۳۶
- پاکیزہ عہد وپیمان ۲۳۶
- نبی رحمتؐ کے عالی مرتبت انصار ۲۳۷
- انصار کی خوبیوں اور احسانات کا اعتراف ۲۳۷
- انصار کے درجات عالیہ ۲۳۸

□ میدانِ قتال اور تربیت کا اہتمام ۲۳۹

- رسولِ رحمتؐ مربی ومزکی ۲۳۹
- سراقہ بن مالک ۲۳۹
- سراقہ الجعرانہ میں ۲۴۰
- ہر جان دار کے ساتھ احسان نیکی ہے ۲۴۰
- قرآنی تعلیم پر عمل ۲۴۱
- ایک کوڑے کا صلہ ۲۴۱
- مشرک کا ہدیہ ۲۴۲
- استفسارِ رسول اور صحابی کے سوالات ۲۴۳
- بنوہوازن کے وفد کی آمد ۲۴۴
- رضاعی رشتے اور بچپن کی یادیں ۲۴۴
- قیدیوں کی رہائی کا سوال ۲۴۵
- قیدیوں کے بدلے معاوضہ ۲۴۶

□ فتوحات کے بعد واپسی ۲۴۷

- عمرہ اور طوافِ وداع ۲۴۷
- سیدہ ہاجرہؑ کی سنت ۲۴۷
- امیر الحجاج ۲۴۸

□ بنوثقیف کا قبول اسلام ۲۴۹

- سلام اس پر درود اس پر ۲۴۹
- ماضی اور حال میں فرق ۲۴۹

Marfat.com

شانِ رسالت اور حقیقتِ اسلام ۲۵۰
اطمینانِ قلب کی دولت ۲۵۰
فرمانِ رسول اور عروہ کی لگن ۲۵۱
عروہ صابی ہو گیا ہے! ۲۵۲
شہادت کا رتبۂ بلند ۲۵۲
قوم کا سچا خیر خواہ ۲۵۳
شہیدِ سورۂ یٰسٓ ۲۵۴
وارثانِ شہید مدینہ میں ۲۵۵
وفد کی تیاری ۲۵۵
قبائلی جرگہ ۲۵۶

وفدِ بنوثقیف، مدینہ آمد اور قبولِ اسلام ۲۵۷

وفد کی تشکیل ۲۵۷
وفد کی وادی قناۃ میں آمد ۲۵۷
حضرت مغیرہؓ کی اپنے اہل قبیلہ سے ملاقات ۲۵۸
رسالت مآب کی مہمان نوازی ۲۵۹
اسلام میں داخلے کے لیے شرائط ۲۵۹
اسلام میں مداہنت کی گنجائش نہیں ۲۶۰
دل کی گواہی ۲۶۱
وفد کا پہلا مسلمان ۲۶۱
صلح کیسے ہو سکتی ہے ۲۶۲
نکاح کی حلت اور زنا کی حرمت ۲۶۲
سودی معیشت اور اسلامی معیشت ۲۶۳
شراب، ام الخبائث ۲۶۳
دانش مند کی صائب رائے ۲۶۴
احکام اسلام کی پیروی ۲۶۵

وفدِ بنوثقیف کی واپسی ۲۶۶

اسلام کایا پلٹ دیتا ہے ۲۶۶
حضورؐ کی جامع نصیحت ۲۶۶
امیر کا تقرر اور معیار امارت ۲۶۷
فُسّاق و فُجّار کی امامت کیوں؟ ۲۶۷
امیر کے نام اہم وصیت ۲۶۷
وفد کے لیے ایک رخصت ۲۶۸
اللہ نے دلوں میں رعب ڈال دیا ۲۶۹
ایک بوڑھے کی بڑ ۲۶۹
امیر ثقیف کا پرمغز خطاب ۲۷۰

لات کا انجام ۲۷۱

بت شکنی کا اعزاز ۲۷۱
صلہ رحمی ۲۷۱

Marfat.com

❀ کارِ خیر	۲۷۲	❀ سر سے پاؤں تک تباہی	۲۷۳
❀ جھوٹی امیدیں	۲۷۲	❀ خزانے کا مصرف	۲۷۴
❀ احمق ہونے کا طعنہ	۲۷۳		

❑ بنو ثقیف کے لیے آنحضور ﷺ کا وثیقہ ۲۷۵

❀ خوں ریزی سے حفاظت	۲۷۵	❀ سرزمینِ طائف کا اعزاز و اکرام	۲۷۵

باب چہارم: وصولیٔ زکوٰۃ اور چند سرایا

❑ سریہ بنو تمیم (صفر ۹ ھ) ۲۷۸

❀ مکہ سے مدینہ واپسی	۲۷۸	❀ مانعینِ زکوٰۃ پر چڑھائی	۲۸۱
❀ عاملین زکوٰۃ کا تقرر اور روانگی	۲۷۹	❀ دشمن سے خفیہ نقل و حرکت	۲۸۲
❀ بنو تمیم کا انکارِ زکوٰۃ	۲۸۰	❀ آنحضور کا حسنِ سلوک اور بنو تمیم کی اطاعت	۲۸۲
❀ عاملِ زکوٰۃ کی دربارِ رسالت میں رپورٹ	۲۸۰		

❑ سریۂ بنو خثعم (صفر ۹ ھ) ۲۸۳

❀ اسلام دشمنی کا قلع قمع	۲۸۳	❀ اللہ کی غیبی مدد	۲۸۴
❀ جنگی حکمتِ عملی	۲۸۳	❀ کامیاب واپسی	۲۸۵

❑ بنو کلاب و بنو قرطاء کی سرکوبی (ربیع الاول ۹ ھ) ۲۸۶

❀ آنحضور ﷺ کا مکتوب گرامی	۲۸۶	❀ صحابیٔ رسول کا مشرک باپ	۲۸۷
❀ عقل ماری گئی	۲۸۶	❀ صحابیہ کے اشعار	۲۸۸
❀ دشمن کی سرکوبی	۲۸۷		

❑ قبیلہ بنو طے کی سرکوبی (ربیع الآخر ۹ ھ) ۲۸۹

❀ بت پرستی اور عیسائیت	۲۸۹	❀ آزمودہ کار جنگ جو	۲۸۹

Marfat.com

امید و خوف	۲۹۰	دل کی گواہی	۲۹۲
پیغمبر یا بادشاہ	۲۹۱	رسولِ برحق	۲۹۲
عدی کا قبولِ اسلام	۲۹۲	امن و امان، خوشحالی اور فتح	۲۹۳
□ حضرت علقمہؓ مدلجی کی بحری مہم (ربیع الآخر ۹ھ)			۲۹۵
بحری قذاقوں کا تدارک	۲۹۵	حضرت حذافہؓ	۲۹۷
واپسی کا سفر	۲۹۵	ابتلا و استقامت	۲۹۷
آگ میں چھلانگ لگانے کا حکم؟	۲۹۶	جذبۂ جاں سپاری	۲۹۸
اطاعت کے حدود و قیود	۲۹۶	حکیمانہ فیصلہ	۲۹۸
مزاح	۲۹۶		

باب پنجم: غزوۂ تبوک

□ ابتدائی مراحل			۳۰۲
سپر طاقت کون؟	۳۰۲	منافقین کا خبثِ باطن	۳۰۴
طاغوتی ایوانوں میں زلزلہ	۳۰۲	وعیدِ ربانی	۳۰۵
غزوۂ عسرہ	۳۰۳	نبی رحمت کی شجاعت و صلابت	۳۰۵
اللہ نے سواری کا انتظام کر دیا	۳۰۳	اللہ کا دین کسی کا محتاج نہیں	۳۰۶
□ صحابہ کا جذبۂ جہاد			۳۰۷
ایمان افروز مثالیں	۳۰۷	عظیم لوگ عظیم مثالیں	۳۱۰
حضرت عثمان غنیؓ کا جذبۂ انفاق	۳۰۸	عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے	۳۱۱
سبقت فی الخیر	۳۰۸	مٹھی بھر کھجوروں کا مقام	۳۱۱
علامہ اقبالؒ کا خراجِ عقیدت	۳۰۹	منافقین کی خباثت اور قرآن کا جواب	۳۱۲

Marfat.com

⊛ اصل چیز اخلاص ہے کثرت و مقدار نہیں ۳۱۳

□ مدینہ سے تبوک کی جانب کوچ ۳۱۴

⊛ نفیرِ عام ۳۱۴ — ⊛ حضرت علیؓ کا اعلیٰ مقام ۳۱۷
⊛ قبائل کی طرف نمایندگان ۳۱۴ — ⊛ لشکرِ عزیمت کی سخت کوشی ۳۱۸
⊛ سپر طاقت کا اعترافِ شکست ۳۱۵ — ⊛ سفر کی منازل ۳۱۸
⊛ مدینہ سے کوچ اور جانشینی ۳۱۶

□ مناصب اور مناقب ۳۲۱

⊛ علم بردارانِ غزوۂ تبوک ۳۲۱ — ⊛ مدینہ سے ربذہ منتقلی ۳۲۵
⊛ حضرت ابوخیثمہؓ ۳۲۱ — ⊛ آخری لمحات ۳۲۵
⊛ آرام طلبی نہیں، جہدِ مسعود ۳۲۲ — ⊛ فقر و مہمان نوازی ۳۲۶
⊛ کن اباخیثمہؓ ۳۲۲ — ⊛ حضرت ابورہمؓ کی اونگھ ۳۲۷
⊛ درویش منش صحابی ۳۲۴ — ⊛ جہاد میں شرکت اور مجاہدین کی معاونت ۳۲۷

باب ششم: قیامِ تبوک

□ طویل سفر اور منزل ۳۳۰

⊛ تاریخی مسجد ۳۳۰ — ⊛ پہرہ اور حفاظت ۳۳۲
⊛ دو صحابہ کی تحسین ۳۳۰ — ⊛ صحابہ کا شکار ۳۳۳
⊛ خصوصی امتیاز و شانِ نبوت ۳۳۱ — ⊛ بنوسعد کا کنواں ۳۳۴
⊛ تبوک کا چشمہ ۳۳۱

□ نبی اکرمؐ کا خطبۂ تبوک ۳۳۵

⊛ مختصر جملے، جامع پیغام ۳۳۵ — ⊛ مومن کا اعلیٰ و محترم مقام ۳۳۶
⊛ مومنانہ اور کافرانہ صفات کا موازنہ ۳۳۵ — ⊛ امت کے لیے دعا ۳۳۶

Marfat.com

□ سفرِ تبوک کی دو یادگار نمازیں			۳۳۸
٭ نیند کا غلبہ	۳۳۸	٭ امت کا مردِ صالح!	۳۳۹
٭ ابن عوفؓ کی امامت	۳۳۸	٭ مدافعت کا حق	۳۳۹
□ ایک صحابی کی وفات کا تذکرہ			۳۴۱
٭ رشکِ جہاں	۳۴۱	٭ دل یا شکم	۳۴۴
٭ قبولِ اسلام سے پہلے	۳۴۱	٭ اصحابِ صُفّہ میں شمولیت	۳۴۴
٭ حق کب تک چھپا رہتا	۳۴۲	٭ غزوۂ تبوک کا اعلان اور پروانے کی بے قراری	۳۴۵
٭ عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی!	۳۴۳	٭ وہ رشکِ جناں قبر مبارک	۳۴۵
□ ثمراتِ جہاد			۳۴۷
٭ اخلاقی و عسکری فتح	۳۴۷	٭ معاہدۂ صلح و اطاعت	۳۴۸
□ دومۃ الجندل کی فتح (رجب ۹ھ)			۳۴۹
٭ آنحضور ﷺ کی بشارت	۳۴۹	٭ خوب صورت اشعار کی تحسین	۳۵۱
٭ اُکیدَر اور اس کا قلعہ	۳۵۰	٭ جنت میں حضرت سعد بن معاذؓ کا مقام رفیع	۳۵۲
٭ شکاری خود شکار ہو گیا	۳۵۰	٭ معاہدہ	۳۵۳
٭ قلعے کے در کھل گئے	۳۵۱	٭ اُکیدر کا انجام	۳۵۳
□ تبوک سے مدینہ واپسی			۳۵۴
٭ مشاورت	۳۵۴	٭ جہاد تا قیامت جاری رہے گا	۳۵۶
٭ حضرت عمرؓ کی رائے	۳۵۴	٭ مخلص صحابہ کی ندامت	۳۵۷
٭ مجاہدین کے قدم بقدم	۳۵۵	٭ قبولیتِ دعا	۳۵۸
٭ اہل ایمان کو اللہ کا اہم حکم	۳۵۵	٭ انفاق فی سبیل اللہ	۳۵۹

Marfat.com

❁ مدینہ واپسی پر استقبال	۳۵۹	❁ اسلامی معاشرہ	۳۶۱
❁ بودے اور بے اعتبار	۳۶۰		

□ دیارِ ثمود و حجر ۳۶۲

❁ باغیوں کے تباہ شدہ محلات	۳۶۲	❁ اونٹوں کی قسمت میں آٹا	۳۶۵
❁ ثمود کی سرکشی و جسارت	۳۶۲	❁ پھٹکاری ہوئی قوم	۳۶۶
❁ جائے عبرت	۳۶۳	❁ آنحضورؐ کی ناقہ کا گم ہونا	۳۶۶
❁ دو حادثات	۳۶۴	❁ اونٹنی کی واپسی اور منافق کی سرزنش	۳۶۷
❁ دعا برائے بارانِ رحمت	۳۶۴	❁ ایک دلچسپ واقعہ	۳۶۷
❁ تشکیکِ منافقانہ	۳۶۵	❁ عربوں کا پہلا حدی خوان	۳۶۸

□ منافقین کے کرتوت ۳۶۹

❁ منافقین کی غدارانہ چال	۳۶۹	❁ منافق بزدل ہوتا ہے	۳۷۱
❁ لَا تَنفِرُوا فِي الْحَرِّ	۳۷۰	❁ حضورؐ کی وسیع الظرفی	۳۷۲
❁ خس کم جہاں پاک	۳۷۰	❁ حضورؐ کے رازدان حذیفہ بن یمانؓ	۳۷۳
❁ ناپاک سازش	۳۷۰		

□ ننھا مجاہد عُمیر بن سعدؓ ۳۷۴

❁ کفریہ کلمات اور نورِ ایمان	۳۷۴	❁ پاکیزہ معاشرہ اور اس کی برکات	۳۷۵
❁ وحیِ ربانی	۳۷۴		

□ منافقین کی قبیح حرکات ۳۷۷

❁ منافقین کے جھوٹے عذر	۳۷۷	❁ جھوٹی امیدیں	۳۷۹
❁ آئینہ	۳۷۷	❁ مومن کے لیے بھلائی ہی بھلائی	۳۷۹
❁ بخیل و کنجوس منافق	۳۷۸	❁ دعائے مومن	۳۸۰

Marfat.com

❑ تین مخلص صحابہؓ کا معاملہ ۳۸۱

- مخلص صحابہ کی سستی ۳۸۱
- سچ اور حقیقی معذرت ۳۸۱
- بلا وجہ ملامت ۳۸۲
- صائب مشورہ ۳۸۳
- معاشرتی مقاطعہ ۳۸۳
- اپنے بیگانے ہو گئے ۳۸۳
- ایمان کی بولی اور مومن کا استقلال ۳۸۴
- قبولیتِ توبہ ۳۸۵
- صدقۂ تشکر ۳۸۶
- حضرت ہلال بن امیہؓ ۳۸۷
- قبولیتِ توبہ اور طویل سجدہ ۳۸۸
- امید بر آئی ۳۸۸
- حکم ربانی ۳۸۹

❑ مسجد ضرار ۳۹۰

- اسلام دشمنی کے مراکز ۳۹۰
- شیطانی گھر کو جلانے کا حکم ۳۹۰
- مسجد ضرار کی تعمیر ۳۹۱
- بدکردار دشمنِ اسلام ۳۹۱
- جہنمی باپ کا جنتی بیٹا ۳۹۲
- کھوکھلی کمین گاہ ۳۹۳
- ناپاک عناصر کا گڑھ ۳۹۳
- شیطانی اڈہ جلا ڈالا گیا ۳۹۴
- بے برکتی و نحوست ۳۹۴

باب ہفتم: اہم واقعات

❑ کعب بن زُہَیر کا قبولِ اسلام ۳۹۸

- شعروشاعری کی اہمیت ۳۹۸
- سبعہ معلّقات ۳۹۸
- شاعر ابن شاعر ۳۹۹
- سبقت الی الاسلام ۳۹۹
- کفریہ اشعار ۴۰۰
- اسلامی اشعار ۴۰۱
- دعوتِ اسلام ۴۰۲
- خدمتِ اقدس میں حاضری ۴۰۲
- عظیم الشان قصیدہ ۴۰۳

Marfat.com

□ عبد اللہ بن ابی کی موت ۴۰۶

- رسول رحمت کا ظرفِ عالی ۴۰۶
- آخری مکالمہ ۴۰۶
- حضورؐ کا کرتہ مبارک ۴۰۷
- اختیارِ نبوی ۴۰۷
- منافقین کے جنازوں پر حکم ربانی ۴۰۸
- احسان شناسی ۴۰۹
- حکمتِ نبوی ۴۱۰

□ حج بیت اللہ (۹ ہجری) ۴۱۱

- اللہ وحدہ ہی سپر طاقت ہے ۴۱۱
- حضرت ابوبکرؓ امیر الحجاج ۴۱۱
- حضرت ابوبکرؓ کو نبی رحمت کی تسلی ۴۱۲
- امیر و مامور کا سوال ۴۱۲
- دونوں یارانِ نبی کے خطبے ۴۱۳
- ہدی کے جانور ۴۱۴
- حضرت ابوبکرؓ کے اعمال ۴۱۵
- مفسر قرآن کا تبصرہ ۴۱۵

□ خطبۂ برأت، ایک نظر میں ۴۱۷

- اسلامی ریاست کی بالادستی ۴۱۷
- مجاہدین کی مجاوروں پر فضیلت ۴۱۸
- سچے اہل ایمان کی نشانیاں ۴۱۸
- اسلام غلبہ چاہتا ہے ۴۱۹
- بعثتِ رسول کا مقصدِ حقیقی ۴۲۰
- مالِ حرام کی مذمت ۴۲۰
- اختتامِ خطبۂ برأت ۴۲۱
- نبی کی حقیقت و تعارف ۴۲۱
- قمری تقویم کی حکمت و مصالح ۴۲۲
- اسلام کی عالمگیریت ۴۲۳
- اتمام حجت ۴۲۳

140530

Marfat.com

❑ سریہ نجران (ربیع الآخر ۹ھ) ۴۲۵

❁ زرخیز وخوش حال علاقہ ۴۲۵
❁ دعوتِ اسلام مقدم ہے ۴۲۵
❁ حضرت خالدؓ کا خط بنام رسول رحمتؐ ۴۲۶
❁ مکتوب نبوی بنام خالد بن ولیدؓ ۴۲۷
❁ نجرانی وفد کی مدینہ آمد ۴۲۸
❁ آنحضورؐ کا وفد سے مکالمہ ۴۲۹
❁ وثیقۂ نبوی ۴۳۰
❁ دینی احکام ۴۳۱
❁ زکوٰۃ وعشر اور جزیہ کے مسائل ۴۳۱

Marfat.com

Marfat.com

تقریظ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات کے لیے سراسر رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تمام زاویے بہت پرکشش ہیں اوران میں تاثیر کے مختلف پہلو ہیں نیز ان میں جلال بھی۔ غزوات کا باب بھی سیرت کا ایک اہم گوشہ ہے۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت وشجاعت، رحمت ورأفت اور جلال و جمال نمایاں ہوکر سامنے آتے ہیں۔ سیرت وغزوات کا ایک پہلو اعجاز بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اپنے اندر معجزات کی شان رکھتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو پڑھتے ہوئے آدمی کے دل پر رقت طاری ہوتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔ دل گواہی دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول اور حقیقی محبوب تھے۔ اعجاز کا یہ پہلو غزوات میں زیادہ نمایاں ہوکر سامنے آتا ہے۔ غزوات میں آپ کی شان اور آپؐ کے اخلاق حسنہ کو دیکھ کر جانی دشمن بھی کلمہ پڑھتا ہے۔ یہ مناظر جب سامنے آتے ہیں تو آج بھی سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے لوگ کلمہ پڑھے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ قرآن پاک اور سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں وہ قرآن وسیرت سے متاثر ہوکر دائرۂ اسلام میں آج بھی داخل ہورہے ہیں۔ قرآن وسیرت لوگوں کو کھینچ کھینچ کر دوزخ کی آگ سے بچاتے اور جنت کی راہ مستقیم پر ڈال دیتے ہیں۔

'غزوات' کا ایک پہلو اسلامی نظام کی قوت اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کا مشاہدہ ہے۔ کفار قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چھٹے سال ہی ہتھیار ڈال دیئے اور صلح پر تیار ہوگئے، وہ بات جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعوت کے آغاز سے ان کے سامنے پیش کررہے تھے اور وہ اسے

Marfat.com

انتہائی سختی سے ٹھکرا رہے تھے، آج اسے مان لینے پر تیار تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی کہ تم میرا مقابلہ اس وقت نہ کرو۔ اس وقت مجھے اور دوسرے لوگوں کو مقابلہ کرنے دو۔ اگر وہ مجھے شکست دے دیں تو تمھارا کام دوسرے لوگوں کے ہاتھوں پورا ہو جائے گا اور اگر وہ مجھے شکست نہ دے سکیں تو پھر تم زور آزمائی کرنا چاہو تو کر لینا لیکن وہ اس کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ آپ کو اور آپ کی تحریک کو کچلنے کا ''شرف'' حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن چھ سال زور آزمائی کرنے کے بعد آپ کی بات کو [بامر مجبوری] مان لیا اور ہتھیار ڈال کر صلح کے لیے تیار ہو گئے اور صلح کے دو سال بعد مکہ مکرمہ بغیر لڑائی کے فتح ہو گیا۔ مکہ مکرمہ کے بغیر جنگ کے فتح ہونے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور مدد شامل تھی۔ فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین، غزوۂ اوطاس، غزوۂ طائف، غزوۂ ثقیف تمام غزوات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نصرت کے کرشمے نظر آتے ہیں۔ ان واقعات کو پڑھتے ہوئے آدمی کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

''رسول رحمت تلواروں کے سائے میں'' محترم جناب حافظ محمد ادریس صاحب کی علمی وسعت، واقعات کو گہرائی اور گیرائی سے دیکھنے، ان کی تاثیر اور ان کے اعجازی پہلو کو روشن کر دینے کا نادر نمونہ ہے۔ اس کتاب کے نام ''رسول رحمت تلواروں کے سائے میں'' کے اندر بھی معانی کا ایک دریا موجزن ہے۔ اس کے مضامین اس کے نام کی بہترین شرح ہیں۔ حصہ چہارم کا موضوع فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ اوطاس، غزوۂ بنو ثقیف اور غزوۂ تبوک ہیں۔ محترم حافظ صاحب نے ان غزوات کے واقعات کو بہترین ترتیب کے ساتھ اسی طرح بیان کیا ہے کہ کوئی بھی واقعہ بیان ہوئے بغیر نہیں رہا اور کوئی بھی واقعہ تشریح اور تجزیہ سے ساقط نہیں ہوا۔ واقعات کے بیان کے ساتھ قرآن پاک کی تفسیر اور احادیث نبوی کی تشریح اور فقہی مسائل کی تحقیق میں پورے علمی کمال کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ غزوہ فتح مکہ کو اگر خفیہ رکھا گیا تو اس کی حکمتیں پوری تفصیل سے بیان کی گئیں جبکہ غزوہ تبوک کا اعلان کیا گیا تو اہل ایمان ہی نہیں، منافقین تک کو اس کا علم تھا کہ اس عظیم الشان فوج کے سفر تبوک کو جو نبی رحمت کی قیادت میں رواں دواں تھی، رومیوں سے مخفی رکھنے کی پوری تدابیر کی گئیں لیکن دونوں

Marfat.com

غزوات میں کامیابی کی یکسانیت کا عجیب وغریب مظاہرہ ہوتا ہے۔

مکہ بغیر جنگ کے فتح ہوتا ہے اور تبوک سے بھی قیصر روم جنگ کیے بغیر اپنی فوجوں کو لے کر بھاگ جاتا ہے۔ ''نصرت بالرعب مسیرۃ شھر'' یعنی میری مدد رعب کے ساتھ کی گئی ہے اور ایک مہینہ کی مسافت سے دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔ قیصر روم کو شکست فاش سے دوچار کر کے اس سرزمین کو اسلام کے لیے مسخر کر لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ '' کا ظہور ہوتا ہے۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر منافقین کے اڈے جلا دیے جاتے ہیں اور مدینہ کو ہر گندگی سے اس طرح پاک کر دیا جاتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کو ہر قسم کے گند سے پاک کر دیتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حج کا امیر بنا کر بھیج دیتے ہیں اور اس کے بعد سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات نازل ہوتی ہیں جن میں کفار سے صلح کے معاہدوں کے خاتمے کا اعلان ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو یہ آیات اور حرم شریف اور حج کے دیگر احکام دے کر مکہ بھیج دیتے ہیں۔ حضرت علیؓ، حضرت صدیق اکبرؓ کی امارت میں سورہ توبہ کی آیات اور دیگر احکام حج کا اعلان کرتے ہیں۔ مشرکین کے لیے اگلے سال حرم میں داخلہ بند کیا جاتا ہے۔ ننگے طواف اور حج کو ختم کر دیا جاتا ہے اور ''نسی'' کے ضابطہ کو ختم کرنے کا اعلان ہو جاتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اس کتاب کی جلد پنجم میں دیگر واقعات کے ساتھ نبیِ رحمت کے حج کا تذکرہ بھی آ جائے گا جب ایک ہی سال بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ اس حال میں حج کرتے ہیں کہ کوئی مشرک اس موقع پر حج کے لیے نہیں آیا اور کوئی مشرکانہ رسم بھی اسی موقع پر روا نہ رکھی گئی۔ خالص اسلامی طریقہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرایا اور تاقیامت آپ کا حج تمام مسائل حج کے لیے نمونہ بن کر سامنے آ گیا۔ دین غالب ہو جاتا ہے، آپؐ کے مشن کی تکمیل ہو جاتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاوا آ جاتا ہے۔ آپؐ رختِ سفر باندھتے ہیں اور کفر کو مٹا کر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس حال میں حاضر ہو رہے ہیں کہ آپ کو غلبہ دین اور اللہ کے سامنے راتوں کو

Marfat.com

سر بسجود ہونے کے اعزاز میں شفاعت کبریٰ اور مقام محمود پر فائز کر دیا جاتا ہے۔

محترم جناب حافظ محمد ادریس صاحب حفظہ اللہ نے اس سارے مبارک اور معجزانہ سفرِ غزوات کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کتب احادیث میں ''کتاب المغازی'' کی بہترین شرح ہے۔ ''رسول رحمت تلواروں کے سائے'' میں غزوات کے لٹریچر میں بہترین اضافہ ہے اور شاید دور حاضر میں اپنے مضامین، انداز بیان اور تاثیر کے لحاظ سے کوئی بھی کتاب اس کی نظیر نہ ہوگی۔ علما و خطباء، دعوت کے میدان کام کرنے والے داعیانِ حق، عصری جامعات اور دورۂ حدیث کے طلبہ کے لیے بہترین تحفہ ہے۔

(مولانا) عبدالمالک

شیخ القرآن والحدیث مرکز علوم اسلامیہ منصورہ

صدر جمعیۃ اتحاد العلماء پاکستان

اتوار ۲۳/جمادی الاول ۱۴۳۳ھ

۱۵/اپریل ۲۰۱۲ء

Marfat.com

پیش لفظ

رحمت اور تلواریں۔۔۔؟ لیکن حیرت واستعجاب کیسا۔۔۔؟ خزانہ جتنا قیمتی ہو۔۔اتنی ہی کڑی حفاظت کا حقدار ٹھہرتا ہے اور جب خزانہ صرف رحمت ہی نہیں، رحمۃ للعالمین ہو، تو پھر رحمت اور عالمین کے درمیان حائل تمام رکاوٹوں کا قلع قمع کرنا، رحمت ہی کا تقاضا ہوتا ہے۔ رسول رحمت تلواروں کے سائے میں اردو زبان میں جہادی لٹریچر میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔ ہمارے برادر مکرم حافظ محمد ادریس صاحب نے سال ہا سال قبل یہ قلمی جہاد شروع کیا تھا۔ اسی سلسلے کی یہ چوتھی جلد ہے۔ تین جلدیں اس سے قبل چھپ چکی ہیں۔ امید ہے جلد پنجم بھی منظرِ عام پر آئے گی۔

رحمت کی آمد، یعنی اعلان نبوت کے فوراً بعد شیطان اور اس کے غلام اللہ کے اس نور کو بجھانے پر تل گئے۔ کون سا ظلم اور سفاک ہتھکنڈا ایسا تھا جو نہیں آزمایا گیا۔ نور نبوت ہی نہیں، اس کے ہالے میں پناہ لینے والوں کو بھی بدترین اور ناقابل بیان مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔ بعض مواقع ایسے بھی آئے کہ عرش الٰہی کانپ اٹھا۔ جبریل امین کے ہمراہ پہاڑوں کا نگہبان فرشتہ ارسال کیا گیا اور زخموں سے چور داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ ''حکم ہو تو ان ظالموں کو پہاڑوں کے مابین پیس کر رکھ دیا جائے'' رحمتؐ نے تڑپ کر جواب دیا: پروردگار یہ ناسمجھ ہیں۔۔۔ پہچان نہیں رہے۔۔لیکن تیرا فیصلہ برحق ہے۔۔۔تیری قدرت پر کامل یقین ہے کہ بالآخر نور حق غالب ہو کر رہے گا۔۔۔یہ نہیں تو ان کی آئندہ نسلوں میں سے لوگ اٹھیں گے اور چار دانگ عالم میں رحمت کا پیغام عام کردیں گے۔ پھر اسی سنگلاخ سرزمین سے ایمان کی کونپلیں نمودار ہونے لگیں، دیکھتے ہی دیکھتے گدرانے اور تنے کو مضبوط کرنے لگیں۔ دعوت وہجرت کی بے مثال ولازوال تاریخ رقم ہوئی اور پھر قتل وغارت

Marfat.com

میں ڈوبا یثرب، ریاست مدینہ کی شاندار لہلہاتی کھیتی میں تبدیل ہو گیا۔

کسان کی اصل کامیابی صرف یہ نہیں کہ اس کی کھیتی لہلہا اٹھے، حقیقی کامیابی یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے فصل تیار ہوئی، وہ مقصد حاصل ہو۔ ریاست مدینہ کو تا قیامت پوری انسانیت کے لیے نمونہ ورہنما بننا تھا۔ رحمت کو پوری انسانیت کی پیاس بجھانا تھی۔ اب ایک طرف تو اس نوخیز کھیتی کو جاہلیت کے تمام جھاڑ جھنکاڑ سے پاک کرتے ہوئے اخلاق و کردار کے اعلیٰ ترین معیار تک پہنچانا تھا اور دوسری طرف اسے تباہ و برباد کرنے کے درپے مشرکین و کفار کا مقابلہ کرنا تھا۔ رحمۃ للعالمین اور آپ کے جاں نثار صحابہؓ کرام نے ریاست مدینہ کی بنیاد رکھتے ہی دونوں محاذوں پر ادائیگی فرض کا حق بطریق احسن ادا کر دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے پانی پینے پلانے اور گھوڑا آگے بڑھانے پر سالہا سال تک خون کی ندیاں بہا دینے والے ماحول میں، مؤاخاۃ و محبت کے وہ زمزمے بہنے لگے کہ انسانی تاریخ شاید ہی اس کی کوئی اور مثال پیش کر سکے۔ پتھر اور لکڑی کے بتوں کے سامنے جھکنے والے، سپر طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے لگے۔ بھوک، افلاس اور نسل در نسل سود خوروں کے چنگل میں گرفتار رہنے والا معاشرہ انصاف اور احسان کی اس راہ پر گامزن ہو گیا کہ آخر کار لوگ گلیوں میں اموال زکوٰۃ لیے لیے پھرتے تھے اور کوئی مستحق زکوٰۃ نہ ملتا تھا۔ بدکاری پر فخر و مباہات کرنے والوں، حتیٰ کہ بیت اللہ کے گرد بھی مادر زاد عریاں ہو کر طواف کرنے والوں کے معاشرے میں ایک وقت ایسا آیا، کہ جوان خاتون، سونا اچھالتی، سینکڑوں میل کا سفر تنہا کر لیتی اور اسے بھیڑیوں کے علاوہ کسی کا خوف نہ ہوتا۔

عہد نبوی میں اعلیٰ ترین اخلاق و کردار اور تہذیب و تمدن کے جتنے پہلوؤں پر بھی گفتگو کی جائے، اسوۂ حسنہ بیان کرنے کا حق ادا نہیں ہو سکتا، لیکن خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا تعارف کرواتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کو "کوہان کی بلند ترین چوٹی" قرار دیا۔ ایمان و عمل کی لہلہاتی کھیتی کو سفاک درندوں سے محفوظ کرنے کا سامان نہ ہوتا، تو وہ آغاز ہی میں سب کچھ روند

Marfat.com

ڈالتے۔مکی دور میں توڑے جانے والے وحشیانہ مظالم، ان ناپاک ارادوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔
مکہ مکرمہ میں تو اہل ایمان کو مسلسل صبر اور اپنے ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا،لیکن ریاست مدینہ کی بنیاد رکھتے ہیں خالق کائنات نے مقابلہ کرنے کی اجازت دے دی ارشاد ہوا: اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُۨ ۙ﴿۳۹﴾ (جنگ کی) اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے(الحج :۳۹)۔اسلامی ریاست قائم ہوتے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام آنے جانے والے ان کے تجارتی قافلوں کی نگرانی شروع کردی۔اس نگرانی اور مجاہدین کی موجودگی کے ذریعے سرداران مکہ کو خبردار کیا گیا کہ ریاست مدینہ کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا تو تمہاری ساری تجارت منقطع کردی جائے گی۔

یہ تو تھی بندوں کی منصوبہ بندی لیکن رب العالمین کو کچھ اور ہی منظور تھا۔سورہ الأنفال اس فیصلے کی خبر دیتی ہے۔"وَ اِذۡ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحۡدَی الطَّآئِفَتَیۡنِ اَنَّہَا لَکُمۡ وَ تَوَدُّوۡنَ اَنَّ غَیۡرَ ذَاتِ الشَّوۡکَۃِ تَکُوۡنُ لَکُمۡ وَ یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّحِقَّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَ یَقۡطَعَ دَابِرَ الۡکٰفِرِیۡنَ ۙ﴿۷﴾ لِیُحِقَّ الۡحَقَّ وَ یُبۡطِلَ الۡبَاطِلَ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۚ﴿۸﴾ "(الانفال:۷-۸) یاد کرو وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کررہا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک مل جائے گا۔تم چاہتے تھے کہ(کفار کا) کمزور گروہ تمہیں ملے مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کردکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے، تاکہ حق حق ہوکر رہے، اور باطل باطل ہوکررہ جائے، خواہ مجرموں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو"۔پھر میدان بدر کی لازوال تاریخ رقم ہوئی اور رب ذو الجلال نے کفار سے مخاطب ہوکر کہا:" اِنۡ تَسۡتَفۡتِحُوۡا فَقَدۡ جَآءَکُمُ الۡفَتۡحُ ۚ وَ اِنۡ تَنۡتَہُوۡا فَہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۚ وَ اِنۡ تَعُوۡدُوۡا نَعُدۡ ۚ وَ لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡکُمۡ فِئَتُکُمۡ شَیۡئًا وَّ لَوۡ کَثُرَتۡ ۙ وَ اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۹﴾" (الانفال۱۹)"اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو لو، فیصلہ تمہارے سامنے آگیا۔اب باز آجاؤ تمہارے ہی لیے بہتر ہے، ورنہ پھر پلٹ کر اسی حماقت کا اعادہ کروگے، تو ہم بھی اسی سزا کا اعادہ کریں گے اور تمہاری جمعیت خواہ وہ کتنی ہی زیادہ

Marfat.com

ہو، تمہارے کچھ کام نہ آسکے گی۔ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے''۔

سرداران قریش دل و نگاہ رکھتے تو میدان بدر سے آنے والا یہ الٰہی پیغام ہی دو جہاں کے خسارے سے بچانے کے لیے کافی تھا۔ لیکن قرآن کریم کے الفاظ میں ان کی سرکشی کے باعث ان کے دلوں، اور ان کی سماعت و بصارت پر مہر لگا دی گئی تھی۔ بدر میں منہ کی کھانے کے باوجود اگلے برس ہی اُحد میں آن ٹپکے۔ پھر ادھر ادھر کے کئی قبائل اور یہود و منافقین کو ساتھ لے کر غزوۂ احزاب کا میدان لگا لیا۔ یقیناً ان تینوں غزوات میں اہل ایمان کی آزمائش بھی خوب ہوئی، قیمتی ساتھی شہید ہو گئے، خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے، لیکن بالآخر اللہ نے کفار کی تمام تدبیریں خود انہی پر الٹ دیں۔

۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کی صورت میں فتح مبین عطا ہوئی۔ سرداران قریش نے ریاست اسلامی کو تسلیم کرتے ہوئے ۱۰ سال کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ کیا، اس سے قبل تو وہ ہر قیمت پر اہل ایمان سے جینے کا حق چھین لینے کے لیے بے تاب تھے۔ جنگ بندی کے بعد رحمۃ للعالمین نے تمام علاقائی و عالمی قوتوں کے نام خطوط ارسال کیے اور اسلام کی دعوت پیش کی۔ دو سال کے اندر اندر فارس و روم سمیت علاقے کے ہر قابل ذکر دار الحکومت اور سردار تک پیغام رحمٰن پہنچ گیا۔ اسی اثناء میں خیبر کے یہودیوں کو بھی ان کی بدعہدی کی سزا مل گئی۔ اور غزوۂ موتہ جیسے عدیم النظیر واقعے نے ریاست مدینہ کی سرحدیں سینکڑوں میل دور تک وسیع و مامون کر دیں۔ صلح حدیبیہ میں جنگ بندی کی مدت دس برس تھی لیکن کچھ ہی عرصے بعد، خود مشرکین مکہ کی بدعہدی نے ۸ ہجری میں ان کا اقتدار ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ''جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔'' کا اعلان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو قیامت تک کے لیے بتوں اور ان کے پجاریوں سے پاک کر دیا۔ بت شکنی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے، ابوسفیان نے دیکھا تو دل میں خیال آیا: ''آخر اس نے مجھے کیوں کر زیر کر لیا۔۔؟ وحی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس خیال سے مطلع کر دیا۔ آپ ابوسفیان کے پاس آئے اور ان کے

Marfat.com

سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: یا ابا سفیان! غلبتک باللّٰہ ابوسفیان میں اللہ (کی نصرت) سے آپ پر غالب آ گیا''۔ ابوسفیان نے دوبارہ شہادتین دہراتے ہوئے کہا: میں نے تو اس خیال کا ذکر خود اپنے آپ سے بھی نہیں کیا۔۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں''، فتح مکہ کے بعد حنین و تبوک کی سخت ترین منزلیں بھی آئیں۔ اس آزمائش سے بھی اہل ایمان کندن بن کر نکلے۔

۹ ہجری کے حج میں رسول رحمتؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور پھر سورت برائت (التوبہ) نازل ہونے پر حضرت علی کو بھی پیچھے ارسال کر دیا۔ تاکہ تمام قبائل کے مجتمع ہونے پر اعلان کر دیں کہ اب رہتی دنیا تک کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ اگلے برس یعنی ۱۰ ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس حج کے لیے تشریف لے گئے اور خطبۂ حجۃ الوداع میں احترام انسانیت کا جامع ترین میثاق عطا کر دیا۔ میدان عرفات ہی میں رب ذوالجلال نے تکمیل دین کا اعلان فرما دیا'' اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا '' ۔تقریباً ۳ ماہ بعد یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ کے پاس چلے گئے، تو عالم یہ تھا کہ پورا جزیرہ نمائے عرب آپ کے زیر نگین تھا، لیکن ایک سفید خچر اور چند تلواروں کے علاوہ کوئی ترکہ نہ تھا۔

وصال سے چند روز پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب ابن محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو یاد فرمایا۔ لشکر کا سربراہ مقرر کرتے ہوئے انہیں اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، رومیوں کے مقابلے میں جانے کا حکم دیا۔ اگلے ہی روز آپ کی طبیعت ناساز ہونا شروع ہوگئی، لیکن آپ اس دوران بھی لشکر کی تیاریوں کا حال معلوم کرتے رہے، اور فرمایا نفذوا بعث اسامہ: (حضرت) اسامہؓ کا لشکر ارسال کر دیا جائے۔ لشکر جس میں تمام کبار صحابہؓ بھی شامل تھے، ابھی مدینہ سے نکل کر جرف تک ہی پہنچا تھا کہ آپ کے وصال کی خبر آ گئی۔ یہ تمام صحابہ کرام کے لیے صدمہ و رنج کی انتہا اور اب تک آنے والی تمام آزمائشوں میں سب سے بڑی

Marfat.com

آزمائش تھی۔ لشکر مدینہ واپس آ گیا، تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد خلیفۂ اولؓ نے بھی سب سے پہلا جو کام انجام دیا وہ لشکر اسامہ کی روانگی تھی۔ وقت وصال بھی اپنے جاں نثار صحابہ کو جہاد پر ارسال کرنا گویا خالق کائنات کی طرف سے اعلان تھا کہ ''الجهاد ماض الى يوم القيامة: جہاد روز قیامت تک جاری رہے گا۔ رسول رحمت کے بعد، رحمت کی وارث اُمت کا دفاع بھی فرض ہے اور ''رحمت'' اور ''عالمین'' کے مابین حائل رکاوٹوں کا قلع قمع بھی ناگزیر۔

غزوات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جائزہ لیں تو ایک عجیب حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ تمام غزوات اور ان سے حاصل اسباق و اصول ابد تک کے لیے قرآن کریم احادیث مبارکہ میں ثبت کر دیے گئے ہیں۔ گویا جہاد اور آیات جہاد کے بغیر کوئی بھی دستور حیات مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔ ایک اہم سبق کی طرف معروف مصری ادیب اور دانشور ڈاکٹر جابر قمیحہ توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حیات طیبہ کے اہم واقعات کو یکجا کر کے دیکھیں تو ان میں ایک حیرت انگیز ترتیب دکھائی دیتی ہے۔ رب ذوالجلال کی توفیق و عنایت سے طے شدہ اس ترتیب کو پیش نظر رکھے بغیر، سیرت مطہرہ سے روشنی حاصل کرنے کا دعویٰ کبھی درست نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر اگر فتح مکہ کے موقع پر بتوں کو پاش پاش کر دینے کا اہم ترین کام وقت سے پہلے کر دیا جاتا، تو نہ صرف اہل ایمان کے لیے اپنا وجود باقی رکھنا ممکن نہ رہتا، بلکہ بظاہر بت ٹوٹ جانے کے باوجود، مشرکین کے دلوں میں اسی طرح قائم و دائم رہ جاتے۔ جو ترتیب و حکمت اب ہمیں عطا ہوئی ہے اس میں عملاً بت شکنی سے پہلے، وہ بت خود اپنے پجاریوں کے دل میں چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مثال کے طور پر اگر غزوہ اُحد جس کے ایک مرحلے میں اہل ایمان کو سخت نقصان اٹھانا پڑا، غزوہ بدر سے پہلے ہوتی اور جہادی مرحلے کا آغاز ہی نقصان سے ہوتا، تو ایک طرف تو کفار، نو خیز ریاست مدینہ کو ہڑپ کرنے پر تل جاتے اور دوسری جانب خود اہل اسلام کی صفوں میں مایوسی و دل شکستگی جگہ پا لیتی۔

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہونے والا حکمت کا ایک اہم ترین خزانہ وہ نظام شورائیت ہے جس کا عملی مظاہرہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلواروں کے سائے میں رہ کر

Marfat.com

کیا۔ اگر ساتھیوں کی رائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے مختلف تھی، اور اس سلسلے میں براہِ راست وحی نہیں آئی تھی تو آپ نے اپنے صحابہؓ کی رائے قبول کی۔ میدان بدر میں پڑاؤ ڈالنے کی بات ہو، غزوہ اُحد کے لیے مدینہ کے اندر رہنے یا باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا مسئلہ ہو، یا پھر غزوۂ احزاب میں غطفان کو مدینہ کی ایک تہائی کھجوریں دے کر انہیں باقی لشکر سے الگ کرنے کی تجویز ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں مواقع پر اپنی رائے سے دست بردار ہوتے ہوئے، ساتھیوں کی رائے کو تسلیم کیا۔ اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اُحد میں ایک موقع پر سخت نقصانات برداشت کرنے کے بعد بھی آسمان سے ہدایات آئیں تو یہ کہ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ آل عمران: ۱۵۹'' (اے پیغمبر) ان کے قصور معاف کردو، ان کے حق میں دُعائے مغفرت کرو، اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو، پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو''۔ میدان احد میں جانے کا فیصلہ ظاہری طور پر نقصان دہ ثابت ہوا تھا، لیکن نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ساتھیوں کو اس کا طعنہ دیا اور نہ ہی اسی نقصان کا ذکر کر کر کے ماضی کے زخموں کو مسلسل ہرا رہنے دیا۔ ہاں البتہ جو پہلو توجہ طلب تھا، قرآن کریم نے اس پر پوری انسانیت کو توجہ دلا دی۔

رب کائنات چاہتا تو اپنے حبیب کو ان تمام مشقتوں، تکالیف، مجاہدے اور جہاد کے بغیر ہی نصرت وسطوت عطا فرما دیتا۔ ایک حرف ''کُن'' انسانیت کی تقدیر بدل کے رکھ دیتا، لیکن رب ذو الجلال نے مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو راہ جہاد پر چلا کر بندوں کو نری آرزوؤں اور بودی خواہشات کی دنیا سے نکال کر، عمل کی دنیا سے متعارف کروا دیا۔ اللہ تعالی برادر مکرم حافظ محمد ادریس صاحب کو بہترین جزا عطا فرمائے کہ انہوں نے اُمت کو اسی راہ عمل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ تلواروں کے سامنے سے گزرنے والے ایام رسول کو یکجا کر دینا، یقیناً اہل ایمان کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے کا ذریعہ بنے گا۔ اُمید، بلکہ یقین ہے کہ جہاد کو دہشت گردی قرار دینے والے بھی اگر تعصب سے پاک دل کے ساتھ اس جہادی سیرت کا مطالعہ کریں گے تو بے اختیار پکار اٹھیں گے کہ پورے کا

Marfat.com

پورا عہد مدنی، تلواروں کے سائے میں نہ گزرتا تو آج شاید اللہ وحدہ کا نام لیوا ہی کوئی نہ ہوتا۔

یہ بھی اُمید ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہادی زندگی کا یہ مطالعہ اخلاص وفدا کاری سے سرشار اہل ایمان کے لیے بھی ناگزیر رہنمائی کا باعث بنے گا۔ صرف شخصی اجتہاد یا پوری اجتماعیت کو چھوڑ کر اور کسی بھی شخصی یا گروہی تعصب کا شکار ہو کر برخود غلط موقف پر اصرار کرنا، حکمت وتعلیم نبیؐ سے لگا نہیں کھاتا۔ اس ضمن میں مہلک ترین میدان تو وہ ہے جو فرقہ ورانہ یا لسانی وعلاقائی وابستگی کی بنیاد پر کشتوں کے پشتے لگا کر سجایا جاتا ہے۔

دُعا ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب حوض کوثر کے کنارے، تاروں کی طرح جھلمل کرتے کٹورے سجائے، اپنے امتیوں کا انتظار کر رہے ہوں گے، تو تلواروں کے سائے سے گزر کر آنے والے بلند پایہ اُمتیوں کے ساتھ ساتھ، اس کتاب کے محترم مصنف اور اس سے روح عمل حاصل کرنے والے بھی ان میں شامل ہوں۔

دُعا گو، محتاج دُعا

عبدالغفار عزیز

منصورہ....لاہور

جمعرات ۱۳؍جمادی الاول ۱۴۳۳ھ

۵؍اپریل ۲۰۱۲ء

......❁❁❁......

Marfat.com

عرضِ مُصنِّف

حضور ختمی مرتبتؐ (فداہ نفسی وابی وامی وولدی وکل شئ) کی سیرتِ مطہرہ پر قلم اٹھانا بلاشبہ عظیم سعادت ہے مگر مشکل ترین اور نہایت نازک ذمہ داری بھی ہے۔ جن عظیم شخصیات نے یہ سعادت حاصل کی ہے ان کا علمی وعملی مقام بہت بلند و بالا تھا۔ مجھ جیسے کوتاہ عمل، علم سے عاری اور ہر لحاظ سے تہی دامن امتی کا اس میدان میں قدم رکھنا بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ سال ہا سال قبل جب یہ وادی منتخب کی تو بیم و رجا کا عجیب عالم تھا۔ کبھی قلم رکتا، کبھی ہمت بندھتی۔ سوچوں میں گم طویل وقت گزر جاتا، کبھی آنکھیں بھیگ جاتیں، کبھی دل اداس و غمناک ہو جاتا۔ کتنی ہی بار تنہائیوں اور رات کی پہنائیوں میں نوکِ زبان پر عقیدت مندانِ ختمِ الرسلؐ کے اشعار آجاتے اور میں تادیر ان کو گنگناتا، کبھی تڑپتا، کبھی پرسکون ہو جاتا۔ آج میں وطنِ عزیز سے دور یہاں برطانیہ میں بیٹھا ان لمحات کو یاد کر رہا ہوں اور پہلی بار انھیں نوکِ قلم پر لانے کی نوبت آرہی ہے۔ ایک بار نہیں بار بار، بتکرار ایک ایک شعر کو گنگنانا آج بھی یاد ہے۔ یہ اشعار پڑھتا اور ماہر القادری کو دعائیں دیتا۔

؎ کس بیم و رجا کے عالم میں طیبہ کی زیارت ہوتی ہے
اک سمت شریعت ہوتی ہے، اک سمت محبت ہوتی ہے

؎ طیبہ کے ببولوں کے کانٹے پھولوں سے بھی نازک تر نکلے
تلووں کو بھی لذت ملتی ہے، آسودہ طبیعت ہوتی ہے

Marfat.com

اقبال کی یہ رباعی تو میں اتنی مرتبہ دہراتا کہ عزیز طلحہ کو جو اس وقت چار پانچ سال کا تھا، یاد ہوگئی اور اسی زمانے میں وہ ایک تقریبِ شادی میں جب میرے ساتھ گیا اور وہاں استاد محترم پروفیسر محمد منور مرزا مرحوم و مغفور سے ملاقات ہوئی تو پوچھنے لگے "یہ آپ کا بیٹا ہے؟" عرض کیا "پوتا ہے" تو انتہائی خوش ہوئے اور ننھے کے ساتھ بہت پیار کیا۔ پھر کوئی بات اس سے پوچھی تو کہنے لگا "آپ کو شعر سناؤں" انھوں نے محبت اور تجسس سے کہا "ضرور ضرور" اس نے بے ساختہ پڑھا اور میرا لہجہ بھی اپنانے کی کوشش کی

؎ تو غنی از ہر دو عالم ، من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰؐ پنہاں بگیر

اشعار سن کر پروفیسر منور مرزا مرحوم اس قدر خوش ہوئے کہ آج بھی وہ منظر میرے لیے انمول سرمایہ اور انتہائی شیریں یاد ہے۔ اقبال سچا عاشقِ رسول تھا۔ عشقِ رسول میں ڈوبے اس کے اشعار عقیدت و محبت اور حقیقت و شریعت کا حسین امتزاج ہیں۔ وہ گنگناتا تو میں بھی اس کا ہمنوا بن جاتا

لوح بھی تو ، قلم بھی تو ، تیرا وجود الکتاب!
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب!
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرّۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب!
شوکتِ سنجر و سلیم ، تیرے جلال کی نمود!
فقرِ جنید و بایزید ، تیرا جمالِ بے نقاب!
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب! میرا سجود بھی حجاب!

Marfat.com

کبھی میں اس شعر کا ورد کرنے لگتا تھا

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

پھر سوچتا کہ جب ان عظیم شخصیات کا یہ حال ہے تو میں کیا ہوں۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ ان مواقع پر اردو کا قادرالکلام شاعر مرزا غالب بھی بول اٹھا:

غالب ثنائے خواجہؐ بہ یزداں گذا شیتم
کآں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

تو میں غالب کا ہم زبان بن کر کبھی دیر تک دلی کے خیالی وتصوراتی ماحول میں گم اور کبھی روضۂ اطہر کی جالیوں میں محووغرق یہ شعر گنگناتا رہتا۔ حضرت ماہر پھر یاد آتے

اے نامِ محمدؐ صلِ علیٰ ماہر کے لیے تُو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا، آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے

ماہر کی کیا شان ہے غلامانِ مصطفیٰ میں شامل ہر شخص ان کی انگلی پکڑ کے چلتا محسوس ہوتا ہے۔

ہیں فقرِ ابو ذرؓ پہ سلاطیں کی نگاہیں
اللہ رے! اک بے سرو سامانِ محمدؐ

اس ہاتھ کے قبضہ میں ہے کونین کی دولت
جس ہاتھ میں ہے گوشۂ دامانِ محمدؐ

ایسے ہی لمحات میں جناب نعیم صدیقی بھی ہاتھ تھام لیتے اور میں ان کے ساتھ چل پڑتا

بستی بستی، وادی وادی، صحرا صحرا خُون
امت والے! امت کا ہے کتنا سستا خون
ایک نظر سرکارِ معلّٰی! کابل تا لبنان

Marfat.com

محروموں کا، مظلوموں کا، معصوموں کا خون
افغانی، لبنانی مقتل سب کا سب ہے ایک
یاں بھی خون ہے میرا اپنا، واں بھی میرا خون

اس سے قبل اس کتاب کی تین جلدیں اسی طرح کی کیفیات، تب و تاب اور سوز و ساز، بیم ورجا اور خوف و شوق کے عالم میں لکھی گئیں، پھر چھپیں اور الحمدللہ پسند کی گئیں۔ یہ چوتھی جلد ان سب کے مقابلے میں کم ترین وقت میں لکھ لی گئی تھی۔ احباب کے نزدیک یہ فوراً پریس میں بھجوا دینی چاہیے تھی مگر میں طباعت سے قبل اسے پھر سے لفظاً لفظاً دیکھنا چاہتا تھا، مگر پاکستان میں اس کی کوئی سبیل نہ نکل رہی تھی۔ مصروفیات کی نوعیت ایسی تھی کہ یہ کام مسلسل التوا کا شکار ہوتا رہا۔ رفیق محترم پروفیسر ظفر حجازی صاحب نے مسودہ ایک نظر دیکھ لیا تھا۔ بعض حوالہ جات کی بھی چیکنگ اور تصحیح کی تھی۔ حضرت مولانا عبدالوکیل علوی صاحب اور برادر عزیز مولانا گل زادہ شیر پاؤ کے مشورے بھی دورانِ ترتیب و تصنیف حاصل رہے اور نہایت مفید ثابت ہوئے مگر ابھی میری تسلی نہیں ہوئی تھی اور خواہش تھی کہ مجھے فرصت و فراغت ملے تو میں سکون سے مسودہ پھر سے دیکھوں اور نظرثانی کروں۔ آخر سوچا کہ سفر برطانیہ کے دوران، جو ۱۸؍ جولائی ۲۰۱۲ء سے چھ ہفتے کے لیے شروع ہو رہا تھا، مسودہ ساتھ لے جاؤں گا اور وہاں فارغ اوقات میں اطمینان سے دیکھ لوں گا۔ الحمدللہ یہ سوچ مفید ثابت ہوئی۔ میں نے یو کے اسلامک مشن کی دعوت پر ان کے ایک زون مڈلینڈ کے تربیتی و دعوتی پروگراموں میں شرکت کے لیے جو دس بارہ دن کا عرصہ برمنگھم میں گزارا۔ اس کے دوران ہر روز کسی نہ کسی مقام پر ایک یا دو تربیت گاہوں اور دعوتی اجتماعات میں شرکت کے بعد کافی وقت مل جایا کرتا تھا۔ یہاں سپارک بروک اسلامک سنٹر میں مفتی محمد فاروق علوی صاحب کی کاوش سے ایک بہت عظیم الشان لائبریری قائم ہو چکی ہے، جس میں سیرت اور تاریخ پر بہت قیمتی کتب موجود ہیں۔ یہاں حوالوں اور بعض اہم واقعات کی نئے سرے سے تنقیح کا موقع ملا اور یہ بنیادی کام مکمل ہو گیا۔ پچھلے سال بھی اسی موسم میں مجھے اس لائبریری سے استفادے کا خوب موقع ملا تھا۔

Marfat.com

مڈ لینڈ کے بعد جب نارتھ زون کے پروگراموں کے لیے لنکا شائر میں کچھ دن مسلسل قیام کرنے کا موقع ملا تو ریجن کے تمام مراکز و مقامات پر ہر روز ایک دعوتی و تربیتی نشستیں ہو جاتی تھیں۔ ان کے لیے عصر سے مغرب تک کا وقت مختص ہوتا تھا جس کا دورانیہ ڈھائی تین گھنٹے ہوتا تھا۔ اس کے بعد کا وقت اگلی عصر تک فری مل جاتا تھا۔ اس فارغ وقت میں ایک تو یہاں ۱۸ دنوں میں راتوں کو نمازِ تراویح میں قرآن مجید مکمل سنانے کی سعادت حاصل ہوگئی۔ دوسرے طویل دنوں میں دوپہر کے وقت ''رسولِ رحمت'' جلد چہارم کا پورا مسودہ لفظاً لفظاً پڑھنے کا موقع مل گیا جس کے دوران اس میں کافی تبدیلیاں کیں۔ الحمدللہ یہ پورا کام رمضان میں مکمل ہوگیا۔ اب یہ سطور عید کے بعد سکاٹ لینڈ کے سفر سے واپسی پر یہیں لنکا شائر کے ایک چھوٹے سے مقام پر بیٹھا تحریر کر رہا ہوں۔ یہاں قیام کے چند ایام باقی ہیں، ہر روز کا پروگرام پہلے سے طے شدہ ہے۔ اس کے بعد ان شاء اللہ وطن واپسی ہے۔ کوشش ہے کہ یہ کتاب جلد چھپ جائے تاکہ آخری اور پانچویں جلد پر کام کا آغاز ہو سکے۔

کتاب کے اس چوتھے حصے کا مسودہ شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبدالمالک دامت برکاتہ العالیہ اور برادر عزیز محترم عبدالغفار عزیز حفظہ اللہ نے طباعت سے قبل دیکھا اور ہر دو اہلِ علم نے اس کے لیے اپنی وقیع تحریریں ارسال فرمائیں۔ ہم دونوں حضرات کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اپنی علمی و قیمتی آرا سے کتاب کے صفحات کو مزین فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین اجر سے نوازے۔ ادارہ معارف اسلامی کے تمام احباب نے اس کتاب کی تدوین، ترتیب، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور تیاری و طباعت میں پوری دلچسپی لی۔ اللہ سب کو اپنی رحمتوں سے مالا مال فرمائے۔

تمام قارئین سے درخواست ہے کہ اپنی آرا سے مستفید فرمائیں۔ جہاں کہیں کوئی تسامح ہو اس کی نشان دہی کر کے آپ عنداللہ ماجور ہوں گے اور ہم ممنون!

حافظ محمد ادریس

ریڈ لے نز دنیلسن، لنکا شائر، یوکے

۲۳/اگست ۲۰۱۲ء

Marfat.com

Marfat.com

باب اول

فتح مکہ

Marfat.com

نبی رحمتؐ کے لیے بشارتیں

حق کا غلبہ، باطل کی ہزیمت

نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی جانب نکلنا بھی یادگار واقعہ ہے اور آٹھ سال کی مختصر مدت میں اپنے اس آبائی شہر کو فتح کر لینا بھی تاریخِ انسانی کا ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔ قریش مکہ نے نبی اکرمؐ کو مکہ سے نکال دینے کے بعد بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ انھوں نے مدینہ طیبہ پر بار بار جنگیں مسلط کیں۔ ان جنگوں میں سے کچھ براہ راست تھیں اور کچھ بالواسطہ۔ قریش کی کوشش تھی کہ اسلام کی نوزائیدہ ریاست کو ختم کر دیا جائے مگر اللہ رب العالمین کا فیصلہ اٹل تھا کہ کافر منہ کی کھائیں گے۔ مشیتِ ربانی کفر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور حق کو بار آور کرنے کا فیصلہ فرما چکی تھی۔ ہجرت کے سفر ہی میں اس فتح مبین اور فوزِ عظیم کے اشارات اہلِ بصیرت کے لیے بالکل عیاں تھے۔ آنحضورؐ کا سراقہ بن مالک بن جُعشم کو امان دینا اور اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنائے جانے کی بشارت اس عزم و یقین کا برملا اعلان تھا کہ غلبہ اسلام کا مقدر ہے اور ہزیمت باطل کے کھاتے میں لکھی جا چکی ہے۔ اللہ رب العالمین نے اسی ہجرت کا تذکرہ کرتے ہوئے سفرِ ہجرت سے قبل ہی مکہ میں فرما دیا تھا کہ اے نبی! اپنے رب سے دعائیں مانگو کہ وہ مکہ سے نکلنا اور مدینہ میں داخل ہونا سب صدق و صفائی کے ساتھ مکمل کرائے اور اس سے نصرت طلب کرو۔ یہ بھی بشارت دے دی کہ باطل مٹ جائے گا۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ہجرت سے قبل نازل ہونے والی ان آیات پر نظر ڈالیے۔ ارشاد باری ہے:

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ

Marfat.com

لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ○ وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○ (بنی اسرائیل ۱۷: ۸۰-۸۱)

اور دعا کرو کہ پروردگار، مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال، اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے۔ اور اعلان کر دو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔

مدینہ پہنچ کر جس نوزائیدہ ریاست کی بنیاد رکھی گئی تھی، اس کے خلاف جب مدینہ کے باہر اور اندر سے دشمنانِ اسلام نے سازشوں کا تانا بانا بنا اور شیطان نے ان کے دلوں کو یہ امید دلائی کہ وہ حق کو نیچا دکھانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو غیرت ربانی جوش میں آئی اور ایک بار نہیں، کئی بار یہ اعلان کیا کہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

ارشاد باری ہے:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (الصّف ۶۱: ۸-۹)

یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

کفر کا آخری وار

کفر و اسلام کے درمیان لڑے جانے والے معرکوں میں اسلام مسلسل قوی سے قوی تر اور کفر کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا تا آنکہ خندق کا معرکہ پیش آ گیا، جس کے دوران آنحضورؐ نے صحابہ اور اہل مدینہ کو خوش خبری سنا دی کہ مکہ کی طرف سے مدینہ پر یہ آخری یلغار ہے۔ اس کے بعد

Marfat.com

اہلِ مکہ کو ہمت نہ ہوگی کہ وہ چڑھائی کریں۔ اب چڑھائی ہوگی تو مدینہ کی طرف سے ہوگی۔ تاریخ نے ثابت کیا کہ معرکۂ خندق کفر کا آخری وار تھا، جس کے بعد اس کا دم خم ٹوٹ گیا۔ اسی عرصے میں نبی اکرمؐ نے قریش کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کی تفصیلات اور شرائط کتاب کے حصہ سوم میں نذرِ قارئین کی جاچکی ہیں۔ یہ معاہدہ سفیرِ قریش سہیل بن عمرو کی مرضی اور شرائط کے مطابق کیا گیا تھا اور اسے اللہ کی تائید حاصل تھی۔

قریش کی خلاف ورزی

قریش نے اس معاہدے کی نہ صرف خلاف ورزی کی بلکہ اس کی دھجیاں بکھیر دیں۔ معاہدے کے مطابق قبائل کو آزادی حاصل تھی کہ وہ چاہیں تو قریش کے ساتھ دوستی کرلیں اور چاہیں تو مسلمانوں کے حلیف بن جائیں۔ اصولی طور پر جو قبائل بھی کسی ایک فریق کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرتے، اس معاہدۂ صلح کے بھی پابند تھے۔ مکہ کے قرب وجوار میں رہنے والے دو قبائل بنوبکر اور بنوخزاعہ کے درمیان پرانی دشمنیاں تھیں۔ بنوبکر نے قریش کے ساتھ دوستی گانٹھ لی جبکہ بنوخزاعہ اسلام کے حلیف بن گئے۔ بنوخزاعہ شروع ہی سے حالتِ کفر وشرک میں ہونے کے باوجود، فطری طور پر آنحضورؐ کی طرف میلان رکھتے تھے۔ ان کے ایک سردار معبد بن ابی معبد الخزاعی کا واقعہ اس کتاب کے حصہ اول میں پہلے گزر چکا ہے کہ اس نے غزوۂ احد کے بعد سردار قریش ابوسفیان کو بتایا تھا کہ اہل مدینہ میدانِ احد میں جنگ کا پانسہ پلٹ جانے پر سخت نادم اور شرمندہ ہیں۔ ان میں کوئی ضعف اور کمزوری نہیں۔ وہ نئے سرے سے جنگ کی تیاریاں کررہے ہیں۔ اس پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے حوصلے پست ہوگئے اور انھوں نے پلٹ کر مدینہ پر حملہ کرنے کے بجائے مکہ کی راہ لینے میں عافیت سمجھی۔

اللہ سے بغاوت

حدیبیہ کے معاہدے کو چند سال گزرے تھے کہ ۸ ھ کے آغاز میں بنوبکر اور قریش نے گٹھ جوڑ کرکے بنوخزاعہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ بنوخزاعہ معاہدے کے پابند تھے اور اس خفیہ سازش

Marfat.com

سے بے خبر بھی تھے۔ اس دوران ماہ شعبان ۸ ھ میں جب قریش اور بنوبکر نے بنوخزاعہ کو بے خبری میں جادبوچنے کا فیصلہ کیا تو اس موقع پر ان کے ایک حلیف بنومدلج نے عہد شکنی سے انکار کر دیا اور ان دونوں قبائل سے برأت کا اظہار کر کے الگ ہو گئے۔ واقدی کے بقول بنوخزاعہ اور بنومدلج میں بھی کسی زمانے میں لڑائی ہوئی تھی جس میں بنومدلج کے کچھ لوگ مارے گئے تھے۔ انھیں یہ عصبیت بھی یاد کرائی گئی مگر انھوں نے کہا کہ ہم معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج ۲، ص ۷۸۲ - ۷۸۳)

مؤرخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سردار قریش ابوسفیان اس عہد شکنی کے لیے ذہناً آمادہ نہیں تھا۔ اس نے شروع میں لوگوں کو عہد شکنی سے روکا بھی، اس پر بنوبکر کے پر جوش لوگوں نے ابوسفیان کو عار دلائی کہ ہم نے ہر مشکل میں اپنے اسلحے اور اپنے گھڑ سوار دستوں کے ذریعے تمھاری مدد کی ہے، اب تم ہمارا راستہ روک رہے ہو مگر ابوسفیان خاموش رہا۔ اس دوران قریش کے پر جوش سرداران، صفوان بن امیہ بن خلف، مکرز بن حفص اور حویطب بن عبدالعزیٰ بنوبکر کے حامی بن گئے اور بنوبکر کے سردار نوفل بن معاویہ کے ساتھ مل کر رات کو بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا۔ وہ بے چارے اس حملے سے بے خبر اپنے بال بچوں سمیت سوئے پڑے تھے۔ ان ظالموں نے ان کا قتل عام کیا حتیٰ کہ حدودِ حرم میں بھی انھیں نہیں بخشا۔ مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب کچھ لوگوں نے سردار بنی بکر کو خدا کا خوف دلانا چاہا تو اس نے کہا کہ آج میں کسی خدا کو نہیں مانتا۔ یہ سرکشی اور بغاوت کی آخری حد ہے۔ یہ حملہ اس قدر شنیع اور قابلِ مذمت تھا کہ بنوبکر اور قریش کے علاوہ دیگر تمام قبائل نے اس کی پرزور مذمت کی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴، ص ۳۳ - ۳۲)

ظلم کی حد

قریش اور بنوبکر کے بھی کچھ سلیم الفطرت لوگ اپنے کفر و شرک کے باوجود اس مذموم حرکت پر نالاں تھے۔ بنوخزاعہ کے جن لوگوں نے کسی کے ہاں پناہ لے لی، انھیں بھی نہ بخشا گیا۔ بیسیوں افراد ان گھروں کے اندر داخل ہو کر قتل کیے گئے، جہاں انھوں نے پناہ لے رکھی تھی۔ قریش کے

Marfat.com

جن تین سرداروں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، ان کے علاوہ باقی سردار پہلے تو خاموش تھے مگر جب انھیں اس بات کا احساس ہوا کہ یہ بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہے، جس کی جواب دہی سے خاموش بیٹھنے والے بھی بری الذمہ نہیں ہو سکیں گے، تو انھوں نے ابوسفیان سے بات کی تو وہ کہنے لگا کہ میں تو شروع سے ہی اس حرکت کا مخالف تھا مگر میری بات پر جوش قریشی نوجوانوں نے سنی ان سنی کر دی۔ سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل بھی حملہ آوروں کی پشت پر تھے مگر ابوجہل کے ایک بھائی حارث بن ہشام اور اس کے ماں جائے بھائی عبد اللہ بن ابی ربیعہ نے حالات کی سنگینی کا احساس کیا اور بہت فکر مند ہو گئے۔ انھوں نے جنگ میں عملاً شریک سرداروں کے علاوہ اس کی خاموش حمایت کرنے والے اعیانِ قریش سب کو اکٹھا کیا اور انھیں عار دلائی کہ ایک تو انھوں نے معاہدہ توڑا ہے، دوسرا حدودِ حرم کو پامال کیا ہے۔ آخر یہ سردار رئیس بنوبکر نوفل بن معاویہ کے پاس گئے اور اسے قتلِ عام سے روکا۔ اس کے بعد قریش تو مکہ ہی میں رہ گئے البتہ بنوبکر اپنے گھربار چھوڑ کر صحرا میں نکل گئے۔ اب ان سب لوگوں نے پھر اپنے رئیس اعلیٰ ابوسفیان کے پاس جا کر صورتِ حال پر تبادلہ خیال کیا کہ اب کیا ہو گا؟ ابوسفیان پریشان تھا۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس معاملے سے لاتعلق ہوں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس کا سارا وبال اور ذمہ داری مجھ پر ہی عاید ہو گی۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج ۲، ص ۷۸۴ تا ۷۸۶)

آخر ابوسفیان کو اس مشکل ترین مہم کو اپنے ہاتھ میں لینا پڑا۔ اس بے چارے نے اپنی سی کوشش کی مگر لاحاصل۔ اتنا بڑا ظلم کیسے ہضم ہو سکتا تھا۔ قریش نے خود ہی اپنے لیے قبر کھود لی تھی۔ اب اس کا خمیازہ بھگتنا بھی لازمی تھا۔ چنانچہ ان کی قیادت وسیادت کا خاتمہ ہو کر رہا، اسلام کا جھنڈا سربلند ہوا اور نبیِ رحمت سرخرو ہوئے۔

......❀❀❀......

Marfat.com

مظلوموں کی دادرسی

آنحضورؐ کی خدمت میں بنوخزاعہ کی حاضری

بنوخزاعہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں تباہی کے بعد سخت پریشانی کے عالم میں اپنے مقتولین کی تدفین اور زخمیوں کی مرہم پٹی میں مصروف تھے تاہم انھوں نے اپنے ایک ایلچی اور نمایندے عمرو بن سالم الخزاعی کو، جو اس قتل و غارت گری کے دوران اپنی بہادری اور مہارت کی وجہ سے محفوظ رہا تھا، تیز رفتار سواری کے ساتھ مدینہ بھیجا۔ مکہ میں بھی اب سردارانِ قریش کو چین نصیب نہیں تھا۔ ان کا ضمیر بھی ملامت کر رہا تھا اور تمام قبائل بھی ان کو لعن طعن کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی انھیں اس بات کا علم تھا کہ محمد کریمؐ جو رؤف و حلیم ہیں، وہ اپنے حلیفوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے اور قریش کی اپنی شرائط پر کیے جانے والے معاہدے کی خلاف ورزی کو معاف نہیں کریں گے۔ دارالندوہ میں بحثیں جاری تھیں مگر کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ابوسفیان اجلاسوں کی صدارت کر رہا تھا مگر سخت پریشان و پشیمان تھا۔ آنحضورؐ کی خدمت میں بنوخزاعہ کا نمایندہ پہنچا تو اس نے دردناک اشعار کے ساتھ اپنے قبیلے پر بیتنے والی قیامت کا تذکرہ کیا۔ آنحضورؐ اور صحابہ کرام یہ سن کر بہت غم زدہ اور پریشان ہوئے۔ بنوخزاعہ میں سے کئی لوگ مسلمان بھی ہو چکے تھے۔ ان کے شاعر عمرو بن سالم نے جو فی البدیہہ اشعار کہے، ان میں اس بات کا بھی تذکرہ تھا کہ ہمارے اوپر ایسے وقت میں شب خون مارا گیا جب ہم تلاوتِ قرآن اور رکوع و سجود میں مصروف تھے۔ (سیرت ابن ھشام القسم الثانی ص ۳۹۴-۳۹۵)

داستانِ ظلم

اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو، میں [دردناک] شکایت لے کر حاضر ہوا ہوں۔ قریش نے آپؐ سے وعدہ کیا، پھر اس پختہ عہد کو پارہ پارہ کر دیا۔ آپؐ اللہ کی نصرت

Marfat.com

اور اہلِ ایمان کی نصرت کے ساتھ مظلوموں کی مدد کے لیے اٹھیں۔ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جب کوئی ظلم ڈھاتا ہے تو اس کی حمایت کے لیے سمندر کی موجوں کی طرح بکھرے ہوئے اہل حق میدان میں اترتے ہیں۔ یا رسول اللہ ہمارے قبیلے کے بے خبر لوگ مرد، عورتیں اور بچے الوتیر میں سوئے ہوئے تھے اور کچھ عبادت میں مصروف تھے جب ظالموں نے ہر جانب سے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔ وہ بزعم خویش یہ سمجھتے تھے کہ ہم کمزور اور بے سہارا ہیں، تعداد میں کم ہیں، نہ کسی کو مدد کے لیے بلا سکیں گے نہ کوئی ہماری صدا سنے گا۔ (ایضاً)

مظلوم کی مدد، دینی فرض

نبی اکرمؐ اور صحابہ نے یہ اشعار سنے تو بہت سے سامعین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ واقعی یہ منظر اور واقعہ ہی ایسا تھا کہ دل پسیجے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ رسولِ رحمتؐ نے یہ دردناک اشعار سننے کے بعد فرمایا یا عمرو بن سالم علینا نصرکم یعنی اے عمرو بن سالم ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم تمھاری مدد کریں۔ نبی اکرمؐ بڑے رحیم وشفیق تھے۔ دردناک اشعار سن کر مظلومین کے لیے آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھی آئے اور قاتلوں کے متعلق غصے کا اظہار بھی کیا۔ آپ مسلسل کہہ رہے تھے کہ بنوخزاعہ کی مدد کرنا میری ذمہ داری ہے۔ میں اپنا یہ فرض ضرور پورا کروں گا۔ واقدی نے لکھا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''اگر میں بنوخزاعہ کی مدد اسی طرح نہ کروں جس طرح اپنی ذات کی مدد کرتا ہوں تو پھر میری بھی مدد نہ کی جائے۔'' (سیرت ابن ھشام ص ۳۹۵، مغازی للواقدی ج ۲، ص ۷۹۱)

امن پسندیِ رحمتؐ

اتنے بڑے ظلم کے باوجود آنحضورؐ جنگ و جدال سے بچ کر معاملے کا منصفانہ حل چاہتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپؐ نے قریش کو پیغام بھیجا کہ وہ بنوبکر سے متقولین کا خون بہا بنوخزاعہ کے مظلومین کو ادا کروائیں۔ ان لوگوں نے صلح حدیبیہ کے معاہدے کی دھجیاں بکھیری تھیں، پھر بھی آنحضورؐ کا یہ مطالبہ مبنی بر انصاف تھا۔ اس مطالبے کے جواب میں قریش اور بنوبکر نے بے اعتنائی برتی۔ آپؐ نے بنوخزاعہ کے مدینہ آنے والے وفد کو اپنی امداد کا یقین دلا کر واپس

Marfat.com

بھیجا تو ساتھ ہی یہ بھی ہدایت دی کہ اکٹھے واپس نہ جانا۔ مختلف وادیوں میں دو دو، تین تین کی ٹولیوں میں سفر کرنا۔ مکہ جاتے ہوئے ابوا کے مقام پر ان میں سے بعض کی ملاقات ابوسفیان سے ہوئی۔ ابوسفیان آنحضورؐ کے پاس مدینہ جا رہا تھا۔ بنو خزاعہ کے لوگوں کو دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ مدینہ سے آ رہے ہیں تو انھوں نے اس کا جواب دینے کے بجائے خاموشی اختیار کی اور اپنی راہ لی۔ ان کی اس خاموشی سے ابوسفیان کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوا۔

ابوسفیان کی مشکل مہم

ابوسفیان کا معاملہ یہ تھا کہ جب دارالندوہ میں سردارانِ قریش اس ظالمانہ واردات کے بعد مشاورت کر رہے تھے تو ان سب کی رائے یہ تھی کہ اب ابوسفیان کو مداخلت کرنی چاہیے۔ جواب میں ابوسفیان نے بظاہر ایک معقول بات کہی کہ معاہدے کی خلاف ورزی اور خون ریزی کرنے سے قبل تو اسے اعتماد میں نہیں لیا گیا، اب مشکل آن پڑی ہے تو اس کی طرف رجوع کیا جا رہا ہے مگر عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو نے اپنے زورِ استدلال سے اسے قائل کر لیا کہ رئیسِ اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے اب اسے الجھی ہوئی گتھیاں سلجھانا پڑیں گی۔ یوں ابوسفیان بادلِ نخواستہ اس مشکل مہم پر روانہ ہوا۔ اسے بھرپور احساس تھا کہ وہ ایک کمزور کیس لڑنے جا رہا ہے۔

بیم و رجا کا عالم

ابوسفیان سارے راستے اپنے ذہن میں مہم کی کامیابی کے لیے تانا بانا بنتا اور نقشے بناتا رہا۔ اسے خیال تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طویل دشمنی کے باوجود آپؐ کے ساتھ اس کا نسبی تعلق بھی ہے اور پھر آپ کے گھر میں اس کی اپنی بیٹی ام حبیبہؓ بھی ہے۔ اس کے علاوہ کبار صحابہ کے ساتھ اس کی واقفیت اور ماضی کا تعلق خاصا گہرا ہے۔ وہ بھی مروت کا مظاہرہ کریں گے۔ پھر وہ اچانک اس خیال میں گم ہو جاتا کہ قریش اور بنوبکر نے صلح کے معاہدے کی جس بری طرح بے حرمتی کی ہے، اس کا کوئی جواز پیش کرنا ممکن نہ ہوگا۔ ساتھ ہی یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحیم و

Marfat.com

کریم ہونے کے ساتھ انصاف کے علمبردار ہیں اور اس معاملے میں بنوخزاعہ پر جو ظلم ڈھایا گیا ہے اس کے پیشِ نظر آپ ان کی مدد میں کوتاہی نہیں کریں گے۔ اسی بیم و رجا کے عالم میں اس نے یہ سارا سفر طے کیا۔ بہر حال سچی بات یہ ہے کہ ابوسفیان کی یہ مہم مشکل ترین تھی اور یہ اس کا حوصلہ یا سادہ لوحی تھی کہ اس نے یہ ذمہ داری قبول کر لی تھی، کوئی دوسرا شخص ان معروضی حالات میں ہرگز یہ بوجھ اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوتا۔ ابوسفیان کی اس کیفیت قلبی کا اکثر سیرت نگاروں نے تذکرہ کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام القسم الثانی ص ۳۹۶۔ اس کے علاوہ طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری سب میں یہ مذکور ہے)

خود کلامی

ابوسفیان اپنے غلام کے ساتھ جب مدینہ جا رہا تھا تو راستے میں کبھی غلام سے کچھ کہتا اور کبھی خود کلامی کے انداز میں اپنے آپ سے کہتا "اس قبیح جرم کے بعد جو حدود حرم میں ہو چکا، میں ہی پہلا شخص ہوں جو محمد کے پاس سفیر بن کر جا رہا ہے۔ دیکھیے کیا نتیجہ نکلتا ہے"۔ (مغازی للواقدی ج ۲، ص ۷۸۸-۷۸۹) واقدی یہ بھی بیان کرتا ہے کہ ابوسفیان دارالندوہ میں ہونے والی مشاورت کو یاد کرتا تو اس میں قریش کے سرداران کے دیے گئے دلائل اس کے ذہن میں آ جاتے۔ وہ ایک ایک کو دل میں کوسنے لگتا۔ عبداللہ بن ابی سرح (مرتد) سہیل بن عمرو، شیبہ بن عثمان، قرطہ بن عبد بن عمرو، سبھی دلائل کے انبار لگا رہے تھے کہ اے سردارِ قریش تم ہی اس کام کے اہل ہو۔ ابوسفیان ان سب کو کوستا کہ جب پانی سر سے گزر جائے تو یہ سب بھیگی بلی بنے کسی اور کے گلے میں گھنٹی باندھتے ہیں۔ جوں جوں مدینہ قریب آ رہا تھا، ابوسفیان کے خدشات بڑھتے جا رہے تھے۔ کبھی لات و ہبل اور عزیٰ کو یاد کرتا مگر پھر اچانک ربّ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مدد مانگنے لگتا۔ اسی ادھیڑ بن میں وہ مدینۃ النبی پہنچ گیا۔ (ایضاً)

Marfat.com

ابوسفیان مدینہ میں

جب ابوسفیان مدینہ پہنچا تو سیدھا اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے پاس گیا۔اس دوران نبی اکرمؐ نے اپنا ایک ایلچی قریش کے پاس بھیج دیا تھا۔اسے یہ پیغام دے کر بھیجا گیا تھا کہ قریش، بنوخزاعہ کے تمام مقتولوں کا خون بہا ادا کریں یا پھر قریش، جنگ میں شریک بنوبکر کے لوگوں سے برأت کا اظہار کردیں اور ساتھ ہی قریش کے اپنے جولوگ جنگ میں شریک تھے، ان کی کسی قسم کی حمایت سے بھی ہاتھ اٹھالیں۔اگر وہ یہ شرائط قبول نہ کریں گے تو پھر ظلم کا بدلہ لیا جائے گا۔یہ شرائط اکثر تاریخوں میں مذکور نہیں ہیں مگر واقدی نے ان کا تذکرہ کیا ہے (دیکھیے مغازی للواقدی ج ۲، ص ۷۸۶)۔اس سے زیادہ منصفانہ اور حلیمانہ بات کیا ہوسکتی تھی مگر قریش کی بدبختی کہ وہ کوئی معقول رویہ نہ اپنا سکے۔قریش نے ان شرائط کو ماننے سے انکار کردیا اور اپنی بچگانہ سوچ کے ساتھ سفارتی ذرائع سے خطرے کو ٹالنا چاہا۔

ام المومنین ام حبیبہؓ کا جذبۂ ایمانی

ابوسفیان کا حضرت ام حبیبہؓ کے گھر پہنچنا اکثر محدثین و مؤرخین نے بیان کیا ہے۔جب وہ اپنی بیٹی کے گھر میں داخل ہوا تو کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر نبی اکرمؐ کا بستر مبارک بچھا ہوا تھا۔ابن ہشام نے اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے یہ ایمان افروز بات لکھی ہے کہ سردارِ قریش کی صاحبۂ ہجرتین بیٹی ام المومنین ام حبیبہؓ نے آنحضورؐ کا بستر فوراً لپیٹ کر الگ رکھ دیا۔اس پر ابوسفیان کو بڑا افسوس ہوا۔اس نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا: ''بیٹی تم بہت کچھ بدل گئی ہو۔میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تو نے اس بستر کو میرے شایانِ شان نہیں سمجھا تو لپیٹ دیا ہے یا مجھے اس قابل نہیں

Marfat.com

سمجھا کہ میں اس پر بیٹھ سکوں۔'' حضرت ام حبیبہؓ نے مؤمنانہ شان کے ساتھ جواب دیا کہ آپ میرے والد ضرور ہیں مگر کافر ومشرک ہیں اور کفار ومشرکین نجس ہوتے ہیں۔ یہ بستر اللہ کے رسولؐ کا ہے، جو پاکیزہ ومقدس ہے۔ اس پر کوئی مشرک بیٹھنے کا استحقاق نہیں رکھتا۔ ابوسفیان کو یہ بات بہت بری لگی اور اس نے حضرت ام حبیبہؓ کو سخت سست کہا اور پھر غصے کے ساتھ گھر سے باہر نکل گیا۔ (سیرت ابن ھشام القسم الثانی ص۳۹۶)

دوٹوک انداز

نبی اکرمؐ نے قریش کی صریح زیادتی کے باوجود ابوسفیان سے ملاقات سے انکار نہیں کیا۔ ابوسفیان نے آنحضورؐ سے کہا کہ قریش کے سب لوگوں نے مجھے اپنا نمایندہ بنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے اور اے محمد! آپ جانتے ہیں کہ میں خود صلح حدیبیہ کے موقع پر موجود نہ تھا مگر میں نے اس عہد کی توثیق کی۔ اب آپ سے بھی درخواست ہے کہ اس کی تجدید اور مدت میں اضافہ فرما دیجیے۔ آپؐ نے ابوسفیان سے دوٹوک انداز میں فرمایا کہ معاہدہ جب فریقین نے قبول کرلیا تھا تو کیا اسے توڑنا جرم نہیں اور کیا قریش نے اس معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی؟ تم بتاؤ کیا میں نے بھی کبھی کسی معاہدے کو توڑا ہے؟ ابوسفیان کے پاس جواب دینے کو کچھ نہ تھا۔ ابن ہشام نے اس پورے منظر کو خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے سیرت ابن ھشام القسم الثانی ص۳۹۶-۳۹۷)

آسان اور مبنی بر انصاف شرائط

آنحضورؐ نے اس موقع پر کسی ابہام کے بغیر صریح الفاظ میں فرمایا: ''تمھاری عہد شکنی کے باوجود ہم نے اب بھی خون ریزی سے بچنے کے لیے تمھیں بہت آسان اور منصفانہ شرائط پیش کی ہیں۔ اگر تمھیں قبول نہیں تو اچھی طرح جان لو کہ مظلوموں کی امداد کرنا میرا فرض ہے۔'' ابوسفیان کو احساس تو ہو گیا تھا کہ اب بچ نکلنے کی کوئی سبیل نہیں، تاہم قیصر وکسریٰ کے درباروں میں حاضری اور اپنے وسیع تر سفارتی تجربات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس نے سوچا کہ مدینہ میں کچھ کبار صحابہ

Marfat.com

اور قریش و انصار سے تعلق رکھنے والے عمائدین سے ملاقات کر کے کوئی راستہ نکالنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ یہ اس کی خام خیالی تھی مگر پھر بھی وہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملا، پھر حضرت عمر فاروقؓ کے پاس گیا، ان کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ سے ملاقات کی۔ یہاں تک کہ وہ آنحضورؐ کی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے پاس بھی پہنچا اور حضرت حسنؓ و حسینؓ کو واسطہ بناتے ہوئے اپنی رشتے داری و قرابت کا بھی تذکرہ کیا اور کہا کہ میں ہر جانب سے ناکام ہو گیا ہوں، مجھے امید ہے کہ تم لوگ میری مدد کرو گے۔

کبارِ صحابہ کا موقف

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے تو ابوسفیان کے مطالبے کو فوراً مسترد کر دیا اور فرمایا کہ اتنے شنیع اور مذموم جرم کے بعد کون صاحبِ ضمیر تمھارا حامی ہو سکتا ہے۔ میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا۔ جہاں تک حضرت عمرؓ کا تعلق ہے، انھوں نے تو اپنے جلالی مزاج کے عین مطابق بڑے دھڑلے کے ساتھ اسے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں تمھارے مقابلے پر مظلومین کی پوری مدد کروں گا۔ تمھیں کیسے خیال گزرا کہ میں مظلوم کے مقابلے پر ظالم کا ساتھی بن جاؤں گا۔ ابوسفیان نے کہا، اے عمر تم نے صلہ رحمی کو فراموش کر دیا مگر حضرت عمرؓ نے پھر ڈٹ کر جواب دیا کہ حق کے مقابلے میں کسی چیز کی کوئی وقعت نہیں۔ حضرت عثمانؓ اگرچہ بہت زیادہ معاملات میں دخیل نہیں تھے مگر ایک تو ابوسفیان کے قریبی رشتے دار تھے، دوسرے صلح حدیبیہ کے وقت مکے میں اس نے ان کی بڑی آؤ بھگت اور تکریم کی تھی۔ تیسرے انھیں ذوالنورین کا مقام حاصل تھا اور وہ آنحضورؐ کو بہت محبوب تھے، اس لیے اس نے یہ امید باندھ لی تھی کہ وہ اسے مایوس نہیں کریں گے مگر انھوں نے تو ابوسفیان کے مطالبے پر کوئی جواب دینا بھی مناسب نہ سمجھا اور خاموشی اختیار فرمائی۔ جب اس نے اصرار کیا تو اتنا کہہ کر اسے چپ کرا دیا کہ میں تو رسول اللہ کے ہر فیصلے کا پابند ہوں۔

جہاں تک حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کا تعلق ہے تو ان سے ابوسفیان نے کہا کہ آپ لوگ مجھے پناہ دے دیں اور اپنی قوم پر بھی رحم فرمائیں۔ آخر سیدہ زینب بنتِ محمدؐ نے بھی تو ابوالعاص کو پناہ دی تھی اور ان کی پناہ کو آپ کے والد نے قبول فرما لیا تھا۔ دونوں میاں بیوی نے بہت مضبوط موقف

Marfat.com

اختیار کرتے ہوئے ابوسفیان کو جواب دیا: ''ابوسفیان! تمھاری تباہی ہو، تم نے گڑھے خود کھودے۔ اب آنحضورؐ نے مظلوموں کی مدد کا مصمم ارادہ کرلیا ہے اور آنحضورؐ کے اس ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔'' ابوسفیان نے آخری چارۂ کار کے طور پر حسنؓ اور حسینؓ کو اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا کہ آپ اپنے ان ننھے منے بچوں کو کہیں کہ وہ میرے ساتھ چلیں اور اعلان کردیں کہ انھوں نے مجھے پناہ دی ہے تو حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ یہ تو معصوم بچے ہیں۔ انھیں کسی کو پناہ دینے کا استحقاق نہیں ہے۔ ان تمام واقعات کی تفصیلات سیرت ابن ھشام ایضاً، مغازی للواقدی ج ۲، ص ۷۹۲ تا ۷۹۴ اور سیرۃ الحلبیہ ج ۲، ص ۱۹۷ تا ۱۹۸ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

سردار انصار کی حق گوئی

قریشی رشتہ داروں سے مایوس ہونے کے بعد ابوسفیان نے انصار کے سردار اور قبیلۂ خزرج کے رئیس حضرت سعد بن عبادہؓ سے ان کے گھر جا کر ملاقات کی۔ ان سے اپنے دوستانہ تعلقات کا تذکرہ کیا۔ پھر ان کی بزرگی اور مدینہ میں ان کے مقام و مرتبے کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے دوست آج میری مشکل میں میری مدد فرماؤ۔ تم مجھے پناہ دینے کا اعلان کردو۔ حضرت سعد بن عبادہؓ بھی جلالی طبیعت کے بزرگ تھے۔ انھوں نے ابوسفیان کو بالکل واضح جواب دیا۔ فرمایا کہ اے ابوسفیان کسی شخص میں یہ مجال نہیں کہ وہ رسول اللہ کے فیصلے کی خلاف ورزی کرسکے۔ جسے آپؐ سے پناہ نہیں ملی، اسے کسی اور سے بھی پناہ نہیں مل سکتی (مغازی للواقدی ج ۲، ص ۷۹۶)۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کو ذاتی طور پر قریش سے کبھی کوئی اذیت نہ پہنچی تھی مگر اسلامی حمیت و غیرت کی وجہ سے وہ مکہ میں ہجرت سے قبل قریش کی طرف سے مہاجرین اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈھائے جانے والے مظالم کو یاد کرتے تو ان کا خون کھولنے لگتا۔ پھر قریش نے ان کے شہر پر بار بار یلغار کی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں پناہ دینے پر شدید دھمکیاں بھی دی تھیں۔ یوں وہ قریش کے ساتھ کسی نرمی کے روادار نہ تھے۔

(ابن ھشام القسم الثانی ص ۳۹۸)

Marfat.com

ابوسفیان کی مکہ واپسی

ابوسفیان کی مظلومیت؟

ابوسفیان مدینہ سے ناکام واپس لوٹا۔ وہ خود بھی صورتِ حال سے خاصا مایوس تھا مگر اسے یہ خیال نہیں تھا کہ اہل مکہ اس کی ناکامی پر اسے اتنا برا بھلا کہیں گے۔ اس سے قبل ابوسفیان زندگی بھر اسلام کے خلاف اپنی ذہنی و جسمانی قوتیں استعمال کرتا رہا تھا مگر سچی بات یہ ہے کہ تاریخ کے واقعات کا تجزیہ کرتے ہوئے، قریش کا یہ سردار اس خاص موقع پر اپنی قوم اور قبیلے کے رویے کی وجہ سے مظلوم نظر آتا ہے۔ بنوخزاعہ پر حملہ کرنے میں بنوبکر اور قریش کو اس کی آشیرباد حاصل نہیں تھی۔ اس کے باوجود اسے یہ کٹھن اور ناممکن کام سونپا گیا۔ اس نے شروع میں معذرت کی مگر سب لوگوں نے درالندوہ میں متفقہ فیصلہ کیا تو وہ عازم مدینہ ہوا۔ مدینہ میں بھی اس نے اپنی طرف سے صورتِ حال کو نارمل بنانے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر ظاہر ہے کہ تیر کمان سے نکل چکا تھا اور نبی رحمتؐ جو دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے، صریح ظلم کے ساتھ مصالحت و مداہنت کا رویہ ہرگز اختیار نہ کر سکتے تھے۔ مکہ واپسی پر ابوسفیان کو گناہ کا ارتکاب کرنے والے پرجوش قریشی نوجوان الٹا ناکام سفارت کے طعنے دے کر کوستے رہے۔ اور تو اور اس کی اپنی بیوی ہند نے اس پر بزدلی و نامردی کا الزام لگا دیا۔ الواقدی کے بقول اس کی طویل غیر حاضری کی تاویل مکے میں یہ بھی کی گئی کہ وہ اپنی قوم سے غداری کر کے اسلام میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کی آمد پر بھی یہی کہا گیا کہ اندر سے مسلمان ہے مگر کسی مصلحت کے تحت اظہار نہیں کر رہا۔ (دیکھیے سیرت ابن هشام القسم الثانی ص ۴۰۰ اور مغازی للواقدی ج ۲، ص ۷۹۵)

Marfat.com

رئیس قریش کی عزت خاک میں مل گئی

بدر کے معرکے میں جب قریش کے تمام قابل ذکر سردار مارے گئے تو ابوسفیان کو متفقہ طور پر رئیس اعلیٰ تسلیم کر لیا گیا۔ غزوۂ احد میں یہی قریش کا سپہ سالار تھا۔ اس غزوہ میں درے پر متعین تیر اندازوں کی اجتہادی غلطی سے مسلمانوں کی فتح شکست میں بدلی تو ابوسفیان نے اسے اپنے کارناموں میں شمار کیا۔ اس کے قبیلے کے علاوہ پورے عرب کے مشرکین واہل کتاب اور دیگر اسلام دشمن عناصر نے بھی اس کو بہت تعظیم کا مستحق قرار دیا۔ اس وقت سے وہ جزیرہ نمائے عرب کا سب سے بڑا سردار شمار ہونے لگا تھا۔ آج اسے اپنی ساری بڑائی اور افتخار خاک میں ملتا نظر آ رہا تھا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس کی قوم اس کے ساتھ یہ رویہ اختیار کرے گی۔ ابوسفیان کی بیوی ہند ایک بہت بڑے سردار کی بیٹی تھی۔ اسلام دشمنی میں بھی سب سے بازی لے گئی تھی۔ احد کے میدان میں حضرت حمزہؓ کا مثلہ کرانے اور ان کا جگر چبانے کا جرم بھی اسی نے کیا تھا۔ وہ اپنے خاوند کے بارے میں لوگوں کو متنفر کر رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ آبائی دین کو چھوڑ کو اسلام میں داخل ہو گیا ہے حالانکہ ابھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس کے یہ الفاظ تو ابوسفیان کے بعض ناقدین پر بھی بھاری گزرے۔ وہ کہے جا رہی تھی، ''یہ بڈھا عقل کھو بیٹھا ہے۔ اسے ہر عزت کے مقام سے معزول کر دو۔ اس میں کوئی خوبی ہے نہ قریش کی روایتی ومعروف مردانگی۔'' کسی سردار کے لیے اس لمحے اس طرح کا تبصرہ بے عزتی کی آخری حد ہی ہو سکتا تھا۔ (المغازی جلد ۲، ص ۷۹۵ پر تفصیلات دیکھیے)

آنحضورؐ کی کیفیت

ابوسفیان اور قریش کو یقین تھا کہ مدینہ کی طرف سے اب کسی بھی وقت چڑھائی ہونے والی ہے۔ عمومی طور پر مکے میں مایوسی اور پریشانی کی فضا تھی مگر عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ اب بھی اس زعم میں مبتلا تھے کہ اگر صلح نامہ کی تجدید نہ ہوئی اور مدینہ نے چڑھائی کا فیصلہ کر لیا تو وہ حملہ آوروں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیں گے۔ یہ زعمِ باطل کس قدر سطحی تھا۔ چند ہی دنوں بعد تاریخ نے اس کی حقیقت واشگاف کر دی۔ نبی اکرمؐ بنوخزاعہ کی شکایت سننے کے ساتھ ہی ذہنی طور

Marfat.com

پر تیار ہو چکے تھے کہ اگر دیت کے معروف اصولوں کے مطابق انصاف نہ ہوا تو اس کے بعد جنگ کے سوا پھر کوئی اور متبادل نہیں ہوگا۔ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں آنحضورؐ کی اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اچانک ایک بادل نمودار ہوا تو آنحضورؐ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ یہ بادل بنوخزاعہ کی دادرسی کے لیے دھیمی دھیمی بارش برسائے گا۔ اسی عرصے میں آپؐ نے اللہ سے دعائیں بھی کیں۔ آپؐ کی ایک دعا یہ تھی کہ اے اللہ ان (ظلم ڈھانے والوں) کی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرا کردے۔ وہ نہ ہمیں دیکھ سکیں نہ کچھ سن سکیں۔ جب ہم ان پر حملہ آور ہوں تو اچانک انھیں احساس ہو کہ ان کی رسی کھینچ لی گئی ہے۔ (البدایة والنهایة، ج ۲،ص ۲۸۲)

رازداری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوخزاعہ کے نمائندے عمرو بن سالم کو واضح الفاظ میں اپنی مدد کی یقین دہانی کرادی تھی۔ ظلم کا ازالہ ہر صورت مطلوب و مقصود تھا۔ آپؐ تمام جنگوں سے قبل صحابہ سے مشاورت کیا کرتے تھے مگر اس مرتبہ آپؐ نے مکمل رازداری کا مظاہرہ فرمایا۔ مورخین متفق ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے واپس مکہ چلے جانے کے بعد جنگ کی تیاری کا فیصلہ کرلیا تھا۔ آپ کے پیش نظر یہ تھا کہ جنگ کی کسی کو اطلاع نہ مل سکے اور اچانک دشمن کو جالیا جائے۔ آپؐ کی جنگ خندق کے دوران پیش گوئی کے مطابق اب وہ لمحہ آ گیا تھا جس میں مکہ پر مدینہ کی چڑھائی کی بشارت صحابہؓ کو سنائی گئی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید خود یہ حملہ نہ کرتے مگر بنوبکر اور قریش نے ایسے حالات پیدا کردیے تھے کہ اس وقت حرکت میں نہ آنا ظلم و ستم کو کھلی چھوٹ دینے اور مظلوموں کو بے یارومددگار چھوڑ دینے کے مترادف ہوتا۔ آپ نے چند منتخب صحابہ کو اپنے ارادوں سے بالواسطہ مطلع کیا مگر رازداری کو ملحوظ رکھا۔ اس کی تفصیل تمام تواریخ و کتبِ سیرت میں محفوظ ہے۔

Marfat.com

حلیف قبائل کے نام پیغام اور کوچ

جنگی حکمت عملی

علامہ ابن کثیر البدایة و النهایة میں تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز میں تو خود کبار صحابہؓ کو بھی سوائے چند ایک کے اپنے ارادے سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپؐ نے اپنے معمول کے طریقے سے ہٹ کر اس مرتبہ مدینہ سے نکل کر کچھ دور تک اپنا رخ مکہ کی طرف نہیں کیا بلکہ مخالف سمت میں چلے گئے۔ یہ بھی جنگی حکمت عملی تھی۔ سفر ہجرت میں بھی آپ اپنے گھر سے نکلے تو جانا شمال کو تھا مگر پہلے آپ جنوب کی طرف غارِ ثور میں گئے۔ ہجرت اور فتح دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دونوں مواقع پر سفر کا آغاز اپنی منزل کی مخالف سمت میں کیا اور پھر کسی مناسب مقام پر جا کر سمت تبدیلی کر لی۔ آپ کا ہر قدم اللہ کی راہ نمائی میں اٹھتا تھا اور ہر فیصلے کو اللہ کی تائید حاصل ہوا کرتی تھی۔ ہجرت میں تو آپؐ نے بظاہر بے چارگی کے عالم میں سفر کیا تھا اور اب آٹھ سال بعد یہ تکمیل فتح کی منزل تھی۔ بعض روایات کے مطابق آپؐ نے چھتیس میل کا سفر اسی سمت میں طے کیا اور لوگ یہی سمجھتے رہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی جانب نہیں بلکہ کسی دوسرے علاقے کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے البدایة و النهایة ص ۸۴۳ اور آگے، طبقات ابن سعد القسم الثانی ص ۳۹۸-۳۹۹)

ذمہ داریوں کا تعین

اپنے دستور کے مطابق نبی اکرمؐ اس عظیم مہم پر نکلے تو آپؐ نے مؤرخ طبری کے بقول مدینہ منورہ میں حضرت ابورہم کلثوم بن حصین الغفاریؓ کو اپنا نائب مقرر کیا جبکہ دیگر تمام مؤرخین نے مہاجر اور نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کا نام لکھا ہے۔ غالباً حضرت ابن مکتومؓ کو

Marfat.com

اقامتِ نماز کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور حضرت ابورہمؓ کو دیگر انتظامی امور کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ آنحضورؐ نے راستوں کی دیکھ بھال اور مخبروں کی نگرانی کے لیے جو دستہ بھیجا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے شاہ سوارِ اسلام حضرت زبیر بن العوامؓ کی نگرانی میں دوسو چیدہ گھوڑ سوار جنگ جو بطور ہراول دستہ فوج سے آگے روانہ کیے۔ (سیرت ابن ہشام القسم الثانی ص۳۹۹)

یارِ غار کا استفسار

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاص مشیروں سے مشورہ کرلیا تھا اور تمام لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ایک بڑی مہم کے لیے تیاری کریں۔ اسلحہ اور ساز و سامان نیز زادِ سفر فراہم کر کے کمر ہمت باندھ لیں۔ جانا کہاں ہے؟ اس کا ابھی اعلان نہیں ہوا تھا۔ آپؐ نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ کو زادِ سفر تیار کرنے کا حکم دیا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ہمارے ارادوں کی کسی کو بھی کانوں کان خبر نہ ہو۔ واقدی نے اس واقعہ پر لکھا ہے کہ اس دوران حضرت ابوبکرؓ، حضرت عائشہ کے گھر آئے تو ان سے پوچھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جانب کا ارادہ کیا ہے؟ اہلِ نجد سے مقابلے کے لیے نکلنا چاہتے ہیں یا رومیوں سے جنگ کا ارادہ ہے۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کوئی جواب نہ دیا۔ آخر یارِ غار نے خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے ارادے سے باخبر کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ہمارا یہ ارادہ صیغۂ راز ہی میں رہے۔

شیخین سے مشاورت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مرحلے میں جب مشاورت طلب کی تو اس میں آپؐ نے اپنا راز شیخین کے سامنے رکھا۔ اس پر شیخین کے درمیان رائے کا اختلاف نظر آیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے غزوہ بدر کے قیدیوں کی طرح اب بھی نرمی اور مسامحت اختیار کرنے کے حق میں تھی جب کہ حضرت عمرؓ نے صراحت کے ساتھ یہ کہا کہ بدعہدی اور بے گناہ انسانوں کی خون ریزی کرنے والوں سے کوئی نرمی نہیں ہونی چاہیے۔ دونوں صحابیوںؓ کی رائے اپنی اپنی جگہ مخلصانہ

Marfat.com

تھی، تاہم یہ موقع ایسا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اب قریش اور بنوبکر کو ڈھیل دینے اور ان سے نرمی برتنے کا نہ جواز ہے نہ امکان''۔ ظالموں نے بنی خزاعہ کی عورتوں، مردوں اور بچوں میں سے چوبیس افراد کو قتل اور بے شمار افراد کو زخمی کیا تھا۔ چنانچہ فیصلہ یہی ہوا کہ غزوہ کے لیے نکلا جائے۔ مشاورت میں فیصلہ ہو جانے کے بعد بھی آپ کی ہدایت یہی تھی کہ ابھی کسی کو بتایا نہ جائے کہ ہمارا ارادہ کدھر کا ہے۔ بعض لوگوں کو معروضی حالات کی وجہ سے یہ گمان تھا کہ مکہ کی طرف پیش قدمی ہوگی مگر چونکہ واضح طور پر اس کا اعلان نہیں ہوا تھا، اس لیے بیش تر صحابہ حزم کے ساتھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ کہاں جانا ہے۔

قبائل کو دعوت

اس عرصے میں آنحضورؐ نے ان قبائل کو جن کے بیش تر لوگ مسلمان ہو چکے تھے، اپنے ساتھ مہم میں شامل ہونے کے لیے دعوت دی، مورخین نے لکھا ہے کہ آپؐ نے اس موقع پر جن صحابہ کو مختلف قبائل کی طرف بھیجا، وہ بھی آپؐ کے بہت معتمد اور سمجھ دار صحابہ تھے۔ قبیلہ اسلم کی طرف آپؐ نے انھی کے بھائی حضرت ابو ہند بن حارثہ اسلمیؓ کو بھیجا۔ قبیلہ جہینہ کی طرف دو جہینی بھائیوں، حضرت رافع بن مکیثؓ اور جندب بن مکیث جہنیؓ کو بھیجا گیا۔ تین قبیلوں بنوغفار، بنوضمرہ، بنی الحصین کی طرف غفاری صحابی حضرت ایماء بن رحضہؓ کو بھیجا۔ ان کے ساتھ کلثوم بن الحصینؓ بھی تھے۔ قبیلہ مزینہ کی طرف بھی دو صحابی بھیجے گئے۔ ان دونوں کا تعلق اسی قبیلے سے تھا یعنی حضرت عبداللہ بن عمر المزنیؓ اور حضرت بلال بن حارث المزنیؓ۔ بنی کعب کی طرف حضرت بُدیل بن ورقاءؓ کو بھیجا گیا اور مشہور قبیلے بنواشجع کی طرف بھی اسی قبیلے کے صحابہ حضرت معقل بن سنانؓ اور نعیم بن مسعودؓ کو روانہ کیا۔ ان قبائل میں افرادی قوت کے لحاظ سے سب سے بڑا قبیلہ بنوسلیم تھا، ان کی طرف حضرت حجاج بن علاطؓ اور حضرت عرباض بن ساریہؓ کو بھیجا گیا تھا۔ جب ان قبائل کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا تو وہ سب بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ جب یہ آنحضورؐ کے ایلچیوں سے پوچھتے کہ کس طرف کا

Marfat.com

ارادہ ہے تو وہ کہتے اس کا ابھی ہمیں علم نہیں۔فوج کی تعداد کے بارے میں اصحاب سیرت کا اتفاق ہے کہ اس کی تعداد مدینہ سے باہر کے قبائل کی شمولیت کے بعد دس سے بارہ ہزار نفوسِ قدسیہ کے درمیان تھی۔

تبدیلئ سمت

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام السقیاء پر قیام فرمایا تو آپؐ کی طرف سے اسی طرف روانہ کیا گیا ایک دستہ بھی آپؐ سے آملا۔اب یہاں سے آپؐ نے اپنا رخ مکہ کی طرف پھیرا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی ہمیشہ یہ رہی کہ آپؐ عمومی فوج سے آگے چاق و چوبند دستہ بھیجا کرتے تھے۔جس کی یہ ذمہ داری ہوتی تھی کہ ایک تو وہ راستوں کے مامون ہونے پر نظر رکھیں اور دوسرے یہ کہ دشمن کی نقل وحرکت یا اس کے خبر رساں جاسوس کہیں نظر آئیں تو ان کی پیش بندی کر لیں۔اس مہم میں جن صحابہ کو ذمہ داری سونپی گئی ان کے کمانڈر حضرت عمر بن خطابؓ تھے۔قریش اور بنوبکر نے پہلے تو بدعہدی اور ظلم ڈھا کر اپنی بدبختی کو دعوت دی۔پھر اللہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مطابق ان کی ایسی مت ماردی کہ وہ اس ظلم کے باوجود اور ابوسفیان کی مدینہ سے ناکام واپسی کے بعد بھی خوابِ غفلت میں سوئے رہے۔یہ بھی کمال ہے کہ اتنے بڑے فوجی تحرک کو بحیثیت مجموعی راز میں رکھنے کی حکمت عملی کامیاب رہی۔حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی ارسال کردہ خبر بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیدار مغزی کی وجہ سے مکے نہ پہنچ پائی۔

شاعرِ اسلام کے رجزیہ اشعار

مشہور صحابی حضرت کعب بن مالکؓ کو بھی علم نہیں تھا کہ آنحضورؐ کس طرف جا رہے ہیں۔انھوں نے راستے میں ایک مقام پر پرجوش رجزیہ اشعار کہے، جس میں یہ اظہار کیا کہ ہماری تلواریں تیار ہیں اور اگر ان کی زبان ہوتی تو وہ بتاتیں کہ کس کی گردن ناپنی ہے۔ہم وادی طائف میں خیمے تان رہے ہیں اور ہماری تلواریں قبیلہ دوس اور قبیلہ ثقیف کو دعوتِ مبارزت دے رہی ہیں۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے اشعار بالخصوص جہادی ترانے سن کر بہت خوش ہوا کرتے تھے۔واقدی نے

Marfat.com

اپنی مغازی میں ان اشعار کا تذکرہ بھی کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضورؐ نے اشعار سن کر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا۔ ہاں تبسم ضرور فرمایا اور مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج ۲،ص ۸۰۳)۔

یہاں سے کوچ کرنے کے بعد آنحضورؐ کی اگلی منزل وادی مکہ تھی۔ چنانچہ آپؐ اپنی اس عظیم الشان فوج کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ علی بن برہان الدین اپنی سیرت کی مشہور کتاب سیرۃ الحلبیہ میں لکھتے ہیں کہ مدینہ سے باہر کے قبائل میں سے سب سے زیادہ لوگ قبیلہ بنوسُلَیم سے تھے، جن کی تعداد ایک ہزار تھی جبکہ قبیلہ مزینہ کے سو اور قبیلہ جہینہ کے پچاس۔ قبیلہ بنواسلم کے تیس اور متفرق قبائل کے سو گھڑ سوار پیدل فوج کے ساتھ تھے، اسی طرح پانچ سو انصار اور تین سو مہاجرین کے پاس بھی گھوڑے تھے۔ باقی ماندہ فوج اونٹوں پر سوار تھی یا پیدل تھی۔ (السیرۃ الحلبیہ ج ۳،ص ۱۱۰)

حکیمانہ جنگی فیصلے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین، بنوغطفان اور بنوتمیم کے بعض سردار، اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر انھوں نے بھانپ لیا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے عرب میں غالب آنے والے ہیں۔ ان قبائل نے خندق واحزاب کے معرکوں میں دشمنوں کے ساتھ مل کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا تھا اور ہر معرکے میں ہزیمت و ذلت اٹھائی تھی۔ بنوغطفان کا سردار عُیَینہ بن حِصْن الفزاری اور بنوتمیم کا سردار اقرع بن حابس فتح مکہ کے بعد عام الوفود میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ حاضر ہوئے تھے اور قبولِ اسلام سے مشرف ہوئے۔ جب ان دونوں سرداروں کو پتہ چلا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بڑی مہم کے لیے نکلے ہیں تو مؤرخین کے بقول مالی مفاد اور مال غنیمت کے لیے یہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ ان دونوں کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ بڑے اجڈ بھی تھے اور بے وقوف بھی لیکن اس کے ساتھ بہادر جنگ جو اور اپنے قبیلوں کے درمیان بہت مقبول تھے۔ ان دونوں کو عموماً عرب ''احمق مطاع'' کے نام سے یاد کرتے تھے۔ جب یہ ایک منزل پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے تو آپؐ نے ان سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ انھوں نے آپ کو اپنے تعاون کی پیش کش کی تو آپؐ نے

Marfat.com

فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ ان دونوں کو بھی آپؐ نے اپنی مجلس حرب (War Council) کا رکن بنا دیا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک تو یہ دونوں اسی مہم میں مسلمان ہو گئے تھے مگر اپنے قبائل کے ساتھ وفود کی صورت میں ۹ھ میں دوبارہ مدینہ حاضر ہوئے۔ ہماری رائے میں ان کا قبولِ اسلام عام الوفود ہی میں ثابت ہے البتہ اس مہم کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی پیشکش کو ٹھکرانے کے بجائے قبول فرمالینا آپؐ کی نہایت کامیاب اور دوررس حکمت عملی کے ساتھ وسیع الظرفی کی بھی دلیل تھی۔

ذمہ داریوں کی تقسیم

جب نبی اکرم مکہ کے قرب و جوار میں آپہنچے تو وادی قُدید میں آپؐ نے صحابہ کرام کو پھر ہدایات دیں اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور معرکے میں ثابت قدمی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ یہیں پر آپؐ نے مختلف دستے تیار کیے۔ ان کے لیے مکہ میں داخلے کے لیے راستوں کا تعین کیا اور ان دستوں کے کمانڈر مقرر فرمائے۔ ایک جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کو دیا گیا جبکہ ایک جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ کو دیا گیا۔ انصار میں سے دوسرے کمانڈر حضرت ابو اسید الساعدیؓ تھے جبکہ مہاجرین میں سے حضرت خالدؓ کے علاوہ حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ کو کمان دی گئی۔ یوں یہ چھے مشہور صحابہ تھے، جن کے پاس کمان اور جھنڈے تھے۔ موجودہ دور میں افواج کی تقسیم کی طرح ان کمانڈروں کے نیچے بارہ ماتحت افسران بھی مقرر کیے گئے۔ آگے ان بارہ کی بھی ذیلی تقسیم کی گئی اور تقریباً چالیس کے لگ بھگ صحابہ کو مختلف ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ جو ان سب نے نہایت احسن طریقے سے نبھائیں۔ آخری مرحلے میں چار مہاجر صحابہ اور ایک انصاری صحابی کو قیادت سونپی گئی یعنی حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن عوام اور سعد بن عبادہ۔
(السیرۃ الحلبیہ مطبوعہ بیروت، ج ۳، ص ۱۱۸-۱۲۰)

......❀❀❀......

Marfat.com

حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا معاملہ

ایک غلط کام پر محاسبہ

جنگ کے متعلق آپؐ کے ذہن میں پورا نقشہ واضح تھا۔ بعض لوگوں کے ذہن میں کچھ ابہام تھے مگر قائد المجاہدینؐ نے اپنی سنت کے مطابق قریبی ساتھیوں کو اعتماد میں لیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا اقدام اللہ کی تائید اور ہدایت کے مطابق ہوگا۔ واقدی اپنی مغازی ج ۲، ص ۷۹۲ پر رقم طراز ہے کہ اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو اعتماد میں لیا تھا مگر ساتھ ہی یہ ہدایات بھی دی تھیں کہ جنگ کے بارے میں دشمن کو مکمل طور پر بے خبر رکھا جائے۔ آپؐ نے اللہ سے بھی دعائیں مانگی تھیں کہ دشمن بے خبر رہے اور صحابہ کو بھی سختی سے تاکید فرمائی تھی کہ وہ اس راز پر سے اس وقت تک پردہ نہ اٹھائیں جب تک کہ لشکرِ اسلام دشمنوں کے سروں پر نہ جا پہنچے۔ عمومی طور پر صحابہ نے اس ہدایت کی بہت پابندی کی مگر ایک بدری صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ سے یہ تسامح ہوگیا کہ انھوں نے قریش کو اطلاع پہنچانے کی کوشش کی۔ ان کی اس غلطی پر سرزنش تو ضرور کی گئی مگر چونکہ وہ بدنیت نہیں تھے، اس لیے ان کا عذر بھی قبول کیا گیا۔

قرآن میں تنبیہ

مکہ کی طرف روانگی کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ممکن احتیاط برتی کہ دشمن کے کانوں میں افواجِ اسلام کے تحرک کی کوئی بھنک بھی نہ پہنچے۔ تاریخ و حدیث کی تمام مستند کتابوں میں اس تناظر میں ایک واقعہ نقل ہوا ہے، جس میں ایک مخلص اور بدری صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ سے ایک انسانی لغزش وقوع پذیر ہوئی۔ ہر چند کہ ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند تھا مگر یہ غلطی اپنے نتائج کے لحاظ سے بہت خطرناک ثابت ہوسکتی تھی۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی اس غلطی کا تذکرہ قرآن

Marfat.com

مجید کی سورۃ الممتحنہ میں خود وحی ربانی کے ذریعے سے بھی محفوظ ہو گیا ہے۔ اس میں اہلِ ایمان کو سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ برسرِ پیکار، اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ کسی قسم کی محبت ومودت کا اظہار نہ کیا کریں۔

قریش کو خط

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے قریش کے نام ایک خط لکھا جس میں اسلامی فوج کی پیش قدمی کی اطلاع دی گئی تھی۔ یہ خط انھوں نے ایک عورت کو دیا اور اسے مکہ میں جا کر قریش تک یہ مکتوب پہنچانے کا معاوضہ بھی ادا کر دیا۔ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ خاتون مکہ ہی کی رہایشی تھی اور ان دنوں مدینہ آئی ہوئی تھی۔ روایات کے مطابق سارہ نامی یہ عورت کبھی بنو عبد المطلب کی کنیز ہوا کرتی تھی۔ پھر اسے آزادی ملی تو اس نے مکے میں گانے بجانے کا کام شروع کر دیا۔ ان دنوں میں یہ اپنی معاشی مشکلات کی وجہ سے مکہ سے مدینہ آئی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مالی مدد طلب کرے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ وہ تو مکے میں مغنیہ کے طور پر قریشی نوجوانوں کی توجہ کا مرکز ہوا کرتی تھی تو اس نے کہا، وہ دن بیت گئے۔ جب سے قریش نے بدر میں شکست کھائی، ان کی محافلِ طرب ونشاط ویران ہو گئیں اور اسی وجہ سے میں اب معاشی تنگ حالی کا شکار ہو گئی ہوں۔ آپؐ نے اس کی پرانی خدمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے خاندان کے لوگوں کو اس کی مدد کی ترغیب دی تو انھوں نے اس کی مناسب مالی امداد کر دی۔ یہ عورت واپس مکہ جا رہی تھی تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے سوچا کہ ان کے اہل وعیال مکہ میں ہیں جو مسلمان بھی ہو چکے ہیں۔ اس حملے کی صورت میں قریش کے ہاتھوں انھیں نقصان پہنچ سکتا ہے چنانچہ انھوں نے قریش کو ممنون کرنے کے لیے اس عورت کے ذریعے ان تک خط پہنچانا چاہا۔ بعض روایات کے مطابق انھوں نے اسے دس دینار معاوضہ بھی دیا تھا تاکہ وہ ان کے راز کو خط کے منزلِ مقصود پر پہنچنے تک خفیہ رکھے۔
(تفسیر قرطبی المجلد التّاسع، مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت، ص ٥٠-٥١)

بروقت تدارک

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فوری

Marfat.com

طور پر اپنے تین اہم اور ہم راز صحابہ کو اس عورت کو پکڑنے اور اس سے خط برآمد کرنے کے لیے بھیجا۔ ان میں حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ صحیحین میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کی روایت میں حضرت مقداد کی جگہ حضرت ابو مرثد کا نام روایت ہوا ہے۔ آپؐ نے صحابہ کو روانہ کرتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی منزل کی جانب تیزی سے بڑھیں اور مدینہ سے مکہ کی جانب ایک مقام روضۂ خاخ پر اس عورت کو جا کر پکڑ لیں۔ آپؐ کی یہ بھی ہدایت تھی کہ اگر وہ عورت شرافت سے خط حوالے کر دے تو اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور اگر خط دینے سے انکار کرے تو پھر اس کا خون حلال ہے۔ تینوں حضرات اس مقام پر پہنچے تو واقعی اس عورت کو موجود پایا۔ شروع میں تو اس نے خط دینے سے انکار کر دیا اور تلاشی بھی دے دی۔ عجیب بات یہ تھی کہ تلاشی کے دوران کوئی خط نہ ملا۔

خط کی برآمدگی

صحابہ کو یقین تھا کہ خط اس عورت کے پاس ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع غلط نہ ہو سکتی تھی۔ جب اس سے سخت باز پرس کی گئی اور ان صحابہ نے اسے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر وہ خط سپرد نہ کرے گی تو اس کے کپڑے اتروا کر تلاشی لی جائے گی۔ اگر چہ اس پر عمل درآمد کی نوبت نہیں آئی تھی تاہم اس عورت کو اب محسوس ہوا کہ معاملہ کس قدر سنگین ہے۔ یوں جب اس کے لیے فرار و انکار کی کوئی گنجایش نہ رہی تو اس نے اپنے بالوں کی چوٹی میں سے وہ خط نکال کر صحابہ کرام کو دے دیا۔ خط برآمد ہونے پر اس عورت کو چھوڑ دیا گیا۔ (واقدی نے مغازی جلد دوم صفحہ ۷۹۸ اور امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ جلد چہارم صفحہ ۲۸۳ پر اس واقعہ کی تفصیلات لکھی ہیں)۔ یہ صحابہ اس خط کو لے کر فوراً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ اس بند خط میں حضرت حاطبؓ نے قریش کو حملے کی اطلاع دی تھی۔

جواب طلبی اور عذر

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطبؓ کو جو لشکر میں موجود تھے، بلایا۔ انھوں نے اپنی

Marfat.com

غلطی کا اعتراف کرلیا اور مکمل نیک نیتی کے ساتھ اپنے اس عمل کی وجہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلاکم وکاست بیان کردی۔ انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بچے اور میری والدہ مکے میں ہیں۔ میں نے محض ان کی عافیت کے لیے قریش کو اطلاع دی کہ وہ ممنون ہوجائیں اور میرے بیوی بچے ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ بہت سے صحابہ کرام کو یہ توجیہہ پسند نہ آئی۔ جنگی ودفاعی نقطۂ نظر سے بلاشبہ یہ ایک فاش غلطی تھی۔ حضرت عمرؓ اس موقع پر سب سے زیادہ غصے میں تھے۔ انھوں نے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں تک بھی کہا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان سے خیانت کی ہے۔ (سیرت ابن هشام القسم الثانی ۳۹۸-۳۹۹) اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! حاطبؓ نے تم سے سچی بات کہی ہے۔ (بخاری کتاب المغازی غزوۂ بدر)

حضورؐ کا حلم ودرگزر

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ حضرت حاطب مخلص اہلِ ایمان میں سے تھے اور یہ غلطی محض انسانی لغزش تھی۔ حضرت حاطبؓ ندامت سے آنکھیں جھکائے خاموش تھے کہ نبی رحمتؐ نے صحابہ کو عموماً اور حضرت عمرؓ کو بالخصوص مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ بدری صحابی ہے۔ تمھیں کیا معلوم کہ اللہ بدری صحابہ کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔ اللہ نے ان کے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں (تاریخ طبری ج ۳،ص ۴۹)۔ حضرت عمرؓ کو اپنے موقف پر ندامت ہوئی اور وہ اشک بار آنکھوں سے کہتے ہوئے سنے گئے کہ اللّٰہ و رسولہ اعلم یعنی اللہ اور اس کے رسول ہی سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ واقدی نے یہ واقعہ زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے (مغازی للواقدی ج ۲،ص ۸۰۲ - ۸۰۳)۔ علی بن برہان الدین نے اس واقعہ کے تناظر میں حضرت حاطبؓ کے یہ الفاظ بھی لکھے ہیں کہ یارسول اللہ مجھے یقین تھا کہ عملاً یہ خط قریش کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا کیوں کہ اللہ نے ان پر جنگ مسلط کرنے اور انھیں رسوا کرنے کا فیصلہ فرما دیا ہے۔ (سیرۃ الحلبیہ مطبوعہ بیروت، جلد ۳،ص ۱۰۸-۱۰۹ پر

Marfat.com

تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔)

کافر تمھارے دشمن ہیں

قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے اس موقع کی مناسبت سے سورۃ الممتحنہ میں اسی مضمون کو تفصیلاً بیان فرمایا۔ ارشاد باری ہے:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور ان کی روش یہ ہے کہ رسول کو اور خود تم کو صرف اس قصور پر جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب، اللہ، پر ایمان لائے ہو، تم چھپا کر ان کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو، ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں۔ جو شخص بھی تم میں سے ایسا کرے وہ یقیناً راہِ راست سے بھٹک گیا۔ ان کا رویہ تو یہ ہے کہ اگر تم پر قابو پا جائیں تو تمھارے ساتھ دشمنی کریں اور ہاتھ اور زبان سے تمھیں آزار دیں۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔ قیامت کے دن نہ تمھاری رشتہ داریاں کسی کام آئیں گی نہ تمھاری اولاد۔ اس روز اللہ تمھارے درمیان جدائی ڈال دے گا اور وہی تمھارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔ (الممتحنہ ۶۰: ۱-۳)

حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا واقعہ اتنا معروف ہے کہ تمام کتب سیرت و حدیث میں اس کی پوری تفصیلات موجود ہیں۔ اگلی فصل میں اس واقعہ کی کچھ مزید تفصیل اور اس سے مستنبط ہونے والے بعض اہم امور کا تذکرہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ سیرت مطہرہ کے ہر واقعہ کے اندر تربیت و عبرت کے بے شمار پہلو پنہاں ہوتے ہیں۔

......❀❀❀......

Marfat.com

امت کے لیے راہ نما اصول وضوابط

پچھلے صفحات میں دی گئی سورۃ الممتحنہ کی آیات امت کے لیے ایک مستقل ہدایت نامہ ہے۔ ان آیات اور حضرت حاطبؓ کے کیس سے بہت سے امور کی وضاحت سامنے آتی ہے۔ ان آیات کی تفسیر میں تمام قدیم و جدید علما نے بہت اچھے علمی و روحانی نکات بیان کیے ہیں۔ مفسر قرآن حضرت سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے آیات کی عمومی تفسیر کے ساتھ جو اہم امور اس سورہ کی تفسیر میں حاشیہ ۵ کے اندر بیان فرمائے ہیں، وہ بہت ایمان افروز بھی ہیں اور تربیت آفرین بھی۔ ہم ان کا خلاصہ ذیل میں دے رہے ہیں:

صفائی کا موقع بنیادی حق ہے

[حضرت حاطبؓ کی جلالتِ قدر کے باوجود یہ واقعہ] قطع نظر اس سے کہ کرنے والے نے کس نیت سے کیا، بجائے خود یہ فعل صریحاً ایک جاسوسی کا فعل تھا، اور جاسوسی بھی بڑے نازک موقع پر سخت خطرناک نوعیت کی تھی کہ حملے سے پہلے بے خبر دشمن کو خبردار کیا گیا تھا۔ پھر معاملہ شبہ کا بھی نہ تھا بلکہ ملزم کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط پکڑ لیا گیا تھا جس کے بعد کسی ثبوت کی حاجت نہ تھی۔ حالات بھی زمانۂ امن کے نہیں، زمانۂ جنگ کے تھے مگر اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطبؓ کو صفائی کا موقع دیے بغیر نظر بند نہیں کر دیا اور صفائی کا موقع بھی ان کو بند کمرے میں نہیں بلکہ کھلی عدالت میں برسرِ عام دیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ایسے قوانین اور قواعد وضوابط کی کوئی گنجائش نہیں ہے جن کی رو سے کسی حالت میں حکام کو یہ حق پہنچتا ہو کہ کسی شخص کو اپنے علم یا شبہ کی بنا پر قید کر دیں اور بند کمرے میں خفیہ طریقے پر مقدمہ چلانے کا

Marfat.com

طریقہ بھی اسلام میں نہیں ہے۔

عادلانہ فیصلے کے لیے اہم اصول

حضرت حاطبؓ کے مقدمہ میں حضرت عمرؓ نے جس رائے کا اظہار کیا، وہ ان کے فعل کی ظاہری صورت کے لحاظ سے تھا۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ فعل ایسا ہے جو صریحاً اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی نوعیت رکھتا ہے، اس لیے حاطب منافق اور واجب القتل ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس نقطۂ نظر کو رد فرما دیا اور اسلامی شریعت کا اصل نقطۂ نظر یہ بتایا کہ محض فعل کی ظاہری شکل پر ہی فیصلہ نہیں کر دینا چاہیے بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جس شخص سے وہ صادر ہوا ہے اس کی پچھلی زندگی اور مجموعی سیرت کیا شہادت دیتی ہے اور قرائن کس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ فعل کی شکل بلاشبہ جاسوسی کی ہے مگر کیا اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ فاعل کا آج تک کا رویہ یہی بتا رہا ہے کہ یہ شخص یہ کام اللہ اور رسول اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی نیت سے کرسکتا تھا؟ وہ ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے ایمان کی خاطر ہجرت کی۔ کیا خلوص کے بغیر وہ اتنی بڑی قربانی کرسکتا تھا؟ اس نے جنگ بدر جیسے نازک موقع پر، جبکہ دشمنوں کی تین گنی اور بہت زیادہ مسلح طاقت سے مقابلہ درپیش تھا، ایمان کی خاطر اپنی جان لڑائی۔ کیا ایسے آدمی کا اخلاص مشتبہ ہوسکتا ہے؟ یا اس کے بارے میں یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ اس کے دل میں کفارِ قریش کی طرف کوئی ادنیٰ سا میلان بھی موجود ہے؟ وہ اپنے فعل کی صاف صاف وجہ یہ بتا رہا ہے کہ مکہ میں اس کے بال بچوں کو خاندان اور قبیلے کا وہ تحفظ حاصل نہیں ہے جو دوسرے مہاجرین کو حاصل ہے، اس لیے اس نے ان کو جنگ کے موقع پر کفار کی ایذا رسانی سے بچانے کی خاطر یہ کام کیا ہے۔ حقائق اس کی تائید کرتے ہیں کہ فی الواقع مکہ میں اس کا کوئی قبیلہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ واقعی اس کے بال بچے وہاں موجود ہیں۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ اس کے اس بیان کو جھوٹا سمجھا جائے اور یہ رائے قائم کی جائے کہ اس کے اس فعل کا اصل محرک یہ نہ تھا بلکہ خیانت ہی کا ارادہ اس کے اندر پایا جاتا تھا۔

Marfat.com

مخلص کی غلطی اور منافق کی بغاوت میں فرق

بلاشبہ ایک مخلص مسلمان کے لیے نیک نیتی سے بھی یہ حرکت جائز نہیں ہے کہ وہ محض اپنے ذاتی مفاد کی خاطر دشمنوں کو مسلمانوں کے جنگی منصوبوں کی خبر بہم پہنچائے لیکن مخلص کی غلطی اور منافق کی غداری میں بڑا فرق ہے۔ محض نوعیتِ فعل کی بنا پر دونوں کی ایک ہی سزا نہیں ہو سکتی۔ یہ تھا اس مقدمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ ممتحنہ کی ان آیات میں اس کی تائید فرمائی۔ اوپر کی تینوں آیات کو غور سے پڑھیے تو صاف محسوس ہوگا کہ ان میں حضرت حاطب پر عتاب تو ضرور فرمایا گیا ہے مگر یہ عتاب اس طرز کا ہے جو ایک مومن کے لیے ہوتا ہے نہ کہ وہ جو ایک منافق کے لیے ہوا کرتا ہے۔ مزید برآں ان کے لیے کوئی مالی یا جسمانی سزا تجویز نہیں کی گئی ہے بلکہ علانیہ سخت زجر و توبیخ کر کے چھوڑ دیا گیا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ مسلم معاشرے میں ایک خطا کار مومن کی عزت کو بٹہ لگ جانا اور اس کے اعتماد پر حرف آ جانا بھی اس کے لیے ایک بڑی سزا ہے۔

جرم اور ارتداد و نفاق کا فرق

قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کسی مسلمان کا کفار کے لیے جاسوسی کر بیٹھنا بجائے خود اس بات کا فیصلہ کر دینے کے لیے کافی نہیں ہے کہ وہ مرتد ہو گیا ہے، یا ایمان سے خارج ہے، یا منافق ہے۔ ایسا فیصلہ کرنے کے لیے اگر کچھ دوسرے قرآئن و شواہد موجود ہوں تو بات الگ ہے، ورنہ اپنی جگہ یہ فعل صرف ایک جرم ہے، کفر نہیں ہے۔ قرآن مجید کی ان آیات سے یہ بات بھی واضح ہے کہ مسلمان کے لیے کفار کی جاسوسی کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے، خواہ اس کی یا اس کے قریب ترین عزیزوں کی جان و مال کو کیسا ہی خطرہ لاحق ہو۔

جاسوس کے متعلق فقہا کی آرا

حضرت عمرؓ نے جب حضرت حاطبؓ کو جاسوسی کے جرم میں قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو

Marfat.com

حضورؐ نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ جرم مستوجبِ قتل نہیں ہے، بلکہ اجازت دینے سے انکار اس بنا پر کیا کہ حاطب کا بدری ہونا ان کے مخلص ہونے کا صریح ثبوت ہے اور ان کا یہ بیان صحیح ہے کہ انھوں نے دشمنوں کی خیر خواہی کے لیے نہیں بلکہ اپنے بال بچوں کو ہلاکت کے خطرے سے بچانے کے لیے یہ کام کیا تھا۔ اس سے فقہا کے ایک گروہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمان جاسوس کے لیے عام قانون یہی ہے کہ اسے قتل کیا جائے الّا یہ کہ بہت وزنی وجوہ اسے کم تر سزا دینے یا محض ملامت کر کے چھوڑ دینے کے لیے موجود ہوں مگر فقہا کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ اور بعض دوسرے فقہا کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان جاسوس کو تعزیر دی جائے گی مگر اس کا قتل جائز نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ اسے جسمانی عقوبت اور طویل قید کی سزا دی جائے گی۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اسے قتل کیا جائے گا لیکن مالکی فقہا کے اقوال اس مسئلے میں مختلف ہیں۔ اشہب کہتے ہیں کہ امام کو اس معاملے میں وسیع اختیارات حاصل ہیں، جرم اور مجرم کے حالات کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے اجتہاد سے کوئی سزا دے سکتا ہے۔ ایک قول امام مالک اور ابن القاسم کا بھی یہی ہے۔ ابن الماجشون اور عبدالملک بن حبیب کہتے ہیں کہ اگر مجرم نے جاسوسی کی عادت ہی بنا لی ہو تو اسے قتل کیا جائے۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ جاسوس کی سزا تو قتل ہی ہے مگر وہ اس فعل سے تائب ہو جائے تو اسے معاف کیا جا سکتا ہے۔ سحنون کہتے ہیں کہ اس کی توبہ صحیح ہے یا محض فریب، اس کا علم آخر کیسے ہو سکتا ہے، اس لیے اسے قتل ہی کیا جانا چاہیے۔ ابن القاسم کا بھی ایک قول اس کی تائید میں ہے اور اصبغ کہتے ہیں کہ حربی جاسوس کی سزا قتل ہے مگر مسلم اور ذمی جاسوس کو قتل کے بجائے عقوبت دی جائے گی، الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں دشمنوں کی کھلی کھلی مدد کر رہا ہو۔ (احکام القرآن، ابن العربی، عمدة القاری، فتح الباری)۔

تفتیش کے حدود

حدیثِ مذکور سے اس امر کا جواز بھی نکلتا ہے کہ تفتیشِ جرم کے لیے اگر ضرورت پڑے تو ملزم مرد ہی نہیں، عورت کے کپڑے بھی اتارے جا سکتے ہیں۔ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت

Marfat.com

مقدادؓ نے اگر چہ اس عورت کو برہنہ نہیں کیا تھا لیکن انھوں نے اسے دھمکی دی تھی کہ وہ خط حوالے نہ کرے گی تو وہ اسے برہنہ کر کے اس کی تلاشی لیں گے۔ ظاہر ہے اگر یہ فعل جائز نہ ہوتا تو یہ تین جلیل القدر صحابی اس کی دھمکی نہیں دے سکتے تھے اور قیاس یہ کہتا ہے کہ انہوں نے ضرور واپس جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مہم کی روداد سنائی ہوگی۔ حضورؐ نے اگر اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہوتا تو وہ ضرور منقول ہوتا۔ اسی لیے فقہا نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے (عمدۃ القاری)۔ (بحوالہ تفہیم القرآن ج۵، ص ۴۲۵-۴۲۸)

......❀❀❀......

Marfat.com

لشکرِ اسلام کی پیش قدمی

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے کیس کا فیصلہ ہو جانے کے بعد اسلامی لشکر نے جانبِ منزل حضورؐ کی راہ نمائی و قیادت میں پیش قدمی شروع کی۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قُدَید میں پہنچے تو بنو غطفان کا بدوی سردار عُیَینہ بن حِصن بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کمانڈروں کے درمیان عَلَم تقسیم کر رہے تھے۔ اس بدو سردار نے آپؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کہاں کا ارادہ ہے تو آپؐ نے مختصر اور مسکت جواب دیا کہ جہاں اللہ چاہے گا۔ اس واقعہ کی تفصیلات واقدی نے مغازی ج ۲ ص ۹۰۳ پر لکھی ہیں۔

منزلِ مقصود کے بارے میں تجسّس

عُیَینہ بن حِصن الفزاری تو ایک من موجی بدو سردار تھا۔ اسلام کے مقابلے پر کافی تگ و دو کرنے کے بعد آخر بے بس ہو گیا تھا اور اسی بے بسی کے عالم میں پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیف بننے کی کوشش کی اور بعد میں عام الوفود کے سال حلقہ بگوشِ اسلام بھی ہو گیا، اس لیے اسے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حکیمانہ جواب دیا، جس میں اپنا راز بھی فاش نہ ہونے دیا اور اسے یہ بھی سمجھا دیا کہ اللہ کا رسول اللہ کے حکم کے بغیر قدم نہیں اٹھاتا۔ آپؐ کے قریبی اور محبوب صحابہ میں سے بھی بعض نے آپؐ سے بالصراحت معلوم کرنا چاہا مگر آپؐ نے کسی کو کچھ نہ بتایا۔ اس کے باوجود کچھ صحابہ یہ اندازہ کر رہے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکے ہی کی طرف بڑھیں گے۔ اسی بنیاد پر حضرت حاطبؓ نے وہ خط لکھا تھا جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ پھر بھی چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صراحت نہیں کی گئی تھی، اس لیے یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا

Marfat.com

کہ منزلِ مقصود مکہ ہے یا کوئی اور قبیلہ۔

حضرت کعبؓ کے رجزیہ اشعار

آپؐ کے صحابہ میں جن بزرگوں کو صاحبِ سیف اور صاحبِ لسان ہونے کا شرف حاصل تھا، ان میں حضرت کعب بن مالکؓ کا اسم گرامی بہت نمایاں ہے۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ آنحضورؐ سے منزلِ مقصود متعین طور پر معلوم کر کے آتے ہیں۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے۔ اس کے بعد انھوں نے رجزیہ اشعار کہے، جن کا آغاز یوں ہوتا ہے:

قَضَيْنَا مِنْ تِهَامَةَ كُلَّ رَيْبٍ
وَخَيْبَرَ ثُمَّ اَجْمَمْنَا السُّيُوفَا
نُسَائِلُهَا وَلَوْ نَطَقَتْ لَقَالَتْ
قَوَاطِعُهُنَّ دَوْسًا اَوْ ثَقِيفَا
فَلَسْتُ لَحَاضِرٌ اِنْ لَمْ تَرَوْهَا
بِسَاحَةِ دَارِكُمْ مِنْهَا اُلُوفَا
فَنَنْتَزِعُ الْخِيَامَ بِبَطْنِ وَجٍّ
وَنَتْرُكُ دُوْرَهُمْ مِنْهُمْ خُلُوفَا

ہم نے تہامہ اور خیبر [میں بسنے والے دشمنوں کو شکست فاش دے کر] لوگوں کے دلوں سے تمام شکوک وشبہات کو ختم کر دیا تھا۔ پھر ہم نے اپنی تلواروں کو [دوبارہ] تیار اور جمع کیا۔ اگر تلواروں کی زبان ہوتی اور ہم ان سے پوچھتے تو ان کی دھاریں بول اٹھتیں کہ وہ قبیلہ دوس اور ثقیف کا ارادہ رکھتی ہیں۔ میری بات میں کوئی وزن نہ ہوگا اگر تم [عن قریب] اپنے آنگن میں ان تلواروں کو ہزاروں کی تعداد میں [چمکتے] نہ دیکھو۔ ہم وادی وَجّ کے دامن میں خیمے لگا رہے ہیں اور ہم [دشمن کے] گھروں ہی سے ان کے قائم مقام مقرر کریں گے۔ (المغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۰۲)

Marfat.com

حضورؐ کا خاموش تبسم

چونکہ اب تک جنگی حکمت عملی اور راز داری کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ طائف کی جانب تھا، اس لیے حضرت کعب بن مالکؓ نے اپنے اشعار میں دوس اور ثقیف کا تذکرہ کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کعبؓ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ آپؐ ان کے اشعار سنتے رہے اور پھر کوئی لفظ کہے بغیر محض تبسم کے ساتھ ان کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ یوں اب بھی تجسس باقی تھا کہ فوج کا عزم کس جانب ہے۔ وادی وَجّ جس کا تذکرہ حضرت کعبؓ نے کیا ہے، اس زمانے میں طائف کی آبادی سے باہر واقع تھی۔ اب تو طائف کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے اور یہ پوری وادی شہر کا حصہ بن چکی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، ان اشعار کا تذکرہ واقدی نے اپنی مغازی ج ۲، ص ۸۰۲ پر کیا ہے۔ واقدی کے نزدیک یہ اشعار اس موقع پر کہے گئے تھے مگر مورخ ابن اسحاق نے ان اشعار کا تذکرہ غزوۂ طائف کے ضمن میں کیا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے السیرۃ النبویۃ ج ۲، ص ۱۲۱) ہماری رائے میں یہ اشعار فتح مکہ سے قبل ہی کہے گئے تھے۔ واقدی نے اس ضمن میں ایوب بن نعمان کا حوالہ بھی دیا ہے جنھوں نے اپنے والد سے یہ روایت نقل کی۔ یہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔

لشکر کی تعداد اور تفاصیل

قُدَیْد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اور وہاں پر کیے جانے والے فیصلوں کے متعلق جو تفصیلات ملتی ہیں، ان کا خلاصہ ہم یہاں درج کر رہے ہیں۔ یہاں پوری فوج کا معائنہ کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ فوج کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ان میں دیگر قبائل سے شامل ہونے والے دستوں کے علاوہ انصار کے دونوں قبائل اوس اور خزرج سے چار ہزار اور مہاجرین مکہ میں سے سات سو جانباز بیان کیے گئے ہیں، جبکہ دیگر مجاہدین مختلف دیگر قبائل سے تعلق رکھتے تھے جن میں سے سب سے زیادہ تعداد بنوسُلَیم کی تھی جو ایک ہزار کے لگ بھگ تھی۔ یہاں پر بنوسُلَیم کے شاہ سواروں نے جب اپنی قوت کا مظاہرہ کیا تو عُیَیْنَہ بن حِصن الفزاری، جس کا قبیلہ بنوسُلَیم کا حریف بلکہ دشمن رہا تھا، بہت جز بز ہوا بلکہ اس کے اور بنوسُلَیم کے سردار حضرت عباس بن مرداس

Marfat.com

سُلَمیؓ کے درمیان کسی حد تک نوک جھونک بھی ہوئی مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کی وجہ سے دونوں اپنی حدود ہی میں رہے۔ جب عُیَیْنہ نے اپنی بڑائی اور بہادری کے لیے کچھ مزید کہنا چاہا تو حضرت عباس بن مِرداسؓ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو دونوں خاموش ہوگئے۔ (مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۱۳ - ۸۱۴)

خاص جھنڈا

بنوسُلَیم کے بارے میں ایک اور اہم بات جو واقدی نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے تیز رفتار اور خوب صورت گھوڑوں اور ماہر و مشاق جنگ جوؤں کا مظاہرہ کرلیا تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا جھنڈا خاص نوعیت کا بنائیے۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ آج تمھارا جھنڈا اسی نوجوان کو اٹھانا ہوگا جو جاہلیت میں تمھارا جھنڈا اٹھایا کرتا تھا۔ وہ جو ایک دفعہ ایک وفد کے ساتھ میرے پاس آیا تھا۔ جوانِ رعنا تھا، خوب صورتی کے ساتھ فصاحت و بلاغت کا بھی نمونہ تھا تو بنوسُلَیم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تھوڑا ہی عرصہ پہلے فوت ہوچکا ہے۔ (ایضاً)

چنانچہ پھر بنوسُلَیم کی قیادت حضرت عباس بن مِرداسؓ کے سپرد کی گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس قُدَیْد میں کھڑے ہوکر بنوسُلَیم کی فوجی مشقوں کا مشاہدہ کیا۔ ہراول دستے میں بھی آنحضورؐ نے بنوسُلَیم کے شاہسواروں کو شامل کیا۔ واقدی یہ بھی بیان کرتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنوسُلَیم کی ایک رشتے داری بھی تھی اور وہ کہا کرتے تھے کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں اور یہ بات درست تھی۔ آپؐ کے پردادا جناب ہاشم بن عبد مناف کی ماں عاتکہ بنت مُرّہ بن ہلال بن فالح بن زکوان بنوسُلَیم سے تھیں۔

جنگ کے لیے طاقت کی اہمیت

قُدَیْد کے علاقے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑاؤ فوج کی ترتیب کے ساتھ ساتھ اس

Marfat.com

مقصد کے لیے بھی تھا کہ سفر کی وجہ سے جو تھکاوٹ ہے، یہاں استراحت کے ذریعے تمام جنگ جو اس کا مداوا کرلیں۔ مدینہ سے چلتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاہے روزہ رکھ لے اور جو نہ چاہے وہ نہ رکھے۔ آپؐ نے خود بھی شروع میں روزے رکھے مگر بعد میں ترک کیے۔ جب قُدَیْد سے آگے مارچ ہوا تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ دشمن سے عن قریب مقابلہ ہونے والا ہے۔ اب روزے نہ رکھو تا کہ جنگ میں بھرپور قوت کے ساتھ حصہ لے سکو۔ اس کے بعد اگر کسی نے روزہ رکھا تو اسے سرزنش کی گئی کیوں کہ یہ نافرمانی کے زمرے میں آتا تھا۔

جاسوسوں پر نظر رکھنے کا حکم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے ہراول دستے کو روانہ کیا تو اس کے پیچھے پیچھے خود بھی قُدَیْد سے مارچ کیا۔ یہاں سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوسُلَیم کے ہراول دستوں کے علاوہ ایک نیا دستہ بھی منتخب کیا، جس کی قیادت سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپرد کی گئی۔ ہراول دستوں کو حکم یہ تھا کہ وہ جہاں کہیں کوئی جاسوس دیکھیں تو اسے پکڑ لیں۔ بنوہوازن اور طائف کے دیگر قبائل کے کانوں میں جب جیشِ نبوی کے تحرک کی بھنک پڑی تو انھیں اپنی فکر محسوس ہوئی۔ ہوازن کے قبائل مکہ کے مشرقی علاقے میں کافی مسافت میں پھیلے ہوئے تھے۔ انھوں نے بھی اپنی فوجوں کو جمع کیا اور جہاں کہیں سے اسلحہ مل سکتا تھا، اسے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تاہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ پہلے مکہ فتح کرنے کا تھا۔ بنوہوازن پر حملہ کرنا ابھی مطلوب نہیں تھا۔

جاسوس کی گرفتاری

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قُدَیْد اور مکہ کے درمیان تھے جب آپ کو بتایا گیا کہ ایک جاسوس پکڑا گیا ہے، جس کا تعلق بنوہوازن سے ہے۔ جب اسے پکڑا گیا تو صحابہ نے اس سے اس کا تعارف معلوم کرنا چاہا۔ اس نے کہا میں بنوغفار کا آدمی ہوں۔ صحابہ نے کہا کہ تو بنوغفار کا آدمی ہے تو اپنا نسب بیان کر مگر وہ ایسا نہ کرسکا۔ جب اس نے حقائق چھپانا چاہے تو صحابہ نے کہا کہ یا تو سچ بات بتا دو یا پھر سمجھ لو کہ ہم تمھاری گردن مار دیں گے۔ ناچار اس نے اپنی شناخت کرائی اور کہا کہ

Marfat.com

میں بنوہوازن سے تعلق رکھتا ہوں اور مجھے جاسوسی ہی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ بنوہوازن کو خبر مل گئی ہے کہ مدینہ سے ایک فوج آ رہی ہے مگر انھیں معلوم نہیں کہ وہ قریش کی طرف جا رہی ہے یا بنو ہوازن کی طرف۔ میں یہی حقیقت معلوم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب اسے پیش کیا گیا تو آپؐ نے اس سے سوال و جواب کیے، جس سے معلوم ہوا کہ بنوہوازن جنگ کی تیاری کر رہے ہیں اور بھاری اسلحہ اور منجنیقیں حاصل کرنے کے لیے انھوں نے ہر طرف اپنے نمایندے بھیج دیے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ فوج کا انتظام کس کے سپرد ہوا ہے تو اس نے کہا کہ قبیلے کے بہادر نوجوان مالک بن عوف کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ پھر آپؐ کے سوالوں کے جواب میں اس نے یہ بھی کہا کہ باقی سب شاخوں نے تو مالک کو اپنی خدمات پیش کر دی ہیں البتہ کعب اور کلاب نے اس سے بے رخی اور پہلو تہی کی ہے۔

انعام کا مطالبہ

اس جاسوس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی عرض کیا میں نے آپ کو پوری پوری بات بتا دی ہے حتیٰ کہ آپ کو یہ بات بھی بتاتا ہوں کہ میں مکے سے بھی گزرا ہوں اور وہ لوگ بھی کچھ خوف زدہ سے تھے اور ابوسفیان کے بارے میں بھی وہاں کوئی اچھی رائے کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ آپؐ نے اس کی باتیں سن کر فرمایا حسبنا الله ونعم الوكيل حسبنا الله ونعم الوكيل۔ پھر اس جاسوس نے آپؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سارے حقائق ٹھیک ٹھیک بیان کرنے کا مجھے کوئی صلہ اور انعام بھی تو دیجیے۔ آپؐ کے ذہن میں تھا کہ اسے کچھ انعام دیں گے لیکن یہ وقت مناسب نہیں تھا۔ آپؐ نے حضرت خالدؓ سے کہا کہ اسے اپنی حفاظت میں رکھو اور خیال رکھنا کہ کہیں بھاگ نہ جائے۔

فرار سے جہاد اور شہادت تک

واقدی کے بیان کے مطابق جب حضرت خالدؓ نے مرالظہر ان میں قیام کیا تو رات کو کسی طرح سے یہ آدمی بھاگ گیا مگر حضرت خالدؓ نے اس کا پیچھا کیا اور مکہ سے باہر عرفات کے قریب

Marfat.com

اسے جا پکڑا۔ پھر فرمایا اگر مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور عہد کا پاس نہ ہوتا تو تیرے اس جرم پر میں تیری گردن مار دیتا۔ جب حضرت خالدؓ نے اس کی اس حرکت کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا کہ منزلِ مقصود تک اس کو قید میں رکھو۔ واقدی بیان کرتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب اسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ آپؐ کی دعوت پر وہ مسلمان ہوگیا اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ میں شریک ہوا۔ بنو ہوازن کے مقابلے پر جنگ میں یہ بھی مخلص مسلمانوں کے ساتھ پورے اخلاص کے ساتھ شریکِ جہاد رہا۔ پھر اوطاس کی وادی میں جو بنو ہوازن کے علاقے میں ہے، اللہ نے اسے شہادت عطا فرمائی۔ گویا اس خوش قسمت کو بڑا انعام یعنی جنت مل گئی۔ (مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۰۶)

روزہ افطار کرنے کا حکم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی مرالظہر ان میں پہنچے جو مکہ سے دس بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، تو آپؐ نے حکم دیا کہ اگر کسی نے روزہ رکھا ہوا ہے تو افطار کرلے۔ واقدی نے اس واقعہ کو حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ کے حوالے سے اپنی مغازی کی ج ۲، ص ۸۰۱-۸۰۲ پر نقل کیا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدید کے مقام پر بھی ظہر اور عصر کے درمیان لوگوں کے سامنے پانی کا ایک برتن ہاتھ میں لیا، صحابہ اس وقت آپؐ کی طرف دیکھ رہے تھے، آپؐ نے اسی وقت روزہ افطار کرلیا [یہ روزہ بعد میں قضا کیا گیا]۔ قدید کا فاصلہ مکہ سے تقریباً ۷۰ کلومیٹر ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے راویت ہے کہ آپؐ نے مرالظہر ان میں جب افطار کرنے کا حکم دیا تو آپؐ کو اطلاع ملی کہ کچھ لوگوں نے آپؐ کے حکم کے باوجود روزہ رکھا ہے تو آپؐ نے فرمایا اِنَّھُمْ عُصَاۃٌ (وہ لوگ نافرمان ہیں)۔

دار الندوہ کے فیصلے

اب وادی مرالظہران میں فوج کے آپہنچنے کے بعد کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ آپؐ کا ارادہ کس طرف کا ہے۔ تمام صحابہ بھی سمجھ گئے اور قریش کو بھی یقین ہوگیا کہ ان کی شامت آگئی ہے۔

Marfat.com

ابوسفیان پہلے ہی جنگ کے حق میں نہیں تھا اور پورے شہر کی فضا بھی جنگ کے لیے تیار نہ تھی البتہ صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل بعض دیگر پرجوش سرداروں کے ساتھ مل کر مزاحمت کرنا چاہتے تھے۔ عمومی طور پر قریش کے حوصلے پست تھے، بہر حال دارالندوہ میں جب مشاورت ہوئی تو یہ طے پایا کہ ابوسفیان اور حکیم بن حزام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ کریں اور جنگ کو ٹالنے کی کوئی صورت نکالیں۔ مورخین کے بقول ایک جانب جنگ کا خوف بھی طاری تھا جب کہ دوسری جانب اپنا جاہلی تفاخر بحال رکھنے کی بھی خواہش موجود تھی۔ اس لیے دارالندوہ میں اس رائے پر بھی لوگوں کا اتفاق تھا کہ قریش کا وفد اگر مسلمانوں میں کوئی کمزوری دیکھے تو وہیں اعلان جنگ کر کے واپس آ جائے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو نبی اکرمؐ سے پناہ اور امان حاصل کی جائے۔

وَيْلٌ لِقُرَيْشٍ

اسلامی لشکر کو اللہ رب العالمین نے قریش کی نظروں سے اوجھل رکھا اور آنحضورؐ کی کامیاب حکمت عملی کی وجہ سے کسی کو اس وقت تک خبر نہ ہو سکی جب تک آپ مکہ کے دروازوں پر نہ آ پہنچے۔ اس میں اللہ رب العالمین کی طرف سے اہل مکہ کے لیے خیر کا پہلو یہ تھا کہ اگر انھیں پہلے سے جنگ کا پتہ چلتا تو شاید وہ مزاحمت کرنے اور جنگ کرنے کی حماقت کرتے۔ اس کے نتیجے میں ان کی شکست تو یقینی تھی مگر حدود حرم میں قتل و غارت گری کا جو بازار گرم ہوتا وہ ناقابلِ تصور ہے۔ امام ابن کثیرؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے وادیٔ مرالظہر ان میں پھیلی ہوئی اسلامی فوج کو جب ایک نظر دیکھا تو ان کے دل میں بھی خدشات پیدا ہوئے کہ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ انھیں اس بات کی فکر ہوئی کہ وہ قریش کے لیے امان طلب کر لیں۔ ان کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ آئے ''ویل لقریش'' قریش کی ہلاکت وتباہی ہو [جائے گی] بخدا اگر رسول اللہ قریش کے لیے امان دینے سے انکاری ہوئے اور یہ فوج بزور شمشیر مکے میں داخل ہوئی تو قریش کی تباہی اور موت ایک تاریخی المیہ بن جائے گی۔ (البدایة والنھایة ج ۴، ص ۲۸۹)

Marfat.com

عمِ رسول کی حاضری

حضرت عباسؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ اور مدینہ کے درمیان ملے تھے۔ دراصل وہ مکہ سے ہجرت کر کے ہی مدینہ کی طرف جارہے تھے۔ چنانچہ جب آنحضورؐ اور آپ کے لشکر کو دیکھا تو ان کے ساتھ ہو لیے۔ حضرت عباسؓ نے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر قبولِ اسلام اور کامل فرمانبرداری کا پہلی مرتبہ عوام میں اعلان کیا حالانکہ وہ اس سے کافی پہلے مکہ ہی میں اسلام لاچکے تھے لیکن اس کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ اس دوران ابوسفیان اور حکیم بن حزام مکہ سے نکل چکے تھے۔ حضرت عباسؓ سے رات کے وقت مکہ کے قریب اراک کے مقام پر ان کی ملاقات ہوگئی۔ حضرت عباسؓ خود اس تلاش میں تھے کہ ابوسفیان یا سردارانِ مکہ میں سے کوئی ذمہ دار آدمی مل جائے۔ آپؓ نے ابوسفیان کو دیکھتے ہی فرمایا اے سردارِ قریش تیری ہلاکت ہو تم لوگوں نے بہت دیر کردی۔ ابوسفیان نے پوچھا اے عمِ رسول اب کیا ہوگا، تو انھوں نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ چلو اور بنفسِ نفیس آنحضورؐ سے امان طلب کرو۔ ابوسفیان تو چاہتا بھی یہی تھا چنانچہ وہ حضرت عباسؓ کے خچر پر ان کے پیچھے سوار ہوگیا اور آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر قریش کو معاف کرنے کی درخواست پیش کی۔ بعض روایات کے مطابق اس نے فتح مکہ کے بعد ہی اسلام قبول کیا مگر بعض مورخین کے بقول اس حاضری کے وقت ابوسفیان حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا۔

دشمن کو مرعوب کرنے کی حکمتِ عملی

مؤرخین کے مطابق مرالظہر ان میں آپؐ نے تمام صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ وادی میں پھیل جائیں اور ہر شخص رات کے وقت اپنی اپنی الگ آگ روشن کرے۔ جب دس ہزار مقامات کے اوپر آگ روشن ہوئی اور ساتھ ہی اونٹوں اور گھوڑوں کے بلبلانے اور ہنہنانے کی آوازیں وادی میں بلند ہوئیں تو مکے پر خوف کی چادر تن گئی۔ حضرت عباسؓ اس منظر سے کسی حد تک پریشان تھے، ان کی بڑی خواہش تھی کہ مکہ اور اہل مکہ جنگ کے شعلوں سے بچ جائیں۔ سیرت نگار علی بن برہان الدین نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ مرالظہران میں رات کو جن لوگوں کی

Marfat.com

ذمہ داری حفاظت اور پہرے پر تھی ان کی قیادت حضرت عمرؓ کو سپرد کی گئی۔ بعض محافظین نے ابوسفیان کو دیکھا تو پہچان لیا اور پکڑ لیا۔ پھر انھوں نے حضرت عمرؓ کو آ کر بتایا کہ ہم نے اہل مکہ کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا ہے تو حضرت عمرؓ نے مسکرا کر کہا کہ خدا کی قسم اگر تم میرے پاس ابوسفیان کو لاتے تو مجھے اطمینان ہوتا۔ انھوں نے جواب میں کہا بخدا ہم اسی کو آپ کے پاس لائے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اچھا اس کو صبح تک اپنے پاس قید رکھو۔ (سیرۃ الحلبیہ باب فتح مکہ، ج۳، ص۱۰۶ سے ۱۱۰ تک مکمل تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔)

ابوسفیان عمِ رسول کی پناہ میں

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ نے اسے محافظین سے یہ کہہ کر چھڑا لیا تھا کہ انھوں نے اسے پناہ دے دی ہے۔ عمِ رسول کے احترام میں وہ سب محافظ خاموش رہے۔ ابوسفیان نے حضرت عمرؓ کی جو بات سنی تھی تو اس سے وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ حضرت عباسؓ نے اسے تسلی دی کہ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، تم میری پناہ میں ہو۔ واقدی کے بقول اس موقع پر حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء بھی ابوسفیان کے ساتھ تھے۔ انھوں نے تو آنحضورؐ کے خیمے پر حاضر ہونے سے قبل ہی اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کر دیا تھا۔ بعد میں یہ جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوئے اور تاریخ میں کئی کارنامے سرانجام دیے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج۲، ص۸۱۵۔ تاریخ طبری ج۳، ص۳۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج۴، ص۲۸۹)

رئیسِ قریش دربارِ رحمت میں

حضرت عمرؓ کے الفاظ سے ابوسفیان تو خوفزدہ تھا ہی لیکن حضرت عباسؓ بھی کسی حد تک یہ خدشہ محسوس کر رہے تھے کہ کہیں آنحضورؐ کی حاضری سے قبل حضرت عمرؓ اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا دیں کیونکہ وہ حضرت عمرؓ کی طبیعت اور جلالت سے بخوبی واقف تھے۔ اتفاق سے جب حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر آنحضورؐ کے خیمے میں پہنچے تو حضرت عمرؓ پہلے سے وہاں موجود تھے۔ یہاں حضرت عباسؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے درمیان بحث وتکرار بھی ہوئی مگر آنحضورؐ نے ابوسفیان کو

Marfat.com

پناہ دے دی کیونکہ ایک تو آپ رحمۃ للعالمین تھے اور دوسرے حضرت عباسؓ کو اپنے باپ کا درجہ دیتے تھے۔ اس واقعہ کو واقدی کے علاوہ امام طبری نے بھی تفصیلاً لکھا ہے۔ تفصیلات دیکھنا چاہیں تو تاریخ الرسل والملوک ج ۳، ص ۵۳-۵۴ پر ملاحظہ فرمائیے۔

ابوسفیان کا حلقہ بگوشِ اسلام ہونا

واقدی ابوسفیان کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جب وہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا تو اس نے صحابہ کرام کی وارفتگی کا منظر دیکھ کر حضرت عباسؓ کے کان میں کہا اے ابوالفضل میں نے ان جیسا بادشاہ کبھی نہیں دیکھا۔ نہ کسریٰ کی وہ شان ہے اور نہ قیصر کا وہ مقام جو ان کو حاصل ہے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا تیرا ستیاناس ہو وہ بادشاہ نہیں اللہ کے رسول ہیں اور تم جلد ان پر ایمان لے آؤ۔ چنانچہ ابوسفیان نے قبولِ اسلام سے قبل آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنے خداؤں سے مدد مانگی اور آپ نے اپنے خدا سے مدد مانگی۔ خدا کی قسم آپ مجھ پر غالب آ گئے اور آپ کی عظمت ہے کہ آپ سے مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ آپ کا خدا سچا خدا ہے اگر میرا خدا سچا ہوتا تو میں آپ پر غالب آتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

یارانِ نبیؐ کی آرا

ابوسفیان کے قبولِ اسلام سے قبل حضرت عباسؓ جب اسے آنحضورؐ کے سامنے حاضر کرنے کے لیے لا رہے تھے تو حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ اور علیؓ آپؐ کے خیمے میں موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ و علیؓ کی رائے تھی کہ اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جائے تاکہ وہ مسلمان ہو جائے۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ اس کے جرائم کی بدولت اسے قتل کیا جانا زیادہ مناسب ہے۔ ان کی رائے تھی کہ اس کے نتیجے میں اہل مکہ پر خوف طاری ہوگا اور وہ مزاحمت کرنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پائیں گے۔ [ان کے نزدیک ایک مجرم کے قتل سے بہت سے انسانوں کی جانیں بچ جانا عین قرینِ مصلحت وحکمت تھا] تاریخ ابنِ عساکر میں ابوسفیان بن حرب کے حالات کی اس سے بھی زیادہ تفصیلات ملتی

Marfat.com

ہیں۔نیز دیکھیے البدایة و النهایة ج ۴،ص ۲۹۰۔تاریخ طبری ج ۳،ص ۵۴۔

ابوسفیان کا اعزاز

ابوسفیان نے اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضورؐ سے درخواست کی آپؐ اپنی قوم کے ساتھ نرمی ورحمت کا معاملہ فرمائیں۔ابوسفیان نے یہ بھی کہا کہ اہل مکہ اپنے آپ کو آپؐ کے سپرد کردیں گے۔آپؐ ان کے لیے اعلان فرمادیں کہ ان کے جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔ قریش لشکرِ اسلام کی کسی قسم کی مزاحمت نہیں کریں گے۔ البتہ اگر کوئی مسلح مقابلہ کرے تو اسے راستے سے ہٹانے کے لیے اسلامی لشکر بھی ہتھیار استعمال کرلے۔آپؐ نے کمال رحمت سے ابو سفیان کی یہ درخواست مان لی اور آپؐ نے فرمایا لشکر کے شہر میں داخلے کے وقت اہل مکہ کا شہر کے کھلے مقامات اور راستوں پر نکلنا ممنوع ہوگا۔ ہر آدمی اپنے گھر میں یا مسجدِ حرام میں یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے تو وہ مامون ہوگا۔ جب لشکرِ اسلام شہر کا مکمل کنٹرول سنبھال لے تو پھر کرفیو اٹھالیا جائے گا۔ نبی اکرمؐ نے ابوسفیان کو یہ اعزاز بخشا کہ اس کے گھر کو بھی امن کی جگہ قرار دے دیا۔(سیرت ابن هشام ج ۴،ص ۴۶)

......❀❀❀......

Marfat.com

پاکیزہ سپاہ، پاک باز سپہ سالار

اسلامی دستے اور ان کے پاکیزہ صفت سالار

ابوسفیان اسلامی لشکر میں موجود تھا جب نبی اکرمؐ کے حکم کے مطابق فوجی دستوں نے مکے میں داخل ہونے کے لیے پیش قدمی کی۔ سب سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ کا دستہ حرکت میں آیا۔ حضرت خالدؓ کے ساتھ بنوسُلَیم کے جنگ جو تھے۔ ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جو زرہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ انھوں نے فرمایا یہ بنوسُلَیم ہیں۔ ابوسفیان نے کہا بنوسُلَیم سے مجھے کیا دلچسپی۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا ان کا سالار خالد بن ولیدؓ ہے۔ ابوسفیان نے کہا اچھا وہ سجیلا، بہادر نوجوان جس پر ہمیں فخر تھا مگر وہ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا۔ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ حضرت خالدؓ نے وہاں سے گزرتے ہوئے تین مرتبہ تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ اس کے بعد حضرت زبیر بن عوامؓ کا دستہ گزرا۔ ان کے پاس سیاہ عَلَم تھا۔ حضرت خالدؓ کی طرح ابوسفیان کو دیکھ کر انھوں نے بھی تکبیر کے نعرے لگائے۔ تیسرے سپہ سالار امین الامت حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ اپنے دستے کے ساتھ پیش قدمی کرتے نظر آئے۔ انھوں نے بھی تکبیر کے نعرے بلند کیے اور پروقار انداز میں آگے بڑھ گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوذر غفاریؓ جھنڈا اٹھائے بنوغفار کے ساتھ گزرے۔ پھر بنو اسلم حضرت بریدہ بن الحصیبؓ کی سربراہی میں مارچ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور یوں ترتیب وار بنوخزاعہ، بنومزینہ اور دیگر قبائل گزرے۔ اس دوران میں وہ نوجوان بھی گزرے جن کا تعلق بنوبکر سے تھا اور کافی پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ جب حضرت عباسؓ نے ان کے بارے میں بتایا تو ابوسفیان نے حسرت کے ساتھ کہا بنوبکر ہی منحوس لوگ ہیں جنھوں نے خیانت کر کے حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا اور مصیبت ہم پر آن پڑی۔ غرض دس ہزار کا لشکر دیکھ کر ابو

Marfat.com

سفیان پر کپکپی طاری ہوگئی تھی مگر اسے یہ اطمینان ضرور تھا کہ آنحضورؐ کے صحابہ آپ کے حکم کے مطابق مکے میں قتل و غارت نہیں کریں گے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو مشاورت کے لیے اپنے قریب رہنے کا حکم دیا۔

خون کی ندیاں نہیں، رحمت کا دریا!

فوجی دستوں کے تذکرے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ انصار کے دستوں کی کمان سید الخزرج حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھی۔ جب انھوں نے ابوسفیان کو دیکھا تو پہچان لیا اور جوش میں آکر انھوں نے کہا ''اے ابوسفیان آج جنگ کا میدان گرم ہے۔ آج خون کی ندیاں بہیں گی اور حرمت حلت میں بدل دی جائے گی۔ قریش کو اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔'' کمانڈر کے ان الفاظ پر ابوسفیان پھر خوفزدہ ہوگیا اور فوراً آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ سعد نے یہ اور یہ الفاظ کہے ہیں۔ حضرت سعدؓ کے یہ الفاظ خاص طور پر ابوسفیان کو پریشان کر گئے ''اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَہ۔'' یعنی آج کا دن خون کی ندیاں بہانے کا دن ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَہ آج خون کی ندیاں نہیں رحمت کا دریا بہے گا۔ پھر آپؐ نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے منصب واپس لے لیا اور ان کے بیٹے قیس بن سعدؓ کو بھیجا کہ وہ جا کر کمان سنبھال لیں۔ جب انھیں ان کے بیٹے نے جا کر یہ پیغام دیا تو انھوں نے کہا کہ جب تک آنحضورؐ کی طرف سے کوئی نشانی مجھ تک نہ پہنچے میں یہ منصب کیسے چھوڑ دوں۔ چنانچہ آپؐ نے اپنا عمامہ مبارک بھیجا تو حضرت سعدؓ نے اسے پہچان لیا اور بلا تردد عَلَم اور کمان اپنے بیٹے قیس بن سعدؓ کے حوالے کر دیے۔

فوجی دستوں کے روٹ

مختلف دستوں کے لیے مختلف راستے مقرر کیے گئے تھے جہاں سے انھیں شہر میں داخل ہونا تھا۔ چار کمانڈر حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور حضرت قیس بن سعد انصاریؓ کے داخلے کے لیے آنحضورؐ کی ہدایات یہ تھیں کہ زبیر بن عوامؓ مکہ کے شمال کی

Marfat.com

طرف سے شہر میں داخل ہوں گے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو جنوب کی طرف سے داخل ہونا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ کی ذمہ داری لگی تھی کہ وہ شمال مغربی جانب سے شہر کے اندر داخل ہوں جبکہ حضرت قیس بن سعدؓ کو جنوب مغربی جانب سے داخل ہونا تھا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے البدایۃ والنہایۃ ج ۴، ص ۲۶۵۔)

اسلامی فوجوں کا شہر میں داخلہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سخت ہدایات دی تھیں کہ مکہ میں داخل ہوتے ہوئے ہتھیار استعمال نہ کیے جائیں الا یہ کہ ناگزیر ہو جائے۔ آپؐ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے دستے کے پیچھے پیچھے مکے میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔ آپؐ نے حجون کے مقام پر اپنا خیمہ نصب کروایا۔ تھوڑی دیر کے لیے وہاں استراحت فرمائی اور پھر اسی جانب سے مکہ میں داخل ہو کر مسجد میں پہنچے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق تمام کمانڈر بڑی احتیاط سے مکے میں داخل ہوئے۔ تین دستوں کے سامنے تو کوئی مزاحمت نہ ہوئی، اس لیے وہ بغیر کسی خون ریزی کے پرامن طریقے سے مکے میں داخل ہو گئے البتہ جس راستے سے حضرت خالدؓ کو داخل ہونا تھا، اس میں سوئے اتفاق سے قریش کے دو سردار عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ کچھ قریشی نوجوانوں کے ساتھ مزاحمت کا فیصلہ کر چکے تھے۔ بنوبکر اور بنو ہذیل کے کئی لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ حضرت خالدؓ کو اندازہ ہو گیا کہ ان کے مقابلے پر مزاحمت کے لیے دشمن نے پہاڑی ٹیلوں پر مورچہ بندی کر رکھی ہے۔ حضرت خالدؓ نے ان لوگوں کو اپنی طرف سے وارننگ دی کہ وہ ہتھیار نہ اٹھائیں تو ان کے خلاف ہتھیار استعمال نہیں کیے جائیں گے۔ حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں کو بھی صبر و تحمل کی تلقین کی۔ اس دوران دشمنوں نے چٹانوں کے پیچھے چھپ کر اسلامی فوج پر تیر اندازی شروع کر دی۔ اس موقع پر بھی حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں کو ہاتھ روکنے کا حکم دیا اور بلند آواز سے تین سرداروں کو نام لے کر پکارا، جن میں صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل کے علاوہ سہیل بن عمرو کا نام بھی پکارا۔ انھوں نے فرمایا کہ تم لوگ عقل سے کام لو۔ مدینہ سے آنے والی

Marfat.com

اس فوج کے سپہ سالار کوئی عام آدمی نہیں خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ اتنے رحم دل اور امن پسند ہیں کہ انھوں نے ہمیں مکہ میں ہتھیار استعمال نہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ہاں ہمیں اس شخص پر ہتھیار اٹھانے کی اجازت ہے جو ہم پر حملہ کر کے ہمارا راستہ روکے۔

قریش کی ہٹ دھرمی اور بدبختی

حضرت خالدؓ کا یہ مطالبہ انتہائی معقول اور نرمی پر مشتمل تھا مگر یہ لوگ حماقت پر تلے بیٹھے تھے۔ حضرت خالدؓ جیسا بہادر جنگ جو آنحضورؐ کی ہدایات کے تحت ہتھیار روکے ہوئے تھا۔ دشمن اس بردباری سے غلط فہمی کا شکار ہو گئے حالانکہ حضرت خالد اور ان کے دستے کی قوت کے سامنے کسی لشکر کا بس نہ چل سکتا تھا۔ حضرت خالدؓ کی حکیمانہ تنبیہات کے علی الرغم ان لوگوں نے جواب میں کہا کہ ہم کسی صورت تمھیں مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اب حضرت خالدؓ کو بہ امر مجبوری ہتھیار استعمال کرنے پڑے۔ جب مجاہدین نے جوابی کارروائی کی تو مزاحم قوت بری طرح شکست کھا کر بھاگ گئی۔ حضرت خالدؓ نے بہت بچ بچا کر اور احتیاط کے ساتھ مزاحمت کو کچلا تھا۔ اس معرکے میں بنو ہذیل، بنو بکر اور قریش کے اٹھائیس جنگ جو قتل ہوئے جبکہ کوئی مسلمان شہید نہیں ہوا۔ دو صحابہ حضرت کُرز بن جابرؓ اور خُنیش بن خالد بن احرمؓ اس مہم کے دوران شہید ہوئے مگر وہ مزاحم فوجوں کے مقابلے پر نہیں بلکہ راستہ بھٹک جانے کی وجہ سے بنو بکر کے بدوؤں کے ایک گروہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۴، ص ۲۹۶)

تلواروں کی چمک اور آنحضورؐ کا سوال

اس دوران حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور حضرت قیس بن سعد بن عبادہؓ اپنے اپنے دستوں کے ساتھ بخیریت مکہ میں داخل ہو چکے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہاجرین و انصار صحابہ کبار کے ساتھ کداء (ابطح) کے راستے حجون کی طرف سے آئے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے دستے سے جا ملے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب لشکر خالد کے بارے میں اطلاع ملی تو آپؐ نے اس پر سخت افسوس کا اظہار کیا۔ واقدی کے بقول آنحضور صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے اذاخر کی گھاٹی سے دیکھا کہ ایک جانب تلواروں کی چمک دکھائی دے رہی ہے۔آپؐ نے پوچھا کہ یہ چمک کیسی ہے جبکہ ہم نے مقابلے سے منع فرمادیا تھا۔اس پر آپ کو بتایا گیا کہ یہ خالدؓ بن ولید اور ان کے ساتھیوں کی تلواریں ہیں۔قریش نے ان کی وارننگ کے باوجود جب جنگ شروع کر دی تو انھوں نے بھی ہتھیار اٹھالیے۔اگر قریش مزاحمت نہ کرتے تو خالد کبھی ہتھیار نہ اٹھاتے۔اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قضی اللّٰہ خیرا یعنی اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ بھی فرمایا وہ بہتر ہے۔(مغازی للواقدی ج ۲،ص ۸۲۶)

ایک ساعت کی حِلّت

جس جگہ یہ معرکہ ہوا تھا،اس کی مناسبت سے اسے معرکۂ خندمہ کہا جاتا ہے۔بعض مورخین نے مقتولین کی تعداد ستر تک بتائی ہے۔سیرۃ الحلبیہ میں علی بن برہان الدین اور البدایۃ والنہایۃ میں امام ابن کثیرؒ نے بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے حوالے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے،آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کے دن سے اس شہر کو بلدِ حرام قرار دیا ہے۔جس دن سورج اور چاند کو وجود بخشا گیا، اسی روز اس شہر کی بھی تخلیق ہوئی۔اس شہر کی زمین ہی حرام نہیں بلکہ آسمان تک سارا حصہ حرام ہے اور مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا نہ ہی میرے بعد کسی کے لیے اس کی حرمت حلت میں بدلے گی۔میرے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اسے حلال قرار دیا۔علی بن برہان الدین کے مطابق یہی وہ گھڑی تھی جس میں حضرت خالدؓ کو مجبوراً ہتھیار اٹھانا پڑے۔(سیرۃ الحلبیہ ج ۲،ص ۲۰۹)

حضرت خالدؓ کا مجبوراً ہتھیار اٹھانا

ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو بلایا اور ان سے جواب طلبی کی کہ آپ کے حکم کے باوجود انھوں نے خون ریزی کیوں کی تو حضرت خالدؓ نے پوری صورتِ حال عرض کی اور بتایا کہ انھوں نے آخری حد تک کوشش کی کہ خون ریزی نہ ہو مگر جب

Marfat.com

دشمن قتال کے بغیر کوئی بات ماننے کو تیار نہ تھا تو میں نے بادلِ نخواستہ یہ عمل کیا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ تمام مورخین نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی اس مہم کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ موقع واقعی بڑا نازک بھی تھا اور بہت فیصلہ کن بھی۔ اگر حضرت خالدؓ اپنا ہاتھ روکے رکھتے اور قریش اور ان کے حلیف تیر اندازی کے ذریعے انھیں آگے بڑھنے سے روک دیتے تو لشکرِ اسلام کی سبکی ہوتی۔ آگے بڑھنے کے لیے ہتھیار استعمال کرنا اگرچہ ناگزیر ہو گیا تھا مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم خاطر میں لاتے ہوئے حضرت خالدؓ کافی دیر ہتھیاروں کے استعمال سے مجتنب رہے۔ آخر انھوں نے سمجھ لیا کہ اب ہتھیار اٹھائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں یہ استثنا بھی موجود تھا کہ جہاں دشمن تم پر وار کریں، وہاں تمھیں ہتھیار استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ حضرت خالدؓ کے متعلق ابوسفیان نے کہا تھا کہ وہ جوانِ رعنا جس پر ہمیں فخر و ناز تھا۔ یہ سپہ سالار واقعی ایسی شخصیت کا مالک تھا کہ وہ جس کے دامن میں بھی ہو، وہ قوم اس پر ناز کر سکے۔

ڈینگیں مارنے والوں کا انجام

واقدی حضرت خالدؓ کے موثر اقدام کے بارے میں لکھتا ہے کہ اس نے دشمنوں کو بدحواس کر دیا۔ اللہ نے ان پر ایسا رعب طاری کیا کہ جس سے وہ کئی دنوں تک نہ نکل سکے۔ واقدی نے خاص طور پر ایک آدمی کا ذکر کیا ہے جس کا نام حماس بن قیس بن خالد تھا۔ اس کا تعلق بنو دِیل سے تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ لشکرِ اسلام مکہ کی طرف پیش قدمی کرنے والا ہے تو اس نے اپنے گھر میں اپنے تمام ہتھیار تیار کر لیے۔ اس کی بیوی نے پوچھا کہ یہ ہتھیار کس لیے تیار کر رہے ہو تو اس نے کہا محمد اور اس کے اصحاب کے لیے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو مزا چکھاؤں اور ان کی شکست کے بعد تیرے لیے ایک خادم پکڑ کر لاؤں جس سے تو گھر میں خدمت لے سکے۔ اس کی سمجھ دار بیوی نے اس سے کہا تیری تباہی ہو، محمد اور ان کے ساتھیوں سے لڑنے کا ارادہ مت کرنا۔ جب تو ان کے سامنے آئے گا تو تیری بہادری کافور ہو جائے گی اور تیرے سب ہتھیار کند ثابت ہوں گے۔ اس نے ڈینگ مارتے

Marfat.com

ہوئے کہا کہ بس تم تھوڑا سا انتظار کرو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ حملہ آوروں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ یہ شخص عملاً اس جنگ میں شریک تھا جس میں خندمہ کے مقام پر حضرت خالدؓ کو کارروائی کرنا پڑی۔ سبھی کفار پسپا ہوئے مگر اس شخص کا حال تو یہ تھا کہ یہ جب اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس کی بیوی نے دیکھا کہ وہ تھر تھر کانپ رہا ہے۔ بیوی نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ وہ خادم کہاں ہے۔ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ ان باتوں کو چھوڑو اور دروازہ فوراً بند کر لو کیونکہ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا وہ مامون ہوگا۔ (معازی للواقدی ج ۲،ص ۸۲۳)

اللہ کے شیروں کی یلغار

اس معرکے کا ذکر ابن کثیر، ابن ہشام اور دیگر مورخین نے بھی کیا ہے۔ کئی مورخین نے اس موقع پر خارجہ بن خویلد کے اشعار بھی نقل کیے ہیں

اِذَا مَا رَسُولُ اللّٰہِ فِینَا رَاَیْتَنَا
کَلُجَّۃِ بَحْرٍ نَالَ فِیھَا سَرِیُرُھَا
اِذَا مَا ارْتَدَیْنَا الْفَارِسِیَّۃَ فَوُقَھَا
رُدَیْنِیَّۃٌ یَھْدِی الْاَصَمَّ خَرِیُرُھَا

اگر تو وہ منظر دیکھتی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے، ہم بحر کی موجوں کی طرح آگے بڑھ رہے تھے۔ جب ہم نے جنگی لباس پہن لیا تھا اور اس کے اوپر ردینی نیزوں کو سجا لیا تھا تو ہماری نقل وحرکت ایسی زبردست طوفانی آوازیں اٹھا رہی تھی جو بہروں کو بھی سنائی دیتی تھیں۔ (المغازی للواقدی ج ۲،ص ۱۸۲۶)

ابن ابی زناد کے اشعار میں اس کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے جو بزبان شاعر ہے مگر بھگوڑے حماس بن قیس کی تصویر اس میں دکھائی گئی ہے۔

وَ أَنْتِ لَوُ شَھِدْتِنَا بِالْخَنْدَمَۃ
اِذْ فَرَّ صَفْوَانُ وَ فَرَّ عِکْرِمَۃ

Marfat.com

وَ اَبُوْيَزِيْدِ كَالْعَجُوْزِ الْمُؤْتِمَه
لَمْ تَنْطَقِیْ فِی اللَّوْمِ اَدْنٰی كَلِمَه
وَ ضَرَبْتَنَا بِالسُّيُوْفِ الْمُسْلِمَه
لَهُمْ زَئِيْرٌ خَلْفَنَا وَغَمْغَمَة

اگر تو ہمارے ساتھ خندمہ میں موجود ہوتی تو صفوان اور عکرمہ جیسے بہادروں کو پیٹھ پھیر کر بھاگتے دیکھتی اور ابو یزید (سہیل بن عمرو) کو اس بوڑھی عورت کی طرح بے بس دیکھتی جس کے بچے یتیم ہو گئے ہوں، تو پھر تو مجھے بھاگ آنے پر ذرا بھی ملامت نہ کرتی۔ وہ تلواریں ہر کلائی کو کاٹتی اور ہر کھوپڑی کو اڑا رہی تھیں۔ غیر واضح شور تھا جس میں ہمارے پیچھے وہ بہادر جنگ جو شیروں کی طرح دھاڑتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴، ص ۵۰۔ مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۲۸-۸۲۷۔ البدایة والنہایة ج ۴، ص ۲۹۷)

……❁❁❁……

Marfat.com

مکہ میں فاتحانہ داخلہ

فاتح کا سجدۂ شکر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کداء جو مکہ کے زیریں علاقے میں واقع ہے کے راستے شہر میں داخل ہوئے۔ آپؐ اس وقت اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار تھے اور لوگوں نے دیکھا کہ آپؐ نے کجاوے کے اوپر ہی اللہ کے سامنے سجدہ کیا۔ آپؐ کی زبان پر تہلیل وتحمید جاری تھی۔ آپؐ مسلسل فرما رہے تھے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاجزانہ انداز میں مکہ میں داخل ہونے کی تفصیلات صحیح احادیث کے ابواب مغازی، البدایہ والنہایہ ج ۴، ص ۲۹۳ اور سیرۃ ابن ہشام ج ۴، ص ۴۸ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ آپؐ اس وقت سورۃ الفتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس کا تذکرہ امام بخاری نے فتح مکہ کے باب میں حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کی زبانی کیا ہے۔ جس مکہ سے آپ کو ظلم وستم کے ساتھ نکالا گیا تھا، اس میں صرف آٹھ سال کی مختصر سی مدت میں فاتحانہ واپسی ایک عظیم معجزہ ہے۔ نکلتے وقت بظاہر بے بسی مگر حوصلہ بلند! فاتحانہ داخلے کے وقت پوری قوت مگر یہ عجز وانکسار! فداک روحی ونفسی وابی وامی یارسول اللہ! بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

عظمت وانکسار کا حسین امتزاج

جب آنحضورؐ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت حضرت اسامہ بن زیدؓ آپ کے پیچھے آپ کی اونٹنی پر سوار تھے۔ اس موقع پر ایک شخص آپ سے راستے میں ملا، وہ آپ سے کوئی بات کرنا چاہتا تھا لیکن اس پر ہیبت طاری ہوگئی۔ آپؐ نے اسے تسلی دی اور فرمایا کہ اللہ کے بندے پرسکون رہو۔ میں ایک ایسی قریشی خاتون کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھیں۔ بعض روایات

Marfat.com

میں کسی خاتون کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت لرزہ براندام ہوگئی تو آپؐ نے اس سے بھی یہی فرمایا۔ یہ عظمت اور یہ انکسار! سبحان اللہ! یہ آمنہ کے درِ یتیم ہی کا کمال اور انسانیت پر احسانِ عظیم ہے۔ امام ابن کثیر نے البدایة والنھایة میں یہ واقعہ لکھا ہے۔ (ج ۴، ص ۲۹۳)

خیمے میں قیام

آپؐ کے لیے حضرت زبیر بن العوامؓ نے آپؐ کے حکم کے مطابق حجون کے مقام پر چمڑے کا ایک خیمہ نصب کروایا۔ آپؐ فتح مکہ کے روز اور اس کے بعد کے ایام اسی خیمے میں مقیم رہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ بھی اس خیمے میں آپؐ کے ساتھ مقیم تھیں۔ لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! آپؐ کسی کے گھر میں قیام نہیں فرمائیں گے تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہے جہاں مقیم ہو جائیں؟ حضور اکرمؐ اور بنوہاشم کے صحابہ وصحابیات جب ہجرت کرکے حبشہ اور مدینہ چلے گئے تو ان کے تمام مسکن ومکان آپ کے چچازاد عقیل بن ابی طالب کی تحویل میں آگئے۔ انھوں نے ان آٹھ سالوں میں یہ مکانات فروخت کردیے۔ آپؐ نے اسی جانب اشارہ فرمایا تھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آپؐ کسی دوسرے گھر میں مقیم ہو جائیں لیکن آپؐ نے فرمایا نہیں میں یہیں مقیم رہوں گا۔ (مغازی للواقدی، ج ۲ ص ۸۲۸-۸۲۹)

شعب ابی طالب پر ایک نظر

اس غزوہ میں حضرت جابرؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک ہم رکاب رہے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب آپؐ مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو ایک مقام پر کھڑے ہوکر آپؐ نے شہر کے مکانات کو بھی دیکھا، شعب ابی طالب کی جانب بھی نظر اٹھائی۔ پھر اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے کہا، جابر ہم اپنے خیمے میں مقیم رہیں گے۔ یہی ہماری منزل ہے۔ قریش نے شعب ابی طالب میں ہمیں محصور کرتے وقت اسی مقام پر عہد وپیمان باندھے تھے اور قسمیں کھائی تھیں،

Marfat.com

جہاں ہمارا خیمہ نصب ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہمارے سامنے وہ کشادہ نالہ تھا جہاں بنو ہاشم اور آپؐ تین سال تک محصور رہے تھے۔ یہاں سے اونٹنی پر سوار ہو کر آپؐ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپؐ نے اور صحابہ کرامؓ نے احرام نہیں باندھ رکھے تھے۔ اس موقع پر آپؐ نے صحابہؓ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ یہ طواف اونٹنی پر سوار ہو کر کیا گیا تھا۔ عمرہ آپؐ نے بعد میں ادا کیا تھا۔

خواب کی تعبیر

آپؐ نے خانہ کعبہ میں داخلے کے وقت تکبیر بلند آواز سے کہی تھی اور صحابہ نے بھی مسلسل تکبیر کے نعرے لگائے مگر کچھ دیر بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے سے انھیں منع فرمایا کہ وہ سکوت اختیار کریں۔ یعنی دل میں تکبیر، تحمید، تہلیل اور تقدیس پڑھیں۔ پھر صحابہ کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر سورۃ الفتح کا آخری رکوع بھی تلاوت فرمایا۔ اس پس منظر کو ذہن میں رکھ کر اس رکوع کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور مسجدِ حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہو گے اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے، اور تمھیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ وہ اس بات کو جانتا تھا جسے تم نہ جانتے تھے اس لیے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے اس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا فرما دی۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُس کو پوری جنسِ دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انھیں رکوع و سجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت توراۃ میں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ کاشت

Marfat.com

کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ (سورۃ الفتح ۴۸: ۲۷-۲۹)

سنت نبوی

صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کی تلاوت فرما رہے تھے تو پورے ماحول پر سکینت کی چادر تن گئی تھی۔ صحابہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ حرمِ مکہ کے در و دیوار بھی جھوم اٹھے اور مقامِ ابراہیم و چشمۂ زمزم پر بھی ایک روحانی کیفیت طاری تھی۔ حجرِ اسود بھی جیسے گوش بر آواز تھا اور صفا و مروہ بھی نبیِ رحمت اور ان کے قدسی صفت صحابہ کی زیارت سے گویا جھوم اٹھے تھے۔ تلاوت کے بعد آپؐ اپنی سواری سے اترے اور مقام ابراہیمؑ پر دو رکعت نفل پڑھے۔ طواف کے دوران آپؐ اپنی چھڑی سے حجر اسود کو مس کرتے اور بوسہ دیتے۔ اسی موقع پر آپؐ نے مقام ابراہیم کو، جو خانہ کعبہ کی دیوار کے بالکل قریب تھا، وہاں سے ہٹانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے خود اس مقام کا تعین فرمایا جہاں وہ آج تک نصب ہے، آپؐ نے اس کے بعد زمزم کا پانی پیا اور اس سے وضو کی تجدید بھی فرمائی۔ حضرت عباسؓ نے زمزم کے کنویں سے پانی کا ڈول نکالا اور آپ کو پلایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ خود پانی کے ڈول کھینچوں مگر میں نے اس حکمت کے تحت ایسا نہیں کیا کہ کہیں لوگ اس خیال سے کہ اللہ کے نبیؐ نے ڈول کھینچے تھے، ڈول کھینچنے میں کھینچا تانی اور دھکم پیل کا مظاہرہ نہ کرنے لگیں اور بنو عبدالمطلب کو اس حق سے محروم نہ کر دیں۔

بتوں سے بیت اللہ کی تطہیر

آپؐ کی سواری کو حضرت معمر بن عبداللہؓ بن نضلہ حرم سے باہر لے گئے۔ پھر آپؐ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ خانہ کعبہ کا کلید بردار عثمان بن طلحہ جو ہجرت سے پہلے آپ کو چابی دینے سے انکار کر چکا تھا، آج نہایت عجز و انکسار کے ساتھ آپ کو چابی دے رہا تھا۔ آپؐ نے خانہ کعبہ کے اندر سے تمام بتوں کو توڑ کر باہر پھینکوایا اور تمام تصویریں بھی ہٹوا دیں۔ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ

Marfat.com

بت اور بہت سی تصاویر آویزاں تھیں۔ آپؐ کی زبان پر اس وقت قرآن کی یہ آیات جاری تھیں: جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ سب سے آخر میں سب سے بڑا بت توڑا گیا اور یہ ہبل کا بت تھا۔ جب یہ ٹکڑے ہو کر نیچے گرا تو حضرت زبیرؓ کے پاس ابوسفیان کھڑا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا ''ابوسفیان، احد کے روز تمھیں بڑا غرور تھا کہ ہبل نے تمھیں کامیابی دی ہے۔ تم نے اس کے نعرے بھی لگائے تھے۔ آج اس کا حشر دیکھو۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے۔'' ابوسفیان نے کہا ''اے ابن عوام یہ باتیں قصۂ ماضی ہوگئیں۔ خدا کے لیے ان کو چھوڑو۔ اگر محمدؐ کے معبود کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتا تو جو انقلاب برپا ہوا ہے یہ نہ ہوسکتا۔'' بتوں کے توڑنے کی تفصیلات واقدی نے بھی لکھی ہیں اور امام ابن کثیر نے بھی۔ (مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۳۲، البداية والنهاية ج ۴، ص ۳۰۳)

خانہ کعبہ کے اندر نماز

بتوں سے خانہ کعبہ کو پاک صاف کر دینے کے بعد آپؐ نے خانہ کعبہ کے اندر دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی۔ اس میں حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت بلال بن رباحؓ آپؐ کے ساتھ شامل تھے۔ حافظ ابن قیم صحیح بخاری کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے خانہ کعبہ کے دروازے کو اپنی پشت کی جانب رکھا اور دروازہ بند کر کے نماز ادا فرمائی۔ (زاد المعاد ج ۲، ص ۳۹۵)

یہ عجیب حسن اتفاق بلکہ میرے نزدیک خوش قسمتی ہے کہ ہم لوگ بھی جو خانہ کعبہ سے مشرق کی جانب آباد ہیں، اپنی نمازوں میں اسی سمت یعنی مغرب کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپؐ نے قریش کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمھارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے کیا سلوک کروں گا۔ سب لوگوں نے یک زبان کہا کہ ہم آپؐ سے حسن سلوک کے امیدوار ہیں۔ آپؐ بہترین بھائی اور نہایت مہربان بھتیجے ہیں (اخ كريم وابن اخ كريم)۔ آپؐ نے فرمایا کہ آج میں تم سے وہی بات کہوں گا جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے برادران سے

Marfat.com

کہی تھی۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔ (آج تم سے کوئی مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ اللہ تمھیں بخش دے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو۔)

خانہ کعبہ کی چابی کا معاملہ

جیسا کہ پہلے بیان ہوا خانہ کعبہ کی کلید برداری قریش کے قبیلہ بنوشیبہ کے پاس تھی۔ وہ لوگ ہفتے میں دو دن پیر اور جمعرات کو خانہ کعبہ کا دروازہ کھولتے تھے۔ ایک مرتبہ کلید بردار نے آنحضورؐ کے لیے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ آپؐ نے کلید بردار عثمان بن طلحہ سے فرمایا اے عثمان تو عن قریب دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جہاں چاہوں گا اسے رکھوں گا۔ اس پر کلید بردار نے کہا کیا ان دنوں قریش ہلاک اور ذلیل ہو چکے ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ آباد و شاد کام اور باعزت ہوں گے۔ آنحضورؐ کی ہجرت کے کئی سال بعد عثمان بن طلحہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو ابن العاص کے ساتھ مکہ سے مدینہ آ گیا۔ یہ تینوں اکٹھے مسلمان ہوئے۔ آنحضورؐ ان کے مسلمان ہونے پر بہت خوش ہوئے۔ فتح مکہ کے دن آپؐ نے عثمان بن طلحہ سے چابی مانگی تو وہ اپنی والدہ کے پاس چابی لینے چلا گیا۔ اس کی والدہ نے چابی دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے کافی کوشش کی مگر اس کی والدہ چابی دینے کے لیے آمادہ نہ ہوئی۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو آنحضورؐ کے حکم سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بنوشیبہ کے ہاں گئے۔ جب ان دونوں کی آواز آئی تو عثمان بن طلحہؓ کی والدہ حضرت عمرؓ سے خوف زدہ ہوگئی اور کہنے لگی کہ بنوتیم یا بنوعدی کے کسی فرد کو تو میں یہ چابی نہیں دوں گی۔ پھر اپنی شلوار کے نیفے سے چابی نکال کر اپنے بیٹے کو دے دی۔ ساتھ ہی کہا کہ تمھاری یہ ذمہ داری ہے کہ اسے واپس لے کر آؤ۔

حقوق کی حفاظت وضمانت

عثمان بن طلحہ چابی لے کر آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا میں پھر سے گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ خانہ کعبہ کو کھولنے اور بتوں سے پاک صاف کرنے کا عمل

Marfat.com

مکمل ہوا تو آپؐ خانہ کعبہ کے دروازے میں نمودار ہوئے۔ آپؐ کے قدم خانہ کعبہ کی دہلیز پر تھے۔ حضرت عباسؓ دروازے کے نیچے کھڑے تھے۔ انھوں نے ہاتھ بڑھا کر کہا ''اے اللہ کے رسولؐ چابی مجھے دے دیجیے۔'' آپؐ نے فرمایا نہیں۔ انھوں نے پھر وہی سوال دہرایا تو آپؐ نے پھر انکار کیا۔ اب نبی رحمتؐ نے عثمان بن طلحہ کو بلایا اور فرمایا عثمان لو یہ چابی۔ آج میں تمھیں یہ دے رہا ہوں۔ جو شخص تم سے یہ چابی چھیننے کی کوشش کرے گا۔ اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہوگا۔ (زادالمعاد ج ۲، ص ۳۹۵۔ مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۳۳) اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نبی اکرمؐ کا معجزہ ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی آج تک بنوشیبہ کے پاس ہے۔ ہر حکمران دروازہ کھلوانے کے لیے انھی سے چابی طلب کرتا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ کئی سال قبل ایک مرتبہ بیت اللہ شریف میں حاضری کے وقت مجھے ایک دوست نے ایک شیخ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ شیخ طٰہٰ شیبی ہے جو اس وقت خانہ کعبہ کا کلید بردار ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

واجب القتل لوگ اور ان کا انجام

آپؐ نے مکہ کے تمام لوگوں کے لیے عام معافی کا اعلان فرما دیا تھا مگر دس افراد ایسے تھے جن کے جرائم اتنے بڑے تھے کہ انھیں اس سے مستثنیٰ رکھا گیا اور فرمایا کہ ان لوگوں کا خون مباح ہے اگرچہ وہ خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹے ہوئے کیوں نہ ہوں۔ ان لوگوں کے نام جو مورخین نے بیان کیے ہیں، درج ذیل ہیں:

۱- عکرمہ بن ابی جہل

۲- عبداللہ بن خطل

۳- مقیس بن سبابہ

۴- عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

۵- ھبار بن الاسود

۶- الحویرث بن نقیذ بن وہب

۷- ہند بنت عتبہ

۸- سارہ (لونڈی بنی ہاشم)

۹- قرشاء (عبداللہ بن خطل کی مغنیہ)

۱۰- ارقبہ (عبداللہ بن خطل کی مغنیہ)

تین مقتول

اگرچہ ان سب لوگوں کو واجب القتل قرار دیا گیا تھا مگر اکثریت کو آنحضورؐ نے بعد میں معاف فرما دیا۔ تین افراد قتل ہوئے۔ جنھیں قتل کیا گیا تھا وہ فی الفور صحابہ کے سامنے آ گئے تھے،

Marfat.com

چنانچہ قتل ہوگئے ورنہ آنحضورؐ کی رحمت سے یہی امید تھی کہ ان کو بھی معاف فرمادیتے۔ قتل ہونے والے تین افراد میں:

۱- عبداللہ بن خطل

۲- الحویرث بن نقیذ بن وہب

۳- مقیس بن صبابہ شامل تھے۔

عبداللہ بن خطل بنو تیم سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ مسلمان ہوا مگر بعد میں ایک مسلمان کو قتل کر کے بھاگ گیا اور مرتد ہوگیا۔ اس کا جرم اس لحاظ سے اور بھی گھناؤنا تھا کہ اسے آنحضورؐ نے زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس کے ساتھ ایک انصاری صحابی کو بھی بطور خادم بھیجا تھا۔ دورانِ سفر اس نے اپنے خادم سے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے قتل کر دیا اور بھاگ کر مکہ چلا گیا۔ مکہ میں اسلامی فوج کے داخلے کے وقت عبداللہ بن خطل بھی مزاحمت کرنے والوں میں شامل تھا۔ یہ ایک بہت قیمتی گھوڑے پر سوار ہو کر خندمہ میں جنگ کے لیے گیا تھا۔ وہ شکست کھا کر بھاگا تو بیت اللہ میں داخل ہو کر خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ گیا۔ اسے حضرت سعید بن حریثؓ مخزومی اور حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے قتل کیا۔ (یہ واقعہ سیرت ابن ہشام ج ۴، ص ۵۲-۵۳ اور مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۵۷ پر تفصیلاً بیان ہوا ہے)

الحویرث بن نقیذ بن وہب کے جرائم بھی ایسے تھے کہ واجب القتل تھا۔ اسے حضرت علیؓ نے اپنے گھر سے نکل کر بھاگتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ واقعہ بھی واقدی اور ابن ہشام نے بیان کیا ہے۔ (الواقدی ایضاً۔ طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۹۸)

تیسرا مقتول

مقیس، بن صبابہ بھی ابن اسحاق کے مطابق ایک مسلمان کا قاتل تھا۔ اس کا ایک بھائی ہشام ابن صبابہؓ مخلص مومن تھا۔ غزوہ بنی المصطلق میں ایک انصاری صحابی اسے پہچان نہ سکے اور غلطی سے مشرکین کا ساتھی سمجھ کر اسے شہید کر دیا۔ اس وقت مقیس مسلمان ہو چکا تھا اور مدینہ میں تھا۔ آپؐ نے مقتول ہشامؓ کا خون بہا ان کے بھائی مقیس کو دلوایا۔ اس بدبخت نے خون بہا بھی وصول

Marfat.com

کرلیا اور پھر اس انصاری صحابی پر چھپ کر حملہ کیا اور انھیں دھوکے سے شہید کر دیا۔ اس کے بعد یہ مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا۔ ان کے علاوہ باقی سب لوگوں کو بالآخر آنحضورؐ نے معاف فرما دیا۔ تفصیلی واقعات آگے آ رہے ہیں۔

واجب القتل لوگوں کا معاملہ

جن لوگوں کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا ان میں سے اوپر بیان کردہ تین کفار عملاً قتل ہوئے، سات باقی بچے۔ آخر انھیں بھی عام معافی میں شامل فرما لیا گیا۔ ان معافی پانے والوں میں سے کچھ مرد تھے اور کچھ عورتیں۔ مورخین نے ان سب کا حال بیان کیا ہے۔ جو لوگ مطلوبہ فہرست میں شامل نہیں تھے مگر انھیں یہ خیال تھا کہ ان کو بھی معافی نہیں ملے گی وہ شکست کھانے کے بعد مکہ سے فرار ہو گئے تھے۔ ان لوگوں کو بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کیا اور ان کے لیے قبول اسلام کے راستے کھول دیے۔

اللہ کی توحید کا اقرار

واجب القتل لوگوں میں عکرمہ بن ابی جہل کا نام بھی تھا۔ عکرمہ نے اپنے باپ ابوجہل کی طرح اسلام کی مخالفت میں فتح مکہ تک اپنی تمام توانائیاں صرف کی تھیں۔ اسی نے اپنے قبیلے کے کوکبِ درخشندہ خالد بن ولید کا مقابلہ بھی کیا مگر مقابلے میں شکست کھانے کے بعد مکہ سے راہِ فرار اختیار کی۔ وہ ساحل سمندر کی طرف چلا گیا اور ایک ایسی کشتی میں سوار ہوا جو الشُّعَیْبِیَّۃُ [جدہ] سے یمن جا رہی تھی۔ مورخین کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ اس سفر سے عکرمہ واپس کیسے ہوا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ کشتی سمندر میں کچھ دور جانے کے بعد طوفان میں گھر گئی اور بری طرح ہچکولے کھانے لگی۔ کشتی کے ہر سوار کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ ایسے میں جب مشرکین نے لات و ہبل کو پکارا تو کشتی کے غیر مسلم ملاح پکار اٹھے کہ یہاں لات و ہبل کچھ نہیں کر سکتے، ایک اللہ کو پکارو۔ یہ سنتے ہی عکرمہ کے دل پر چوٹ لگی اور اس نے سوچا کہ یہی تو جھگڑا تھا جس نے قریش کو محمدؐ کے خلاف صف آرا کر دیا تھا۔ اگر یہاں لات و ہبل کچھ کام نہیں دے سکتے تو خشکی میں

Marfat.com

کیا کام دیں گے۔ پس اپنے دل میں ارادہ کرلیا کہ اگر کشتی کنارے جا لگی تو مکے جا کر کلمۂ توحید کا اقرار کرلیں گے۔ بعض سیرت نگاروں کے نزدیک کشتی ابھی ساحل پر لنگر انداز تھی کہ سخت طوفان آ گیا۔ مسافروں نے لات وہبل کو پکارا کہ یہ طوفان ٹل جائے تو ملاحوں نے کہا کہ بھائی ایک اللہ کو پکارو، وہی اس طوفان کو ٹال سکتا ہے، اسی سے عکرمہ کی کایا پلٹ گئی۔ بہرحال صورتِ واقعہ جو بھی ہوئی اصل بات یہی ہے کہ عکرمہ کے نصیب بہت اچھے تھے کہ اللہ نے اس کی آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا۔

مصائب کے وقت کون بچاتا ہے؟

قرآن مجید میں بھی کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے سمندر میں پیش آنے والے ایسے ناگہانی مصائب اور ان کے سامنے مشرکین کی بے بسی کا تذکرہ فرمایا ہے:

اے نبی! ان سے پوچھو، صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمھیں خطرات سے بچاتا ہے؟ کون ہے جس سے تم (مصیبت کے وقت) گڑگڑا گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بلا سے اس نے ہم کو بچالیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے؟ کہو، اللہ تمھیں اس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر تم دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ (الانعام ۶: ۶۳-۶۴)

وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے۔ چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر بادِ موافق پر فرحاں وشاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکا یک بادِ مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے، اس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے۔ مگر جب وہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو! تمھاری یہ بغاوت تمھارے ہی خلاف پڑ رہی ہے۔ دنیا کی زندگی کے چندروزہ مزے ہیں (لوٹ لو) پھر ہماری طرف تمھیں پلٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم تمھیں بتا دیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔ (یونس ۱۰: ۲۲-۲۳)

جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں، پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکا یک یہ شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ اللہ کی دی ہوئی نجات پر اس کا کفرانِ نعمت کریں اور (حیاتِ دنیا کے) مزے لوٹیں۔ اچھا عن قریب انھیں معلوم ہو جائے گا۔

Marfat.com

(العنکبوت ۲۹: ۶۵-۶۶)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ کشتی سمندر میں اللہ کے فضل سے چلتی ہے تاکہ وہ تمھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے؟ درحقیقت اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صبر اور شکر کرنے والا ہو اور جب (سمندر میں) ان لوگوں پر ایک موج سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہے تو یہ اللہ کو پکارتے ہیں اپنے دین کو بالکل اسی کے لیے خالص کر کے۔ پھر جب وہ بچا کر انھیں خشکی تک پہنچا تا ہے تو ان میں سے کوئی اقتصاد برتا ہے، اور ہماری نشانیوں کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو غدار اور ناشکرا ہے، [واپس اپنی پرانی ڈگر پر چلا جاتا ہے]۔ (لقمان ۳۱: ۳۱-۳۲)

ایک مشکل سفر

پہلی روایت کا خلاصہ تو یہی ہے کہ جب طوفان ساحلِ سمندر پر آیا بیچ منجدھار اس نے آلیا مگر کشتی واپس اس ساحل پر آ گئی جہاں سے چلی تھی تو عکرمہ نے واپسی کا رختِ سفر باندھا اور خود مکہ آ گیا۔ دوسری روایت کے مطابق عکرمہ کے بھاگ جانے کے بعد اس کی اہلیہ ام حکیم اس کے پیچھے روانہ ہوئی تاکہ اسے واپس لے آئے۔ اس دوران ام حکیم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عکرمہ کے لیے معافی طلب کر چکی تھی۔ یہ پاک باز اور معزز خاندانی خاتون اس سفر میں ایک عجیب مشکل سے بھی دوچار ہوئی۔ اس نے اپنے ایک غلام کو سفر میں اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ غلام اس قدر نمک حرام اور بدنیت و بدطینت نکلے گا۔ غلام نے ایک رات راستے میں اس شریف خاتون کی عصمت دری کرنا چاہی تو اس نے بڑی حکمت و عقل مندی سے اسے کل پر ٹال دیا۔ پھر ایک مقام پہ پہنچ کر اس نے آبادی کے لوگوں کو ماجرا سنایا تو انھوں نے اس بدطینت غلام کا کام تمام کر دیا۔ اس مشکل سفر کے بعد جب ام حکیم اپنے خاوند سے جا کر ملی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسے امان دینے کا تذکرہ کیا تو عکرمہ کو یقین نہ آیا مگر ام حکیم نے کہا کہ میں اس شخص کے پاس سے آ رہی ہوں جو سب سے زیادہ نیک سیرت، صلہ رحمی کرنے والا اور وعدہ ایفا کرنے والا ہے۔ چنانچہ عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ واپس مکہ آ گیا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل واقدی نے مغازی جلد دوم میں لکھی ہے جو صفحہ ۸۵۱ سے ۸۵۶ تک پھیلی ہوئی ہے۔

Marfat.com

مورخین کے مطابق ام حکیم پہلی مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بچوں کے ساتھ اس وقت حاضر ہوئیں، جب مکہ میں سکون ہو جانے کے بعد آپؐ حرم شریف میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے آنحضورؐ سے اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے امان طلب کی۔ آپؐ نے پہچان لیا کہ یہ ابوجہل کی بہو اور عکرمہ کی بیوی ہے اور اس کے ساتھ ابوجہل کے پوتے پوتیاں اور عکرمہ کے بچے ہیں۔ آپؐ نے اپنے بدترین مخالف کے بچوں کے سر پر یوں دستِ شفقت رکھا کہ سب لوگ حیران رہ گئے، اور ان سب کو امان دے دی۔ پھر اس کے بعد آپ نے ام حکیم سے پوچھا کہ ان بچوں کا والد کہاں ہے؟ تو ام حکیم نے عرض کیا ''یارسول اللہ! وہ موت کے ڈر سے بھاگ گیا ہے۔ میں آپؐ سے اس کے لیے بھی امان طلب کرتی ہوں''۔ آپؐ نے کمال عفوودرگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے بھی امان ہے۔ (واقدی ایضاً)

دربارِ رسالت میں حاضری

جب عکرمہ واپس مکہ آ پہنچا تو اس وقت بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں تشریف فرما تھے۔ جب وہ حرم شریف کے دروازے سے آنحضورؐ کی طرف آ رہا تھا تو آنحضورؐ کے چہرے پر مسکراہٹ اور زبان پر خوش آمدید کے الفاظ تھے۔ آپؐ نے فرمایا مرحبا بالراکب المهاجر۔ گھر بار چھوڑ کر جانے والے سمندری مسافر کو خوش آمدید۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپؐ عکرمہ کی آمد سے بڑے خوش ہوئے۔ عکرمہ کے بارے میں مورخین بیان کرتے ہیں کہ عکرمہ اگرچہ اسلام دشمن تھا مگر اپنے باپ اور بعض دیگر معاندین کے برعکس فحش گو نہیں تھا۔ اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کبھی ایسے الفاظ نہیں کہے تھے جو شرافت واخلاق سے گرے ہوئے ہوں۔ عکرمہ نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تو آپؐ سے انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپؐ سے جو عداوت کی یا آپؐ کی موجودگی اور عدم موجودگی میں آپؐ کو کوئی اذیت پہنچائی، آپؐ اسے بخش دیں۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ عکرمہ سے جو بھی غلطی اور اسلام دشمنی کا عمل ہوا، یا اس نے میری موجودگی یا غیب میں میرے متعلق کچھ کہا، میں نے اسے بخش دیا، پروردگار تو بھی اسے بخش دے۔ [ایضاً]

Marfat.com

عہد

قبول اسلام کے بعد حضرت عکرمہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سائے میں میں آپ کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ میں نے جاہلیت میں اسلام کے خلاف جتنی جنگیں لڑیں اور اسلام کی مخالفت میں جو مال صرف کیا، اب کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے میں اس سے زیادہ جنگیں لڑوں گا اور زیادہ مال خرچ کروں گا۔ حضرت عکرمہؓ نے اپنا یہ عہد خوب نبھایا یہاں تک کہ وہ جنگ یرموک میں بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت پا گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکرمہؓ کے قبول اسلام کے بعد دونوں میاں بیوی سے فرمایا کہ تمھارا پہلا نکاح درست ہے اور تم اسی طرح میاں بیوی ہو، جس طرح پہلے تھے۔ (سیرۃ الحلبیہ ج ۲، ص ۲۱۶-۲۱۷۔ زاد المعاد ج ۲، ص ۲۹۸)

بشارتیں

سیرۃ الحلبیہ میں ایک اور واقعہ بھی لکھا گیا ہے جس میں علی بن برہان الدین بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کے قبول اسلام سے پہلے بھی اس کے بارے میں خوش خبریاں سنائی تھیں۔ آپؐ نے اپنا ایک خواب بیان کیا، جس میں آپؐ نے جنت میں انگور کا ایک خوب صورت خوشہ دیکھا۔ آپؐ نے پوچھا یہ کس کا ہے تو بتایا گیا کہ ابوجہل کا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا کہ جنت میں مومن کے سوا تو کوئی داخل نہیں ہوگا۔ عکرمہ کے قبول اسلام کے بعد آپؐ نے اس خواب کی تعبیر فرمائی اور فرمایا کہ انگور کے اس گچھے سے مراد عکرمہ ہی تھا۔ اسی طرح سے ایک مرتبہ کسی جنگ میں ایک انصاری صحابی عکرمہ کے ہاتھوں قتل ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھی کی شہادت کا صدمہ بھی پہنچا مگر آپ مسکرائے۔ جب آپؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ آپ کیوں مسکرائے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے قاتل و مقتول کو جنت میں ایک ہی مقام پر سے دیکھا ہے۔ اس میں بھی عکرمہ کے قبول اسلام اور شہادت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

(سیرۃ الحلبیہ ج ۲، ص ۲۱۷)

Marfat.com

عبداللہ بن ابی سرح

اس کا نام عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا اور قریش کے اہم سرداروں میں سے تھا۔ دس واجب القتل لوگوں میں اس کا نام بھی شامل تھا۔ اس شخص کے بہت سے جرائم تھے۔ پہلے یہ اسلام میں داخل ہوا، ہجرت کی اور کاتبین وحی میں شامل تھا، مگر بعد میں اس کی ایسی کایا پلٹی کہ یہ اسلام سے برگشتہ ہو گیا۔ اپنے ارتداد کے بعد خفیہ طور پر مدینہ چھوڑ کر مکہ بھاگ گیا۔ آنحضورؐ کے بارے میں بہت ناروا باتیں پھیلانے لگا۔ اس کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ رسول اللہؐ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی بس وہ ایسے ہی اپنے ذہن سے کوئی چیز گھڑ لیتے ہیں۔ بعض روایات میں یہاں تک بھی ہے کہ وہ ان لوگوں سے کہتا تھا کہ میں ان کے دل میں کوئی بات ڈالتا تھا اور اسے وہ وحی کے طور پر پیش کر دیتے تھے۔ اس کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ اس کے اپنے پاس وحی آتی ہے۔ اس کے ارتداد کی وجہ سے نبی اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ اگر وہ خانہ کعبہ کے پردوں سے بھی لپٹا ہوا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔ اسے یقین تھا کہ اس کی جان نہیں بچ سکتی۔

حضرت عثمانؓ کی سفارش

نبی اکرمؐ کے محبوب صحابی حضرت عثمانؓ بن عفان اس کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمانؓ کا گھر مکہ میں موجود تھا اور فتح مکہ کے بعد وہ اپنے گھر میں اترے تھے۔ یہ ایک رات کو حضرت عثمانؓ کے گھر چلا گیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ اسے خود بھی پناہ دے دیں اور نبی اکرمؐ سے بھی اس کے لیے امان حاصل کریں۔ حضرت عثمان پہلے تو کچھ متذبذب تھے۔ پھر اس نے اپنے دودھ شریک بھائی ہونے کے حوالے سے منتیں کیں تو حلیم الطبع ذوالنورین کا دل پسیج گیا۔ وہ آنحضورؐ کی خدمت میں گئے اور اس شخص کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اس نے روانگی سے قبل حضرت عثمانؓ سے یہ کہا تھا کہ میں اپنے جرم کا اعتراف کرتا ہوں میرا جرم بہت بڑا ہے۔ خدا کی قسم میں سچے دل سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ جب حضرت عثمانؓ نے اسے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا تو اس نے ڈرتے ہوئے کہا مجھے یہیں چھپا رہنے دو اور میرے لیے امان طلب کرو کیونکہ

Marfat.com

مجھے کسی بھی مسلمان نے دیکھ لیا تو مجھے مہلت دیے بغیر قتل کر دیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تو میرے ساتھ چل، ان شاء اللہ وہ تجھے قتل نہیں کریں گے۔ بہرحال حضرت عثمانؓ کے یقین دلانے پر اس نے ہمت کی اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ حضرت عثمانؓ اسے لے کر اچانک آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضورؐ نے دیکھا کہ ان کے ساتھ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی ہے جو واجب القتل ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فوراً عرض کیا ''میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ عبد اللہ بن سعد ہے جس کی ماں نے مجھے دودھ پلایا تھا۔ وہ مجھے دودھ پلاتی تھی اور اسے دودھ چھڑاتی تھی۔ مجھے اٹھا لیتی تھی اور اسے پیدل چلاتی تھی۔ اسے نظر انداز کر کے میرے ساتھ محبت کرتی تھی۔ آج اس نے مجھے وہی حوالہ دیا ہے، اس کو میرے سپرد فرما دیجیے۔''

آنحضورؐ کا توقف

آنحضورؐ کو اگرچہ حضرت عثمانؓ سے بے پناہ محبت تھی مگر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور منہ دوسری جانب موڑ لیا۔ حضرت عثمانؓ پھر آپؐ کے سامنے حاضر ہوئے اور آپ نے پھر اعراض برتا۔ حضرت عثمانؓ مسلسل آنحضورؐ کی خدمت میں اپنی درخواست پیش کرتے رہے۔ واقدی کے بقول آنحضورؐ اس وجہ سے منہ موڑ رہے تھے کہ اس دوران کوئی صحابی اٹھے اور اس مجرم کا کام تمام کر دے۔ آخر حضرت عثمانؓ آنحضورؐ کی طرف جھکے اور آپؐ کے سر کو بوسہ دے کر کہتے رہے ''یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا! آپ اس سے بیعت لے لیجیے۔'' اس پر آپ نے بالآخر فرمایا بہت اچھا اور پھر کچھ دیر کے بعد اس سے بیعت لے لی۔

نبی کی آنکھ خیانت نہیں کرتی

اس موقع پر آپ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب یہ واجب القتل شخص یہاں آ گیا تھا تو تمھیں کس چیز نے منع کیا تھا کہ تم میں سے کسی کو حرکت میں آنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اس پر تین صحابہ حضرت عباد بن بشرؓ، حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابوالیسیرؓ میں سے ہر ایک نے کہا یا رسول اللہ آپ نے مجھے اشارہ نہ کیا، میں مسلسل آپ کی طرف دیکھتا رہا کہ آپ نگاہ

Marfat.com

سے اشارہ فرما دیں گے۔ آپؐ نے فرمایا نبی کا یہ منصب نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرے اور میں اس طرح اشاروں سے قتل نہیں کیا کرتا۔ پھر آپ نے فرمایا اب ہم نے اس کو معاف کر دیا ہے اور یہ دوبارہ اسلام میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ شخص آنحضورؐ پر سچے دل سے ایمان لایا اور اس کے بعد اسلام کی خدمت کے لیے کارنامے تو اس سے بہت رونما ہوئے مگر کوئی ایسی بات اور جرم سامنے نہیں آیا جو اس کے دامن کو داغ دار کرنے والا ہو۔

ندامت

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ عبداللہ بن ابی سرحؓ کے دل میں اس قدر ندامت تھی کہ وہ آنحضورؐ کے سامنے آنے سے گریز کرتا تھا اور اطراف و جوانب سے آنحضورؐ کی زیارت کیا کرتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ایک مرتبہ آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا: ''یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کاش کبھی آپ عبداللہ کو ایسی حالت میں دیکھ لیتے کہ جب وہ ندامت کے مارے آپ کو دیکھ کر چھپنے لگتا ہے۔ آپؐ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا ایسا کیوں ہے کیا میں نے اس سے بیعت نہیں لی تھی اور کیا اسے امان نہیں بخشی گئی تھی؟ انھوں نے عرض کیا بلاشبہ آپ نے اس پر بہت بڑا احسان کیا تھا لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اپنے جرم عظیم کو یاد کرتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے بتا دو کہ اسلام قبول کرنے سے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حضرت عثمان نے عبداللہ بن ابی سرحؓ کو آنحضورؐ کا یہ فرمان سنایا تو وہ بے انتہا خوش ہوا اور اس کے بعد سے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ کو سلام کہتا اور مجلس میں بیٹھ کر آپؐ کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کرتا رہتا۔

اسلام کی خدمات، تلافیِ مافات

بعد کے ادوار میں جہاد کے میدانوں میں اس شخص نے بڑے کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے دور خلافت میں بہت سی اہم مہمات کی کمان بھی کی اور بہت اعلیٰ مناصب حکومت پر بھی فائز رہا۔ (ان واقعات کو مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۵۶۔ اسد

Marfat.com

الغابة ج ۳، ص ۳۶۴۔ الاستیعاب ج ۳، ۹۱۸ میں تفصیلاً دیکھا جا سکتا ہے۔)

ہبار بن الاسود

ہبار بن الاسود بھی آنحضورؐ کے بدترین دشمنوں میں سے تھا۔ انتہائی بد خلق اور سنگ دل انسان تھا۔ چرب زبان اور فصیح اللسان بھی تھا۔ حضرت زینب بنت رسولؐ جب ہجرت کے لیے مکہ سے مدینہ کی جانب نکلیں تو اس وقت حاملہ تھیں۔ اطراف مکہ میں اس شخص نے انھیں جاتے ہوئے دیکھا تو اونٹ کے جسم میں پیچھے سے آ کر نیزہ چبھو دیا۔ اچانک اونٹ بدکا اور حضرت زینب اونٹ سے نیچے گر گئیں۔ اس شقی القلب شخص نے حضرت زینب کے گر جانے کے بعد ان کی پشت پر نیزہ بھی مارا۔ اس سے ان کا حمل گر گیا اور ہمیشہ کے لیے وہ خون جاری ہونے کا مرض ان کو لاحق ہو گیا جو آپ کی رحلت تک آپ کو اذیت پہنچاتا رہا۔ ظاہر ہے کہ وہ دو بے گناہ انسانی جانوں کا قاتل تھا۔ اس لیے وہ واجب القتل تھا۔ فتح مکہ کے روز شہر سے بھاگ کر جنگل میں جا چھپا۔ حنین اور ہوازن کے معرکوں تک وہ جنگلوں ہی میں چھپتا رہا۔

مجرم خود عدالت میں آ گیا

جب آپ ان فتوحات کے بعد واپس مدینہ پہنچے اور حالات کچھ پرسکون ہو گئے تو اس نے ہمت کر کے اسلام کے دامن میں پناہ لینے اور آنحضورؐ سے عفو و درگزر کی درخواست کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ کام تو بڑا کٹھن تھا مگر ہمت کر کے یہ مدینہ جا پہنچا۔ آنحضورؐ نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اس نے فوراً کہا میں محض اسلام قبول کرنے اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے آیا ہوں۔ آنحضورؐ نے اسے پہچان کر خیال کیا کہ کوئی صحابی اس کا کام تمام نہ کر دے۔ اس موقع پر آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور میری طرف آنے دو۔ اس نے آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر اللہ کی سلامتی ہو میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں آپؐ سے ڈر کر فرار ہوا، میں نے عرب و عجم کے سب لوگوں کو دیکھا ہے۔ میں سوچتا رہا کہ کون میری سفارش کرے گا، پھر میں نے اپنے آپ سے کہا وہ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ لوگوں پر احسان کرتے اور ان کے گناہوں اور زیادتیوں کو معاف کرتے

Marfat.com

ہیں۔ میں نے یاد کیا کہ ہم مشرک اور گمراہ تھے، اللہ نے آپ کے ذریعے ہم لوگوں کو ہدایت دی اور گمراہی سے بچایا۔

اعترافِ جرم

یارسول اللہ! میں بڑا مجرم ہوں، مجھ سے بڑی زیادتیاں سرزد ہوئیں اور آپ کو بہت تکلیف پہنچی۔ میرے گناہوں اور برے سلوک سے آپ کو جو بھی اذیت پہنچی ہے میں اس کے لیے معافی کا طلب گار ہوں۔ یارسول اللہ مجھے معاف فرما دیجیے۔ آپؐ اس کی باتیں سن کر پہلے تو خاموش رہے، پھر آپ نے فرمایا اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے کہ تجھے اسلام کی طرف رہنمائی دی ہے۔ میں نے تجھے معاف کیا اور تو سچے دل سے اسلام میں داخل ہوگا تو ماقبل کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۵۷)

حضرت زبیرؓ کا تبصرہ

الواقدی ہی نے مزید بیان کیا ہے کہ حضرت زبیر بن عوامؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی کبھی ہبار بن اسود کا تذکرہ ہوتا میں دیکھتا کہ آنحضورؐ کا چہرہ غصے سے تمتمانے لگتا۔ اور جب بھی آنحضورؐ کوئی فوج کسی جانب روانہ فرماتے تو حکم دیتے اگر تم ہبار کو کہیں پاؤ تو اس کے ساتھ کوئی رورعایت نہ کرنا اور اسے قتل کر دینا۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں ہمیشہ اس کی جستجو میں رہا اور میرا اللہ جانتا ہے کہ اگر میں اسے کسی جگہ بھی پالیتا تو اسے قتل کر دیتا۔ میں نے دیکھا کہ وہ آنحضورؐ کے پاس آیا بیٹھا ہے اور آنحضورؐ سے بہت منت سماجت کر کے معافی طلب کر رہا ہے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں آنحضورؐ کی طرف بھی دیکھتا اور ہبار کی طرف بھی نظر اٹھاتا۔ اس وقت بھی میرا جی چاہتا تھا کہ اس کی گردن اڑا دوں مگر آنحضورؐ نے خود فرمایا تھا کہ اسے میرے پاس آنے دو۔ آخر آنحضورؐ نے اسے معاف فرما دیا تو میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اس موقع پر میں نے دیکھا کہ ہبار بن اسود تشکر سے جھکا جاتا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے اللہ کے رسول آپ کی عظمت ہے کہ آپ نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ جس کسی نے آپ کو برا کہا اس کا برا ہو۔ (مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۸۹)

Marfat.com

آپس میں شیر و شکر

جن لوگوں کو فتح مکہ کے بعد واجب القتل قرار دیا گیا تھا یا وہ جو اپنے جرائم اور اسلام دشمنی کی وجہ سے خود کو خطرے میں محسوس کر رہے تھے ان کے بارے میں آنحضورؐ نے عفو و درگزر کا معاملہ کیا بلکہ تاریخ میں یہ واقعات پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ رحمتِ دو جہان نے ان کو محض معاف ہی نہیں کیا بلکہ اکرام و اعزاز سے بھی نوازا۔ ہم مختصر طور پر ان شخصیات کا تذکرہ کرتے ہیں، جو مجرم تو تھے مگر انھیں واجب القتل قرار نہیں دیا گیا تھا۔ ان کا اپنا خیال یہی تھا کہ ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ بہر حال اگر ان کا سامنا کسی مسلمان سے ہو جاتا تو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اللہ نے ان کی جان بھی بچائی اور انھیں اسلام کی نعمتِ عظمیٰ سے بھی نواز دیا۔ یہی انھیں بلکہ یہ وہ خوش بخت افراد ہیں۔ جو دربارِ رسالت مآب سے نوازے گئے۔

سہیل بن عمرو

یہ قریش کے قبیلہ بنو عامر کا سردار تھا۔ بڑا شعلہ نوا خطیب اور اس کے ساتھ جنگجو۔ یہ بدر کے قیدیوں میں شامل تھا۔ اسلام کے خلاف اس کی شعلہ نوائی کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اس کے دانت تڑوانے کا مشورہ دیا تھا اور بعض روایات میں زبان کاٹنے کا ذکر بھی آیا ہے مگر آنحضورؐ نے سختی کے ساتھ اس کا انکار فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا اے عمر تمھیں کیا معلوم کوئی وقت ایسا آئے گا جب اس کی فصاحت و بلاغت تمھارا دل ٹھنڈا کر دے گی اور اہلِ ایمان کی تقویت کا باعث ہو گی۔ صلح حدیبیہ میں یہی قریش کا نمایندہ تھا اور اس نے معاہدے سے محمد رسول اللہ کے الفاظ پر شدید اعتراض کر کے انھیں اسے حذف کروا دیا تھا۔ اس کا بیٹا ابو جندل جب زنجیروں میں جکڑا ہوا کسی نہ

Marfat.com

کسی طریقے سے مکہ سے بھاگ کر حدیبیہ آ گیا تو اس نے اسے مدینہ جانے سے شدت کے ساتھ روک دیا اور کہا کہ یہ معاہدے کی وجہ سے مدینہ نہیں جاسکتا۔ یہ فتح مکہ کے وقت بھی مزاحمت کرنے والوں میں شامل تھا۔

شکست اور ندامت

جب مکہ فتح ہو گیا تو سہیل اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے کوٹھڑی میں چھپ گیا اور اپنے کسی قاصد کو بھیجا کہ اس کے بیٹے عبداللہ بن سہیل (ابو جندلؓ) کو تلاش کرے اور جہاں بھی ملے اسے کہے کہ میرے لیے امان حاصل کرو۔ یہ شکست کا اعتراف بھی تھا اور ندامت کا اظہار بھی۔ ابو جندلؓ کو اپنے باپ کا پیغام ملا تو آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ گذشتہ زندگی میں جو کچھ تھا وہ آپ کے علم میں ہے لیکن آج وہ سخت پریشان حال ہے۔ اس نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ میں آپؐ سے اس کے لیے جان کی امان طلب کروں۔ کیا اس کے لیے امان ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نَعَمْ هُوَ اٰمِنٌ بِاَمَانِ اللّٰهِ فَلْيَظْهَرْ'' ہاں کیوں نہیں۔ وہ اللہ کی امان میں محفوظ ہے، پس اسے روپوشی چھوڑ کر سامنے آ جانا چاہیے۔''

حضورؐ کی عظمت کی گواہی

پھر آپؐ نے اپنے پاس موجود لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا جو سہیل کو کہیں بھی پائے وہ اسے تیز نظروں سے مت دیکھے، میری زندگی کی قسم سہیل کو اللہ نے عقل و شرف بخشا ہے۔ اس جیسا شخص اسلام سے بیگانہ نہیں رہ سکتا۔ اس کو سمجھ آ گئی ہے کہ کفر میں کوئی فائدہ نہیں، تباہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سہیل یہ گفتگو سن کر اپنے والد کی طرف لپکے اور پوری بات اس کو بتائی۔ سہیل سنتے ہی پکار اٹھا ''واللہ کان براً، صغیراً و کبیرا'' (یعنی خدا کی قسم محمد ہمیشہ سے نیک اور صاحب خیر تھا۔ بچپن میں بھی نیک اور بزرگی میں بھی نیک)۔ آنحضورؐ کے بارے میں نیکی و عظمت کا یہ اعتراف کرنے کے بعد آپؐ کے پاس حاضر ہو کر سہیل نے اسلام قبول کیا تو آنحضورؐ بہت خوش ہوئے۔ بعد کے ادوار میں قدم قدم پر یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ اسلام کا ہیرو ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضور پاک کا ایک ایک

Marfat.com

لفظ سچا ثابت ہوا اور اسلام کے دامن میں یہ قیمتی ہیرا ہمیشہ جگمگاتا رہا اور اسلام کی تقویت کا باعث بنا۔ (واقعات کی تفصیل مغازی للواقدی ج ۲،ص ۷۸۴ پر دیکھی جاسکتی ہے۔)

شہید اسلام

الاصابہ میں امام شافعیؒ کا قول سہیل بن عمرو کے بارے میں نقل ہوا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ سہیل گوناگوں خوبیوں کا مالک تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اس کے اندر بہت سی خوبیاں تھیں اور جب وہ مسلمان ہوا تو پھر اسلام کا سچا ترجمان (محمود الاسلام) ثابت ہوا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۲،ص ۹۲) حضرت سہیل بن عمرو قبول اسلام کے بعد ہر معرکے میں پیش پیش رہے۔ شام کے علاقے میں جہاد کے دوران فوجی محاذ پر شہادت پائی۔ بعض تاریخ نگاروں کے مطابق ان کی شہادت جنگ یرموک میں حضرت عکرمہؓ اور حضرت حارث بن ہشامؓ کے ساتھ ہوئی۔

حضورؐ کی رحلت اور سہیلؓ کی قوت ایمانی

ابن ہشام بیان کرتے ہیں: ''ابوعبیدہ اور دیگر اہلِ علم نے مجھ سے بیان کیا کہ رسولِ پاک صلعم کے انتقال کے بعد اکثر اہلِ مکہ نے اسلام چھوڑ کر ارتداد کا ارادہ کرلیا تھا۔ مکہ کے گورنر عتاب بن اسیدؓ ایک تو حضورؐ کی وفات سے از حد دل برداشتہ اور غمزدہ تھے، دوسرے اہلِ مکہ کے ارادوں سے بد دل ہوگئے اور مکہ سے نکل کر کسی وادی میں جا بیٹھے۔ اس نازک گھڑی میں سہیلؓ بن عمرو نے اہلِ مکہ کے سامنے کھڑے ہوکر ایسی زوردار تقریر کی کہ حالات کا رُخ بدل کے رکھ دیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ صلعم کی رحلتِ حسرت آیات کا ذکر کیا اور پھر بڑی قوت اور شجاعت کے ساتھ اعلان کیا: ''حضور صلعم کا تشریف لے جانا باعثِ صدمہ ضرور ہے مگر اس سے اسلام کمزور نہیں ہوگا، بلکہ اسلام کی قوت میں ان شاء اللہ اضافہ ہی ہوگا۔ جس نے اسلام کے خلاف بغاوت کرنا چاہی ہم اس کی گردن ماردیں گے......'' (معجزات سرور عالمؐ ص ۲۳۴-۲۳۵)

سہیلؓ کے پرجوش خطاب کا بڑا اثر ہوا۔ لوگوں کو انھوں نے ہلا کر رکھ دیا تھا اور برے

Marfat.com

ارادے رکھنے والوں کو کوئی راستہ اس کے سوا نظر نہ آیا کہ اسلام کی اطاعت و وفاداری پر قائم رہیں۔ پورا عرب فتنوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ مگر مکہ بالکل محفوظ رہا۔ حضرت عتاب کو پتہ چلا تو وہ بھی مکہ آ گئے۔ یہی حضورِ اکرمؐ کے قول مبارک میں اشارہ تھا کہ سہیل کی خطابت مسلمانوں کو خوش کر دے گی۔

جب حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی اطلاع مدینہ منورہ میں پہنچی تو بہت متاثر ہوئے اور خوشی سے پکار اٹھے۔ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔''

صفوان بن امیہ

یہ قریش کے سردار امیہ بن خلف کا بیٹا اور مکہ کے مالدار قریشی سرداروں میں سے ایک تھا۔ یہ اپنے والد امیہ بن خلف اور چچا ابی بن خلف کی طرح آنحضورؐ سے شدید نفرت و بغض رکھتا تھا۔ بدر کے معرکے میں اس کا باپ قتل ہو گیا تھا جب کہ اس کا چچا بھی غزوہ احد میں موت کے گھاٹ اتر گیا۔ اس کا چچا ابی بن خلف واحد شخص ہے، جو آنحضورؐ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ احد کے میدان میں آپؐ پہاڑ کے دامن میں تھے تو یہ آنحضورؐ پر آگے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ آنحضورؐ نے اس پر اپنی برچھی سے ایک ضرب لگائی تھی جس سے بظاہر اسے معمولی زخم آیا جسے خراش کہنا زیادہ درست ہے، مگر اسی زخم سے وہ مکہ کے قریب ایک مقام پر ہلاک ہو گیا۔

صفوان کی اسلام دشمنی

صفوان بن امیہ کو اسلام سے جو دشمنی تھی اس کی بدولت اس نے جنگوں میں بھی اپنا مال خرچ کر کے اور اپنی جان لڑا کر اسلام کو نیچا دکھانا چاہا اور خفیہ سازشوں کے ذریعے بھی آنحضورؐ کے قتل کے منصوبے بناتا رہا۔ معرکۂ بدر کے بعد اس نے عمیر بن وہب جُمحی کو کافی رقم دے کر اور اس کے ذمے سارا قرض اپنے سر لے کر مدینہ بھیجا تھا۔ عمیر بن وہب کا راز اللہ نے فاش کر دیا تھا اور آنحضورؐ نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ کس مقصد کے لیے آیا ہے۔ اس لیے اس کی سازش ناکام ہو گئی تھی۔ عمیر کی خوش قسمتی کہ اس موقع پر اس کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا۔ مخلص و

Marfat.com

جانباز صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ صفوان بن امیہ صلح حدیبیہ توڑنے والوں میں بھی شامل تھا اور پھر جن لوگوں نے حضرت خالدؓ کے راستے میں مسلّح مزاحمت کی، ان میں بھی ایک اہم نام یہی تھا۔ اگرچہ آنحضورؐ نے اسے واجب القتل قرار نہیں دیا تھا مگر وہ اتنا خوف زدہ ہوگیا تھا کہ اپنے غلام یسار کے ساتھ مکہ کی گھاٹیوں میں چھپ گیا۔ پھر وہ عکرمہ کی طرح بھاگ جانے کے لیے جدہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس سفر میں اس کا غلام اس کے ساتھ ساتھ رہا۔

امان کے لیے درخواست

جس طرح عکرمہ کے لیے آنحضورؐ کے پاس اس کی بیوی ام حکیم آئی تھیں، اسی طرح صفوان بن امیہ کے لیے امان طلب کرنے کا کام اس کے قبیلے کے ایک مسلمان عمیر بن وہبؓ (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے) نے سرانجام دیا۔ الواقدی اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ حضرت عمیرؓ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ صفوان میرے قبیلے کا سردار ہے اور اس سے غلطیاں بھی ہوئی ہیں، مگر آپ جانتے ہیں کہ اس کے اندر خیر بھی موجود ہے۔ وہ ڈر کے مارے مکہ سے بھاگ گیا ہے۔ اسے خوف ہے کہ اسے امان نہیں ملے گی۔ فَاٰمِنْهُ فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّی (میرے ماں باپ آپ پر فدا! اسے امان دے دیجیے۔) آپ نے اپنے صحابی کی باتیں سننے کے بعد فرمایا: قَدْ اٰمَنْتُهٗ (میں نے اسے امان دے دی ہے)۔

جان کا خطرہ

حضرت عمیرؓ اس کی تلاش میں نکلے اور جدے کے قریب "اَلشُّعَیْبَہ" میں اسے جا پایا۔ صفوان نے دور سے انھیں دیکھا تو اپنے غلام سے کہا تیرا ستیاناس ہو وہ دیکھو کون آرہا ہے؟۔ اس نے جواب دیا عمیرؓ بن وہب ہے۔ صفوان کہنے لگا خدا کی قسم وہ مجھے قتل کرنے کے لیے آرہا ہے۔ وہ محمدؐ کا فداکار ہے اور اس کی آمد کا یہی مقصد ہوسکتا ہے۔ جب وہ قریب آیا تو اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا "اے عمیرؓ میں نے تیرے ساتھ جو بے پناہ احسانات کیے تھے کیا ان کا یہی بدلہ ہے؟ تیرے قرض کی ادائیگی اور تیرے اہل وعیال کی دیکھ بھال میں اسی لیے کرتا رہا ہوں؟

Marfat.com

جواب میں حضرت عمیر نے کہا: اے ابووہب! میں تجھ پر قربان، میں اس شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو سب انسانوں سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمھارے لیے امان طلب کی اور انھوں نے دے دی۔ اس پر صفوان نے کہا خدا کی قسم میں تمھارے ساتھ واپس نہیں جاؤں گا جب تک تم محمد کی طرف سے کوئی نشانی لے کر نہ آؤ۔

واپسی کا فیصلہ

حضرت عمیرؓ کی دلی خواہش تھی کہ صفوان اس امان سے فائدہ اٹھائے اور اللہ کی توفیق سے اسلام قبول کر لے۔ اس لیے انھوں نے کہا ٹھیک ہے میں رسول اللہ سے کوئی نشانی لے کر آتا ہوں۔ نبی پاکؐ نے ایک سرخ یمنی چادر جس کو عمامے کے طور پر استعمال فرماتے تھے عمیر کو دی۔ اب انھوں نے آ کر صفوان سے کہا اے صفوان یہ نبی اکرم کا عمامہ مبارک ہے۔ تو نے اسے کئی مرتبہ آنحضورؐ کو باندھے ہوئے دیکھا ہوگا۔ اس نے کہا ہاں میں اسے پہچانتا ہوں۔ حضرت عمیرؓ نے کہا دل سے وسوسے نکال دو، میں اس شخص کے پاس سے آیا ہوں، جو خیر الناس ہے۔ سب انسانوں سے زیادہ حلیم الطبع ہے، سب سے زیادہ نیک صفت اور صلہ رحمی کرنے والا ہے۔ وہ تیرے لیے غیر نہیں۔ اس کی عزت تیری عزت ہوگی، اس کی شان تیری شان ہوگی اور اس کی حکومت تیری حکومت ہوگی۔ اللہ کو یاد کر اور اللہ کے نبی نے تجھے اسلام کی طرف جو دعوت دی ہے اسے قبول کر لے۔ یہ سن کر صفوان نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔

دربارِ نبوی میں حاضری

جب حضرت عمیرؓ کی رفاقت میں صفوان مکہ پہنچا تو آنحضورؐ حرم شریف میں صحابہ کو عصر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ صفوان نے عمیرؓ سے پوچھا تم دن رات میں کتنی نمازیں پڑھتے ہو؟ انھوں نے فرمایا پانچ۔ پوچھا کیا محمدؐ خود نماز پڑھاتے ہیں؟ کہا ہاں۔ جب آنحضورؐ نے سلام پھیرا تو صفوان نے بلند آواز سے پکارا۔ اے محمد عمیر بن وہب آپ کی چادر لے کر آیا تھا، اور اس نے مجھ سے کہا

Marfat.com

کہ آپ نے مجھے بلایا ہے، ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے دو مہینے کی مہلت ہوگی میں اس میں فیصلہ کرلوں۔ آپ نے فرمایا اے صفوان آگے آجاؤ، دو نہیں چار مہینے تک سوچ بچار کرلو۔

نبی جود وسخا

صفوان میں امیہ نے امان پائی تو اطمینان کا سانس لیا، لیکن فوری طور مسلمان نہیں ہوا۔ تاہم آنحضورؐ اس کو اپنے ساتھ ہوازن اور طائف کے معرکوں میں لے گئے۔ آپؐ نے اس سے جنگ کے لیے سوزر ہیں بھی مانگیں جو اس نے آپ کو مستعار دے دیں۔ انھی معرکوں کے دوران نبی اکرمؐ نے صفوان بن امیہ کو اونٹوں بکریوں اور مویشیوں سے بھری ہوئی ایک گھاٹی پر حسرت سے نگاہ ڈالتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے ابو وہب کیا یہ منظر تجھے بہت اچھا لگتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا سن لو یہ گھاٹی تمام مویشیوں سمیت تیری ہوگئی ہے۔ اس پر صفوان بے ساختہ پکار اٹھا ''خدا کی قسم ایسی عطا کوئی بادشاہ نہیں، نبی ہی دے سکتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور محمد، نبی اکرمؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' یہ واقعہ وادی جعرانہ میں پیش آیا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۵۳-۸۵۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۴۱ تا ۱۴۸ مطبوعہ دار صادر بیروت۔ سیرت ابن ھشام المجلد الثانی، مجموعہ ۳-۴، ص ۴۱۸ تا ۴۲۱)

حویطب بن عبدالعزیٰ

حویطب بن عبدالعزیٰ بھی قریش کے بااثر سرداروں میں سے تھا۔ سہیل بن عمرو کا دوست اور حدیبیہ کے صلح نامہ میں قریشی وفد کا ایک اہم رکن تھا۔ یہ آنحضورؐ کا بدترین دشمن اور اسلام کے خلاف بہت زہر افشانی کرنے والا سردار تھا۔ معاہدہ حدیبیہ کی دستاویز پر جن لوگوں نے دستخط کیے تھے ان میں قریش کی طرف سے یہ شخص بھی شامل تھا۔ آنحضورؐ نے اسے واجب القتل قرار نہیں دیا تھا مگر اپنے جرائم کی وجہ سے وہ خود خوف زدہ تھا اس لیے وہ بھی روپوش ہوگیا۔ جب یہ بھاگا چلا جارہا تھا تو حضرت ابوذر غفاریؓ نے اسے دیکھ لیا جو جاہلیت کے زمانے میں اس کے دوست تھے۔

Marfat.com

چونکہ یہ واجب القتل نہیں تھا اور آنحضورؐ نے سب لوگوں کے لیے عام معافی کا اعلان فرمایا تھا، اس لیے حضرت ابوذرؓ نے اسے بلایا اور اسے یقین دلایا کہ اسے امان دی جائے گی۔ اس نے کہا ابوذر مجھے یقین نہیں آ رہا۔ آپ نے فرمایا میں تم سے مذاق نہیں کر رہا، اگر تو آنحضورؐ کے پاس جانا چاہتا ہے تو میں تجھے ابھی لیے چلتا ہوں اور اگر تو اپنے گھر جانا چاہتا ہے تو تجھے تیرے گھر پہنچا دیتا ہوں۔

موت کا خوف

حویطب عجیب مخمصے میں تھا۔ اس نے کہا میں کیسے گھر تک جاؤں گا۔ راستے میں جو مسلمان بھی مجھے دیکھے گا وہ قتل کر دے گا اور میں گھر میں داخل ہو گیا تو مجھے گھر میں بھی پناہ کہاں ملے گی۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا آ میرے ساتھ میں تجھے تیرے گھر پہنچا دیتا ہوں اور جان لے کہ آنحضورؐ نے فرما دیا ہے کہ جو گھر کا دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ جائے، اس سے کوئی مواخذہ نہ کیا جائے۔ حضرت ابوذرؓ اسے اپنی امان میں لے کر اسے گھر کی طرف چلے گئے اور جب بھی کوئی صحابی نظر آتا تو آپ بلند آواز سے کہتے کہ حویطب امان میں ہے اس پر حملہ نہ کیا جائے۔ پھر حضرت ابوذرؓ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعے کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا ہم نے جن لوگوں کو واجب القتل قرار دیا ان کے علاوہ سب آدمی امان میں ہیں۔ حویطبؓ اس حسنِ سلوک سے اتنا متاثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔ اس نے بعد کے معرکوں میں اسلام کی خدمات میں کئی کارنامے سرانجام دیے۔ (مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۵۰)

ابن الزِبَعریٰ

ابن الزِبَعریٰ اور ہُبَیرہ بن ابی وہب اسلام دشمن اور مکہ کے موثر سرداروں میں شامل تھے۔ یہ بھی خوف کے مارے مکہ سے بھاگ گئے۔ ابن الزبعریٰ تو آنحضورؐ کی ہجو لکھا کرتا تھا۔ یہ بڑا پر اثر شاعر تھا۔ اپنے دوست اور ساتھی ابن ابی وہب کو ساتھ لے کر یہ نجران کی طرف بھاگ گیا۔ اہل نجران کو انھوں نے بتایا کہ محمد مکہ میں فاتحانہ داخل ہو گیا ہے اور خدا کی قسم ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ اب تمھارے قلعوں کی طرف پیش قدمی کرے گا۔ یہ باتیں سننے کے بعد بنو حارث بن کعب نے پوچھا

Marfat.com

کہ قریش کی قوت کو کیا ہوا تو انھوں نے جواب دیا، قریش قتل ہو گئے اور شکست کھا گئے۔ یہ باتیں سننے کے بعد بنو حارث بن کعب اپنے قلعوں کی مرمت کرنے، اپنے مویشیوں کو اکٹھا کرنے اور اپنے ہتھیاروں کو تیار کرنے میں لگ گئے۔ اس دوران ابن الزبعری کے دل میں خیال آیا کہ رسول اللہؐ سے بھاگ جانا ممکن نہیں۔ عافیت اس میں ہے کہ ان کے دامن میں پناہ لی جائے۔ وہ معاف کرنے والے اور گناہوں کے اعتراف پر درگزر کرنے والے ہیں۔

دوستی ختم، راستے جدا

ابن الزِبعریٰ کے ارادے دیکھ کر ہبیرہ بن ابی وہب نے اسے سخت سست کہا تو اس نے جواب دیا کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ابن ابی وہب نے کہا افسوس میں تیرے ساتھ اس سفر پر روانہ نہ ہوتا۔ تیرے جیسا رفیقِ سفر تو انسان کے لیے عار ثابت ہوتا ہے۔ یوں باہمی دوستی ختم ہو گئی اور راستے جدا ہو گئے۔ اس نے مزید کہا خدا کی قسم مجھے تو ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرنے لگے ہو۔ ابن الزِبعریٰ نے کہا وہ ہمارا چچا زاد ہے، اس کی عزت ہماری عزت ہے۔ وہ پوری قوم میں سب سے زیادہ نیک اور خوش خلق انسان ہے۔ اس کے پاس جانے میں مجھے کیا عار ہے۔ یہ کہہ کر ابن الزِبعریٰ نے واپسی کے لیے رختِ سفر باندھا۔ ہُبیرہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو اس سے ہاتھ ملانے سے بھی انکار کر دیا کہ وہ بے وفائی کا مرتکب ہوا ہے۔

اللہ کی راہ نمائی اور ہدایت

ہبیرہ بن ابی وہب نجران ہی میں مقیم رہا جب کہ ابن الزبعری آنحضورؐ کے پاس مدینہ آ پہنچا۔ اس کی آمد کے وقت آپ اپنے صحابہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپؐ نے اسے دور سے دیکھ کر پہچان لیا، آپ کا چہرہ متبسم ہوا حالانکہ وہ آپ کا بدترین مخالف اور ہجوگو رہا تھا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا یہ ابن الزبعرٰی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے چہرے میں نورِ اسلام کی روشنی ہے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی اس نے کہا یا رسول اللہؐ آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔ میں سچے دل سے گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اس کے بندے اور رسول

Marfat.com

ہیں۔ میں اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس نے میری رہنمائی فرمائی۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ سے بدترین دشمنی کی۔ آپ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ آپؐ کے مقابلے پر جنگیں لڑیں اور کبھی اونٹ پر سوار ہو کر اور کبھی پیدل آپ کو شکست دینے کی ناکام کوششوں میں لگا رہا۔ جب آپ فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے تو میں آپ کے خوف سے بھاگ گیا۔ جب میں نجران کی طرف جا رہا تھا تو قطعاً میرے دل میں اس بات کا خیال نہیں تھا کہ اللہ میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے گا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری رہنمائی فرمائی اور میرے دل نے گواہی دی کہ آپ حق پر ہیں اور میں باطل پر تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے پتھر کے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت کی اور ذلت و گمراہی میں مبتلا رہا۔ آپؐ اپنے بدترین مخالف کی زبان سے آج یہ کلمۂ حق سن کر اس قدر مسرور تھے کہ چہرہ مبارک دمک رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا وہ باری تعالیٰ تمام تعریفوں کا مستحق ہے جس نے تجھے اسلام کی طرف رہنمائی دی۔ ابن الزبعریؓ مخلص مسلمان بن کر اسلام کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

رشتہ داری کام نہ آئی

ہبیرہ بن ابی وہب سے آنحضورؐ کی رشتہ داری بھی تھی اور آپؐ اس کے لیے نرم گوشہ بھی رکھتے تھے۔ وہ آپ کی محبوب چچازاد بہن حضرت ام ہانیؓ بنت ابی طالب کا خاوند تھا۔ مگر اللہ کو منظور نہیں تھا کہ وہ منزل سے ہم کنار ہوتا۔ جب سب لوگ مکہ میں آ کر اسلام قبول کر رہے تھے تو وہ نجران بھاگ گیا۔ اہل نجران کے درمیان ہی اس نے باقی ماندہ زندگی گزاری اور شرک کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ حضرت ام ہانیؓ پہلے دن ہی سے اسلام کی قائل تھیں۔ فتح مکہ سے قبل انھوں نے اپنے اسلام کا اعلان بھی فرما دیا۔ قدرت کے فیصلے بھی عجیب ہوتے ہیں۔ ہُبیرہ کا اپنا گھر اسلام دشمنوں کے لیے امن کی جگہ اور پناہ گاہ بن گیا تھا مگر وہ جان کے خوف سے مارا مارا پھر رہا تھا۔

حضرت ام ہانیؓ صحابیات میں بڑا بلند درجہ رکھتی ہیں۔ آنحضورؐ ہجرت سے قبل بھی ان کے گھر اکثر تشریف لے جاتے تھے۔ وہاں استراحت بھی فرماتے اور حضرت ام ہانی کی ضیافت سے

Marfat.com

بھی لطف اندوز ہوتے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کا سفرِ معراج حضرت ام ہانی ہی کے گھر سے شروع ہوا تھا۔ وہ شب آپ انھی کے گھر میں مقیم تھے۔ ان کا خاوند ہبیرہ بنو مخزوم (ابوجہل کا خاندان) میں سے تھا اور کافر بھی مگر آنحضورؐ کے ساتھ ہمیشہ اچھے انداز اور خوش اخلاقی سے ملا کرتا تھا۔ افسوس کہ اس کے لیے ایمان و ہدایت کی دولت مقدر نہ تھی۔ ام ہانیؓ آنحضورؐ سے اپنے حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ محبت کرتی تھیں۔ فتح مکہ کے روز ان کا خاوند ہبیرہ بن ابی وہب جو بنو مخزوم کے سرداروں میں سے تھا، مکہ سے بھاگ کر جانے لگا تو انھوں نے اسے روکا مگر وہ نہ مانا۔

ام ہانیؓ کا گھر امن کا گہوارہ

حضرت ام ہانیؓ نے اپنے گھر میں اپنے خاوند کے رشتہ داروں کو پناہ دی اور ان کی جانیں بچ گئیں۔ عبداللہ بن ربیعہ اور حارث بن ہشام بنو مخزوم کے مشہور لوگوں میں سے تھے اور وہ ہبیرہ بن وہب کے نسبی رشتہ دار تھے۔ انھوں نے سوچا کہ محمد غالب آ گیا ہے تو ہم کہاں پناہ لیں اور خیال آیا کہ ام ہانی کے گھر۔ چنانچہ وہ دونوں ام ہانی کے گھر گئے اور کہا کہ ہمیں پناہ دیں۔ انھوں نے فرمایا کوئی فکر نہ کرو تم میری پناہ میں ہو۔ ام ہانیؓ بڑے باپ کی بڑی بیٹی تھیں۔ گھر بھی بڑا تھا اور دل بھی!

حضرت علیؓ ام ہانیؓ کے گھر

حضرت علیؓ نے ان دونوں سرداروں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تھا اور یہ بھی کہ وہ ام ہانی کے گھر داخل ہوئے ہیں۔ حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار تھے اور لوہے کے لباس میں ڈوبے ہوئے تھے۔ چہرے پر بھی خود تھا جس کی وجہ سے انھیں پہچاننا مشکل تھا۔ وہ ام ہانی کے گھر میں داخل ہوئے اور کہا یہاں دشمنانِ خدا چھپے ہوئے ہیں۔ حضرت ام ہانیؓ اپنے بھائی کو پہچان نہ سکیں اور بولیں میں نے ان لوگوں کو پناہ دی ہے اور میں رسول اکرمؐ کی چچازاد بہن ہوں۔ حضرت علیؓ نے اپنا چہرہ ننگا کیا تو بہن نے ان کو پہچان لیا۔ بھاگتی ہوئی ان کی طرف لپکیں کہ میرا بھائی آ گیا ہے۔ اپنے بھائی کو سلام کیا اور گلے لگا لیا۔ مگر انھوں نے کہا کہ ام ہانیؓ تم نے یہ کیا کیا؟ مشرکین اور دشمنانِ خدا کو پناہ دیتی ہو؟

Marfat.com

ام ہانیؓ آنحضورﷺ کی تلاش میں

حضرت ام ہانیؓ نے ان دونوں کے اوپر کپڑا ڈال دیا اور فرمایا خدا کی قسم میں نے انھیں پناہ دی ہے۔ تم اس وقت تک انھیں نہیں مار سکتے جب تک پہلے مجھے قتل نہ کر دو۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ باہر نکل گئے تو حضرت ام ہانیؓ نے دروازہ بند کر لیا اور دونوں پناہ گزینوں کو کہا تم امن میں ہو، کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ ام ہانیؓ خود بیان کرتی ہیں کہ ان کو اپنے گھر میں چھوڑ کر وہ آنحضورﷺ کے خیمے کی طرف گئیں تو آپ وہاں نہ ملے۔ البتہ بنتِ رسول فاطمۃ الزہراءؓ سے ان کی ملاقات ہوگئی اور ان سے شکایت کی کہ میرے بھائی علیؓ نے مجھے دکھ پہنچایا ہے۔ میں نے اپنے خاوند کے دو رشتہ داروں کو پناہ دی ہے اور یہ ان کے قتل کے درپے ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے بھی اپنی پھوپھی سے کہا علیؓ نے کیا زیادتی کی ہے؟ پھوپھی، تو مشرکوں کو پناہ دیتی ہے؟ اسی وقت آنحضور بھی تشریف لے آئے۔

ام ہانیؓ کی پناہ پر تائید نبوی

ام ہانی کہتی ہیں کہ آپﷺ پر گرد و غبار کے آثار تھے۔ مجھے دیکھتے ہی آپ نے والہانہ انداز میں فرمایا "فاختہ ام ہانی کو خوش آمدید"۔ پھر کہتی ہیں کہ میں نے آنحضورﷺ سے بھی وہی شکایت کی جو فاطمہ سے کر چکی تھی۔ آنحضورﷺ نے فرمایا جسے تو نے پناہ دی اسے ہماری طرف سے بھی پناہ ہے۔ جسے تو نے امان دی اسے ہم بھی امان دیں گے۔ پھر آپ نے غسل کے لیے پانی طلب فرمایا اور نہا کر ایک قیمتی چادر زیب تن فرمائی۔ اسی میں آپ حرم تشریف لے گئے۔ ام ہانی اپنے گھر واپس آئیں اور ان دونوں سے کہا اگر یہاں رہنا چاہو تو تمہاری مرضی، اگر گھر جانا چاہو تو آنحضورﷺ کی طرف سے تم مامون ہو۔ چنانچہ وہ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج ۲، ۸۲۹-۸۳۱)

انعام و اکرام

ان لوگوں کے علاوہ آپﷺ نے بہت سے دیگر سابق دشمنان کو بھی معاف کیا اور بہت انعام و اکرام سے نوازا۔ ان میں دو سردار، حکیم بن حزام اور جُبیر ابن مُطعِم خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ دونوں ان چودہ

Marfat.com

مسلح سرداروں میں شامل تھے جنھوں نے ہجرت کی رات آنحضورؐ کو قتل کرنے کے لیے آپ کے گھر کا محاصرہ کررکھا تھا۔ ان میں سے گیارہ بدر کے میدان میں آئے تھے اور سبھی قتل ہوگئے تھے۔ تین نہیں آئے تھے جو بچ گئے۔ ان دو کے علاوہ تیسرے ابوسفیان تھے۔ ان تینوں کو بہت بڑے بڑے انعامات سے نوازنے کے واقعات طبقات ابن سعد، البدایہ والنہایہ اور المغازی میں بیان ہوئے ہیں۔

...... ۞ ۞ ۞ ......

Marfat.com

شرک کا خاتمہ، توحید کا اثبات

تفاخر کا بت پاش پاش

خانہ کعبہ کو تصاویر اور بتوں سے پاک صاف کر دینے کے بعد آنحضورؐ نے موذنِ اسلام حضرت بلالؓ بن رباح کو حکم دیا کہ وہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ آج کے دن شرک، کفر، جہالت اور جاہلی عصبیت کے تمام آثار اس سرزمین سے مٹا دیے گئے ہیں۔ یہ محض اللہ کی توحید کا اعلان نہ تھا بلکہ اس بات کی دلیل بھی تھی کہ خاندانی اور نسبی تفاخر کی اسلام میں کہیں کوئی گنجائش نہیں۔ مٹی، پتھر اور لکڑی کے بنے ہوئے بتوں کو خانہ کعبہ سے نکال باہر پھینکا گیا تھا مگر ان سب سے بڑا بت جو انسانوں کے سینوں میں سجایا جاتا ہے اور جس کی پوجا تمام دیگر بتوں سے زیادہ کی جاتی ہے وہ اپنی ذاتی بڑائی اور اور فخر و مباہات کا بت ہے۔ سردارانِ مکہ سب نیچے کھڑے تھے اور ایک حبشی غلام خانہ کعبہ کی چھت پہ کھڑا کمال وارفتگی اور سوز و گداز سے اذان پڑھ رہا تھا۔ آج بلال کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے اور اسلام دشمنوں کے دلوں پر آرے چل رہے تھے۔ (سیرت ابن ھشام، مجموعہ، ج ۳-۴، ص ۴۱۳)

اللہ کے شاکر بندے

ہجرت سے قبل قریش نے کئی مرتبہ آنحضورؐ پر اعتراض کیے کہ آپ کے گرد و نواح غلام اور گرے پڑے لوگ جمع رہتے ہیں، ہم آپ کی مجلس میں ان کے ساتھ ہرگز نہیں بیٹھ سکتے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر ان معاندینِ اسلام کے اس خیالِ باطل کو مسترد کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اور [اے نبیؐ] جو لوگ اپنے رب کو رات دن پکارتے رہتے ہیں اور اس کی خوشنودی کی طلب میں لگے ہوئے ہیں انھیں اپنے سے دور نہ پھینکو۔ ان کے حساب میں سے کسی چیز کا

Marfat.com

بار تم پر نہیں ہے اور تمھارے حساب میں سے کسی چیز کا باران پر نہیں۔ اس پر بھی اگر تم انھیں دور پھینکو گے تو ظالموں میں شمار ہو گے۔ دراصل ہم نے اس طرح ان لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈالا ہے، تاکہ وہ انھیں دیکھ کر کہیں: ''کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر ہمارے درمیان اللہ کا فضل و کرم ہوا ہے؟'' ہاں! کیا خدا اپنے شکر گزار بندوں کو ان سے زیادہ نہیں جانتا ہے؟ (الانعام ۶: ۵۲-۵۳)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اُسے پکارتے ہیں، ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو، جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔ (الکھف ۱۸: ۲۸)

بلالؓ و عمارؓ اور خبابؓ و صہیبؓ سرداران قریش کی نظروں میں حقیر تھے مگر ربِ کعبہ کی نظر میں معزز و محترم تھے۔ اسلام میں شرف و تکریم اور اعزاز و اکرام کا مقام و مرتبہ مادی دولت، ظاہری حسن اور نسبی حوالوں سے نہیں بلکہ ایمان، اخلاق، کردار اور تقویٰ سے متعین ہوتا ہے۔ قریش نے بلالؓ کو خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے دیکھا تو کئی لوگوں کے دلوں میں نفرت کا لاوا ابلنے لگا مگر آج وہ بے بس تھے۔ حافظ ابن قیم، حافظ ابن کثیر اور ابن ہشام جیسے عظیم مورخین نے اس عظیم الشان واقعے کی جو منظر کشی کی ہے وہ بڑی ایمان افروز ہے۔ حضرت بلال نے اذان کی صورت میں اللہ کی کبریائی کا اعلان، آنحضورؐ کی قیادت و رہنمائی کا اقرار اور کامیابی و فلاح کے راستوں کی ترجمانی کرتے ہوئے چاروں طرف منہ کر کے جب کعبہ کی چھت سے اذان کے الفاظ پڑھے تو مکہ کی فضا میں ایک گونج پیدا ہوئی۔ گرد و نواح کی پہاڑیاں بھی اس کلمۂ حق سے جھوم اٹھیں۔ اہل ایمان کے دلوں میں سکینت نازل ہوئی اور جن دلوں میں ابھی تک کھوٹ اور میل کچیل تھا وہ پژمردہ ہو گئے۔ شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگا اور روتے ہوئے اپنی ناکامیوں کا ماتم کرنے لگا۔ جاء الحق وزھق

Marfat.com

الباطل کی عملی تفسیر چشمِ فلک نے دیکھی اور خلقِ خدا نے بھی اس کا مشاہدہ کیا۔

حسرت زدہ قریش

اس اذان کے الفاظ و معانی سے اہلِ اسلام تو پہلے ہی بخوبی واقف تھے، کافر بھی ایک ایک لفظ کو سن رہے تھے اور اس کا پورا مفہوم سمجھ رہے تھے۔ کوئی ابہام تھا، نہ شک و شبہ۔ اسلام کا انقلابی منشور پوری انسانیت کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا۔ قریش کے ایک سردار عتاب بن اُسَید نے اپنے قریب کھڑے ہوئے قریشیوں کو سناتے ہوئے کہا اللہ نے میرے باپ اُسَید کو یہ منظر دیکھنے سے پہلے ہی اٹھا لیا۔ یہ میرے والد کی خوش نصیبی ہے۔ قریب کھڑے ہوئے سعید بن عاص کے بیٹوں نے بھی کہا کہ اللہ نے ہمارے والد سعید کو اس سیاہ فام حبشی غلام کے خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھنے اور یہ الفاظ ادا کرنے سے پہلے اٹھا لیا ورنہ وہ یہ اذیت کیسے برداشت کرتا۔ اس موقع پر ابو جہل کا بھائی حارث بن ہشام اور قریش کا سردار ابوسفیان بن حرب بھی یہ باتیں سن رہے تھے مگر خاموش تھے۔ لوگوں نے حارث بن ہشام کو خاموش دیکھ کر اسے عار دلائی اور کہا کہ کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ یہ حبشی غلام کہاں چڑھ گیا ہے، تو اس نے بہت اچھا جواب دیا کہ ''اگر اللہ یہ نہ چاہتا تو وہ کبھی اس مقام پر نہ چڑھتا یہ اللہ کی مرضی ہے اسے کون روک سکتا ہے۔'' لوگوں نے ابوسفیان کی طرف تجسس کے ساتھ دیکھا تو اس نے کہا بخدا میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر میں نے کوئی بات کی تو یہ کنکریاں اور پتھر بھی محمدؐ کو خبر دے دیں گے۔

رسول برحق کا آسمان سے رشتہ

یہ لوگ اپنے تئیں یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کی باتوں کا کسی کو علم نہیں۔ ادھر آنحضورؐ کچھ ہی دیر کے بعد ان کے پاس آئے۔ بلالؓ اس وقت تک اذان دے چکے تھے۔ آپؐ نے ان سب سے فرمایا ابھی جو باتیں تم لوگوں نے کی ہیں مجھے ان کا علم ہے۔ پھر آپؐ نے ہر ایک کے الفاظ دہراتے ہوئے بتایا کہ تم نے یہ اور یہ باتیں کی ہیں۔ اس موقع پر ان لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں اور انھیں یقین ہو گیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، کیوں کہ وہ ابھی ابھی یہ باتیں کر رہے تھے اور ان میں سے کوئی بھی

Marfat.com

اپنی جگہ سے ہلا نہیں تھا کہ آنحضورؐ نے آ کر ان کا بھانڈہ پھوڑ دیا۔ ان سب نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ اللہ کے برحق رسول ہیں ہم سچے دل سے آپ پر ایمان لائے۔ اس کے بعد یہ لوگ واقعی جماعت صحابہ میں اپنے اعمال اور کردار کی بدولت اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ (زاد المعاد ج۳، ص۴۰۹-۴۱۰، البدایة والنہایة ج۱، ص ۸۵۵-۸۵۶) رسولِ برحق کو ربِ کائنات کی تائید قدم قدم پر حاصل رہی۔ وہ علیم وخبیر آپ کو ہر اہم بات خواہ مخلوق کس قدر چھپ کر اس کا اظہار کرتی یوں بتا دیتا جیسے روزِ روشن میں ہر چیز نظروں کے سامنے عیاں ہوتی ہے۔

نوحۂ ابلیس

مورخین نے کئی واقعات بیان کیے ہیں کہ جن میں فتح مکہ کے وقت شیطان نے سرداران قریش کو ورغلایا اور ایسے ہر موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ان کے خیالات باطلہ ان کے سامنے پیش فرما کر انھیں ان وسوسوں سے نکالا۔ الواقدی نے المغازی میں شیطان کی ان حرکتوں کا تذکرہ کیا ہے اور ساتھ یہ دلچسپ بات لکھی ہے کہ ابلیس اپنی طویل زندگی میں صرف تین بار رویا ہے۔ پہلی مرتبہ اس وقت جب اس نے اللہ کے حکم پر سجدہ کرنے سے انکار کیا اور پھر اس کی شکل تبدیل کر دی گئی اور اسے ملعون قرار دیا گیا۔ پہلے اس کی شکل اللہ نے فرشتوں جیسی بنا دی تھی۔ اپنے انکار پر تو اسے افسوس نہ ہوا مگر شکل تبدیل ہونے پر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ دوسری مرتبہ وہ اس وقت رویا جب حضورؐ کو ان کی بعثت کے بعد پہلی مرتبہ حرم مکہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ تیسری مرتبہ وہ اس روز زار و قطار رویا جب مکہ فتح ہونے کے بعد خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا جا رہا تھا اور پھر بلال خانہ کعبہ کی چھت سے کلمہ توحید بلند کر رہے تھے۔ یہ تیسرا موقع اس کے لیے اتنی ذلت و رسوائی کا باعث تھا کہ اس نے اپنی تمام ذریت کو روتے ہوئے خطاب کیا اور کہا خدا کی قسم اب اس بات کی کبھی امید نہ رکھنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کو شرک جلی میں مبتلا کر سکو۔ اب تمھارے لیے طریقہ واردات یہ ہوگا کہ ان کے اندر [بے ہودہ اور لغو] شعر و شاعری اور [دیگر جاہلی رسوم] بالخصوص نوحہ گری کو رائج کرو۔ (دیکھیے مغازی للواقدی ج۲، ص ۸۴۱-۸۴۲)

Marfat.com

خطیب کی عظمت، مخاطبین کے مقدر

ابلیس کے لیے ان دنوں میں مسلسل رونے دھونے کے سوا اور کوئی کام نہیں رہ گیا تھا۔ آنحضورؐ کا خطبہ اور اس میں آپؐ کا بڑا پن اور عظمت شیطان کو گھلا رہی تھی۔ جب آنحضورؐ کا خطبہ سننے کے لیے ہر جانب سے لوگ دوڑ پڑے جن میں مرد اور عورتیں، بچے اور بوڑھے اہل ایمان اور مشرکین، متربصین اور منافقین سبھی شامل تھے تو شیطان اہلِ ایمان کی قوت ایمانی پر مسلسل کڑھ رہا تھا۔ مگر ساتھ ہی اسے یہ خیال بھی ہلکان کیے جا رہا تھا کہ جن لوگوں کے دلوں میں اس نے وسوسے ڈالے تھے وہ سب بھی یہ انقلاب آفریں اور ایمان افروز خطبہ سن کر بدل جائیں گے اور اس کی ذریت سے نکل کر بندگی رب، اطاعت رسول اور وفاداریٔ اسلام کی روش اپنالیں گے۔ خطیب بھی عظیم تھا اور خطبے بھی بے مثال مگر یہ تو مقدر کی بات ہے کہ مخاطبین میں سے کس نے اپنا دامن کس قدر بھرا! رحمان کی رحمتیں اور شیطان کے خدشات و وساوس! سچی بات یہ ہے کہ اس کے خدشات درست تھے۔ ایک دن میں اتنے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ کئی سالوں میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ لوگ اگرچہ بہت دیر بعد، یعنی مکہ فتح ہو جانے کے بعد، اسلام میں داخل ہوئے، اس لیے سابقون الاولون کے مقام کو تو نہیں پہنچ سکتے مگر ان میں بہت سے قیمتی ہیرے اور لعل و جواہر تھے جن پر آنحضورؐ کو فخر تھا اور وہ تاج نبوت میں آج بھی جگمگا رہے ہیں۔ انھی میں صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو، عتاب بن اُسید، عکرمہ بن عمرو (ابوجہل)، حکیم بن حزام، جبیر ابن مطعم، حارث بن ہشام اور ان جیسے کئی فرزندان توحید شامل ہیں۔ انھی میں ام حکیم، ہند بنتِ عتبہ، فاختہ ام ہانی، فاطمہ بنت الولید [حضرت خالد کی بہن] بغوم الکنانیہ [صفوان بن امیہ کی زوجہ]، ہند بنتِ مُنَبِّہ بن الحجاج [عمرو ابن العاص کی والدہ] اور ان جیسی دیگر عظیم بناتِ اسلام کے اسمائے گرامی جگمگا رہے ہیں۔ (تفصیلات طبقات ابن سعد میں ان صحابہ وصحابیات کے حالات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔)

Marfat.com

حضورؐ کا اصل مسکن؟

حضور کا آبائی گھر

حضور پاکؐ کا آبائی شہر مکہ فتح ہو گیا مگر آپ نے اپنا مستقل مسکن مدینہ منورہ ہی کو رکھا۔ فتح مکہ کے بعد نبی اکرمؐ جتنے دن یہاں مقیم رہے، حجون میں نصب اپنے چرمی خیمے ہی میں قیام فرمایا۔ جب حرم شریف میں تشریف لاتے تو اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لاتے۔ شہر میں چند اعزہ واقربا کے ہاں آپ ان کی دعوت پر کھانے میں بھی شریک ہوئے۔ جب لوگوں نے آپ کو خیمے کے بجائے مکہ کے کسی گھر میں مقیم ہونے کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا میں خیمے ہی میں آرام سے ہوں۔ پھر فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان نہیں چھوڑا ہے جس میں ہم قیام کر سکیں؟ حضرت عقیل بن ابی طالب حضرت علیؓ کے بڑے بھائی اور آنحضورؐ کے چچازاد تھے۔ انھوں نے آنحضورؐ اور دیگر اہل ایمان اعزہ کی ہجرت کے بعد ان کے مکان اپنے تصرف میں لے لیے اور ایک ایک کر کے سب بیچ دیے۔ آپ کا آبائی مکان جہاں آپؐ کی پیدائش ہوئی تھی بھی بک چکا تھا۔ مکہ میں آپؐ نے اگر کہیں کچھ دیر کے لیے استراحت فرمائی تو وہ آپ کی چچازاد بہن ام ہانیؓ بنت ابی طالب کا گھر تھا۔

انصار کی سوچ اور آنحضورؐ کا جواب

فتح مکہ کے بعد انصاری صحابہ کے دلوں میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں آپؐ اب اپنے آبائی شہر ہی کو اپنا مسکن نہ بنالیں۔ ان لوگوں نے ہجرت کے وقت بھی آپ سے اس موضوع پر بات کی تھی اور بیعت عقبہ کے وقت بھی، اور ہر مرتبہ آپؐ نے حزم کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ میرا جینا اور مرنا اپنے انصار کے ساتھ ہوگا۔ فتح مکہ کے باوجود میں ان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ فتح مکہ کے

Marfat.com

وقت آنحضورؐ نے انصار کے اس خدشے کو بھانپ لیا اور آپؐ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر ایک پر اثر خطاب فرمایا۔ امام ابن کثیر بیان فرماتے ہیں کہ فتح کے دوسرے روز آپؐ نے طواف کرنے کے بعد صفا کا رخ کیا پھر آپؐ نے وہاں کھڑے ہو کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے اپنے ہاتھ بلند کیے اور دیر تک رو رو کے اللہ سے دعائیں مانگتے رہے۔ آپ پر ایسی کیفیت طاری ہو چکی تھی کہ آپ کے گرد و نواح کھڑے انصار پھر سوچنے لگے کہ کہیں آبائی شہر کی محبت محبوب خدا کے دل پر غالب نہ آ جائے۔ انھوں نے اپنے درمیان اس کا اظہار کیا۔ اللہ نے اپنے نبی کو ان کے محبوب و مقبول انصاری صحابہ کے خدشوں سے باخبر کر دیا۔ آپ نے صفا پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ بات فرمائی۔ ''اے گروہِ انصار خاطر جمع رکھو، میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو،'' فرمایا: لوگو! سن لو میری زندگی اور موت انصار کے ساتھ ہوگی۔ میں زندگی بھر ان سے کبھی جدا نہیں ہوں گا۔ آپؐ نے انصار سے مزید فرمایا: اے انصار! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مجھے گھر بار سے نکالا گیا تو تم نے اپنے دروازے میرے لیے کھول دیے۔ میں نے اللہ کی طرف ہجرت کی تو تم پوری طرح میرے انصار و پشتیبان بن گئے۔ میں اگر آج تمھیں چھوڑ دوں تو میرا کیا مقام اور کیا نام ہوگا۔ میرا جینا مرنا تمھارے ساتھ ہے۔

انصار کے آنسو

آنحضورؐ کا اعلان سن کر تمام انصار فرطِ جذبات سے رونے لگے اور انھوں نے آنحضورؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہ خدا کی قسم ہم نے یہ باتیں اللہ اور اس کے رسول کے متعلق بخل کے انداز میں نہیں کہیں، محبت و اپنائیت کا جو تعلق ہے اس کے زیر اثر ہم نے یہ بات کی۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول آپ لوگوں کی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ تمھارے اوپر کوئی مواخذہ نہیں [تمھارے جذبات قابل قدر ہیں] (یہ واقعات تفصیلاً البدایۃ والنہایۃ ج ا، ص ۸۵۷-۸۵۸ اور سیرت حلبیہ ج ۳، ص ۱۲۹-۱۳۰ پر دیکھے جا سکتے ہیں)۔ حضرت سلیمان بن مغیرہ کی روایت سے امام مسلم اور امام نسائی نے بھی اپنی صحیح کتب حدیث میں اس ایمان افروز واقعے کا تذکرہ کیا ہے۔

Marfat.com

تاریخی خطبہ

نبی اکرمؐ نے فتح مکہ کے روز تمام لوگوں کو معاف کرنے کا اعلان بھی کیا اور بہت سارے امور و معاملات اور قوانین بھی ان کے سامنے پیش فرمائے۔ اس موقع پر سب لوگ حرم کے اندر اور باہر تمام راستوں پر جمع تھے۔ آپؐ نے ان سب سے سوال کیا جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے اور ان سب نے بیک زبان آپ کے بارے میں رحیم و کریم ہونے کا اعتراف کیا۔ آپ کی بات سننے کے لیے لوگ ہجوم کر کے آ رہے تھے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ آپ کے قریب پہنچ جائے۔ آنحضورؐ اس وقت خانہ کعبہ کے دروازے میں دہلیز پر کھڑے تھے اور چوکھٹ کے دونوں دروازوں پر آپ نے اپنے ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ ہجوم کو کنٹرول کرنے کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے دستے کے ساتھ سیکورٹی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپؐ نے جب خطاب شروع کیا تو خاموشی چھا گئی۔

قوانین و ضابطے

اس تاریخی خطبے میں آپ نے سب کو معاف کرنے کا اعلان فرمایا تو کئی سابقہ معاندین اور دشمنان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ نے فرمایا جاہلیت کی تمام رسمیں آج کے دن سے حرام ہیں۔ بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کی کلید برداری جاہلیت کی رسموں میں شامل نہیں۔ یہ حسب معمول باقی ہے اور باقی رہے گی۔ مکہ قیامت کے دن تک حرم ہے، یہاں خون ریزی حرام و ممنوع ہے۔ سودی معیشت پر مکمل پابندی لگائی اور فرمایا کہ جن لوگوں نے سود پر رقمیں دے رکھی ہیں وہ اپنا راس المال وصول کر سکتے ہیں مگر آج کے بعد سود کے طور پر ایک پائی بھی وصول نہیں کر سکیں گے۔ جاہلیت میں گرایا جانے والا خون اور اس پر دعویٰ آج سے ختم ہے۔ سب سے پہلے آپؐ نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کے قرضوں پر سود کو باطل قرار دیا اور پھر باقی سب لوگوں کے لیے عمومی حکم ارشاد فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا جاہلیت کا تفاخر میرے ان دو قدموں کے نیچے کچل دیا گیا ہے۔

Marfat.com

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ اس موقع پر آپؐ نے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۳ کی تلاوت فرمائی۔

لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمھاری قومیں اور برادریاں بنادیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

ایک استثنا

آپؐ نے حدودِ حرم میں شکار کھیلنے اور درخت کاٹنے کی حرمت بھی ارشاد فرمائی البتہ لوگوں کے سوال پر کہ اذخر گھاس کا کاٹنا لوگوں کی ضرورت ہے کیونکہ اسے قبروں میں ڈالا جاتا ہے اور اسے گھروں میں خوشبو کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے کاٹنے کی اجازت دے دی۔ اسلام کا ہر فیصلہ مبنی بر انصاف ہوتا ہے اور اس میں حکمت اور مصلحتِ عامہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ آپ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ اذخر کا کاٹنا جائز ہے۔ مزید فرمایا کہ وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔ بچہ جس کے بستر پر پیدا ہوا اسی کا شمار ہوگا اور بدکار کے لیے پتھر ہیں۔ پھوپھی اور خالہ کے اوپر بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔ (یہ خلاصہ البدایۃ والنھایۃ ج ۱، ص ۸۵۶۔ زاد المعاد ج ۳، ص ۴۵۶۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۶۲-۶۳۔ سیرت ابن ھشام المجلد الثانی مجموعہ ۳-۴، ص ۴۱۳۔ مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۳۶ کی تفاصیل سے ماخوذ ہے۔)

مہاجرین سے خطاب

نبی اکرمؐ نے اس موقع پر مہاجرین سے فرمایا کہ تم نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی، تمھارا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ اب مکہ میں اپنی جائیدادیں جو تم چھوڑ گئے تھے اور جو تمھارے اعزہ واقربا

Marfat.com

کے تصرف میں آتی گئیں، ان کی واپسی کا مطالبہ نہ کرو۔ سب سے پہلے آپؐ نے خود اپنے گھر اور جائیداد کی ملکیت سے دستبرداری کا اعلان فرمایا۔ فاتح سپہ سالار اور اس کی فاتح فوج کی بڑی عظمت تھی کہ اس ایثار کا مظاہرہ کیا گیا جو رہتی دنیا تک ایک مثال ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا اگر کوئی کسی کو قتل کرنے کا مجرم ثابت ہو تو اس کی دیت ایک سو اونٹ ہے جس میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔ اس موقع پر آنحضورؐ نے یہ بات بھی فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس سرزمین مکہ کو بقعۂ حرمت بنایا ہے، اسے حرام قرار دینا انسانی فیصلہ نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ فتح مکہ کے وقت یہاں قتال ہوا تھا تو اسے بتاؤ کہ اللہ نے اپنے رسول کو دن کی ایک گھڑی میں اس کی اجازت دی تھی پھر دوبارہ اس کی حرمت حسب سابق بحال ہوگئی ہے جو تا قیامت ہے۔ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچانے کے ذمہ دار ہیں جو یہاں موجود نہیں۔ [امام بخاریؒ نے یہ مضمون حضرت ابوشُرَیحؓ خزاعیؓ کے حوالے سے فتح مکہ کے باب میں نقل کیا ہے۔]

صحابیِ رسولؐ کا اتمامِ حجت

واقدی لکھتا ہے کہ حضرت ابوشریح ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے نبی پاک کا یہ خطبہ اپنے کانوں سے سنا تھا۔ جب اموی فوجوں نے مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر حملہ کیا اور انھیں قتل کرنے کے لیے مکہ کی حرمت کو حلت مین تبدیل کرنے کے ارادے ظاہر کیے تو اموی سپہ سالار عمرو بن سعید بن العاص کا راستہ روک کر حضرت شریح الخزاعی الکعبیؓ نے اسے یہ فرمانِ رسولؐ سنایا۔ اس نے ماننے سے انکار کیا تو آپ نے فرمایا ”میں چونکہ خود اس قول رسول کا سامع و شاہد ہوں، تم نے یہ ارشاد نہیں سنا، میں نے سنا تھا۔ آپ کا یہ حکم میرے سامنے ہے کہ ”فلیبلغ الشَّاھِدُ الْغَائِب“ اس لیے میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اموی سپہ سالار نے اپنے ساتھیوں سے کہا اس بوڑھے کی باتوں میں مت آنا۔ ہم بھی مسئلے کو خوب جانتے ہیں۔ کسی باغی اور حکومت کی اطاعت سے نکل جانے والے اور خون ریزی کرنے والے کو قتل کرنے کے لیے اس حکم میں حرمت نہیں ہے۔ یہ اس اموی سالار کی ہٹ دھرمی اور جہالت تھی اور پھر وہ کچھ ہوا جو تاریخ کے سینے میں

Marfat.com

آج بھی زخم کی طرح رِس رہا ہے۔ العیاذ باللہ، صحابیِ رسول نے اتمامِ حجت فرما دیا اور کہا کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اب تو جان اور تیرا کام! (مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۴۵)

حضرت ابن عمرؓ کا تبصرہ

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو مدینہ میں اموی فوجوں کی نقل و حرکت اور مکہ کے محاصرے کی اطلاع ملی تو انھوں نے بہت افسوس کا اظہار کیا۔ انھیں بتایا گیا کہ حضرت ابوشریحؓ نے عمرو بن سعید بن العاص کو نبی پاک کا حکم سنایا تو اس نے اسے کوئی وقعت نہ دی۔ انھوں نے کفِ افسوس ملتے ہوئے کہا کہ میں نے بھی اس روز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تھا۔ (ایضاً)۔ اس حملے کے نتیجے میں مکہ میں خوں ریزی ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شہادت ہوئی اور ان کے علاوہ کئی اہلِ حرم بھی اموی فوجوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف کے حکم سے انھیں صلیب پر لٹکایا گیا۔ یہ واقعہ طبقات ابن سعد، البدایہ والنہایہ اور دیگر کتبِ تاریخ میں منقول ہے، جس میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی بوڑھی والدہ ماجدہ، صحابیۂ رسول حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی عزیمت و استقامت کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ انھوں نے اپنے شہید بیٹے کو صلیب پر لٹکتے ہوئے دیکھا تو بقول شاعر فرمایا ؎

اب بھی منبر سے نہ اترا یہ خطیب
اب بھی گھوڑے سے نہ اترا یہ سوار

Marfat.com

متفرق واقعات

قاتلِ حمزہؓ وحشی بن حرب

حضرت حمزہ کا قاتل وحشی بن حرب مکہ میں جبیر ابن مطعم کا حبشی غلام تھا۔ وہ کفار کی طرف سے جنگوں میں شریک ہوتا رہا۔ جنگ احد میں اسے ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے لالچ دیا کہ اگر وہ حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو قتل کردے تو یہ اسے اس کے آقا سے آزادی دلا دے گی۔ وحشی بڑا طاقتور اور نڈر جنگجو تھا۔ اس کے پاس ایک ایسا جنگی ہنر تھا جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ اتنے فاصلے پر کھڑے ہو کر جہاں سے دشمن کی تلوار و نیزہ اس تک نہ پہنچ سکے اپنا حربہ (خنجر) پھینک کر مخالف کے سینے اور دل کو نشانہ بناتا تھا۔ اس ہتھیار سے وہ دشمن کو شدید زخمی کر کے اس پر چڑھ دوڑتا تھا۔

سید الشہداء کی شہادت

احد کے میدان میں سیدنا حمزہؓ اسَدُ اللهِ وَاسَدُ رَسُوْلِهٖ پر اس نے اسی انداز میں حملہ کیا۔ اسی کے نتیجے میں ان کی شہادت ہوئی۔ ان کی شہادت پر قریش بالخصوص ہند بنت عتبہ نے بڑا جشن منایا۔ ہند نے حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد ان کا مثلہ کروایا اور ان کا جگر چبایا۔ وحشی کو آزادی تو مل گئی مگر اللہ کے رسولؐ کو اس نے جو تکلیف پہنچائی تھی، اس کی وجہ سے اسے کبھی کہیں سکون اور قرار نہ ملا۔ آپؐ نے شروع میں اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ وحشی کو اس کا علم تھا اور صحابہ کرامؓ اس کے خون کے پیاسے تھے۔ آپؐ نے فرمایا "تم میں سے جو بھی وحشی کو کہیں پالے، اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے اور اسے قتل کردے۔" وہ ڈر کے مارے مکہ سے بھاگ گیا اور طائف میں بنو ثقیف کے ہاں جا کر چھپ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس دور میں صحابہ کرامؓ وحشی سے زیادہ کسی اور کو

Marfat.com

قتل کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔

مغفرت کی امید

بعض روایات کے مطابق وحشی کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی تھی اور وہ اپنے جرم پر سخت نادم تھا، مگر دو چیزیں اسے اسلام کی طرف پیش قدمی کرنے سے روک دیتی تھیں۔ پہلی یہ کہ وہ روپوشی سے نکل کر اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ کی طرف قدم بڑھائے گا تو جوں ہی کسی مسلمان کی نظر اس پر پڑے گی وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ دوسرے یہ کہ اس کے ہاتھوں حضرت حمزہؓ کی شہادت کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول اس سے اس قدر ناراض ہیں کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ بعض روایات کے مطابق فتح مکہ کے وقت وہ آنحضورؐ کی خدمت میں مکے میں حاضر ہوا تھا اور بعض دیگر مورخین کی روایات کے مطابق فتح مکہ کے بعد مدینہ ہی میں آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بہر حال جو بھی صورت حال ہو، وحشی کو حضورؐ کے عفوِ عام نے بڑی ڈھارس بندھائی۔ نیز قرآن مجید کی ایک آیت بھی کسی نے اس کے سامنے تلاوت کی جس سے اسے بڑا حوصلہ ملا۔ یہ سورہ زمر کی آیت نمبر ۵۳ ہے۔ جس کا ترجمہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

> ''(اے نبی) کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً، اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور ورحیم ہے۔'' (الزمر ۳۹:۵۳)

مسیلمہ کذّاب کا قتل

خوف اور امید کے ملے جلے جذبات کے ساتھ وحشی بن حرب آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب وہ آپؐ کے سامنے آیا تو آپؐ نے اسے پہچان لیا۔ یہ طائف کے وفد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس نے حضورؐ کو دیکھتے ہی بلند آواز میں کلمہ شہادت پڑھا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو وحشی ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا، کیا تمھی حمزہ کے قاتل ہو؟ عرض کیا آپؐ نے درست فرمایا۔ آپؐ نے پوچھا تم نے حمزہ کو کیسے قتل کیا تو وحشی نے آنکھیں جھکا لیں، لڑکھڑاتی

Marfat.com

زبان سے بیان کیا کہ اس نے کیسے یہ مجرمانہ عمل پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ آنحضورؐ نے تفصیل سن کر فرمایا۔ غَیِّبْ عَنِّیْ وَجْھَکَ (میرے سامنے نہ آیا کرو) حضرت وحشی نے اس حکم کی مکمل تعمیل کی اور وہ کہتے ہیں کہ کُنْتُ اِذَا رَأَیْتُہٗ (صَلَّی اللّٰہ وَسَلَّم) تَوَارَیْتُ عَنْہُ (میں جب آنحضورؐ کو دیکھتا [آپؐ کے حکم کی تعمیل میں] آپ سے چھپ جاتا۔ وحشی بہت مخلص صحابی تھے۔ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور مسیلمہ کذاب پر اپنا وہی خنجر پھینکا۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میرے حربے سے وہ زخمی ہو کر گرا اور عین اسی لمحے ایک انصاری صحابی نے اپنی تلوار سے اس پر ضرب لگائی۔ پس میرا رب ہی جانتا ہے، ہم میں سے کس کی ضرب سے وہ قتل ہوا۔ (مغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۶۲-۸۶۳)

معافی کے ساتھ تلافی!

حضرت وحشیؓ کا جرم بہت بڑا تھا مگر اللہ کی رحمت اور اس کے رسول کا عفو و درگذر ہر چیز سے وسیع ہے۔ حضورؐ نے جب وحشیؓ کو معاف فرمایا تو انھیں یک گونہ تسلی ہوئی کہ ان کا جرم معاف ہو گیا۔ اس کے باوجود وہ صاحبِ عزیمت انسان تھے۔ یہی سوچتے کہ معافی تو مل گئی، جو بہت باعثِ مسرت ہے مگر اپنے جرم کی معافی کے بعد کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دیں جو معافی کے ساتھ تلافی کا بھی موجب بن جائے۔ مسیلمہ کذّاب کے قتل سے وہ مرحلہ بھی اللہ نے فراہم کر دیا۔ اللہ اور اس کے رسول کے سچے وفادار و جاں نثار کو شہید کیا تھا تو اللہ و رسول کے ایک بڑے باغی اور دشمن کو بھی جہنم واصل کر دیا۔ یہ قسمت کی بات ہے۔

بنو ھُذیل کے ایک مشرک کا قتل

فتح مکہ کے دن حضرت خالدؓ بن ولید کی راہ میں جو مزاحمت کی گئی اور اس کے نتیجے میں جو خون ریزی ہوئی اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ایک اور واقعہ جس نے آنحضورؐ کو مضطرب کر دیا وہ بنو ھُذیل کے ایک مشرک کا قتل ہے۔ جب لوگوں کو امان دے دی گئی تو اس وقت قبیلہ بنو ھذیل کا یہ مشرک بھی مکہ شہر کے اندر آ گیا۔ بنو ھذیل مکہ کے مضافات ہی میں رہتے تھے۔ اس مشرک کو بنو

Marfat.com

اسلم کے کچھ نوجوانوں نے اس کے ایک سابقہ جرم قتل کے بدلے میں قتل کر دیا۔ بنوخزاعہ کے کچھ نوجوان بھی ان کے ساتھ تھے۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ بنواسلم کا سردار احمر باس بہت بہادر آدمی تھا۔ اس کے دشمن ہمیشہ اس کے سامنے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے تھے۔ بنوھذیل اور بنواسلم کے درمیان زمانہ جاہلیت میں دشمنی تھی۔ بنوھذیل ہر جنگ میں بنواسلم سے احمر باس کی بہادری کی وجہ سے شکست کھاتے تھے۔ انھیں اس سردار کی ایک کمزوری کا پتہ چلا کہ جب وہ سوجاتا ہے تو اتنی گہری نیند سوتا ہے کہ اسے جگانا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس کے خراٹے اتنے بلند ہوتے تھے کہ دور تک سنائی دیتے۔ سوتے وقت وہ لوگوں سے ذرا دور چلا جاتا تاکہ اس کے خراٹوں سے لوگ پریشان نہ ہوں۔

بنوہذیل کی جاسوسی

بنوھذیل کے لوگ خفیہ طریقے سے معلوم کرتے رہے کہ احمر باس کو نیند کی حالت میں کیسے پایا جاسکتا ہے۔ آخر وہ اپنی مہم میں کامیاب ہوگئے۔ بنوھذیل کا جنگجو جُنَیدِب بن اُدْلاع جب اس کے پاس پہنچا تو وہ خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ خراٹوں کی آواز دور تک سنائی دے رہی تھی۔ اس ھذلی نے اسی نیند کی حالت میں اسے قتل کر دیا۔ احمر باس کے قتل ہوتے ہی انھوں نے اپنے دشمن قبیلے بنواسلم پر حملہ بول دیا۔ یوں دھوکے سے اپنی سابقہ شکست کا بدلہ تو لے لیا لیکن اپنے دشمنوں کے دل میں ایک ایسا زخم لگا دیا جس کا مندمل ہونا خاصا مشکل تھا۔

مشرک مقتول کا خون بہا

بنواسلم کے لوگ مسلمان ہوگئے تو جاہلی جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ قبیلہ اسلم کے ایک مسلمان جندب بن اعجم اسلمیؓ نے احمر کے قاتل جُنیدب کو دیکھا تو پہچان لیا۔ چنانچہ اس نے خراش بن امیہ الکعبی الخزاعی سے ملاقات کی اور اسے اپنا دکھڑا سنایا۔ جنیدب ھذلی پر خراش نے اپنی تلوار سے ایسا وار کیا جس کے نتیجے میں اس کی انتڑیاں اس کے پیٹ سے باہر نکل آئیں اور وہ قتل ہوگیا۔ نبی اکرمؐ کو واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ بہت غصے ہوئے۔ اس کے بعد آپؐ نے وہ خطبہ دیا تھا جس میں مکے کی حرمت کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ نے بنواسلم اور بنوخزاعہ کو سخت سست کہا اور حضرت خراش کا بھی سخت محاسبہ کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اگر میں کسی کافر کے بدلے میں مومن کو قتل کرنے

Marfat.com

والا ہوتا تو خراش کو قصاص میں قتل کرا دیتا۔ اس کے بعد آپؐ نے مشرک مقتول کا خون بہا ادا کروایا، جو ایک سو اونٹوں کی صورت میں بنوخزاعہ نے ادا کیا۔ (واقعہ کی تفصیلات واقدی نے مغازی ج ۲، ص ۸۴۳-۸۴۶ پر بیان کی ہیں۔)

نبی رحمت کا بڑا پن

نبی اکرمؐ نے فتح مکہ کے بعد جس بڑے پن کا ثبوت دیا اس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں مل سکتی۔ آپؐ نے کسی سے کوئی ذاتی انتقام نہیں لیا۔ جو اپنے جرائم کی وجہ سے واجب القتل تھے انھیں واجب القتل قرار دینے کے باوجود بعد میں معاف کر دیا۔ بدترین دشمنوں کی دربار رسالت میں آمد پر نہ صرف یہ کہ کوئی حوصلہ شکنی نہیں کی گئی بلکہ کھلے بازوؤں، متبسم چہرے اور ترحیب کے خوش آمدیدی کلمات کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ ان کے اندر جو بھی خیر پنہاں تھا اس کا برملا اظہار کیا اور ان کے جو سابقہ جرائم تھے ان کے بارے میں فرمایا کہ قبول اسلام کے ساتھ وہ سب معاف ہو چکے ہیں۔ آپؐ کا دل سب کی طرف سے صاف تھا اور مکہ کے بیش تر سابق اسلام دشمن اور معاندین کے دل بھی اللہ نے صاف کر دیے تھے اور وہ اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جن چند لوگوں کو شیطان نے ورغلایا تھا ان کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ ان کے برے عزائم کا بھانڈہ اللہ نے پھوڑ دیا اور اپنے سچے نبی کو بروقت ان کے ارادوں سے باخبر کر دیا۔ یہ معجزات یوں رونما ہوئے کہ برے عزائم رکھنے والے بھی حیران رہ گئے اور اللہ کی توفیق سے حق سے ہمکنار ہو گئے۔ امام ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ انھی دنوں میں نبی اکرمؐ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ آپ کا ایک دشمن مطاف کے اندر آپؐ پر حملہ کرنے اور آپؐ کو شہید کر دینے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ یہ بنولیث سے تعلق رکھنے والا فضالہ بن عمیر بن ملوح تھا۔

آنحضورؐ کے سوال

جب وہ رسول پاک صلعم کے قریب آیا تو آپؐ نے فرمایا ''کیا فضالہ ہے؟'' عرض کیا ''جی

Marfat.com

ہاں یارسول اللہ''۔

آپؐ نے پوچھا۔''تواب بھی دل میں کیا سوچ رہا تھا؟''اس نے جواب دیا۔ کچھ بھی نہیں، بس اللہ کے ذکر میں مشغول تھا۔'' یہ سن کر حضور اکرمؐ ہنسنے لگے، پھر فرمایا۔''اللہ سے استغفار کرو۔'' پھر آپؐ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ اس کے دل کو سکون حاصل ہو گیا۔ فضالہؓ کہا کرتے تھے۔''خدا کی قسم جُوں ہی آپؐ نے ہاتھ اٹھایا مجھے آپؐ زمین و آسمان کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ حالانکہ پہلے ساری کائنات میں آپؐ ہی مجھے ہر چیز سے زیادہ ناپسند تھے۔ پھر میں اپنے اہل و عیال کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں اس عورت کے پاس سے گزرا جس سے زمانۂ جاہلیت میں میری بات چیت تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔''آؤ کوئی بات کرو۔''میں نے کہا۔''نہیں''اس کے بارے میں اب میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس موقع پر فضالہؓ نے وہ اشعار کہے جوادبِ عربی میں مشہور ہیں۔

ایمان افروز اشعار

قَالَتْ هَلُمَّ اِلَى الْحَدِيْثِ فَقُلْتُ لَا
يَأْبَى عَلَيْكِ اللّٰهُ وَ الْاِسْلَامُ!
لَوْ مَا رَأَيْتِ مُحَمَّداً وَقَبِيْلَهُ
بِالْفَتْحِ كَيْفَ تُكَسَّرُ الْاَصْنَامُ!
لَرَأَيْتِ دِيْنَ اللّٰهِ اَضْحٰى بَيِّنَنَا
وَالشِّرْكَ يُغْشِيْ وَجْهَهُ الْاَظْلَامُ

اس نے مجھ سے کہا آؤ میرے ساتھ گپ شپ لگاؤ۔ میں نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے اور دینِ اسلام نے اس کی ممانعت کر دی ہے۔

اگر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو فتح کے دن دیکھتی تو تجھے معلوم ہوتا کہ بت کِس طرح پاش پاش کیے گئے تھے۔

تجھے پتہ چل جاتا کہ اللہ کا دین کس طرح ہمارے درمیان روشن ہو گیا اور شرک کس طرح روسیاہ

Marfat.com

ہو کر برباد ہوا۔ (معجزات سرورِ عالمؐ ولید الاعظمی اردو ترجمہ، ص ۱۵۳-۱۵۴)

ابوسفیان کو حضورؐ کی تنبیہ

تاریخ میں ایک اور بھی دل چسپ واقعہ بیان ہوا ہے، ابوسفیان نے اسلام کی قوت وحشمت بھی دیکھ لی تھی اور اپنی بے بسی و بے کسی بھی۔ اب عملاً اسلام اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ روکنا دنیا کی کسی طاقت کے بس میں نہیں تھا۔ ابوسفیان نے مقتولین بدر کے بعد کئی سال تک اہلِ مکہ اور دیگر مشرکین کے درمیان بڑی شان وشوکت سے سرداری کے مزے لوٹے تھے۔ شیطان ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے اور وہ انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ ابوسفیان نے خود بیان کیا کہ میرے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا میں نے دیکھا کہ آنحضورؐ حرم کی طرف آ رہے ہیں اور لوگ آپ کے پیچھے پیچھے آپؐ کے نقوش پا پر قدم رکھتے ہوئے فوج در فوج چلے آ رہے ہیں، میرے دل میں خیال گذرا کہ کاش دوبارہ ایسے حالات و وسائل فراہم ہو سکتے کہ میں اس شخص کے ساتھ جنگ کرتا، اے کاش میرے پاس کوئی ایسی فوج ہوتی جو ان کے مقابلے پر پنجہ آزمائی کر سکتی۔ میں انھی خیالات میں گم تھا کہ آپ نے آ کر میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا [جو منصوبے تم بنا رہے ہو اگر عملاً یہ رونما بھی ہوتے] تو تب بھی تو کچھ نہ کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کرتا۔ ابوسفیان کہتا ہے کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو آنحضورؐ میرے سر پر کھڑے تھے، پھر نرمی سے فرمایا اے ابوسفیان کیا تجھے یقین نہیں آیا کہ میں قیامت تک نبی ہوں؟ تو ابوسفیان نے کہا: یا رسول اللہ میں استغفار کرتا ہوں۔ اللہ مجھے معاف فرمائے۔ آپ یقیناً اللہ کی طرف سے رسول برحق ہیں، یہ مضمون امام بیہقی اور مورخ ابن سعد اور واقدی نے بھی بیان کیا ہے، اور اسے امام ابن کثیر نے بھی اپنی عظیم الشان تاریخ میں نقل کیا ہے۔ (البداية والنهاية ج ا ص ۸۵۶)

امام ابن کثیر نے نبی اکرمؐ کا ایک مزید ارشاد بھی نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ فتح کی رات مسلمانوں نے صبح تک طواف اور عبادت و نوافل میں گذارے۔ قریش اور دیگر لوگ بلند پہاڑیوں سے یہ منظر دیکھتے رہے۔ ابوسفیان نے اپنی بیوی ہند سے پوچھا کہ کیا تجھے یقین ہے کہ یہ جو کچھ بھی

Marfat.com

ہوا ہے یہ منجانب اللہ ہے تو اس نے جواب دیا ہاں یہ منجانب اللہ ہے۔ یہ گفتگو بھی آنحضورؐ نے اگلی صبح ابوسفیان کے سامنے پیش فرمادی۔ اس موقع پر بھی ابوسفیان پکار اٹھا خدا کی قسم ہماری اس گفتگو کو میرے اور ہند کے سوا کسی نے نہیں سنا۔ میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے بندے اور سچے رسول ہیں۔ (البدایة والنہایة ایضاً)

...... ۞ ۞ ۞ ......

Marfat.com

ہند بنت عتبہ کا قبول اسلام

زیرک باپ کی دانا بیٹی

ابوسفیان کی بیوی ہند قریش کے زیرک اور دانش مند سردار عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی۔ عتبہ میں کئی خوبیاں تھیں اور آنحضورؐ ان کا تذکرہ بھی فرماتے تھے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر بھی آپ نے فرمایا کہ سرخ عمامہ والا (عتبہ) اُن صفوں میں سے ایک اچھا انسان ہے۔ اس کے باوجود عتبہ جاہلیت کا جھنڈا اٹھائے بدر میں جہنم واصل ہوگیا۔ اللہ اپنی حکمتیں خود ہی جانتا ہے۔ ہند اپنے باپ، بھائی، اور چچا کے قتل کی وجہ سے اسلام کی بدترین دشمن بن گئی تھی۔ اس نے اسلام کی مخالفت میں جو جرائم کیے وہ اس کتاب کے پہلے دو حصوں میں اور اس حصے میں بھی پہلے کسی حد تک بیان ہو چکے ہیں۔ حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد اس نے ان کے جسدِ اطہر کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ فتح مکہ کے دوران شروع میں تو اس کی جاہلی اور خاندانی عصبیت نے اسے اسلام سے روکے رکھا مگر حق واضح ہو جانے کے بعد اس زیرک خاتون نے تمام تحفظات و تعصبات کو بالائے طاق رکھ کر سچے دل سے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔

بھیس بدل کر نمایندگی

ہند بنت عتبہ بھی ان لوگوں میں شامل تھی جو واجب القتل قرار پائے تھے۔ بعد میں اگرچہ انھیں معاف کر دیا گیا مگر ایک خدشہ ہند کے ذہن میں موجود تھا کہ معلوم نہیں اس کے جرائم کی وجہ سے اسے معاف کیا جائے گا یا نہیں۔ چنانچہ اس نے آنحضورؐ کی خدمت میں اکیلے حاضر ہونے کی بجائے قریش کی خواتین کے وفد میں شامل ہو کر حاضری دی۔ اس وفد میں تمام معزز گھرانوں کی خواتین شامل تھیں۔ ہند نے اپنے آپ کو بھیس بدل کر چھپا لیا تھا۔ اس حاضری کے بعد جب آپؐ

Marfat.com

نے تمام خواتین کے قبول اسلام پر خوشی کا اظہار کیا اور ان سے بیعت لینے کا فیصلہ فرمایا تو ھند نے چہرے سے نقاب الٹ دیا۔ اس وقت تک وہی خواتین قریش کی طرف سے ان کی نمائندہ کی حیثیت سے آنحضورؐ سے سوال جواب کر رہی تھی۔ اس کے نقاب اٹھاتے ہی آنحضورؐ نے اسے پہچان لیا۔ آپؐ نے اسے پہچان کر پوچھا ''تو ھند بنت عتبہ ہے؟'' تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر عرض کیا جو ماضی میں ہو چکا اسے معاف فرما دیجیے۔ اللہ آپؐ سے عفو و درگذر فرمائے گا۔ آپؐ نے اس کی یہ بات قبول فرمائی اور وہ کہتی ہیں کہ آپؐ اس قدر نیک، حلیم الطبع، رحیم و کریم اور عظیم المرتبت تھے کہ آپؐ نے ملامت اور مذمت کا ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے نہیں ادا کیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الممتحنہ: ۱۲، ص ۵۱۷ (اردو)، البدایہ و النہایہ ص ۸۶۶، المجلد الاول)

عورتوں سے بیعت

اس کے بعد آنحضورؐ نے ان عورتوں سے بیعت لینے سے قبل فرمایا کہ میں کسی غیر محرم عورت سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ عورتوں کی بیعت مردوں سے مختلف ہے۔ آپؐ نے ایک چادر عورتوں کی طرف بڑھائی جس کا ایک سرا آپ کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا عورتوں کے ہاتھوں میں تھا۔ پھر آپ نے ان سے وہ بیعت لی جس کا تذکرہ سورۃ ممتحنہ میں آیت نمبر ۱۲ ملتا ہے۔ (تاریخ طبری ج ۳، ص ۶۲ - ۶۳)

اے نبیؐ! جب تمھارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لیے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی، اور کسی امرِ معروف میں تمھاری نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کرو، یقیناً اللہ درگذر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (آیت نمبر ۱۲)

خواتین کی بیعت کے متعلق سید مودودیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جب مکہ فتح ہوا تو قریش کے لوگ جوق در جوق حضورؐ سے بیعت کرنے کے لیے حاضر

Marfat.com

ہونے لگے۔ آپ نے مردوں سے کوہِ صفا پر خود بیعت لی اور حضرت عمرؓ کو اپنی طرف سے مامور فرمایا کہ وہ عورتوں سے بیعت لیں اور ان باتوں کا اقرار کرائیں جو اس آیت میں بیان ہوئی ہیں (ابن جریر بروایت ابن عباسؓ۔ ابن ابی حاتم بروایتِ قتادہ)۔ پھر مدینہ واپس تشریف لے جا کر آپ نے ایک مکان میں انصار کی خواتین کو جمع کرنے کا حکم دیا اور حضرت عمرؓ کو ان سے بیعت لینے کے لیے بھیجا (ابن جریر، ابن مَرْدُوْیَہ، بَزّار، ابن حِبّانِ بروایت ام عطیہ انصاریہؓ)۔ عید کے روز بھی مردوں کے درمیان خطبہ دینے کے بعد آپؐ عورتوں کے مجمع کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں اپنے خطبہ کے دوران میں آپ نے یہ آیت تلاوت کر کے ان باتوں کا عہد لیا جو اس آیت میں مذکور ہوئی ہیں (بخاری، بروایت ابن عباسؓ)۔ ان مواقع کے علاوہ بھی مختلف اوقات میں عورتیں فرداً فرداً بھی اور اجتماعی طور پر بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کرتی رہیں جن کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے۔

مکہ معظمہ میں جب عورتوں سے بیعت لی جا رہی تھی اس وقت حضرت ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے اس حکم [وَلَا یَسْرِقْنَ یعنی وہ چوری نہیں کریں گی] کی تشریح دریافت کرتے ہوئے حضورؐ سے عرض کیا، یارسول اللہ، ابوسفیان ذرا بخیل آدمی ہیں، کیا میرے اوپر اس میں کوئی گناہ ہے کہ میں اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات کے لیے ان سے پوچھے بغیر ان کے مال میں سے کچھ لے لیا کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں، مگر بس معروف کی حد تک۔ یعنی بس اتنا مال لے لو جو فی الواقع جائز ضروریات کے لیے کافی ہو (احکام القرآن، ابن عربی)۔'' (بحوالہ تفہیم القرآن ج ۵ ص ۴۴۵)

مقبول عبادات

قبول اسلام کے بعد ہند نے اپنے گھر کے بت کو پاش پاش کر دیا۔ وہ بت کو توڑتی جاتی تھیں اور ساتھ ساتھ کہے جا رہی تھیں ہم تیری وجہ سے اتنا عرصہ دھوکے میں پڑے رہے۔ قبول

Marfat.com

اسلام سے قبل اس نے اپنے خاوند حضرت ابوسفیان سے کہا کہ میں محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتی ہوں۔ اس نے کہا کہ آج سے پہلے تو تو نے ہمیشہ ان کا انکار کیا اور مجھے بھی ملامت کرتی رہی''۔ اس نے کہا خدا کی قسم! اللہ کے گھر رات کو جس انداز میں ان لوگوں کو میں نے عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے ایسی مثال حرم کی تاریخ میں نہ ہم نے دیکھی نہ کبھی ہم سے پہلے رونما ہوئی۔ نبی رحمتؐ اور ان کے قدسی صفت صحابہؓ کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت واضح ہو چکی تھی۔ اب انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ گئی تھی۔ ابوسفیان نے کہا ٹھیک ہے اپنے ارادے پر عمل کرنے کے لیے آنحضورؐ کے پاس چلی جاؤ۔ (الاصابہ فی اسماء الصحابہ ج ۴، ص ۴۱)

...... ❁❁❁ ......

Marfat.com

نخلہ کی مہم

(رمضان ۸ھ)

شرک کے آثار کا خاتمہ

فتح مکہ کے بعد نبی اکرمؐ نے خانہ کعبہ سے تو تمام بتوں کو صاف کر دیا تھا مگر مکہ کے گرد و نواح میں کئی آبادیوں میں بعض بتوں کے بڑے بڑے مجسمے نصب تھے۔ مشرکین ان کے سامنے آ کر قربانیاں کرتے، نذر و نیاز پیش کرتے، بتوں کو سجدے کرتے اور اپنی حاجت روائی کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے جزیرہ نمائے عرب کو شرک و بت پرستی سے پاک کرنے کے لیے فتح مکہ کے فوراً بعد مختلف مہمات روانہ فرمائیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے آپؐ کے نزدیک اللہ کی زمین کو بتوں سے پاک کرنے کا کام اتنا اہم تھا کہ ایک بہت بڑی اور تھکا دینے والی مہم سے فارغ ہوتے ہی آپؐ نے اس جانب توجہ دی۔ صحابہ کرام ان تھک مجاہد تھے۔ ایک مہم ختم ہوتی تو دوسری کے لیے تیار اور پابہ رکاب ہوتے تھے۔ وادیٔ نخلہ کی طرف آپؐ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو بھیجا۔ ان کے ساتھ تیس چالیس سواروں کا ایک مختصر سا دستہ تھا۔ یہ وہی وادیٔ نخلہ ہے جہاں سفرِ طائف سے واپسی پر آنحضورؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ رات گزاری تھی اور جہاں ایک جانب فرشتے آپ کے پاس آئے تھے اور اہل طائف کو تباہ کر دینے کی بات کی تھی اور دوسری جانب جنوں کی ایک جماعت نے آپ کی زبان سے قرآن مجید کی تلاوت سنی اور اس پر ایمان لے آئے (بحوالہ سورۂ احقاف) عربوں کا بہت معروف بت عُزّیٰ نخلہ کے مرکز میں نصب تھا۔

Marfat.com

ایک دلچسپ واقعہ

طبقات ابن سعد میں اس ضمن میں ایک بہت عجیب اور دل چسپ واقعہ نقل ہوا ہے۔ ابن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت خالدؓ اپنے دستے کے ساتھ نخلہ گئے اور عزیٰ کے بت کو زمین بوس کر دیا۔ کامیاب مہم کے بعد آپ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آ کر آپ کو رپورٹ پیش کی۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کیا تم نے وہاں کوئی خاص چیز دیکھی تھی۔ عرض کیا مجسمہ ہی تھا جس کو میں نے گرادیا اور تو کوئی خاص چیز نہیں تھی۔ آپؐ نے کہا نہیں تم نے پورا کام نہیں کیا۔ وہ بت ابھی وہیں پر ہے، جاؤ اسے مٹا کر آؤ۔

سیف اللہ کی کاٹ

حضرت خالدؓ کو تعجب بھی ہوا اور ساتھ ہی بت کے خلاف نفرت میں بھی اضافہ ہو گیا۔ وہ شدید غصے کے عالم میں بت کے مقام پر پہنچے۔ اب یہاں کا منظر دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ اس مرتبہ انھوں نے دیکھا کہ ایک نہایت بدصورت، سیاہ رنگ کی، ننگ دھڑنگ عورت ان کے سامنے آ گئی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، لمبے لمبے دانت باہر نکلے ہوئے تھے اور بظاہر وہ بہت خوفناک نظر آتی تھی مگر حضرت خالدؓ کب کسی چیز سے ڈرنے والے تھے۔ جب انھوں نے اپنی تلوار بلند کی تو وہاں پر موجود ایک مجاور بھی سامنے آیا مگر خوف کے مارے اس کی چیخیں نکل گئیں۔ حضرت خالدؓ کی تلوار نے اس چڑیل کو دو ٹکڑوں میں کاٹ کر پھینک دیا۔ مجاور چیختا چلاتا رہا، پھر بھاگ گیا۔ اب واپس جا کر انھوں نے پوری صورتحال آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کی۔ آپؐ نے فرمایا "ہاں یہ عزیٰ ہی تھی۔ مشرکین صدیوں سے اسی کی پوجا کر رہے تھے۔ کلمۃ اللہ کی سربلندی کے بعد وہ مکمل طور پر مایوس ہو گئی تھی اور جان گئی تھی کہ اب اس کی پرستش نہیں کی جائے گی۔" (طبقات ابن سعد اردو، ص ۴۸۵)

کفر و ایمان کا کیا موازنہ؟

دو بڑے قبائل قریش اور بنو کنانہ اس بت کی پوجا پاٹ کرتے اور اسے سب بتوں سے اعلیٰ

Marfat.com

مقام دیتے تھے۔اس کا استھان اتنا بڑا تھا کہ بنوشیبان اور بنوسُلَیم کے لوگ اس کی دیکھ بھال اور حفاظت کیا کرتے تھے۔جنگ احد میں ابوسفیان نے مسلمانوں کی فتح شکست میں بدلنے کے بعد یہی نعرہ لگایا تھا۔''لَنَا الْعُزَّیٰ وَلَا عُزّٰی لَکُمْ۔'' (عزّیٰ کا بت ہماری مدد کرتا ہے اور تمھاری تو کوئی عزیٰ نہیں ہے) اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔اَللّٰهُ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَأَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَهُمْ (سورہ محمد:۱۱) ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کا حامی وناصر اللہ ہے اور کافروں کا حامی وناصر کوئی نہیں)۔(یہ تفصیلات اس کتاب کی جلد اول میں گزرچکی ہیں)۔

حقیقت یہی ہے کہ اہل ایمان اور اہل کفر کا تو کوئی موازنہ ہی نہیں۔بس ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ ایمان حقیقی ہو اور اس کی پشت پر اعمالِ صالحہ ہوں۔اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِهٰذَا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

مناۃ کا انہدام

مناسکِ حج میں شرک کی ملاوٹ

مناۃ عربوں کا قدیم ترین بت تھا۔ عربوں کے ہاں جو نام عبدمناۃ اور زید مناۃ پائے جاتے تھے وہ اسی بت کی طرف منسوب تھے۔ اس بت کو مکہ اور مدینہ کے درمیان نصب کیا گیا تھا۔ یہ مقام آج بھی اس شاہراہ کے اوپر قُدَیْد کے نام سے موجود ہے۔ یہ مکہ سے قریب تر ہے اور مدینہ سے دور۔ کہا جاتا ہے کہ اس بت کے خاص پیروکار تو یثرب کے قبائل اوس وخزرج تھے مگر شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے عربوں کے تمام قبائل اور ان کے قافلے یہاں سے گذرتے ہوئے نذر و نیاز اور پوجا پاٹ کے مشرکانہ عمل کا ارتکاب کرتے تھے۔ کئی لوگ اپنی حاجات کے لیے یہاں قربانی کے جانور اور تحفے تحائف بھیجا کرتے تھے۔ اس کے مجاوروں کو ان مشرک قبائل کی طرف سے بہت کچھ مل جاتا تھا۔ کتاب الاصنام میں تفصیلاً بیان ہوا ہے کہ اوس وخزرج اور دیگر قبائل حج و عمرے کے دوران باقی مناسک ادا کرنے کے بعد حلق اور قصر نہیں کرواتے تھے بلکہ واپسی پر مناۃ بت کے دربار میں حاضر ہو کر سر منڈواتے تھے۔ ان قبائل کے نزدیک جو لوگ اس رسم پر عمل نہیں کرتے تھے ان کا حج ناقص اور غیر مقبول ہوتا تھا۔

مناۃ کی ڈائن

اس بت کو تباہ کرنے کے لیے حضرت سعد بن زیدؓ کو بھیجا گیا تھا جن کا تعلق انصار کے مشہور قبیلے اوس (خاندان بنو اشہل) سے تھا اور وہ حضرت سعد بن معاذؓ کے چچازاد تھے۔ جب حضرت سعد بن زیدؓ رمضان ۸ ہجری میں اپنے بیس ساتھیوں کے ہمراہ قُدَیْد کے مقام مُشَلَّل پر پہنچے جو اس بت کا مرکز ہے، تو اس کے پجاریوں نے اسلامی دستے کو دیکھ کر پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر صحابہ سے پوچھا آپ لوگ کس مقصد کے لیے آئے ہیں۔ حضرت سعدؓ

Marfat.com

نے فرمایا ہم مناۃ کا بت گرانے کے لیے آئے ہیں۔ اس پر انھوں نے شور مچایا کہ تم میں اتنی طاقت کہاں ہے؟ آپؓ نے کہا چلو دیکھ لیتے ہیں۔ پھر آپؓ بت کی طرف بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ عزّیٰ کی طرح یہاں بھی ویسی ہی ایک ڈائن سامنے آئی۔ وہ مسلسل سینہ پیٹ رہی تھی اور بلند آواز میں بین کر رہی تھی۔ حضرت سعدؓ نے پہلے تو اس ڈائن کا کام تمام کیا۔ پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بت کی طرف بڑھے اور اسے پاش پاش کر دیا۔ مناۃ کے پجاری یہ منظر دیکھ کر بھاگ گئے۔ عزّیٰ کی طرح مناۃ بھی ایک عورت کی شبیہ اور مجسمہ تھا۔ حضرت سعدؓ اس کامیاب مہم کے بعد آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری رپورٹ پیش کی۔ آپؐ نے خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا۔ اس واقعہ کی تفصیلات کے لیے دیکھیے کتاب الاصنام لابن کلبی ص ۱۳-۱۵، طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۴۶-۱۴۷)

مورخین کی آرا

واقدی اور دیگر مورخین نے مناۃ کے بت کو توڑنے کی ذمہ داری حضرت سعد بن زید سے منسوب کی ہے جبکہ کلبی کتاب الاصنام میں اس مہم کا سالار حضرت علیؓ کو قرار دیتا ہے اور وہ اس کی دلیل کے طور پر بیان کرتا ہے کہ مناۃ کے بت کو تباہ کرنے کے وقت اس کے خزانوں میں سے جو چیزیں ملیں ان میں حارث بن ابی شِمْر بادشاہِ غسان کی بت کے نام نذر کی ہوئی دو تلواریں بھی تھیں۔ ایک کا نام مِخْذَم اور دوسری کا رَسُوب بیان کیا گیا ہے۔ یہ دونوں تلواریں آنحضورؐ نے حضرت علیؓ کو عطا فرما دی تھیں۔ بعض سیرت نگار کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی مشہور تلوار ذوالفقار بھی انھی میں سے ایک تھی۔ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو یہ تلواریں بنو طے کا بت تباہ کرنے کے بعد ملی تھیں۔ ہماری رائے میں مناۃ کو حضرت سعدؓ بن زید انصاری ہی نے تباہ کیا تھا۔ اگر یہ تلواریں وہاں سے ملیں اور حضورؐ کے پاس آئیں تو کیا تعجب ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت علیؓ کی خدمات کی بدولت یہ تلواریں انھیں عطا فرما دی ہوں۔ (دیکھیے طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۱۶۴)

ابن سعد کے مطابق حضرت علیؓ نے ربیع الاول ۹ ہجری میں بنو طے کا بت فِلس اس قبیلے کے مقابلے پر جنگ میں فتح پانے کے بعد توڑا تھا اور اس میں انھیں جو سامان ملا تھا اس میں حاتم طائی کی تین تلواریں اور تین زرہیں بھی تھیں۔

...... ❀ ❀ ❀ ......

Marfat.com

یَلَمْلَمْ کی مہم

میقاتِ حج

یَلَمْلَم بڑا مشہور مقام ہے۔ یمن اور حضر موت کی طرف سے آنے والے حجاج کرام کے لیے یہ میقاتِ حرم ہے۔ یہ طائف کے قریب واقع ایک مقام ہے جو یلملم کے پہاڑ سے منسوب ہے۔ یہاں بعض قبائل کے کچھ جنگجو جمع ہونے کی اطلاعات حضورؐ کو ملی تھیں۔ نبی اکرمؐ نے رمضان ۸ ہجری کے آخری عشرے میں حضرت ہشام بن العاصؓ کی کمان میں دو سو جانبازوں کا ایک دستہ روانہ فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ جو بھی اسلام دشمن قوت یلملم یا اس کے آس پاس نظر آئے اسے کچل دو۔

تاریخی الہام

واقدی نے اس مہم کا تذکرہ کیا ہے لیکن کسی جنگ کے کوئی واقعات نہ واقدی نے بیان کیے ہیں نہ کسی اور تاریخ میں مذکور ہیں۔ (دیکھیے مغازی للواقدی ج ۳، ص ۸۷۳)۔ رمضان کے آخری عشرہ میں وادی عرنہ کی جانب بھیجی گئی مہم کا تذکرہ بھی ملتا ہے، جہاں حضرت عبداللہ بن انیس اُلجُہنی نے آنحضورؐ کے بدترین دشمن اور بنو ہُذَیل کے سردار خالد بن سفیان کا مقابلہ کیا تھا۔ اس جنگ کے نتیجے میں خالد بن سفیان قتل ہوا اور بنو ہذیل شکست کھا کر بھاگ گئے۔ یہ وادیِ عُرَنہ مکہ کے قریب میدان عرفات سے متصل واقع ہے۔ مناسک حج کے دوران عرنہ کو حدود عرفات میں شمار نہیں کیا جاتا۔ بعض روایات کے مطابق یہ مہم حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی سربراہی میں نہیں بلکہ حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کی قیادت میں بھیجی گئی تھی۔ اس تاریخی ابہام کے باوجود یلملم کی مہم کا تذکرہ اکثر مورخین نے کیا ہے۔

......❀❀❀......

Marfat.com

سُوَاعٌ بت کا خاتمہ

(رمضان ۸ ھ)

قدیم ترین بت

سواع محض مشرکین عرب ہی کا بت نہیں تھا بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کے دور میں بھی جن لوگوں نے شرک کا ارتکاب کیا ان کے جھوٹے خداؤں میں سواع کا نام ملتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں طویل جدوجہد کے بعد جب کافروں کی تباہی و بربادی کے لیے بارگاہ رب العزت میں دعا مانگی تو اس میں ایک جانب اپنی جہود کا ذکر کیا تو دوسری جانب اللہ کے ان باغیوں کے جرائم بھی تفصیلاً عرض کیے۔ سورۂ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کے حالات پورے شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ وہ اپنے دور کے مشرکین کے گھڑے ہوئے بتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ کے دربار میں اپنی دعایوں پیش کرتے ہیں۔

دعائے نوحؑ

''نوحؑ نے کہا، میرے رب، انھوں نے میری بات رد کر دی اور ان (رئیسوں) کی پیروی کی جو مال اور اولاد پا کر اور زیادہ نامراد ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے بڑا بھاری مکر کا جال پھیلا رکھا ہے۔ انھوں نے کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو، اور نہ چھوڑو وَدّ، اور سُواع کو، اور نہ یغُوث اور یعوق اور نسر کو۔ انھوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے، اور تو بھی ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں ترقی نہ دے۔'' (نوح ۷۱: ۲۱-۲۴)

مزید عرض کرتے ہیں

Marfat.com

''میرے رب ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا، بدکار اور سخت کافر ہی ہوگا۔'' (نوح ۷۱:۲۶-۲۷)

بت شکن مجاہد

دیگر بتوں کے علاوہ سواع کا نام جو آیا ہے اسی بت کو بنو ہذیل بھی پوجا کرتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے اس مہم کے لیے حضرت عمرو ابن العاصؓ کو بھیجا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں بت کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک مجاور وہاں موجود تھا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا اللہ کے رسولؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس بت کا کام تمام کردوں۔ وہ کہنے لگا اسے توڑنا تمھارے بس میں نہیں ہے۔ میں نے اس سے کہا افسوس ہے تمھاری عقل پر کہ تم ابھی تک باطل نظریات پر ڈٹے ہوئے ہو۔ سوچو کیا یہ دیکھ اور سن سکتا ہے؟ مجاور خاموش ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت عمرو ابن العاصؓ نے اپنے ہاتھوں سے یہ بت توڑ دیا۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا بت کا مقفل کمرہ اس بت کا خزانہ معلوم ہوتا ہے، اسے بھی توڑ دو۔ جب اسے توڑا گیا تو اس میں سے کچھ برآمد نہ ہوا۔ [بتوں پر چڑھاوے تو بہت چڑھتے تھے مگر ان کے دربان و مجاور اور گدی نشین انھیں ہڑپ کر جاتے تھے۔ مالِ حرام بود، بجائے حرام رفت۔] حضرت عمروؓ کہتے ہیں کہ میں نے بت خانہ منہدم کرنے کے بعد، سواع کے اس پجاری سے پوچھا، بتاؤ اب تمھارا کیا خیال ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور شرک سے تائب ہوتا ہوں۔ اس مہم کا تذکرہ ابن سعد نے کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۱۴۶)

اسلام کی حقانیت

ان مہمات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے اس ماہِ مبارک میں محض مکہ ہی فتح نہیں کیا بلکہ اور بھی بہت ساری مہمات سر کیں۔ ماہِ رمضان ۸ھ بہت انقلاب آفرین اور تاریخی اہمیت کا حامل مبارک مہینہ تھا۔ اس ماہِ مقدس میں قرآن کی ایک نہیں درجنوں پیشین گوئیاں پوری ہوئیں

Marfat.com

اور اللہ کے نبیؐ نے انتہائی نامساعد حالات میں اہلِ ایمان سے جو وعدے کیے اور اہلِ کفر کو جو وعیدیں سنائی تھیں، لوگوں نے ان سب کی حقانیت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ اب لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے کے لیے تیار تھے۔

Marfat.com

ذوالکفین کا بت اور اس کا انجام

(رمضان ۸ ھ)

بنو دوس کے جانثارانِ اسلام

مکہ فتح ہو جانے کے بعد حقیقی معنوں میں اگلا مرحلہ ہوازن و طائف کے معرکے تھے۔ اس وقفے کے دوران آپؐ نے جتنی بھی مہمات روانہ فرمائیں وہ اگلی فتح کی تمہید تھیں۔ آپؐ نے اپنے مشہور اور قدیم صحابی حضرت طفیل بن عمروؓ دوسی کو ان کے قبیلے کا بت ذوالکفین گرانے کی ذمہ داری سونپی۔ حضرت طفیل اور دیگر دوسی صحابہ کرامؓ سچے جانثارانِ رسول تھے۔ [حضرت ابو ہریرہؓ بھی اسی قبیلے سے تھے۔] آپؐ نے حضرت طفیلؓ سے فرمایا کہ تم اپنے قبیلے میں جاؤ اور بنو دوس کے تمام مسلمانوں کو اطلاع دے دو کہ اس بت کو گرانے کا حکم ہوا ہے۔ بت کو گرانے کے بعد جب آؤ گے تو ہم طائف میں ہوں گے، وہیں پر ہم سے ملنا۔

دبابہ اور منجنیق

حضرت طفیل بن عمروؓ بہت زیرک و دانشمند اور بہادر و جرأت مند انسان تھے۔ آپؐ نے اپنے علاقے میں پہنچ کر اپنے دوسی مسلمان بھائیوں کو ارشادِ نبویؐ سنایا تو وہ ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور چند لمحات میں بت کو زمین بوس کر دیا۔ اس مہم کو کامیابی سے سر کرنے کے بعد معرکۂ حنین و ہوازن کے جہاد میں شرکت کے لیے حضرت طفیل نے واپسی کا رختِ سفر باندھا۔ جب طائف میں آپ آنحضورؐ سے آ کر ملے تو ان کے ساتھ چار سو مجاہدین بھی تھے اور کافی سامان ضرب و حرب بھی۔ منجنیق اور توپیں بھی اس اسلحے میں شامل تھیں جو دوسی صحابہ لے کر آئے تھے۔ (طبقات ابن سعد، ص ۱۵۷)

...... ❀❀❀ ......

Marfat.com

ساتھیوں کے حالات سے باخبر رسولِ رحمتؐ!

صحابہؓ کی خاطر قرضِ حسن

نبی اکرمؐ نے مکہ فتح کیا لیکن نہ تو کوئی چیز مالِ غنیمت کے طور پر حاصل کی نہ ہی کسی کو جنگی قیدی بنایا۔ اس کی ایک وجہ تو اس بلد الامین کی حرمت و تقدس ہے، دوسرے معمولی جھڑپ کے علاوہ عمومی طور پر اہلِ مکہ نے جنگ سے گریز کیا اور اسلام کی فتح اور اپنی شکست تسلیم کر لی۔ فتح مکہ تک مسلمانوں کو مسلسل کافروں کے مقابلے پر جنگیں لڑنا پڑیں۔ مالی لحاظ سے صحابہ کرام فقر و فاقہ کا شکار تھے۔ اس کٹھن مہم کے دوران بھی نبی اکرمؐ نے محسوس کیا کہ کم و بیش تمام صحابہ سخت معاشی تنگی کا سامنا کر رہے ہیں۔ آپؐ نے صحابہ کو اس مشکل سے نکالنے کے لیے خود ذاتی طور پر مکہ کے مالدار لوگوں سے قرض لیا۔ ان قرض دینے والوں میں بعض مسلمان بھی شامل تھے اور بعض وہ سردار بھی جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر انھوں نے بھی آپ کو بخوشی قرضِ حسن دیا۔

قرضِ حسن کا بدلہ

ان قرض دینے والوں میں حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہؓ بھی تھے۔ ان کے پوتے اسماعیلؒ اپنے والد ابراہیمؒ سے اور وہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح کے بعد آپؐ نے حضرت عبداللہ سے چالیس ہزار درہم قرض مانگا۔ انھوں نے چالیس ہزار درہم قرض دے دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْاَدَاءُ قرضِ حسن کا بدلہ یہ ہے کہ آدمی قرض دینے والے کے لیے تعریف و شکر کے الفاظ بھی ادا کرے اور بروقت قرض ادا بھی کرے۔ پھر حضرت عبداللہ کو دعا دی بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِی مَالِکَ وَوَلَدِکَ اللہ تعالیٰ تمھارے مال اور اہل و عیال میں برکت عطا فرمائے۔

Marfat.com

قرض کی رقم کا مصرف

قریش کے جن دیگر سرداروں سے آپ ؐ نے قرض لیا ان میں مالدار قریشی رئیس اور قبیلہ بنو جُمیح کے لیڈر صفوان بن امیہ کا نام بھی آتا ہے۔ اس نے آپ کو پچاس ہزار درہم قرض دیا اور حُویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس ہزار درہم لیے گئے۔ یوں یہ ایک لاکھ تیس ہزار درہم کی رقم آپ ؐ نے فراہم کی اور صحابہ میں سے جو بہت زیادہ حاجت مند تھے، ان کے درمیان تقسیم فرمادی۔ ہر شخص کو کم وبیش پچاس درہم ملے۔ جو رقم بچ گئی وہ بنو جُذَیمہ کی طرف بھیجی جانے والی مہم پر آپ ؐ نے صرف فرمادی۔ (الواقدی ج ۲، ص ۸۶۳ - ۸۶۴)

سخاوت وفیاضی کا نمونۂ کامل

غزوۂ حنین میں آپ کو قبیلہ بنو ہوازن پر فتح ملی تو آپ کو بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ اسی مال میں سے آپ ؐ نے قرض خواہوں کو شکریے کے ساتھ ان کی رقوم ادا فرمائیں۔ یہی نہیں بلکہ بعد میں آپ ؐ نے کئی قریشی سرداروں کی تالیف قلب کے لیے انھیں اور بہت کچھ دیا۔ ان میں صفوان بن امیہ کا نام بھی آتا ہے۔ جسے مویشیوں سے بھری ہوئی ایک وادی بخش دی تھی۔ اس جود وسخا کو دیکھ کر صفوان پکار اٹھا کہ اتنی عطاء اللہ کا نبی ہی دے سکتا ہے۔ انھوں نے اس موقع پر کلمۂ شہادت پڑھا اور صحابہ کی پاکیزہ جماعت میں شامل ہو گئے۔ (المغازی للواقدی ج ۲، ص ۸۵۴-۸۵۵)

Marfat.com

جیش الخبط

(رجب ۸ھ)

وھیل مچھلی کا واقعہ

دورِ صحابہ کے دلچسپ واقعات میں سے ایک واقعہ وھیل مچھلی کا ہے۔ صحابہ نے اس مچھلی کو عنبر کا نام دیا۔ یہ مہم امین الامت حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ کی سربراہی میں بھیجی گئی تھی۔ ان کی منزل قَبَلِیَہ تھی جو ساحل سمندر پر واقع ہے۔ یہ مشہور قبیلے جُہینہ کا مسکن تھا۔ بعض مورخین کے نزدیک اس مہم کا مقصد قریش کے کسی قافلے پر حملہ کرنا تھا۔ کم وبیش تین سو مجاہدین اس سریہ میں شامل تھے۔

امام بخاریؒ نے یہ واقعہ صحیح بخاری میں نقل کیا ہے، جس کے مطابق اس لشکر کے ایک مجاہد حضرت جابر بن عبداللہؓ یوں بیان فرماتے ہیں۔ ''اس مہم پر روانہ ہونے کے بعد کچھ ہی فاصلہ طے ہو پایا تھا کہ ہمارے ساتھ موجود خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ سب لوگ اپنے پاس موجود زادِ راہ لے آئیں اور ایک جگہ جمع کر دیں۔ سب لوگوں نے حکم کی تعمیل کی۔ زادِ سفر میں کھانے کے لیے صرف کھجوریں ہی تھیں اور ان سب کے جمع کرنے کے بعد بھی صرف ایک مٹکا ہی بھرا جا سکتا تھا۔

جیش الخبط

حضرت جابرؓ کے بقول سالارِ لشکر روزانہ ہر مجاہد کو چند کھجوریں دے دیتے تھے۔ آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ چند نہیں بلکہ صرف ایک کھجور ہر ایک کے حصے میں آتی تھی۔ حضرت جابرؓ سے کسی نے پوچھا کہ ایک کھجور سے کیسے آپ لوگوں کا پیٹ بھرتا ہوگا؟ تو انھوں نے فرمایا'' یہ نوبت بھی آ گئی کہ تمام کھجوریں ختم ہو گئیں اور ہمیں ایک بھی کھجور نہیں ملا کرتی تھی۔ ہمیں اتنی سخت بھوک کا

Marfat.com

سامنا تھا کہ ہم نے مجبوراً درختوں کے پتے کھائے۔ اس لیے اس لشکر کا ایک نام جیش الخبط یعنی پتے جھاڑ کر کھانے والا لشکر مشہور ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی۔

عظیم الجثہ مچھلی، صحابہ کی خوراک

ساحل سمندر کے کنارے ہم نے دیکھا کہ سمندر (کی موجوں) نے ہمارے لیے ایک بہت بڑا سمندری جانور کنارے پر پھینک دیا، جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ ہم نے اسے اٹھارہ دن تک خوب کھایا اور اس کی چربی سے تیل کا کام لیا، اس سے ہمارے جسم کی قوت بحال ہوئی اور ہم موٹے تازے ہو گئے۔ کامیاب مہم کے بعد جب واپس پلٹنے لگے تو اس بڑے جانور کی دو پسلیاں [بڑے باب کی صورت میں] کھڑی کی گئیں اور امیر نے حکم دیا کہ سب سے لمبا آدمی اپنی ناقہ پر بیٹھ کر اس کے نیچے سے گذرے، چنانچہ وہ سوار اپنی سواری کے ساتھ اس کے نیچے سے گذرا اور عنبر کی بلند و بالا پسلی سے اس کا سر مس نہ ہوا۔" (صحیح بخاری ج ۲، ص ۶۲۵-۶۲۶، اصح المطابع کراچی) اوپر کا ترجمہ دونوں احادیث کے متن سے اخذ کیا گیا ہے۔ کچھ تفصیل پہلی روایت میں ہے اور کچھ دوسری میں۔ دوسری روایت میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ آغازِ مہم میں کچھ دنوں کے لیے کچھ جانور بکری وغیرہ بھی ذبح کیے گئے مگر پھر یہ سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔

عجوباتِ تخلیق ربانی

خالقِ کائنات نے خشکی اور پانی میں عجیب و غریب جانور تخلیق فرمائے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جراثیم اور چیونٹیوں و کیڑوں مکوڑوں سے لے کر بہت بڑے دیوہیکل جانور! خشکی پر پائے جانے والے جانوروں میں ہاتھی سب سے بڑا شمار ہوتا ہے۔ آبی حیات میں سب سے بڑی مخلوق وھیل مچھلی ہے جو ہاتھی سے بھی کئی گنا بڑی ہوتی ہے۔ قد کاٹھ اور وزن میں اس سے بڑا کوئی دوسرا جانور انسانی معلومات میں نہیں آیا۔ بعض سمندروں میں جہاں یہ مچھلی بکثرت پائی جاتی ہے، کئی مرتبہ بڑے بڑے جہاز اس سے ٹکرا کر غرق ہوئے ہیں۔ دنیا کے کئی عجائب گھروں میں وھیل مچھلیوں کا ڈھانچہ محفوظ کیا گیا ہے جسے دیکھنے کا مجھے بھی اتفاق ہوتا رہا ہے۔

Marfat.com

عقلیت پرستوں کا کمزور موقف

مفسرِ قرآن حضرت مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے سورۂ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۱۴۱ کی تفسیر میں اس مچھلی کا تذکرہ کیا ہے جس نے سیدنا یونس علیہ السلام کو نگل لیا تھا۔ انھوں نے اس حوالے سے وھیل مچھلیوں کے بارے میں نہایت دلچسپ واقعات وحقائق نقل فرمائے ہیں۔

یعنی جب حضرت یونسؑ نے اپنے قصور کا اعتراف کرلیا اور وہ ایک بندۂ مومن وقانت کی طرح اس کی تسبیح میں لگ گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مچھلی نے ان کو ساحل پر اُگل دیا۔ ساحل ایک چٹیل میدان تھا جس میں کوئی روئیدگی نہ تھی، نہ کوئی ایسی چیز تھی جو حضرت یونسؑ پر سایہ کرتی، نہ وہاں غذا کا کوئی سامان موجود تھا۔

اس مقام پر بہت سے عقلیت کے مدعی حضرات یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں جا کر کسی انسان کا زندہ نکل آنا غیر ممکن ہے۔ لیکن پچھلی ہی صدی کے اواخر میں اس نام نہاد عقلیت کے گڑھ (انگلستان) کے سواحل سے قریب ایک واقعہ پیش آ چکا ہے جو ان کے دعوے کی تردید کر دیتا ہے۔ اگست ۱۸۹۱ء میں ایک جہاز (Star of the East) پر کچھ مچھیرے وہیل کے شکار کے لیے گہرے سمندر میں گئے۔ وہاں انھوں نے ایک بہت بڑی مچھلی کو جو ۲۰ فٹ لمبی، ۵ فٹ چوڑی اور سو ٹن وزنی تھی، سخت زخمی کر دیا۔ مگر اس سے جنگ کرتے ہوئے جیمز بار ٹلے نامی ایک مچھیرے کو اس کے ساتھیوں کی آنکھوں کے سامنے مچھلی نے نگل لیا۔ دوسرے روز وہی مچھلی اس جہاز کے لوگوں کو مری ہوئی مل گئی۔ انھوں نے بمشکل اسے جہاز پر چڑھایا اور پھر طویل جدوجہد کے بعد جب اس کا پیٹ چاک کیا تو بار ٹلے اس کے اندر سے زندہ برآمد ہو گیا۔ یہ شخص مچھلی کے پیٹ میں پورے ۶۰ گھنٹے رہا تھا (اردو ڈائجسٹ، فروری ۱۹۶۴ء)۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اگر معمولی حالات میں فطری طور پر ایسا ہونا ممکن ہے تو غیر معمولی حالات میں اللہ تعالیٰ کے معجزے کے طور پر ایسا ہونا کیوں غیر ممکن ہے؟ (تفہیم القرآن ج ۴، ص ۳۰۸، طبع جنوری ۱۹۸۰ء)

Marfat.com

غزوہ بنو جذِیمہ

(رمضان ۸ ھ)

ایک اجتہادی غلطی

غزوۂ حنین سے قبل مکہ میں قیام کے دوران آنحضورؐ نے جتنی مہمات روانہ کیں وہ نسبتاً محدود و مختصر تھیں۔ البتہ غزوۂ بنو جذیمہ ایک ایسا واقعہ ہے جس نے تاریخ میں کافی شہرت پائی ہے اور اس واقعہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ سے بہت بڑی اجتہادی غلطی سرزد ہوئی تھی۔ ان کے اس عمل پر تمام کبار صحابہ نے انھیں ملامت و نکیر کی۔ خود نبی مہربانؐ نے بھی ان کے عمل سے برأت کا اظہار کیا۔ واقدی نے یہ واقعہ تمام مورخین سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے جبکہ دیگر مورخین بالخصوص ابن ہشام نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن ہشام بھی اس معاملے میں واقدی کے ہمنوا ہیں کہ حضرت خالدؓ سے اس مہم کے دوران ایک بہت بڑی غلطی کا ارتکاب ہو گیا تھا۔ ابن ہشام نے جن کا سیرت نگاری میں بہت اہم مقام ہے، اس مہم کے بارے میں جو تفصیلات لکھی ہیں ان سے بھی واقدی کی مکمل تائید ہوئی ہے۔

یہ واقعات پڑھتے ہوئے بھی طبیعت پر گراں گذرتے ہیں لیکن لکھتے ہوئے تو اور بھی زیادہ پریشانی ہوتی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ حضرت خالدؓ تاریخ اسلام کے بہادر ترین اور کامیاب ترین سپہ سالار اور مجاہد تھے۔ وہ عموماً ہر معرکے سے ہیرو بن کر واپس پلٹے۔ ان کی تعریف و تحسین بھی بہت سے مواقع پر خود آنحضورؐ کی زبانِ اقدس سے سامنے آئی، تاہم یہ معرکہ ان چند واقعات میں سے ہے جہاں حضرت خالدؓ سے اپنی رفعت و شان کے باوجود بڑی چوک ہو گئی۔ ہم اس واقعہ کو بطور خلاصہ ان صفحات میں نقل کر رہے ہیں۔ مورخین کی طوالت و تکرار سے ہم نے اجتناب برتا ہے۔

Marfat.com

دعوتی مہم

واقدی لکھتا ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت خالدؓ کو فتح مکہ کے بعد تقریباً ساڑھے تین سو مجاہدین کے ساتھ بنو جذیمہ کی طرف بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ تمھاری یہ مہم دعوت اسلام کے لیے ہے۔ بنو جذیمہ کو اسلام کی طرف دعوت دینا اور اگر وہ ہتھیار نہ اٹھائیں تو ان پر جنگ مسلط نہ کرنا۔ اس دستے میں زیادہ تر مجاہدین انصار سے تعلق رکھتے تھے اور کچھ لوگ قبیلہ بنو سُلَیم سے لیے گئے تھے جبکہ ایک آدھ مہاجر صحابہ بھی مہم کا حصہ تھے۔

بنو جذیمہ سے تکرار

جب یہ لوگ اپنی منزل پر پہنچے اور بنو جذیمہ نے انھیں دیکھا تو آپس میں کہنے لگے یہ کون لوگ ہیں۔ انھیں بتایا گیا کہ یہ حضرت خالد بن ولیدؓ ہیں اور ان کے ساتھ صحابہ کرام ہیں۔ بنو جذیمہ کے لوگوں نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں، اللہ و رسول کو مانتے ہیں۔ ہم نے مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ اذانیں دیتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ پھر تم ہتھیار بند کیوں ہو؟ ہتھیار اتار دو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے اور ایک عرب قبیلے کے درمیان پرانی عداوت ہے۔ جب ہم نے تمھیں دور سے آتے دیکھا تو اس بات سے خوف زدہ ہو گئے کہ شاید ہمارے دشمن ہم پر چڑھے آ رہے ہیں، اس لیے ہتھیار بند ہو گئے۔ آپ نے کہا اب تو حقیقت واضح ہو گئی ہے، لہٰذا ہتھیار اتار دو۔ وہ ہتھیار اتارنا چاہتے تھے لیکن ان کے ایک فرد نے معاملے کو بگاڑ دیا۔ اس کا نام واقدی نے جَحْدَم لکھا ہے۔ اس نے کہا اے بنو جذیمہ خالدؓ کا مطالبہ ناروا ہے۔ مت ہتھیار ڈالو۔ بس یہیں سے معاملہ بگڑا۔ تاہم بیشتر لوگوں نے اطاعتِ اسلام اور عدمِ جنگ کی بات کی۔ حضرت خالد نے ان لوگوں کے ہتھیار ڈال دینے میں تاخیر کو برا سمجھا۔ بہر حال بنو جذیمہ نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس کے باوجود حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ حضرت خالد کے ساتھیوں کو بھی اس حکم پر بڑا اشکال تھا اور کئی کبار صحابہ نے اس پر سخت احتجاج بھی کیا مگر کمانڈر کا حکم بادلِ نخواستہ مانا گیا۔

Marfat.com

قتل کا حکم

حضرت خالد نے ایک رات کے بعد حکم دیا کہ جس شخص کے قبضے میں جو قیدی ہے وہ اسے قتل کر دے۔ بنو سلیم کے نو مسلم نوجوانوں نے تو اس پر عمل کر دیا مگر انصار و مہاجرین نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ بزرگ صحابی حضرت ابو اُسید السّاعِدی الانصاریؓ نے حضرت خالد کو سخت الفاظ میں کہا: یَاخَالِد! اِتَّقِ اللّٰهَ وَاللّٰهِ مَا کُنَّا لِنَقْتُلَ قَوْمًا مُّسْلِمِیْن۔ (اے خالد اللہ سے ڈرو خدا کی قسم! ہم مسلمانوں کو قتل کرنے والے نہیں ہیں)۔ حضرت خالد نے ان سے کہا آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ مسلمان ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ "هٰذِهِ الْمَسَاجِدُ بِسَاحَتِهِمْ وَنَسْمَعُ اِقْرَارَهُمْ بِالْاِسْلَامِ۔" (ان کے علاقے کی یہ مساجد خود بتا رہی ہیں اور ہم ان کی زبان سے بھی اسلام کا اقرار سن رہے ہیں۔) (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۸۷۷)

کبار صحابہ کا غم و غصہ

جب یہ صحابہ واپس پلٹے اور کبار صحابہ کو حضرت خالدؓ کے اس عمل کا علم ہوا تو انھوں نے سخت غصے اور برہمی کا اظہار کیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ نے تو انتہائی سخت لہجے میں حضرت خالدؓ کو ملامت کی۔ حضرت عمرؓ کے الفاظ یوں تھے: وَیحکَ یَاخَالِدُ! اَلْاِسْلَامُ قَدْ مَحَا مَاکَانَ قَبْلَهٗ فِی الْجَاهِلِیَّةِ" (اے خالد تیرا برا ہو [تو نے وہ عمل کیا ہے] جو جاہلیت میں ہوا کرتا تھا حالانکہ اسلام نے جاہلیت کو مٹا دیا ہے)۔ حضرت خالدؓ نے نرم لہجے میں کہا "اے ابو حفص! جلدی نہ کرو ان لوگوں نے حکم ماننے سے سرتابی کی تو میں نے انھیں گرفتار کر کے ان کا زور توڑا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ یہ مشرک لوگ تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر مزید غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "عبد اللہ بن عمر کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟" تو انھوں نے کہا "وَاللّٰهِ رَجُلًا صَالِحًا" (بخدا وہ صالح انسان ہے) حضرت عمر نے کہا کہ اس کی گواہی بھی تمھارے خلاف ہے اور وہ تو لشکر میں موجود تھا۔ اب حضرت خالدؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے کہا "میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں، اللہ مجھے معاف فرمائے، میرے لیے دعا کرو۔" حضرت عمرؓ نے

Marfat.com

فرمایا" جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کرو اور درخواست کرو کہ وہ تمھارے لیے استغفار کریں۔" (ایضاً، ۸۸۰-۸۸۱)

حضورؐ کا سخت ردِّ عمل

حضرت خالدؓ کے خلاف یہ بہت مضبوط کیس تھا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ" (اے اللہ میں خالد کے عمل سے تیرے حضور برات کا اظہار کرتا ہوں)۔ آنحضورؐ نے صحابہ سے یہ بھی دریافت فرمایا کہ کیا خالدؓ کو اس موقع پر کسی نے روکا ٹوکا نہیں تھا تو مہم کے مقام وقوع سے آنے والے ایک شخص نے، جو سب سے پہلے یہ خبر لے کر آیا تھا، عرض کیا: "جی ہاں! ایک سرخ وسفید رنگ کا میانہ قد آدمی سخت معترض ہوا تھا مگر خالد نے اسے غصے سے جھڑکا تو وہ خاموش ہو گیا۔ پھر ایک لمبا آدمی آگے بڑھا اور اس نے بھی خالد کو سخت سست کہا۔ خالد نے اسے بھی جھڑک کر خاموش کرانا چاہا مگر وہ خاموش نہ ہوا اور معاملہ کافی تلخ کلامی تک پہنچ گیا۔" حضرت عمرؓ بھی اس وقت آنحضورؐ کے پاس موجود تھے۔ آپ نے عرض کیا "یارسول اللہؐ پہلا شخص میرا بیٹا عبداللہ بن عمرؓ تھا اور دوسرے صاحب جناب سالمؓ مولی ابو حذیفہ تھے۔" (سیرت ابن ھشام ج۳،ص۴۲۹۔ مغازی للواقدی ج۳،ص۸۸۱)

حضرت خالدؓ کی معذرت

رپورٹ لانے والا شخص اسی علاقے کا تھا اور صحابہ کو پوری طرح نہ پہچانتا تھا۔ حضرت خالدؓ کی جن جن لوگوں سے تلخ کلامی ہوئی تھی، انھوں نے ان سب سے معذرت کی۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اس کے باوجود راضی نہ ہوئے۔ اس پر حضرت خالدؓ حضرت عثمان بن عفانؓ کو ساتھ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت تک معذرت کرتے رہے جب تک وہ راضی نہ ہو گئے۔ (مغازی للواقدی ج۳،ص۸۸۱) جب ابن عوف راضی ہو گئے تو حضرت خالدؓ نے ان سے عرض کیا "استغفرلی یا ابا محمد" (اے ابو محمد میرے لیے اللہ سے معافی طلب کرو)۔ (ایضاً)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خالدؓ کو اپنی غلطی کا پوری طرح احساس ہو گیا تھا۔

Marfat.com

جہاں تک حضرت عمرؓ کا تعلق ہے تو ان سے حضرت خالد نے پہلے ہی نرم لہجے میں معذرت خواہانہ انداز میں بات کی تھی اور اپنی غلطی پر ندامت کا اظہار بھی کر دیا تھا۔

حضرت خالدؓ کی معافی اور خوں بہا کی ادائیگی

اہم بات یہ ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت خالدؓ کے عمل سے برات کا اظہار تو کیا تھا لیکن آپ سمجھ گئے تھے کہ حضرت خالدؓ کا یہ عمل ان کی اجتہادی غلطی ہے بدنیتی نہیں۔ بالآخر آپؐ نے انھیں معاف فرما دیا لیکن بنوجذیمہ کے مقتولین کا پورا خون بہا بھی اسلامی ریاست کی طرف سے ادا کیا۔ یہ رقم بھی اس سے پہلے بیان کردہ قرض کی طرح صفوان بن امیہ، عبداللہ بن ابی ربیعہ اور حویطب بن عبدالعزیٰ سے ادھار لی گئی تھی جو بعد میں لوٹا دی گئی۔ جب رقم جمع ہو گئی تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو خون بہا کی رقم دے کر بنوجذیمہ کی طرف بھیجا۔ حضرت علیؓ نے کمال دانش مندی، حکمت اور نرمی کے ساتھ مقتولین کے ورثا سے ملاقات کی اور اظہار تعزیت کیا۔ جو مسلمان قتل ہوئے تھے ان کے لیے حضرت علیؓ نے بڑی پرسوز دعائے مغفرت کی۔ پھر تمام متاثرین کو پوری رقم ادا کی اور انھیں راضی کر کے واپس آئے۔ زخمی دلوں پر ابوالحسن کا یہ مرہم ان کے لیے باعثِ شفا ثابت ہوا۔ حضرت علیؓ کی واپس آمد اور آنحضورؐ کی خدمت میں رپورٹ پیش کرنے کے بعد ہی آنحضورؐ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور آپؐ نے حضرت خالدؓ کو معاف فرمایا اور کہا کہ خالدؓ بن ولید اللہ کا اچھا بندہ ہے اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک شمشیر برّاں ہے جو دشمنانِ خدا کے لیے سونت دی گئی ہے۔ پھر فرمایا: "لَا تَسُبُّوْ خَالِدَ بْنِ الْوَلِیْدِ" (خالد بن ولید کو [اب] ملامت نہ کرنا) اس خلاصے کی تفصیلات دیکھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیے (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۸۸۰ تا ۸۸۳۔ سیرت ابن ہشام مجموعہ ۳-۴، ص ۴۳۰)

......❀❀❀......

Marfat.com

باب دوم

غزوۂ حنین

(۸ھ)

Marfat.com

جاہلی جنگوں کا مختصر بیان

حروبِ فجار

غزوۂ حنین، یا بنو ہوازن وثقیف کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں کے تذکرے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حروب فجار کا کچھ ذکر اور پس منظر قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ یہ ایک جنگ نہیں بلکہ چار جنگیں تھیں جو حروب فجار کے نام سے معروف ہیں۔ پھر ہر جنگ میں کئی کئی معرکے ہوئے۔ ان جنگوں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ سب کی سب جنگیں حرام مہینوں میں لڑی گئیں حالانکہ تمام عرب ان مہینوں کی حرمت کے زمانۂ قدیم سے قائل تھے۔ اس وجہ سے ان کو فجار یعنی مفاجرت، فسق و فجور میں مقابلہ کرنا کہا گیا۔ سب سے زیادہ خطرناک جنگ چوتھی جنگ تھی، جس میں فریقین کے بہت سے اہم افراد اور نمایاں سردار بھی قتل ہوئے۔ ان جنگوں میں ایک جانب قریش اور بنو کنانہ تھے جبکہ دوسری جانب بنو ہوازن کے قبائل تھے۔ بنو ثقیف، بنو ہوازن کے قبائل ہی میں سے ایک قبیلہ ہے لیکن اپنی اہمیت کی وجہ سے انھوں نے اپنا الگ تشخص قائم کر لیا تھا۔ (سیرت ابن ہشام مجموعہ ۱-۲، ص ۱۸۴)

قریش و کنانہ بمقابلہ ہوازن وثقیف

قریش اور کنانہ کے مقابلے پر ہوازن اور ثقیف ہر جنگ میں شریک رہے۔ ان جنگوں کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی۔ محض جہالت اور انانیت کے شجرِ خبیثہ سے انھوں نے جنم لیا۔ بازار عکاظ میں جہاں ہر طرح کے میلے ٹھیلے اور محفلیں منعقد ہوتی تھیں، وہیں شراب و کباب کے دور بھی چلتے تھے۔ ہر قبیلے کا سردار اور قبائلی شعرا اپنی بڑائی کا اظہار کرتے مگر اس کے ساتھ دوسروں کو حقیر اور کمتر ثابت کرنے کے لیے ان کی کردار کشی بھی کرتے۔ اسی سے جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے۔ یہ جنگیں

Marfat.com

کئی سالوں پر محیط ہیں۔ متحارب گروہوں کو شیطان نے ایسی پٹی پڑھائی کہ وہ اس کارِ لاحاصل اور تباہی کے کھیل میں اپنا سب کچھ لٹاتے رہے۔ جب بالکل نڈھال ہو گئے تو ان کی آنکھیں کھلیں۔ واقعی شیطان کی چالیں بڑی خطرناک ہوتی ہیں۔ [آج تو شیطان دہشت گردی کے نام پر ننگا ناچ ناچ رہا ہے۔ اللہ اسے غارت کرے اور اہلِ ایمان کو شعور بخشے۔]

ایک جنگ میں حضور کی شرکت!

ان میں سے آخری جنگ وہ تھی، جس میں آنحضور بھی شریک ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر بیس سال سے کم تھی۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ آنحضورؐ نے تقریباً بیس سال کی عمر میں حروب فجار کے آخری معرکے میں حصہ لیا۔ مورخ ابن ہشام کے نزدیک آپؐ کی عمر پندرہ سال کے لگ بھگ تھی۔ یہی روایت درست معلوم ہوتی ہے۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ نبی اکرمؐ اپنے چچاؤں کے ساتھ ان کے اصرار پر جنگ میں شریک ہوئے۔ اس میں آپؐ نے جو حصہ لیا تو اس حد تک کہ اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے تھے۔ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک شخص ابوبرّہ کو نیزہ مارا تھا مگر یہ بات ثابت نہیں ہے۔ آپؐ سے اس جنگ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: فی الحقیقت اس جنگ کا سبب بنو ہوازن کا ظلم و تعدی تھا۔ میری قوم پر ان کی طرف سے ظلم ڈھایا گیا تھا۔ میں اس جنگ میں شریک ضرور ہوا مگر مجھے اس شرکت سے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ حروب فجار کے قصے بہت لمبے بیان کیے گئے ہیں مگر میں نے جب آنحضورؐ کا یہ قول دیکھا کہ آپؐ اس جنگ میں شرکت کو ناپسندیدہ قرار دیتے تھے تو ان کی طوالت کے باوجود ان کا ذکر مختصر کر دیا۔ (سیرت ابن ہشام مجموعہ ۱-۲، ص ۱۸۷)

قطع رحمی و صلہ رحمی

ان باہمی جنگوں کے باوجود دونوں جانب کے قبائل کی آپس میں قریبی رشتہ داریاں بھی تھیں۔ بنو ثقیف و ہوازن کی بیٹیاں قریش و بنو کنانہ کے خاندانوں میں بیاہی جاتی تھیں اور اسی طرح قریش و کنانہ کی دختران کی شادیاں ان قبائل میں ہوتی تھیں۔ فریقین کے بہت سے

Marfat.com

معروف سرداران ورؤسا کے ننھیال مخالف قبیلوں میں تھے مگر نسبی تفاخر کا جاہلانہ بت ہر چیز کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور انسان ہر مروت واخلاق سے بیگانہ ہو کر جنون ودرندگی کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ ان جنگوں میں محرم مہینوں کی بے حرمتی کے ساتھ ساتھ رشتوں کی پامالی اور قطع رحمی کا جرم بھی قدم قدم پر نظر آتا ہے تاہم کچھ لوگوں نے جنگ کے بھڑکتے شعلوں کے درمیان بھی صلہ رحمی کا خوش گوار مظاہرہ کیا۔ (ایضاً ص ۱۸۴-۱۸۵)

خیمۂ امن؟

بازار عکاظ میں سرداروں کے جو خیمے لگتے تھے، ان میں بنوثقیف کے سردار مسعود بن معتب ثقفی (والد حضرت عروہ بن مسعودؓ) نے اپنی قریشی بیوی سبیعہ بنت عبد شمس بن عبد مناف کے لیے خیمہ لگا دیا تھا اور اس جاہلی جنگ پر جانے سے قبل اس سے کہا کہ عن قریب تیری قوم قریش پر قیامت ٹوٹنے والی ہے۔ اس وقت تیری قوم کا جو آدمی بھی اس خیمے میں پناہ لے گا، اسے امن مل جائے گا۔ پس اس خاتون نے خیمے کو وسیع کرنا شروع کیا تو اس کا خاوند مسعود کہنے لگا کہ خیمے میں تجاوز نہ کر۔ میں صرف اس آدمی کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہوں جو اس کے اندر داخل ہوگا۔ اس پر قریشی سردار کی بیٹی ناراض ہوئی اور اس نے کہا ''میرا خیال تھا کہ تیرے دل میں وسعت ہوگی اور تو خیمے کی توسیع کو پسند کرے گا۔''

جنگ کا پانسہ پلٹ گیا

یہ فجار کی آخری جنگ تھی۔ اس جنگ میں دوپہر تک بنوثقیف وہوازن کا پلڑا بھاری رہا۔ بنوکنانہ کے جنگ جو اس وقت حوصلے ہار چکے تھے اور میدان سے بھاگنے کی تیاری کر رہے تھے مگر دوپہر کے بعد قریش کے جانبازوں نے اپنی جانوں پہ کھیل کر جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ قریشی فوجوں کی کمان ابوسفیان بن حرب کا باپ حرب بن امیہ کر رہا تھا جو خیمے والی خاتون سبیعہ کا بھتیجا تھا۔ اب بنوہوازن اور بنوثقیف کو جب لینے کے دینے پڑ گئے تو ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ وہ جب اس مشکل صورتِ حال سے دوچار ہوئے تو سبیعہ نے حرب بن امیہ کو آواز دی۔ حرب بن امیہ سمجھ گیا کہ اس کی پھوپھی اسے کیوں بلا رہی ہے۔ اس نے کہا اے پھوپھی جو شخص تیرے خیمے کے باہر

Marfat.com

آ کر اس کی طناب کو بھی پکڑ لے گا، اسے بھی امن حاصل ہوگا۔ بنو ہوازن وثقیف کے لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو سب اس خیمے کی طرف بھاگے حتیٰ کہ مسعود بن معتب جو مخالفین کو اس خیمے میں قید کرنے اور پھر پناہ دینے کے دعوے کر رہا تھا، بھی بھاگ کر اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ اپنی بیوی کے پاس جا کر معذرت خواہانہ لہجے میں کہنے لگا کہ میں اللہ سے اور تجھ سے امان مانگتا ہوں۔ اس نے کہا ایسی باتیں مت کرو، بیٹھ جاؤ۔ تم بھی دوسروں کی طرح امن میں ہو۔ تم تو دعویٰ کر رہے تھے کہ میرے خیمے کو میری قوم کے قیدیوں سے بھر دو گے۔ اب بتاؤ خیمے میں توسیع اچھی تھی یا نہیں۔ ثقفی سردار لاجواب ہو گیا۔ (غزوۂ حنین از محمد احمد باشمیل اردو ترجمہ ص ۵۲-۵۳)

اہم لوگوں کا قتل

آخری معرکے میں طرفین کے کافی لوگ قتل ہوئے جن میں کئی معروف نام ملتے ہیں۔ مقتولین میں قریش کے سپہ سالار حرب بن امیہ کا بھائی ابوسفیان بن امیہ (ابوسفیانؓ بن حرب کا چچا)، حضرت خدیجہ کے دو بھائی العوام بن خویلد (والد حضرت زبیرؓ بن العوام) اور حزام بن خویلد (حضرت حکیمؓ بن حزام کے والد) شامل تھے۔ اسی طرح بنو ہوازن کی طرف سے بھی کئی معروف آدمی قتل ہوئے۔ دونوں متحارب قوتوں کو اب احساس ہوا کہ اس جنگ نے ان کی دولت وثروت اور افرادی قوت کو چاٹنا شروع کر دیا ہے تو مجبوراً دونوں نے ایک دوسرے کی جانب مصالحت کا ہاتھ بڑھایا۔ ضمانت کے طور پر حرب بن امیہ نے اپنے بیٹے ابوسفیان بن حرب کو بنو ہوازن کے پاس گروی رکھا اور بنو ہوازن کی طرف سے ان کے سردار الحرث بن کلدہ ثقفی نے اپنے بیٹے نضر بن الحرث کو گروی رکھا۔

مقتولین کا خون بہا

جنگ بندی کے ساتھ ہی یہ طے ہوا کہ اس جنگ میں فریقین کے مقتولین کا شمار کیا جائے اور جس قبیلے کے مقتول زیادہ ہوں، اس قبیلے کو اتنے مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے۔ یوں یہ احمقانہ سلسلۂ جنگ اختتام کو پہنچا اور اس کے بعد دونوں قبائل میں صلح قائم رہی تا آنکہ آنحضورؐ کی بعثت ہوئی اور کفر واسلام کا معرکہ شروع ہو گیا۔ اب سارا ماحول وتناظر ہی تبدیل ہو گیا۔ اس دور

Marfat.com

میں فریقین یکساں اسلام دشمنی کے مشترکہ موقف پر ڈٹ گئے۔قریش کی قوت فتح مکہ سے خاک میں مل گئی تو اب اس علاقے میں ہوازن وثقیف ہی اسلام دشمن قوت تھی، جس کا قلع قمع ضروری تھا۔پس ان جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا۔بنوہوازن و بنوثقیف پوری طرح تیار ہو چکے تھے۔اپنے قلعوں کی تعمیر بھی کرلی تھی اور اتنا کچھ جنگی سامان اور افرادی قوت بھی فراہم کرلی تھی کہ جس سے وہ کسی بھی قوت کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو اہل سمجھتے تھے۔(مغازی للواقدی ج۳،ص ۸۸۴تا۸۸۶)

رحمۃ للعالمین

ہجرت سے قبل آنحضورؐ پر قریش اور اہل مکہ کی طرف سے جو ظلم وزیادتی ہوئی وہ ایک دردناک باب ہے۔بنوثقیف اور اہل طائف کا ظلم اس سے بھی زیادہ دلدوز ہے۔اللہ کے نبیؐ کا راستہ روکنے والی تمام باطل قوتیں یکے بعد دیگرے رسوائی وہزیمت سے دوچار ہوئیں مگر کمال ہے رسولِ رحمتؐ کے حلم وظرف اور عفوودرگزر کہ آپ نے سب دشمنوں کو معاف کردیا۔اللہ نے آپؐ کو رحمۃ للعالمین قرار دیا ہے تو واقعی آپؐ اس خطابِ ربانی کا سچا مصداق تھے۔صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سوئے حنین روانگی

مشرک قاتل اور نبی معصومؐ

نبی اکرم حنین کی طرف روانہ ہوئے تو دشمن کو آپؐ کی نقل و حرکت کی اطلاع مل گئی۔ دونوں جانب سے جاسوس حالات معلوم کرنے کے لیے متعین کیے گئے تھے۔ بعض جاسوس آنحضورؐ کے صحابہ نے پکڑ بھی لیے تھے۔ اسی جنگ میں وہ مشہور واقعہ پیش آیا تھا، جس میں ایک دشمنِ اسلام آپؐ کو قتل کرنے کے لیے آپؐ کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ آپؐ ایک مقام پر پہنچے تو ساتھیوں کو کہا کہ وہ اپنا سفر جاری رکھیں۔ آپؐ ایک بڑے درخت کے نیچے استراحت کے لیے تھوڑی دیر لیٹے اور سو گئے۔ اس وقت آپؐ نے اپنے ہتھیار بھی اتار کر درخت سے لٹکا دیے تھے۔ اسی لمحے دشمن کا ایک کارندہ جو کہیں قریب ہی گھات لگائے ہوئے تھا، آپؐ کے سر پر تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت ابوبُردہ بن نیارؓ کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ یہ شخص تلوار سونت کر جب آپؐ پر حملہ کرنا چاہتا تھا تو اس نے کہا: ''اے محمد! بتاؤ آج میری تلوار سے تمھیں کون بچائے گا''۔ آواز سن کر آپؐ کی آنکھ کھلی اور آپؐ نے بغیر کسی گھبراہٹ کے پورے اطمینان کے ساتھ فرمایا: ''اللہ''۔ اس شخص کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ کانپنے لگا۔ اس دوران آپؐ نے تلوار اٹھائی اور سونت کر کہا: ''اب تم بتاؤ تمھیں کون بچا سکتا ہے؟'' تو اس نے کہا: ''آپ ہی مجھے بچا سکتے ہیں''۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔ بلکہ یوں کہو کہ اللہ ہی مجھے بچا سکتا ہے''۔ پھر آپؐ نے اسے معاف فرما دیا۔

اللہ کی حفاظت

اکثر مورخین نے تو یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے مگر واقدی اس میں یہ اضافہ کرتا ہے کہ ابوبُردہ بن نیار فرماتے ہیں کہ مجھے آواز آئی کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے ''یا ابا بردہ'' آنحضورؐ کی بلند آواز سن

Marfat.com

کر میں فوراً لبیک کہتا ہوا اس درخت کی جانب بڑھا جہاں آپؐ نے آرام کا ارادہ فرمایا تھا۔ وہاں میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آپؐ کے پاس بیٹھا ہے۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ کیا بات ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ شخص یہاں پہنچا تو میں سو رہا تھا۔ اس نے میرے اوپر قتل کے ارادے سے تلوار سونت کر مجھ سے پوچھا: مَنْ یُؤَمِّنُکَ مِنِّی اَلْیَوْمَ، فَقُلْتُ اللّٰہ۔ ابو بردہؓ یہ سنتے ہی اپنی تلوار سونت کر اس شخص کی طرف دوڑے مگر آنحضورؐ نے فرمایا ''یا ابا بردہ شِمْ سَیْفَکَ۔'' یعنی اے ابو بُردہ اپنی تلوار نیام میں ڈال لے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ خدا کے لیے مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس دشمنِ خدا کی گردن اڑا دوں۔ معلوم ہوتا ہے یہ مشرکین کے سرداروں میں سے ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''اے ابو بردہ جذبات کو کنٹرول کرو اور خاموش ہو جاؤ میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: یا اَبا بُردہ اِنَّ اللّٰہَ مَانِعِیْ وَحَافِظِیْ حَتّٰی یُظْھِرَ دِیْنَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔ اے ابو بردہ اللہ تعالیٰ خود میرا محافظ اور لوگوں کے حملوں کو ناکام بنانے والا ہے۔ وہ میری حفاظت فرماتا رہے گا یہاں تک کہ یہ دین تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۸۹۱ - ۸۹۲)

احادیث وسیرت کی تقریباً تمام کتب میں اس سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے جو غزوۂ حنین میں نہیں بلکہ غزوۂ بنو محارب و بنو ثعلبہ کے دوران پیش آیا تھا۔ اسے آنحضورؐ کے معجزات میں بیان کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس کا تذکرہ بھی نذرِ قارئین کر دیا جائے:

رسُول اللہ کی تلوار

واقدی نے عبد اللہ بن ابو بکرؓ کی ایک روایت بیان کی ہے جس میں راویوں کا سلسلہ یوں ہے۔ واقدی عن محمد بن زیاد بن ابی ہُنیدہ عن ابن ابی عتاب عن عثمان بن ضحاک بن عثمان عن عبد الرحمان بن محمد بن ابو بکر بن عبد اللہ بن ابو بکر۔ حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ نے فرمایا: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنو ثعلبہ اور بنو محارب کے لوگوں نے آپؐ پر حملہ کرنے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے۔ یہ مدینہ پر چاروں جانب سے حملہ کرنے کا منصوبہ بنا چکے

Marfat.com

تھے۔ انھیں ایک سردار دُعثور بن حارث بن محارب نے اکٹھا کیا۔ اس بدوی سردار کا لقب غورث بھی بیان کیا گیا ہے۔

اس منصوبے کی خبر پا کر رسولِ اکرم صلعم نے مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم دیا اور ۴۵۰ صحابہؓ کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ اس غزوہ میں آپؐ کے ساتھ گھوڑسواروں کی بھی معقول تعداد تھی۔ پہلے تو آپ عام راستے پر چلے، پھر آپؐ نے معروف شاہراہ چھوڑ کر ایک تنگ گھاٹی کا راستہ اختیار کر لیا۔ اس گھاٹی میں سے ہوتے ہوئے آپؐ ذی القصہ کے مقام پر پہنچے۔ یہاں صحابہؓ نے ایک شخص کو پکڑا۔ یہ بنوثعلبہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا نام جبار تھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے تو اس نے جواب دیا: ''میں یثرب جا رہا ہوں۔''

اس سے پوچھا گیا کہ یثرب میں اس کا کیا کام ہے تو اس نے کہا: ''میں وہاں جا کر حالات کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔''

انھوں نے دریافت کیا: ''تم نے لشکر دیکھا ہے یا تمھاری قوم کی کوئی تازہ ترین خبر ہے؟''

اس نے کہا: ''مجھے کوئی خاص معلومات تو نہیں مگر اتنا پتہ چلا ہے کہ دعثور بن حارث نے کچھ لوگوں کو تیار کیا ہے''۔

کافر کا قبولِ اسلام

صحابہؓ نے اس شخص کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؐ نے اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جسے سن کر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر اس نے کہا: ''یا محمدؐ، وہ لوگ آپ کے مقابلے پر آنے کی جرأت نہیں کریں گے، وہ تو آپ کا نام سن کر ہی بھاگ جائیں گے اور پہاڑوں میں جا چھپیں گے۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گا اور آپؐ کو ان کے راز بتاؤں گا۔''

رسولِ پاکؐ نے اس نومسلم صحابی کو حضرت بلالؓ کے حوالے کر دیا اور انھیں ساتھ لے کر صحابہؓ کو پیش قدمی کا حکم دے دیا۔ اس صحابی نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا کہ پہاڑوں سے نکل کر ایک ٹیلے کے دامن میں دُعثور کے ساتھیوں کے اوپر جا پہنچے۔ اعرابیوں نے حضورؐ کی آمد کی اطلاع

Marfat.com

پائی تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور آس پاس کے پہاڑوں میں جا چھپے۔ حضورؐ نے ان میں سے کسی کو بھی نہ پایا۔ وہ پہاڑوں کی بلندیوں سے چھپ کر مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے مگر مسلمان انھیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی امر کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں موسلا دھار بارش ہوئی۔ بارش کے وقت نبی پاکؐ قضائے حاجت کے لیے خیموں سے دُور گئے ہوئے تھے۔ بارش میں آپؐ کے کپڑے بھیگ گئے۔ آپؐ نے وادئ ذی امر میں اوٹ دیکھ کر ایک جگہ اپنے کپڑے اتارے اور سوکھنے کے لیے ایک درخت پر ڈال دیے۔ اس وقت تک دھوپ نکل آئی تھی۔ آپؐ نے صرف تہہ بند باندھ رکھا تھا، باقی کپڑے اتار دیے تھے۔ کپڑے سوکھنے کے انتظار میں آپؐ درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپؐ لیٹ گئے اور آپؐ کی آنکھ لگ گئی۔ آپؐ بالکل تن تنہا تھے اور بدوی فوج پہاڑ کی بلندی سے آپؐ کو دیکھ رہی تھی۔

جبریل امین کا پہرہ

بدوی لوگوں نے دُعثور (غورث) سے کہا، جو اُن کا سردار بھی تھا اور ان میں سب سے زیادہ شجاع بھی سمجھا جاتا تھا، کہ اب سنہری موقع ہے محمد اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا ہے اور سویا ہوا بھی ہے۔ یہاں سے وہ اگر اپنے ساتھیوں کو مدد کے لیے بلائے گا بھی تو کوئی اس کی آواز نہ سن سکے گا۔ تم جاؤ اور اس کا کام تمام کر دو۔ دُعثور نے اپنی بہت سی تلواروں میں سے ایک تیز ترین اور چمک دار تلوار نکالی اور دبے پاؤں پہاڑی سے اترا۔ وہ حضورؐ کے سر مبارک پر جا کھڑا ہوا اور تلوار لہراتے ہوئے کہا: ''اے محمدؐ اب بتاؤ میری تلوار سے آج کون تمھیں بچا سکتا ہے؟'' رسولِ پاکؐ نے آنکھیں کھولیں اور بڑے اطمینان سے جواب دیا: ''اللہ''۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اسی لمحے جبریلؑ نے دعثور کے سینے میں دو ہتھڑ مارا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی، جب کہ وہ خود بھی زمین پر گر پڑا۔ حضور پاکؐ نے اس کی تلوار اٹھائی اور اس کے سَر پر کھڑے ہو کر پوچھا: ''اب تم بتاؤ کہ آج تمھاری جان کون بچا سکتا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''کوئی بھی نہیں'' اور پھر فوراً کلمۂ

Marfat.com

شہادت پڑھا اور کہا: ''خدا کی قسم آج کے بعد میں کبھی آپ کی مخالفت نہ کروں گا اور نہ لشکر کشی کا ارادہ کروں گا۔'' رسول اللہ نے اس کی تلوار اسے دے دی تو وہ واپس چلنے کے لیے مڑا مگر پھر پلٹا اور کہا: ''خدا کی قسم! آپؐ مجھ سے بہت بہتر اور بہت اعلیٰ ہیں۔ آپؐ کا سلوک کتنا اچھا ہے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''مجھے ایسا ہی ہونا چاہیے، یہی میرے شایانِ شان ہے۔''

سچا مسلمان اور داعیٔ اسلام

اس کی قوم کے لوگ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ جب وہ واپس پہنچا تو انھوں نے اس سے پوچھا: ''تمھیں کیا ہو گیا تھا؟'' اس نے بتایا: ''خدا کی قسم عجیب معاملہ ہوا، میں تلوار اٹھانا چاہتا تھا کہ میرے اور ان کے درمیان ایک لمبا تڑنگا اور گورا چٹا شخص اچانک حائل ہو گیا۔ اس نے میرے سینے پر دو ہتھڑ رسید کیا اور میں پیٹھ کے بل زمین پر جا گرا اور تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ فرشتہ تھا، جس نے مجھے مار گرایا تھا۔ چنانچہ میں نے بلا توقف شہادت دی کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ بخدا میں اب کبھی ان کے خلاف فوج کشی نہیں کروں گا۔'' اس کے بعد وہ اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیا کرتا تھا۔ اللہ نے اس شخص کی قسمت بدل دی۔ وہ اسلام دشمن ہوا کرتا تھا، اب داعیٔ اسلام بن گیا۔'' (المغازی للواقدی ج ۱، ص ۱۹۵۔ اسد الغابہ ج ۲، ص ۱۳۱۔ صحیح البخاری ج ۵، ص ۱۴۷ (اس میں اعرابی کا نام غورث ہے اور ابن ہشام میں بھی یہی نام آیا ہے)۔ سیرۃ ابن ھشام قسم ثانی، ص ۲۰۵۔ البدایہ والنہایہ ج ۴، ص ۸۴۔ الاصابہ ج ۱، ص ۴۶۴ و ج ۳، ص ۱۸۶۔ صحیح مسلم ج ۶، ص ۱۲۹ و ج ۱۵، ص ۴۵۔ طبقات ابن سعد ج ۲، قسم اول، ص ۴۴-۲۴۔ سنن البیہقی ج ۳، ص ۲۹۵، ج ۶، ص ۳۲۲، ج ۹، ص ۶۷۔ بحوالہ معجزاتِ سرورِ عالم از ولید الاعظمی، اردو ترجمہ ادارہ معارف اسلامی صفحہ ۲۲۹-۲۲۶)

بنو ہوازن کے جاسوس

غزوۂ حنین کے واقعات میں مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضورؐ کے احوال معلوم کرنے کے لیے جو تین جاسوس بھیجے گئے تھے، انھوں نے آپ کو دیکھا تو واپس جا کر سپہ سالار

Marfat.com

مالک بن عوف کو رپورٹ دی کہ خدا کی قسم ہم نے جس شخص کو دیکھا ہے، اسے دیکھ کر ہمارے دل نے گواہی دی کہ ہم اہلِ زمین سے نہیں، اہل آسمان سے لڑنے جارہے ہیں۔ اس پر ان کا سردار عوف بن مالک بہت ناراض ہوا اور اس نے کہا اُفٍّ لَّكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ اَجْبَنُ اَهْلِ الْعَسْكَرِ تمھاری بربادی ہو، تم تو اس لشکر کے سب سے بزدل لوگوں میں سے ہو۔ پھر اپنے قریبی محافظوں کو حکم دیا کہ انھیں مقید کرلو، یہ باقی لشکر کے حوصلے بھی پست نہ کردیں۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۸۹۲-۸۹۳)

صحابہ کی مشکل ذمہ داریاں اور اعلیٰ درجات

نبی اکرمؐ نے بھی اپنے کچھ صحابہ کو دشمن کی خبر گیری کے لیے بھیجا تھا۔ واقدی کے بقول ان میں سے حضرت ابن ابی حَدْرَدْ کسی نہ کسی طریقے سے مالک بن عوف کی مجلس اعلیٰ کے اجلاس میں شریک ہونے میں کامیاب ہوگئے اور انھیں کوئی نہ پہچان سکا۔ انھوں نے واپس آکر آنحضورؐ کو جو رپورٹ دی، اس کے مطابق ہوازن کا سپہ سالار اپنے دوستوں سے کہہ رہا تھا کہ محمد اس سے پہلے ناتجربہ کار لوگوں سے جنگ کرتا رہا ہے۔ وہ جنگی حکمت عملی بھی نہیں جانتے تھے اور ڈٹ کر میدان میں لڑنا بھی ان کے بس میں نہیں تھا۔ تم علی الصبح اپنی صفیں خوب جمالو اور حملے میں پہل کردو۔ جو پہل کرتا ہے اسے جنگ میں ہمیشہ سبقت مل جاتی ہے۔ جب بیس ہزار شمشیر زن اپنی نیامیں توڑ کر آگے بڑھیں گے تو محمد اور اس کے ساتھیوں کو پتا چل جائے گا کہ جنگ کیا ہوتی ہے۔ حضرت ابن ابی حدرد یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد کمال ہوشیاری اور رازداری سے دشمن کی صفوں سے نکل کر بخیریت واپس آگئے۔ جب حضرت ابن ابی حدردؓ نے واپس آکر آنحضورؐ کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی تو حضرت عمرؓ بھی وہاں موجود تھے۔ انھوں نے کہا کہ نہیں یہ رپورٹ ٹھیک نہیں ہے۔ یہ پہلے ہی ان سے مرعوب ہوگیا ہے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ نہیں وہ سچ کہہ رہا ہے اور ہمیں بھی مقابلہ کرنے کے لیے اپنے آپ کو ذہناً وعملاً تیار کرلینا چاہیے۔ ایک دوسرے بہادر اور مہم جو مجاہد حضرت اُنیس بن مرثد بن ابی مرثد کو بھی ایک مشکل ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ دشمن کے پڑاؤ کے قریب رہ کر خود کو ان کی پکڑ سے بھی بچائے رکھیں اور ان کے احوال بھی معلوم کرتے رہیں۔

Marfat.com

حضرت اُنیس بن مرثد نے اپنا فرض بخوبی ادا کیا۔ جب واپس آئے اور آنحضور کو رپورٹ دی تو آپؐ نے فرمایا کہ آج اس نے جو کارنامہ انجام دیا ہے، اس کے بعد یہ کوئی بھی اور عمل نہ کرے تو اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۸۹۳-۸۹۴۔ اسد الغابہ ج ۱، ص ۱۳۵-۱۳۶)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خدشہ محسوس ہو رہا تھا کہ دشمن رات کو شب خون مارے گا۔ حضرت اُنیس نے رات بھر جاگ کر دشمن پر نظر رکھی جبکہ دشمن ساری رات خواب خرگوش کے مزے لیتے رہے۔ اگر وہ شب خون مارنے کے لیے آگے بڑھتے تو حضرت اُنیس نے اپنی تیز رفتار سواری پر فوراً اپنے لشکر کو مطلع کر دینا تھا۔ یہ مہمات اہم بھی تھیں اور نہایت خطرناک بھی۔ اسی لیے آنحضورؐ نے ان دونوں صحابہ کی تعریف فرمائی اور انعاماتِ ربانی کی بشارت بھی سنائی۔

Marfat.com

معرکۂ حنین

وجہ تسمیہ

فتح مکہ کے بعد اصل معرکہ غزوۂ حنین ہی تھا۔ اس معرکے کا تذکرہ قرآن کی سورۃ توبہ میں بھی ہے اور حدیث کے تمام مجموعوں میں بھی۔ اس جنگ کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں۔ حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک مشہور وادی ہے۔ اسی کی وجہ سے اس غزوہ کو یہ نام ملا، کیونکہ یہ جنگ اس وادی میں ہوئی تھی۔ اس کے دوسرے نام، غزوۂ ہوازن کی وجہ تسمیہ بنو ہوازن اور ان کے ساتھ بنو ثقیف ہیں، جن سے یہ مقابلہ ہوا تھا۔ فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف کے قبائل اور ان کی تمام شاخیں خطرہ محسوس کر رہی تھیں کہ اب اسلامی لشکر ان کے مقابلے پر آئیں گے۔ ہوازن اور ثقیف نے آپس میں اکٹھ کر لیا اور یہ وادی حنین کے مقام وادی اوطاس میں مورچہ بند ہو گئے۔ تمام قبائل کی متفقہ قیادت مالک بن عوف کے پاس تھی جو بنو ہوازن کی شاخ نصر سے تعلق رکھتا تھا۔

ان لوگوں نے وادی جعرانہ میں اپنا تمام مال و متاع اور مویشی جمع کر دیے اور اہل و عیال کو بھی اپنے ساتھ لے آئے۔ بنو نصر، بنو ہلال، بنو جشم، بنو سعد اور ہوازن و ثقیف کی تمام شاخیں اس جنگ کے لیے اسلحہ بند ہو چکی تھیں۔ تمام بڑے سردار کنانہ بن عبد یالیل ثقفی، قارب بن اسود بن مسعود ثقفی، سبیع بن حارث مالکی المعروف ذوالخمار اور احمر بن حارث مالکی سب بڑے آزمودہ کار جنگ جو تھے۔ ان سب نے مالک بن عوف نصری کی قیادت کو قبول کر لیا اور مرنے مارنے کے عہد باندھ کر اسلامی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہو گئے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج ۳، ص ۸۸۵ تا ۸۸۷)

Marfat.com

ماہرِ جنگ بوڑھا سردار

عرب کا مشہور شاعر اور دانش ور دُرید بن صِمّہ جُشَمی ایک سو بیس سال سے زاید عمر کا ہو چکا تھا۔ بعض روایات کے مطابق تو اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال بیان ہوئی ہے۔ اس کی بینائی بھی ختم ہو چکی تھی۔ بھلے وقتوں میں وہ اپنی بہادری اور ذہانت کی وجہ سے جنگوں کے پانسے پلٹ دیا کرتا تھا۔ یہ قبائل اسے راہ نمائی اور مشورے کے لیے ایک اونٹ کے آرام دہ اور محفوظ ہودے میں بٹھا کر میدانِ جنگ میں لے آئے تھے۔ ان تمام قبائل کی فوجیں بیس ہزار سے متجاوز تھیں۔ نبی اکرمؐ کے ساتھ دس ہزار مدنی مجاہدین تھے جبکہ مکہ سے بھی دو ہزار نو مسلم آپؐ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ مسلمان اپنی کثرت کے زعم میں مبتلا ہو گئے مگر کثرت کام نہ آئی۔

قرآن میں تذکرۂ حنین

قرآن مجید نے اس جنگ کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمھاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوۂ حنین کے روز (اس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو)۔ اس روز تمھیں اپنی کثرتِ تعداد کا غرہ تھا مگر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرینِ حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں۔ پھر (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ) اس طرح سزا دینے کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے، اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (التوبہ ۹:۲۵-۲۷)

میدانِ جنگ کے لیے روانگی

نبی اکرمؐ نے ۶ رشوال کو مکہ سے نکل کر دشمنوں کی طرف پیش قدمی کی۔ ۱۰ رشوال کو آپ وادی حنین میں پہنچے۔ اس وقت تک دشمن بھی وادی اوطاس سے آگے بڑھ کر وادی حنین میں

Marfat.com

آ گیا تھا۔ دُرَید بن صِمّہ نے کمانڈروں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ گھوڑ سوار دستوں کو کھلی جگہ پر دشمن کے سامنے صف آرا کریں اور ان کے اطراف و جوانب میں پیدل فوج کو ترتیب دیں۔ تمام ماہر تیر اندازوں کو مسلمانوں کی آمد کے راستے پر دونوں جانب کی پہاڑیوں میں وافر تیروں کے ساتھ اس انداز میں مورچہ بند کر دیں کہ وہ مسلمانوں کو نظر نہ آئیں۔ جونہی مسلمان جنگ جو، گھوڑ سوار اور پیدل فوجوں کی طرف آگے آئیں اور تیر اندازوں کی زد میں پہنچیں تو بیک وقت دونوں جانب سے ان پر تیر اندازی شروع کر دی جائے۔ اس کی اسی سکیم نے مسلمانوں کے لیے مشکلات پیدا کیں۔ جنگ کے تفصیلی واقعات جو مورخین نے بیان کیے ہیں، اگلے صفحات میں ہم ان کا خلاصہ پیش کریں گے۔

قائم مقام امیر

نبی اکرمؐ جنگ پر روانہ ہونے کے لیے تیار ہوئے تو آپؐ نے مکہ میں اپنا قائم مقام مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔ بہت سے قریشی سردار اسلام میں داخل ہوئے تھے اور بہت سے سابقون صحابہ بھی موجود تھے تاہم آپؐ کی نظر انتخاب بنو امیہ کے ایک سپوت پر پڑی۔ یہ نوجوان فتح مکہ کے وقت ہی اسلام میں داخل ہوا تھا مگر آنحضورؐ کی نگاہِ نبوت اس قیمتی ہیرے کو پہچان گئی تھی۔ ان کا نام حضرت عِتابؓ بن اُسید بن ابی العیص بن امیہ تھا۔ یہ ابو محمد کے نام سے معروف تھے۔ عمر پچیس سال تھی۔ بہت زیرک اور جرأت مند بھی تھے اور اس کے ساتھ انتہائی مخلص بھی۔ حضرت عِتابؓ آنحضورؐ کے مکہ میں مقرر کردہ نائب امیر تھے۔ آپؐ نے ہوازن کے معرکوں سے فارغ ہونے کے بعد مکہ سے مدینہ روانگی کے وقت اعلان فرمایا کہ عِتاب مستقل طور پر مکہ میں امیر ہوگا۔ حضرت عِتابؓ آنحضورؐ کی رحلت کے بعد پہلے تو بددل ہوئے مگر پھر سنبھل گئے اور خطیب قریش حضرت سہیل بن عمروؓ کے ساتھ مل کر اہل مکہ کو دیگر قبائل کی طرح اسلام کے خلاف کوئی حرکت کرنے سے سخت الفاظ میں تنبیہ کی۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۸۸۹)

جواں مرگ

حضرت عِتابؓ نے بہت جلد قرآن مجید کے بیشتر حصے حفظ کر لیے اور حرم میں نمازوں کے

Marfat.com

دوران بہت خوش الحانی کے ساتھ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی انھی کو امارت کی ذمہ داری سونپی۔ اتفاق کی بات ہے کہ حضرت عِتابؓ نے محض اکتیس بتیس سال کے قریب عمر پائی۔ مؤرخین کے مطابق وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے وقت جوانی کے عالم میں وفات پا گئے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ (ایضاً ص۹۵۹، خیر البشر کے چالیس جانثار از طالب ہاشمی)

...... ❀ ❀ ❀ ......

Marfat.com

نبی رحمت ﷺ کارزارِ حنین میں

جوانی کا جوش، بزرگی کا ہوش

ہوازن اور ثقیف کے قبائل نے اپنے قلعوں کی تعمیر و مرمت اور اپنے سامان حرب وضرب کی فراہمی کے ساتھ ہی اپنی فوج کو منظم کیا اور جیسا کہ پہلے بیان ہوا، اپنا مشترکہ سپہ سالار مالک بن عوف کو بنایا۔ یہ بنو ہوازن کا نوخیز اور بہادر جنگ جو تھا، جس کے بارے میں تمام قبائل میں یہ بات زبان زدعام تھی کہ وہ موت سے نہیں ڈرتا بلکہ موت کو شکست دینے کا عزم رکھتا ہے۔ اس کا تعلق ہوازن کی شاخ بنو نصر بن معاویہ سے تھا۔ امامِ تاریخ ابن جریر طبری کے بقول تمام قبائل کے بہادر اور جہاندیدہ سرداروں نے مالک بن عوف نصری کے نوعمر ہونے کے باوجود اس کی قیادت قبول کر کے بڑے نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا۔ مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مالک بن عوف کو محض سردار و سپہ سالار ہی نہیں مقرر کیا گیا تھا، بلکہ باقاعدہ اس کی تاج پوشی بھی کی گئی تھی اور اسے بادشاہ کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ ایک جانب یہ تیس سالہ نوجوان سالارِ اعلیٰ اور تاجدار مقرر ہوا اور دوسری جانب ہوازن کی شاخ بنو جشم میں سے ایک سو ساٹھ سالہ بوڑھا دُرید بن الصمہ اپنے تجربے اور بزرگی و دانائی کی بدولت بطور مشیر جنگ شامل کیا گیا۔ گویا کہ جوانی کا جوش اور بزرگی کے تجربات، یعنی گولڈ اور سٹیل سب کو بروئے کار لایا گیا۔ [المغازی للواقدی ج ۳، ص ۸۸۸-۸۸۹ و طبری ج ۳، ص ۶۹ تا ۷۱ میں تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں)۔

ہوش اور جوش کا موازنہ

واقدی نے بنو ہوازن کی فوجوں کی شان و شوکت کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے کہ تمام قبائل کے ارباب حل وعقد ایک جگہ جمع ہوئے۔ جنگ کی حکمت عملی تیار کی اور پھر اس کا مشترکہ اعلامیہ

Marfat.com

جاری کیا تا کہ فوج اور عام آبادی کے حوصلے بلند ہو جائیں۔ اس میں کہا گیا کہ خدا کی قسم محمد اب تک جن لوگوں سے جنگ کرتا رہا ہے، وہ جنگ کرنا نہیں جانتے تھے۔ اب اسے معلوم ہوگا کہ مردانِ جنگ کیسے لوگ ہوتے ہیں۔ سب قبائل اپنے مال مویشی اور اہل وعیال کے ساتھ اس فیصلہ کن جنگ کے لیے میدان میں آ جائیں۔ واقدی نے دُرید بن صمّہ کی ایک نصیحت کا بھی ذکر کیا ہے جو اس نے سپہ سالار اور دیگر لوگوں کے سامنے صراحت کے ساتھ رکھ دی تھی لیکن جب وہ نہیں مانے تو پھر اس نے ان کو جنگ کے لیے مشورے دیے۔ ہوازن وثقیف کے قبائل میں سے بنوکلاب بن ربیعہ، بنوکعب بن ربیعہ اور بنوہلال بن عامر اس جنگ سے الگ تھلگ رہے۔ درید نے پوچھا اے مالک بن عوف ان قبائل میں سے کوئی تمھارے ساتھ ہے۔ مالک نے کہا نہیں۔ دُرید نے کہا اگر تمھاری جنگ میں خیر کا کوئی پہلو ہوتا تو یہ لوگ کبھی پیچھے نہ رہتے۔ مجھ سے پوچھو تو میں یہی کہتا ہوں کہ تم جس شخص سے لڑائی لڑنے جا رہے ہو وہ ایک کریم النفس انسان ہے۔ تمھیں قوم نے اپنا سربراہ بنالیا ہے تو سوچو کہ جس طرح وہ دیگر قبائل پر غالب آیا ہے، اس طرح وہ اس جنگ میں بھی فتح پا جائے گا۔ جہاں دیدہ ودانش مند بزرگ کی رائے نہایت صائب تھی مگر سپہ سالار نے اس کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا کہ ہم اپنا سب کچھ میدان میں لے آئے ہیں، اب جنگ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ (واقدی، ج ۳، ص ۸۸۶، ۸۸۵)

اختلاف رائے کا خطرہ اور سپہ سالار کی دھمکی

کچھ لوگ دُرید کی دانش وعقل پر مشتمل باتوں کے قائل ہو رہے تھے اور قریب تھا کہ اختلافِ رائے کا کھل کر اظہار ہونے لگے۔ یہ خطرہ بھانپ کر مالک بن عوف نے تمام قبائل کو بلند آواز سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''اے میری قوم کے لوگو یا تو تمھیں میری اطاعت کرنا ہوگی اور یا پھر میں تمھارے سامنے اپنی تلوار سے اپنا کام تمام کرلوں گا۔ بہادر نوجوانو! آج کسی از کار رفتہ بوڑھے کے خدشات پر کان دھرنے کی بجائے ہتھیاروں کے جوہر دکھانے کا وقت ہے۔'' اس پر لوگوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا اور کہا کہ بوڑھا دُرید تو اپنا وقت پورا کر چکا ہے۔ نہ وہ خود

Marfat.com

لڑنے کے قابل ہے نہ قیادت کرسکتا ہے۔ اگر ہم نے نوجوان سپہ سالار کی نافرمانی کی اور اس نے خودکشی کرلی تو یہ بڑا قومی نقصان ہوگا۔ چنانچہ دُرید کی تجویز کو مسترد کردیا گیا اور سپہ سالار کی اطاعت کا اعلان ہوگیا۔ اس کے باوجود بنوکعب اور بنوکلاب جنگ میں شریک ہونے سے مجتنب رہے۔ (ایضاً ص ۸۸۷-۸۸۹)

کثرت کا زعم

نبی اکرمؐ اپنے لشکر کے ساتھ مکہ سے نکلے اور اپنے انصاری جاں نثار صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ کو حکم دیا کہ وہ مکہ ہی میں قیام کریں اور امیر مکہ عتّاب بن اُسید کی معاونت بھی کریں اور عام لوگوں کو حرم شریف میں قرآن وسنت کی روشنی میں دین کی تعلیم بھی دیں۔ آپ ؐ مکہ سے شوال ۹ھ کے پہلے ہفتے میں حنین کی طرف بڑھے۔ کئی لوگوں نے اپنی کثرت کو دیکھا تو کہنے لگے کہ آج تو دنیا کی کوئی فوج ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اسی کی طرف قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اشارا کیا ہے جو اس سے قبل کے صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ ہوازن کی فوج مسلمانوں سے بہرحال زیادہ تھی۔ یہ بیس ہزار سے زاید لوگ تھے لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ مالک بن عوف نے قلعے سے باہر نکل کر مقابلے کا اعلان کیا تھا، جبکہ کئی لوگوں کی یہ رائے تھی کہ قلعہ بند ہوکر مقابلہ ٹھیک ہوگا۔ اس کے نتیجے میں قبائل کے درمیان پھوٹ پڑ گئی۔ اسی لیے بنوکعب اور بنوکلاب فوج سے الگ ہوگئے تھے۔ دُرید بن صمہ بھی ان قبائل کے الگ ہونے سے جنگ میں شکست کے خدشات محسوس کررہا تھا۔ اگر یہ قبائل الگ نہ ہوتے تو تعداد چوبیس ہزار سے بھی زاید ہوجاتی۔

بھگدڑ میں استقامت کا مظاہرہ

بنوہوازن جنگ کی تیاری تو کافی پہلے سے کررہے تھے اور انھوں نے اپنے جاسوس بھی پورے علاقے میں پھیلا رکھے تھے۔ اس کے ساتھ شام کی جانب بھی انھوں نے اپنا ایک وفد بھیجا تھا جو اسلحہ لینے کے لیے شامی حکومت سے گفت وشنید کے بعد کامیاب ہوگیا تھا۔ اس وفد کا سربراہ عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ نبی اکرمؐ جب اس فوج کے مقابلے کے لیے میدان میں پہنچے تو وادی حنین میں یہ تمام متحدہ

Marfat.com

قبائل اپنے مورچے سنبھال چکے تھے۔ جب تیراندازوں نے دونوں جانب کی پہاڑیوں سے یک بار، بے تحاشا تیر پھینکے تو مسلمانوں کے قدم اس موقع پر اکھڑ گئے۔ نبی اکرمؐ اس نازک مرحلے پر میدان میں یوں ڈٹ گئے تھے جیسے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ اس موقع پر مکہ سے شامل ہونے والے دو ہزار افراد میں سے بیش تر حملے کی تاب نہ لا کر پیچھے کی جانب بھاگنے لگے۔ اس بھگدڑ کا مجموعی طور پر ساری فوج کے اوپر منفی اثر پڑا اور کئی بہادر لوگ بھی کمزوری کا شکار ہو گئے۔ اس ساری صورت حال کے باوجود آنحضورؐ میدانِ جنگ میں ڈٹے ہوئے تھے۔ آپ سفید خچر پر سوار تھے اور پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھ رہے تھے۔ (سیرت ابن ہشام، القسم الثانی، مجموعہ ۳-۴، ص ۴۴۳)

صفوان بن امیہ کی حق گوئی

مؤرخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضورؐ کے ساتھ اس جنگ میں چند ایسے قریشی سردار بھی شریک تھے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بالخصوص صفوان بن امیہ جس سے آپؐ نے قرض کے علاوہ بہت سے ہتھیار بھی عاریتاً لیے تھے، فوج کی پچھلی صفوں میں موجود تھا۔ جب لوگ پیچھے پلٹے اور صفوان کو دیکھا تو ان غیر مسلم مکیوں نے اسے خوشی کے انداز میں بتایا کہ ہوازن فتح پا رہے ہیں مگر اس نے انھیں ڈانٹا اور کہا کہ اس میں خوشی کی کیا بات ہے۔ ہوازن کا کوئی شخص فاتح بنے تو ہمیں کیا ملے گا۔ ہاں قریش کا فرزند [محمدؐ] فتح پائے گا تو ہمارے لیے اعزاز ہوگا۔ صفوان کے ماں جائے بھائی کلدہ بن حنبل نے جو ابھی تک مسلمان نہ ہوا تھا، اسے مبارک باد دی تو صفوان نے اس پر شدید غصے کا اظہار کیا اور کہا کہ جاؤ میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ حضرت عکرمہؓ بن عمرو بن ہشام سچے دل سے مسلمان ہو کر اس جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ اگرچہ وہ جنگ میں آنحضورؐ کے قریب نہیں تھے مگر وہ بھی اپنے محاذ پر ثابت قدم رہے تھے۔ (السیرۃ الحلبیہ ج۳، ص ۱۵۸-۱۵۹)

حضرت عکرمہؓ کی قوت ایمانی

سہیل بن عمرو جو اس جنگ کے بعد اسلام میں پورے ایمان و اخلاص کے ساتھ داخل ہوئے، ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت عکرمہؓ کو پیچھے بھاگ آنے کا مشورہ دیا

Marfat.com

اور کہا محمد اور ان کے اصحاب اب ہزیمت کی مصیبت کو ہرگز نہ ٹال سکیں گے۔ حضرت عکرمہؓ نے فرمایا ''اے ابویزید عقل کے گھوڑے ہم لوگوں نے کافی دوڑا لیے۔ ہر مرتبہ ثابت ہوا کہ ہماری عقل ناقص ہے۔ ہم پتھروں کے پجاری تھے، جن کے اختیار میں نہ نفع ہے، نہ نقصان، یہ اللہ ہی ہے جس نے ہمیں ہدایت دی۔ جان لو کہ ہر فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں نہیں۔ اگر وقتی طور پر کفر غالب بھی آ گیا ہے تو حتمی غلبہ محمد رسول اللہ اور حق کا ہوگا۔'' ابوسفیان بن حرب بن امیہ بھی بعد میں مخلص صحابہ میں شامل ہوئے مگر اس وقت تک ابھی یقین کی دولت سے مالا مال نہیں ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا ''اب ان لوگوں کو بنو ہوازن سمندر تک دھکیلیں گے۔ سمندر کے کنارے بھی ان کی شکست ختم نہ ہوگی۔'' ایک مخلص مسلمان ابومغیثؓ نے یہ سن کر فرمایا ''خدا کی قسم اگر رسول اللہ کی زبانِ اقدس سے میں نے یہ نہ سنا ہوتا کہ ابوسفیان کو میں نے امان دی ہے، اسے قتل نہ کیا جائے تو میں تیرا گلا کاٹ دیتا۔'' (ان واقعات کی تفصیلات کے لیے دیکھیے تاریخ طبری ج ۳، ص ۷۳۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۸۸۹-۸۹۰، سیرت ابن ھشام ج ۴، ص ۸۳)

سچا جاں نثار ابوسفیانؓ

آنحضورؐ کے ساتھ آپ کے مخلص صحابہ کی ایک جماعت موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوری پامردی کے ساتھ موجود رہی۔ آپؐ کے چچا عباسؓ بلند آواز سے لوگوں کو پکار رہے تھے کہ لوگو! اللہ کے نبی کی طرف آؤ۔ حضرت عباسؓ کی آواز اتنی بلند تھی کہ دور تک سنی جا سکتی تھی۔ آپؐ کے چچازاد ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب نے آپؐ کے خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی اور وہ مسلسل آپؐ کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ فتح مکہ سے پہلے تک بدترین اسلام دشمن تھے لیکن جب مسلمان ہوئے تو انھوں نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ جب تک میں اسلام سے بے بہرہ تھا مجھے دنیا کے ہر انسان سے زیادہ محمد سے نفرت اور دشمنی تھی لیکن جب اللہ نے مجھے اسلام کی توفیق عطا فرمائی تو خدا کی قسم، نبی اکرمؐ میرے لیے دنیا کی ہر چیز سے حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے۔ تقریباً تمام مورخین نے بیان کیا ہے کہ بنو ہاشم میں سے جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ بھی آنحضور سے دلی محبت ضرور رکھتے تھے ماسوائے دو ہاشمیوں کے۔ ان میں سے ایک تو آپ کا

Marfat.com

چچا ابولہب بن عبدالمطلب تھا جو حالتِ کفر میں مرا اور جہنم واصل ہوا، دوسرا یہ ابوسفیان تھا جو خوش قسمت رہا کہ اللہ کی رحمت سے شرفِ صحابیت اور جنت کی بشارت سے مالا مال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔(مغازی للواقدی ج۳،ص ۸۹۸-۹۰۱)

شمع رسالت کے پروانے

نبی اکرمؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا: ''چچا جان! آپ آواز دیجیے یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ یَا اَصْحَابَ السَّمُرَۃِ یَا مَعْشَرَ الْخَزْرَجِ''۔ ''اے انصارِ رسولؐ، اے بیعت رضوان کرنے والے صحابہ، اے نبیؐ کے خزرجی جاں نثارو!'' جب حضرت عباسؓ کی صدا لوگوں نے سنی تو وادی ''یا لبیک یا لبیک'' کے نعروں سے گونج اٹھی اور انصار ومہاجرین آنحضورؐ کی طرف یوں لپکے جیسے ماما اپنے بچوں کی طرف دوڑتی ہے۔ بعض مورخین کے الفاظ میں جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ کی جانب لپکتی ہیں۔ آپؐ اس مشکل گھڑی میں مسلسل فرمارہے تھے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(میں اللہ کا سچا نبی ہوں، اس میں کوئی شک نہیں۔ میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔) مشکل گھڑی میں لوگوں نے آنحضورؐ کے ساتھ ایک شخص کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ حضرت حارثہ بن نعمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ وہ صحابیِ رسول حضرت دِحیہ بن خلیفہ کلبیؓ ہیں مگر آنحضورؐ نے فرمایا کہ وہ جبریلؑ تھے۔ حضرت حارثہ بن نعمانؓ ثابت قدم لوگوں میں سے تھے۔ ان کے بارے میں اور ابوسفیان بن حارثؓ کے بارے میں آنحضورؐ سے جبریلؑ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول یہ ان سو آدمیوں میں سے ہیں جو اللہ کے ہاں صابرین میں شمار ہوتے ہیں۔ آنحضورؐ اس روز ایک مرحلے پر صرف سو آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے اور یہی سو آدمی ہیں جو اللہ کے دربار میں صابرین میں شمار ہوئے۔ ان میں تیس مہاجرین تھے۔ سڑسٹھ انصار، ایک حضرت عباسؓ اور ایک ابوسفیان بن حارثؓ (دونوں اسلام میں داخل ہونے والے نئے صحابی) اور سب سے پہلا نمبر آنحضورؐ کا تھا۔ یوں یہ تعداد سو ہو جاتی ہے۔(السیرۃ الحلبیہ ج۳،ص ۱۵۵-۱۵۶)

Marfat.com

دعائے موسیٰؑ و محمدؐ

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کا بڑا اعزاز ہے کہ جبریلؑ جب بھی آنحضورؐ کی خدمت میں انسانی شکل میں حاضر ہوئے عام طور پر وہ اس صحابی کی شکل میں نظر آئے۔ بعض مرتبہ وہ ان سے الگ روپ میں بھی تشریف لائے جیسا کہ حضرت عمرؓ کی بیان کردہ حدیث جبریل میں ان کی آمد اور حضور سے سوال جواب کا تذکرہ ہے۔ اس میں صحابہ نے ان کو اجنبی شخص سمجھا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)۔ جنگ بدر اور جنگِ حنین میں جن صحابہ نے جبریل کو آنحضور کے ساتھ کھڑے ہوئے دیکھا وہ یہی سمجھے کہ حضرت دِحیہ کلبیؓ ہیں۔ حضرت حارثہ بن نعمانؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے یہ منظر دو مرتبہ دیکھا، یعنی بدر و حنین میں۔ حضور نے تصریح فرمائی کہ وہ جبریل تھے۔ (مغازی الواقدی ج ۲، ص ۴۹۸-۴۹۹)۔ نیز مورخ ابن سعد کی طبقات دیکھیے، حالات حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ۔) آنحضورؐ کے لبوں پر استقامت کے ان لمحات میں جو دعا تھی۔ اس کے الفاظ ہیں'' اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَاِلَیْکَ الْمُشْتَکیٰ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ'' اے اللہ تمام تعریف تیرے لیے ہے تیرے حضور ہی میں اپنی مشکلات کی شکایت پیش کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد کا خواستگار ہوں۔ اس پر جبریلؑ نے کہا: ''یارسول اللہ آپؐ نے آج وہی الفاظ بارگاہِ ربانی میں پیش کیے ہیں جو موسیٰؑ نے اللہ کے حضور عرض کیے تھے جب ان کے سامنے سمندر تھا اور ان کے پیچھے لشکر فرعون۔'' (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۰۱)

حضرت جبریلؑ تمام انبیاء کے ساتھ ہم کلام و ہم قدم رہے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بھی اس نازک لمحے ان کی موجودگی سکینت وطمانیت کا باعث تھی۔ جب بنی اسرائیل نے شور مچایا کہ ہم پکڑے گئے تو حضرت موسیٰؑ نے فرمایا'' میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ ہمیں راستہ دکھائے گا۔'' (سورہ شعراء: ۶۱-۶۲) گویا اس روز حضرت موسیٰؑ کے لبوں پر وہی دعا تھی جو آج نبی رحمت ﷺ کی زبان پر تھی۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم!

صبر و استقامت کا ثمرہ

جبریلؑ نے اس موقع پر آنحضورؐ سے یہ بھی کہا تھا کہ اس مشکل گھڑی میں صبر واستقامت کے ساتھ آپؐ کے گرد کھڑے رہنے والوں کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے لیے اور ان کے

Marfat.com

اہل وعیال کے لیے جنت میں ان کے رزق وعشرت کا اہتمام کر چکا ہے۔حضور پاکؐ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزیمت و استقامت ہی کا ثمرہ تھا کہ اللہ نے فرشتے نازل فرمائے جنھوں نے اہل ایمان کے دلوں میں سکینت نازل کی۔کافر شکست سے دوچار ہوئے اور اللہ کے رسولؐ اور ان کے ساتھی مشکلات ومصائب کے بعد فتح وکامیابی سے ہمکنار ہوئے۔کفر کی جڑ کٹ گئی اور متربصین کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔اس دنیوی کامیابی کے ساتھ آخرت کا انعام اور ثمرہ تو بڑے بخت ونصیب کی بات ہے! صحابہ سے خوش قسمت جماعت تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

حضرت انسؓ کا تبصرہ

اس جنگ کی ہولناکی کا ذکر کرتے ہوئے اُس موقع پر موجود صحابہ نے جو واقعات بیان کیے ہیں، اس سے پوری تصویر سامنے آجاتی ہے۔حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ''جب ہم وادی حنین میں پہنچے تو ہماری فوج کی تعداد بھی بہت تھی مگر اللہ کی قسم! بنو ہوازن کی تعداد اور سازوسامان کو دیکھ کر تو میں حیران رہ گیا۔میں نے زندگی میں پہلی بار کسی ایک مقام پر لوگوں کو اتنی کثیر تعداد میں دیکھا تھا۔جب ان لوگوں نے اچانک گھاٹیوں میں سے نکل کر ہمارے اوپر حملہ کیا تو بنوسُلَیم کے شاہسواروں پر مشتمل بہادر ہراول دستہ بھی پیٹھ پھیر گیا۔[ہراول دستے کے سپہ سالار خالد بن ولید نے مقابلہ کیا مگر شدید زخمی ہوگئے، بہت سا خون بہہ گیا تو بادلِ نخواستہ انھیں بھی پیچھے ہٹنا پڑا۔] اہلِ مکہ تو پہلے ہی خوف زدہ ہوگئے تھے۔بخدا ہمارا مدمقابل بہت ہوشیار اور تجربہ کار نیز جرأت مند اور بہادر بھی تھا اور اس کے ساتھ بدترین اسلام دشمن بھی۔یہ تو اللہ کی نصرت اور آنحضورؐ کی استقامت تھی جس کی برکت سے کچھ صحابہ موت کے سامنے ڈٹے رہے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دشمن، مسلمانوں کو پسپا کر کے ان کندھوں پر سوار مکے پر قبضہ کر لیتا۔اللہ کی طرف سے نصرت اور تائید نازل ہوئی تو جنگ کا پانسہ پلٹا اور ہم فتح یاب ہوئے۔'' (مغازی الواقدی ج۳،ص۸۹۷) سچی بات یہ ہے کہ فتح اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

......❀❀❀......

Marfat.com

شیرانِ خدا کی واپسی

ندامت وسکینت

نبی اکرمؐ کا پیغام حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی بلند آواز میں آپ کے جاں نثاروں تک پہنچا تو وہ لبیک کہتے ہوئے میدان جنگ کی طرف پلٹے۔ ایک مرتبہ قدم اکھڑ جانے کے بعد کسی فوج کا دوبارہ میدان میں ثابت قدمی سے ڈٹ جانا اور پھر فتح پا لینا بلاشبہ ایک بڑی کامیابی بلکہ معجزہ شمار ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کو اس موقع پر احد کا دن بھی یاد آیا اور سخت ندامت بھی محسوس ہوئی کہ آنحضورؐ کو میدان میں چھوڑ کر وہ کیوں بھاگے؟ پھر اللہ نے اپنی طرف سے سکینت وجنود بھی نازل فرما دیے۔ یہ سکینت قرآن مجید کے مطابق سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور پھر مخلص اہلِ ایمان، صحابۂ کرام پر۔ جو جنود نازل ہوئے وہ بھی لوگوں نے نہیں دیکھے تھے۔ البتہ ان کی علامات انھیں ضرور نظر آئی تھیں۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر آیا ہے، ارشادِ باری ہے: ''پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرینِ حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں'' (سورہ توبہ ۹: ۲۶)۔ بنوہوازن جو فتح کا جشن منانے کے بارے میں سوچ رہے تھے اب اچانک انھیں اپنی بہادری کے باوجود دن میں تارے نظر آنے لگے۔ اس جنگ میں اب مسلمان دشمن کو کچلتے چلے جا رہے تھے۔

کافر علم برداروں کا قتل

واقدی بیان کرتا ہے کہ اس روز تمام صحابہ نے جنگ کا حق ادا کیا بالخصوص حضرت علیؓ، حضرت ابودجانہؓ، حضرت ابوطلحہ انصاریؓ، حضرت ایمن بن عبیدؓ، حضرت ابوسفیان بن حارثؓ، حضرت عباسؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوقتادہؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ نے تو ایسی

Marfat.com

جنگ لڑی کہ آنحضورؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔ ہوازن کے ایک آدمی کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ وہ بہت تیز طرار جنگجو تھا۔ وہ ان کا علمبردار بھی تھا۔ جس کے ایک ہاتھ میں سیاہ جھنڈا اور دوسرے ہاتھ میں تیز انّی والا نیزہ تھا۔ وہ بہت خوبصورت اور قیمتی سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ اس نے اپنے حربے سے کئی مسلمانوں کو شہید کیا اور بہت سوں کو زخمی۔ حضرت ابودجانہؓ اور حضرت علیؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے ان پر بھی اسی پھرتی سے حملہ کیا مگر وہ اس کو طرح دے گئے۔ حضرت ابودجانہؓ نے بڑی سرعت کے ساتھ اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اونٹ درد سے کراہنے لگا اور بیٹھ گیا۔ ہوازنی علمبردار نے اپنے اونٹ سے چھلانگ لگائی اور حضرت ابودجانہؓ پر حملہ کیا۔ اسی لمحے بڑی پھرتی و مشاقی کے ساتھ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر اس کا دایاں ہاتھ تلوار کے ایک وار سے کاٹ دیا۔ حضرت ابودجانہؓ نے بھی اپنا معروف جنگی نعرہ لگایا اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کا بایاں ہاتھ ان کی تلوار کے وار سے کٹ کر دور جا گرا۔ وہ بھاگنا چاہتا تھا مگر دونوں بہادر صحابہ نے اسے قتل کر دیا۔ اس لڑائی میں دونوں صحابہ کی تلواروں میں دندانے پڑ گئے۔ اب اس شتر سوار کی طرح ایک گھوڑ سوار سرخ جھنڈے کے ساتھ نمودار ہوا۔ اس کے گھوڑے کی کونچیں بھی حضرت علیؓ اور حضرت ابودجانہؓ نے کاٹ دیں اور دونوں نے مل کر اسے بھی قتل کر دیا۔ ان دونوں مقتولین کے قیمتی سامان کو اٹھانے کی بجائے دونوں صحابہ دیگر ہوازنی فوجیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت ابوطلحہؓ بھی لڑتے بھڑتے دشمن کی صفیں چیر رہے تھے۔ انھوں نے گزرتے ہوئے ان دونوں کا سامان بھی اپنے قبضے میں کر لیا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے: مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۰۲)

طاقتور دشمن

حضرت ابوقتادہؓ اس روز آنحضورؐ کے آگے اور پیچھے دشمن سے قتال کر رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مسلمان اور مشرک کو آپس میں شمشیرزنی کرتے ہوئے دیکھا تو ارادہ کیا کہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کروں۔ اس دوران ایک مشرک اپنے ساتھی کی مدد کے لیے آگے بڑھ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر میں فوراً اس پر جھپٹا۔ میں نے اس کے ہاتھ پر تلوار ماری تو اس کا ایک ہاتھ کٹ کر نیچے گر گیا لیکن وہ اتنا طاقتور تھا کہ اس نے دوسرے ہاتھ سے مجھے دبوچا اور میرا گلا دبا لیا۔ میں نے اتنا

Marfat.com

طاقتور جنگجو کبھی نہ دیکھا تھا۔ اگر وہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھ سے بے تحاشا خون بہہ جانے کی وجہ سے کمزور نہ ہو جاتا تو میرا گلا گھونٹ دیتا۔ پس میں نے کوشش کر کے اس سے اپنے آپ کو چھڑایا اور دیکھا کہ وہ زمین پر گر پڑا ہے۔ میں نے تلوار مار کر اسے قتل کر دیا۔ مجھے اس کے سامان سے اس وقت کوئی دلچسپی نہ تھی کیونکہ مجھے دشمن سے مقابلے کی دلچسپی تھی۔ اس دوران مکے کا ایک آدمی آیا اور اس نے اس کا سامان اٹھا لیا۔

مقتولین کا جنگی ساز و سامان

جب جنگ کا فیصلہ ہو گیا تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے جس کو قتل کیا ہے اس کا سامان اسی کو دیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، میں نے ایک بہادر جنگجو کو قتل کیا ہے مگر میں تو جنگ میں مصروف تھا، مجھے معلوم نہیں وہ سامان کس کے پاس ہے۔ اس پر وہ مکی بولا یا رسول اللہ اس نے ٹھیک کہا ہے وہ سامان میرے پاس ہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ اپنے ساتھی کو راضی کریں کہ وہ سامان میرے پاس ہی رہنے دے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی وہاں موجود تھے، کہنے لگے خدا کی قسم تمھاری بات مبنی بر انصاف نہیں، اللہ کے ایک شیر کے سامان پر یوں قبضہ کر لینے کا ہرگز کوئی جواز نہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کی بات بالکل درست ہے۔ چنانچہ اس مکی نے وہ سامان مجھے دے دیا۔ یہ اتنا قیمتی سامان تھا کہ واپس مدینہ جا کر میں نے اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت سے کھجور کے کچھ درخت خرید لیے۔ زندگی بھر میں نے کبھی سامان جمع نہیں کیا تھا۔ یہ پہلی متاع تھی جو میں نے حاصل کی۔ حضرت ابودجانہؓ اور حضرت علیؓ کے مقتولین کا سامان بھی انھیں واپس مل گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۴۴۸-۴۴۹، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی۔ طبع ۱۹۵۵ء)

فرشتوں کا نزول اور حضور پاکؐ کا معجزہ

لڑائی کے دوران جب فرشتے نازل ہوئے تو وہ بھی عجیب منظر تھا۔ بعض لوگوں نے دیکھا کہ جیسے آسمان سے سیاہ رنگ کی چادریں نیچے گری ہیں۔ پھر بعض لوگوں نے دیکھا کہ جیسے ان سے چیونٹیاں نکل رہی ہیں۔ آنحضورؐ نے ان صحابہ کے اس بیان پر فرمایا کہ تمام جانوروں میں اپنے وزن سے زیادہ بوجھ اٹھانے والی چیز چیونٹی ہی ہے۔ فرشتوں نے سرخ عمامے پہن رکھے تھے جن

Marfat.com

کے پلو، ان کے کندھوں کے درمیان لٹک رہے تھے۔ نبی اکرمؐ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ مجھے زمین سے مٹھی بھر مٹی اور سنگریزے اٹھا کر دو۔ پھر آپؐ نے وہ مٹی اور سنگریزے دشمن کی طرف اسی طرح پھینکے جس طرح بدر کے دن پھینکے تھے اور پھر فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ۔ (دشمن کے چہرے بگڑ جائیں)۔ ایک شخص جو اس وقت مشرک تھا اور جس کا نام سُوَید بن عامر بیان کیا گیا ہے کہتا ہے کہ ہمیں ایسے آواز آئی جیسے سنگریزے کسی ٹب میں گرے اور پھر ہم میں سے ہر ایک نے محسوس کیا کہ جیسے ہماری آنکھوں میں کوئی تنکا پڑ گیا ہو۔ ایسے میں دشمن ہمیں قتل کیے چلا جا رہا تھا اور ان کے جلو میں ابلق گھوڑوں پر سرخ و سفید چہروں والے سوار سرخ عمامے لپیٹے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اس وقت ہمیں محسوس ہوا کہ ہم اس فوج کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ یہ آنحضورؐ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ تھا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے: مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۰۵-۹۰۷۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۳، ص ۱۵۵-۱۵۶)

معجزاتِ رسول کا بیان

الروض الانف کے مصنف حافظ عبدالرحمان بن عبداللہ السہیلی الاندلسی آنحضورؐ کے معجزات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپؐ کے صحابی اور مکہ کے مشہور سردار حضرت جبیر ابن مطعمؓ کا قبول اسلام کے بعد جہاد میں شرکت کا یہ پہلا موقع تھا۔ ان کے بقول حضرت جبیرؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے آسمان سے سیاہ رنگ کی چادر اترتی دیکھی، گویا کہ سیاہ رنگ کی چیونٹیاں حرکت کر رہی ہوں تو مجھے ذرا بھی شک نہ ہوا بلکہ میں نے یہ یقین کر لیا کہ یہ اللہ کی طرف سے فرشتے اترے ہیں۔ اسی طرح مورخ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبیرؓ نے اصل میں ابلق گھوڑے دیکھے تھے اور ان پر سفید فام سوار جو تھے وہ فرشتے تھے۔ رہی یہ بات کہ انھیں چیونٹیوں سے تشبیہ دی گئی ہے تو اس کی وجہ کثرتِ تعداد کو بیان کرنا ہے۔ (دیکھیے: الروض الانف ج ۷، ص ۲۱۳)

کفر کے اندھیروں سے اسلام کی روشنی تک

اسی جنگ کے بارے میں خانہ کعبہ کے کلید بردار خاندان کے فرد شیبہ بن عثمان بن طلحہ الجُمَحِی کا بیان بھی مورخین نے نقل کیا ہے۔ اس کا باپ، بھائی اور چچا بدر و احد میں قتل ہوئے

Marfat.com

تھے۔ فتح مکہ کے بعد وہ اس جنگ میں شریک ہوا اور اس کا اپنا بیان ہے کہ مجھے اپنے والد، چچا اور بھائی شدت سے یاد آرہے تھے۔ میں نے ارادہ کر رکھا تھا کہ موقع پا کر آنحضورؐ پر حملہ کروں گا اور انھیں قتل کر دوں گا۔ میں آپؐ کی طرف بڑھنے لگا مگر میں دائیں جانب سے آیا تو حضرت عباسؓ آپ کے ساتھ ڈھال بنے کھڑے تھے۔ پھر میں بائیں جانب سے آیا تو آپ کے چچازاد ابو سفیان بن حارثؓ آپ کا دفاع کر رہے تھے۔ سامنے کی طرف سے میں نے دیکھا تو آپ کے آگے آگے حضرت علیؓ تھے۔ پھر میں پیچھے کی طرف سے آیا تو سوچا کہ اب مجھے موقع مل گیا ہے۔ جب میں نے اپنی تلوار اٹھائی تو خدا کی قسم کیا دیکھتا ہوں کہ آگ کا ایک شعلہ بلند ہوا جس میں بجلی کی سی چمک تھی۔ مجھے محسوس ہوا جیسے یہ مجھے جلا ڈالے گا۔ میں نے خوف کے مارے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے اور پیچھے کی طرف بھاگا۔ اس دوران میں نے آواز سنی یا شَیبُ اُدْنُ مِنِّی۔ (اے شیبہ میرے قریب آ جاؤ)۔ پھر آپؐ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ دیا اور کہا: اَللّٰھُمَّ اذْھَبْ عَنْهُ الشَّیطَانَ (اے اللہ شیطان کے وسوسوں سے اسے نجات دلا)۔ خدا کی قسم اسی لمحے آپ مجھے ہر چیز حتیٰ کہ میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: یَا شَیبُ قَاتِلِ الْکُفَّار (اے شیب کفار کے مقابلے پر لڑو)۔

شیبہ کو شیب کہنا پیار کی علامت تھی۔ شیبہ کا بیان ہے کہ میں نے جنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ جب فتح کے بعد آنحضور مکہ پہنچے تو میں آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے تیرے برے ارادوں کو خیر میں بدل دیا۔ پھر آپؐ نے اس روز کی میرے دل کی پوری کیفیت بیان فرما دی۔ (السیرۃ الحلبیہ ج۳، ص ۱۵۸-۱۵۹، مغازی للواقدی ج۳، ص۹۰۹-۹۱۰)

یہ تھے نبی رحمت جو بدخواہوں کو دعائیں دیتے تھے اور خون کے پیاسوں کو پیار و محبت سے سینے لگا لیتے تھے۔ ان کا مشن تھا کہ خلقِ خدا کو خالق کے در پر لے آئیں اور جہنم کے متوالوں کو جنت کا عشق سکھا دیں۔ آپ کی دعوت کا لب لباب یہی ہے کہ پچھاڑنا اور شکست دینا مطلوب نہیں، دشمن کا دل موہ کر اسے جیت لینا مطلوب و مقصود ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَبْدِکَ وَ نَبِیِّکَ دَائِماً اَبَداً۔

Marfat.com

جب جنگ زوروں پر تھی تو مسلمان اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کے لیے جان سے بے پروا دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ اسی دوران وہ دشمن کی صفوں کو الٹتے ہوئے اس کے عقب میں پہنچے جہاں عورتیں اور بچے تھے۔ اس حملے میں کچھ عورتیں اور بچے بھی قتل ہو گئے۔ آنحضورؐ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ بہت ناراض ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا: مَابَالُ اَقْوَامٍ ذَهَبَ بِهِمُ الْقَتْلُ حَتّٰى بَلَغَ الذُّرِّيَّةَ، یعنی ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جو قتل کرتے ہوئے بچوں تک کو قتل کر بیٹھے ہیں۔ پھر تین مرتبہ فرمایا اَلَا لَا تَقْتُلُ الذُّرِّيَّةَ خبردار بچوں کو کبھی قتل نہ کیا جائے۔ حضرت اُسید بن حضیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ اسلام دشمن مشرکین کے بچے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ''کیا ہمارے درمیان بہترین لوگ مشرکین کی اولاد نہیں۔'' پھر آپؐ نے فرمایا ہر نو مولود فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اور معاشرہ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔'' (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۰۴-۹۰۵۔ مسند احمد روایت حضرت اسود بن سریعؓ و ابن عباس بحوالہ تفسیر ابن کثیر آیت نمبر ۳ سورہ روم، ج ۲، ص ۵۲، تحقیق محمد علی صابونی)

رحمتِ بے کراں

نبی رحمتؐ کی انسانیت کے ساتھ محبت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ دور رس نگاہیں کہاں تک دیکھتی تھیں اور پاکیزہ جذبات پوری انسانیت کے لیے کس قدر باعث خیر و برکت تھے۔ جو بات اس موقع پر فرمائی اس کی حکمت و دانائی پر غور کیجیے کہ اس حقیقت کو واضح فرما دیا کہ دامن رسالت مآب میں جتنے انمول ہیرے ہیں یہ سب بھی تو مشرکین کی اولاد میں سے ہیں۔ اسی طرح جو بچے قتل کیے گئے کون جانے کہ وہ کتنے قیمتی ہیرے تھے۔ جب دشمن کو پوری طرح سے کچل دیا گیا اور بہت سارے لوگوں کو جنگی قیدی بنا لیا گیا تو اس وقت بھی آنحضورؐ کا عفو و درگزر جوبن پر دیکھا گیا۔ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن قیسؓ کا تعلق دشمن قبیلے سے تھا۔ وہ مالک بن عوف سردار بنو ہوازن کے خاندان سے تھے۔ انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ بنو ہوازن و بنو رباب ہلاک ہو گئے ہیں'' تو آپؐ نے اپنے صحابی کی دلجوئی کے لیے فرمایا: ''اے اللہ ان لوگوں کی مصیبت کا ازالہ فرما''۔

صحابیات کے کارنامے

اس جنگ میں بنو ہوازن کا سپہ سالار بڑی بے جگری سے لڑا تھا مگر مسلمانوں کے مقابلے پر

Marfat.com

ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہ گیا تھا۔ غزوہ حنین میں صحابہ کے شانہ بشانہ صحابیات نے بھی بہادری وشجاعت کے لازوال کارنامے سرانجام دیے۔ حضرت ام عمارہؓ (خاتون احد) اور حضرت ام سُلَیم انصاریہؓ (حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ) اپنی دو سہیلیوں حضرت ام سلیطؓ اور حضرت ام الحارثؓ صحابہ کو پانی پلانے کی ذمہ داری ادا کر رہی تھیں مگر مشکل گھڑی میں انھوں نے اپنی تلواریں اور خنجر نکال لیے۔ حضرت ام عمارہؓ کی زبانی بیان ہوا ہے کہ جب ہم چاروں عورتوں نے اپنے مشکیزے پھینک دیے تو میں نے اپنی تیز دھار تلوار سے دشمن پر حملہ کیا۔ حضرت ام سلیمؓ اس وقت اگرچہ حاملہ تھیں مگر انھوں نے بھی اپنا خنجر نکال لیا۔ پھر ہم چاروں نے انصار کو بھی آواز دی اور خود بھی میدان میں کود گئیں۔ حضرت ام عمارہؓ کا اپنا بیان ہے کہ ایک تیز طرار جنگجو جس کے پاس جھنڈا بھی تھا اور جو مسلمانوں کے قدم اکھڑنے کے وقت اپنے خاکستری اونٹ پر سوار ان کا پیچھا کر رہا تھا، میں اس کے راستے میں حائل ہوگئی اور اس کے اونٹ کی کونچوں کو زخمی کر دیا۔ جب اونٹ درد کی وجہ سے اچھلا کودا تو یہ سوار اپنے سرین کے بل زمین پر گرا۔ میں نے تیزی سے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کی تلوار اپنے قبضے میں لے لی۔ ابن ہشام، واقدی اور علی بن برہان الدین نے بیان کیا ہے کہ آنحضورؐ کی صحابیات، صحابہ کے قدم اکھڑنے سے اس قدر بددل ہوئیں کہ جنگ کا فیصلہ ہوجانے کے بعد ان ثابت قدم خواتین میں سے ایک صحابیہ حضرت ام سُلَیمؓ نے آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ بھاگ جانے والوں کے قتل کا حکم صادر فرمایئے، بلاشبہ یہ واجب القتل ہیں کیونکہ مشکل گھڑی میں آپؐ کو چھوڑ کر جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ آپؐ نے پیار بھرے لہجے میں فرمایا یَا اُمِّ سُلَیم قَدْ کَفَی اللّٰہُ وَعافیۃُ اللّٰہ اَوْسَعُ (اے ام سُلیم اللہ ہمارے لیے کافی ہوگیا اور خدا کی بخشش بہت وسیع ہے)۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۰۳-۹۰۴۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۳، ص ۱۶۱-۱۶۲۔ سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۴۴۶-۴۴۷)

دشمن کی شکست اور مال غنیمت

غزوۂ حنین کے دن میدان جنگ میں صحابہ کرام جب واپس پلٹے تو انھوں نے دشمن پر یوں

Marfat.com

حملہ کیا کہ ہر جانب کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ مسلمان بجلی کی طرح دشمنوں کے پیچھے بھاگ رہے تھے اور ایک موقع ایسا آیا کہ بقول واقدی بنوہوازن مسلمانوں کے حملے کے سامنے یوں دوڑے جیسے تیز آندھی میں خشک پتے اڑتے ہیں۔ بنوہوازن کے سیکڑوں لوگ قتل ہوئے، ہزاروں بھاگ گئے اور چھ ہزار کے قریب گرفتار ہو گئے۔ بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا، جس کی تفصیل مورخین نے بیان کی ہے۔ اس کے مطابق چالیس ہزار بکریاں، چوبیس ہزار اونٹ اور کئی لاکھ اوقیہ چاندی ملی۔ اوقیہ تولے سے بڑا ہوتا ہے کیونکہ ایک چھٹانک میں پانچ تولے ہوتے ہیں جبکہ چار اوقیہ کی ایک چھٹانک بنتی ہے۔ دُرید بن الصمہ اس جنگ میں مارا گیا تھا جبکہ سپہ سالار مالک بن عوف بچ گیا تھا۔ بڑے بڑے سردار قتل ہوئے، جس میں عثمان بن عبداللہ، عوف بن ربیع المعروف ذوالخمار، الجلاج ثقفی اور قارب بن الاسود وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

حضرت خالدؓ کی عیادت

نبی اکرمؐ دشمن سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے سب سے پہلے یہ پوچھا کہ خالد کہاں ہے؟ بتایا گیا کہ وہ شدید زخمی ہیں اور لشکر کی پچھلی صفوں میں چلے گئے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ خالد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو چکے ہیں۔ حضرت خالدؓ واقعی اتنے کمزور اور نزار ہو گئے تھے کہ کجاوے سے ٹیک لگا لی اور آنکھیں بند کر لیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے خالد کی قیام گاہ کے متعلق جلد بتاؤ۔ صحابہ آپ کو اپنے ساتھ لے کر گئے تو آپؐ نے دیکھا کہ خالدؓ شدید زخمی حالت میں کجاوے سے ٹیک لگائے خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان کا حال دریافت کیا تو وہ آنکھیں کھول کر سنبھل گئے۔ آپؐ نے فرمایا خالد اللہ کی راہ میں بہترین جہاد کرنے والا سپاہی ہے۔ پھر آپؐ نے حضرت خالدؓ کی صحت کے لیے دعا کی اور ان کے زخموں پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ حضرت خالدؓ بہت جلد زخموں سے شفایاب ہو گئے۔ اگلے معرکوں میں انھوں نے ہراول دستوں کی کمان کی۔ (السیرۃ الحلبیہ ج۳، ص ۱۶۲)

......❀❀❀......

Marfat.com

Marfat.com

باب سوم

غزوۂ ثقیف

Marfat.com

شہرِ طائف اور اس کے مکین

بنوثقیف کا مقام

بنوثقیف اگرچہ ہوازن کی ایک شاخ ہیں مگر اپنے اثر ورسوخ، دولت، وجاہت اور خوب صورت وزرخیز وادی کے سرسبز باغات کی وجہ سے ان کا بڑا مقام اور امتیازی شان تھی۔ ان کے تجارتی قافلے بھی سارے ملکوں کو جاتے تھے اور جزیرہ نمائے عرب کے باہر کی کم وبیش تمام چھوٹی بڑی ریاستوں کے شاہان وملوک کے درباروں تک بھی ان کی رسائی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل جب بنوثقیف کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے مکہ سے طائف تشریف لے گئے تھے تو بنوثقیف کے سرداروں نے انتہائی متکبرانہ رویہ اپنا رکھا تھا۔ سفر طائف کے جو واقعات تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں اس کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا وہ سخت ترین دن تھا جس میں اللہ کے نبی ابتلا وامتحان کے مشکل ترین مرحلے سے گزرے۔ اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بنوثقیف سے ان کے ظالمانہ طرز عمل کا انتقام لینے نہیں بلکہ ان کی طرف سے اسلامی ریاست کے مقابلے پر جنگی تیاری اور ارادوں کا زور توڑنے کے لیے ان کے مدمقابل آئے تھے۔ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بڑی فراخ دلی کے ساتھ نہ صرف معاف کیا بلکہ انعامات ونوازشوں سے بھی مالا مال کر دیا۔ بنوثقیف کی تمام عرب قبائل کے درمیان اہمیت اس بات سے بھی واضح ہے کہ کفار قریش نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر جو اعتراضات اٹھائے تھے اس میں آپؐ کی غربت وافلاس کو بنیاد بناتے ہوئے یہی کہا تھا کہ اگر کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ دو بستیوں یعنی مکہ اور طائف کے سرداروں میں سے کوئی بڑا سردار ہوتا۔ قرآن کے الفاظ ہیں: ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن دونوں شہروں (مکہ اور طائف)

Marfat.com

کے بڑے سرداروں میں سے کسی پر کیوں نہ نازل کیا گیا''۔(الزخرف ۴۳: ۳۱)

بنوثقیف کے لیے دعا

زمانہ جاہلیت میں ثقیف کے قبائل بنوجہم بن ثقیف اور بنوعوف بن ثقیف معروف تھے۔ یہ ہمیشہ بڑی حربی قوت رہے۔ حروب فجار میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ان کے شہر کا نام طائف بھی عربوں کی تاریخ میں بہت مشہور ہوا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان ہوئی ہے کہ دشمن کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے شہر کے گرد ایک فصیل بنائی گئی تھی اور ان کی حفاظتی فوج فصیل کے باہر طواف کی صورت میں چکر لگاتی رہتی تھی۔ اسی لیے اس شہر کا نام طائف ہو گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں ان کا محاصرہ کرلیا۔ بنوثقیف چونکہ قلعہ بند تھے اور انھوں نے کافی سارا غلہ اور خورد ونوش کا سامان بھی جمع کر رکھا تھا اس لیے انھیں کوئی خوف نہ تھا۔ ساتھ ہی ان کے پاس وہ منجنیقیں بھی تھیں جو وہ شام سے لائے تھے۔ طائف کا محاصرہ جب طویل ہوا تو بعض صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ بنوثقیف کے بارے میں بددعا فرمائیں مگر آپؐ نے بددعا کے بجائے فرمایا: ''اے اللہ بنوثقیف کو ہدایت دے دے''۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی اور بنوثقیف، غزوہ ثقیف کے بعد جلد ہی اسلام میں داخل ہو گئے۔

ہراول دستہ

غزوہ بنوثقیف سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو جب تیار کیا تو پوچھا کہ خالد بن ولیدؓ کا اب کیا حال ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ وہ اب ٹھیک ہیں۔ آپؐ نے انھیں بلا بھیجا اور فرمایا کہ خالد تمھیں طائف کی طرف جانے والے لشکر کے آگے آگے اپنے ہراول دستے کو لے کر چلنا ہے۔ آپؐ نے ان کی مدد کے لیے اس راستے کے ماہرین کو بھی مقرر کر دیا جو انھیں آسان اور محفوظ راستے سے منزل پر لے گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ وہاں پہنچ گئے مگر بنوثقیف نے اپنے قلعوں کو خوب مضبوط بنا رکھا تھا۔ فوج کو دیکھتے ہی انھوں نے قلعے کے دونوں دروازے بند کر دیے۔

Marfat.com

اچھے نام رکھنا

واقدی اور ابن ہشام کے بقول طائف کی طرف جاتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام حرۃ الرغا میں قیام فرمایا۔ یہاں آپؐ کے سامنے قتل کا ایک کیس لایا گیا جس میں بنو ہذیل کے لوگوں نے بنو ثقیف کے ایک آدمی کے خلاف مقدمہ پیش کیا کہ اس نے ان کے بھائی کو قتل کیا ہے اور وہ نہ تو معاف کرنے کے لیے تیار ہیں اور نہ خون بہا قبول کرنے کو۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا فیصلہ کیا اور قاتل کو قتل کے بدلے قتل کر دیا گیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ تاریخ اسلام کا پہلا قصاص ہے۔ جب آپؐ آگے بڑھے اور ایک وادی میں پہنچے تو آپؐ نے پوچھا کہ اس وادی کا کیا نام ہے تو بتایا گیا کہ الضیقہ (تنگی کی جگہ)۔ آپؐ کا معمول تھا کہ انسانوں کے نام بھی اگر غلط معنی پر مبنی ہوتے تو انھیں تبدیل کر دیتے اور مقامات کے ساتھ بھی آپؐ کا یہی معمول تھا۔ آپؐ نے فرمایا اسے الضیقہ مت کہو بلکہ اسے الیُسریٰ کہو یعنی آسانی کی جگہ۔ راستے میں آپؐ نے ایک قلعے کو مسمار کرنے کا حکم دیا جو کبھی مالک بن عوف کا مرکز ہوا کرتا تھا اور ایک معاند مشرک کا باغ بھی اس کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ویران ہوا۔ (مغازی للواقدی ج۳، ص ۹۲۴-۹۲۵، سیرۃ ابن ہشام ج۳-۴، ص ۴۸۲)

جنگ میں صائب رائے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حباب بن عبدالمنذرؓ صائب الرائے تھے۔ غزوہ بدر میں انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خیمے لگانے کے لیے جو مشورہ دیا اس پر عمل کیا گیا تھا۔ اسی طرح غزوہ خیبر میں بھی ان کے مشورے کے مطابق مقامات تبدیل کیے گئے تھے۔ یہاں بھی انھوں نے بہت صائب مشورے دیے جنھیں قبول کیا گیا۔ پہلے مقام پر صحابہ بنو ثقیف کے تیروں کی زد میں تھے اور ابو محجن ثقفی ایک بلند مینارے سے کڑی کمان میں لمبے تیر ڈال کر مسلمانوں پر نشانے باندھ رہا تھا۔ کئی صحابہ اس کی تیر اندازی سے زخمی ہوئے (بعد میں ابو محجن مسلمان ہوئے تو تاریخ اسلام میں بھی ان کے بڑے کارنامے ہیں)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے کئی صحابہ نے اس محاصرے کے حالات بیان کیے ہیں۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ بیان فرماتے ہیں کہ جگہ تبدیل کرنے سے پہلے یہ تیر ہمارے اوپر یوں آتے تھے جیسے ٹڈی دَل ہو۔ ہم بڑی مشکل سے ان سے بچتے مگر پھر بھی ہمارے کئی ساتھی زخمی ہوگئے۔ پھر حضرت حبابؓ کے مشورے کے مطابق ہم نے اپنی پوزیشنیں تبدیل کیں تو محفوظ و مامون ہوگئے۔ (مغازی للواقدی ج۳،ص ۹۲۵-۹۲۶)

غدر کرنے والے کا انجام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت یزید بن زمعہ بن اسودؓ دشمن کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ مورخین نے جس انداز میں بیان کیا ہے وہ عجیب وغریب ہے۔ بنوثقیف نے ایک جادوگر عورت کو قلعے سے باہر نکالا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ اپنے جادو کے ذریعے ہر قوت کو بے بس کرسکتی ہے۔ وہ اس قدر بے حیا خاتون تھی کہ اپنے جسم کے قابل ستر حصوں کو ننگا کرکے مسلم فوج کے سامنے آگئی۔ صحابہ نے اس بے حیائی کے منظر کو دفع کرنے کے لیے حملہ کیا تو وہ بھاگ گئی۔ اس دوران حضرت یزید بن زمعہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر بنوثقیف سے بات چیت کرنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہوکر قلعے کی طرف بڑھے۔ انھوں نے بلند آواز سے کہا کہ میں گفتگو کے لیے آنا چاہتا ہوں، اگر آپ لوگ مجھے امان دیں تو میں آؤں، اس پر بنوثقیف نے انھیں امان دے دی۔ عربوں کے معروف ضابطے کے برعکس امان دینے کے باوجود حضرت یزید بن زمعہؓ کو شہید کردیا گیا۔ اس قبیح جرم کا ارتکاب مشہور عرب شاعر اور دانش ور امیہ بن ابی الصلت کے بھائی ہذیل بن ابی الصلت نے کیا۔ یزید بن زمعہؓ کے بھائی حضرت یعقوب بن زمعہ بھی لشکر میں موجود تھے۔ بھائی کی جدائی کا غم تو فطری تھا لیکن بنوثقیف کی بدعہدی پر انھیں اور بھی زیادہ صدمہ پہنچا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ قاتل ہذیل اپنے کسی کام سے قلعے سے باہر نکلا۔ اس کا خیال تھا کہ اس وقت اسے کوئی نہیں دیکھ رہا مگر حضرت یعقوبؓ اتفاق سے اسے دیکھ رہے تھے اور اس کی گھات میں تھے۔ جونہی قاتل باہر نکلا حضرت

Marfat.com

یعقوبؓ نے اسے پکڑ کر قابو کرلیا اور وہیں قتل کرنے کے بجائے باندھ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرے بھائی کا قاتل ہے۔ آپؐ نے فرمایا تجھے اختیار ہے تو جو بھی فیصلہ چاہے کرلے۔ انھوں نے عرض کیا میں بھائی کا قصاص لینا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا یہ تمھاری اپنی صوابدید ہے۔ چنانچہ انھوں نے اسے قتل کردیا۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۲۶]

قتلِ ناحق عظیم جرم

قاتل کے متعلق فیصلے کا حق مقتول کے ورثا کو دیا گیا ہے۔ انسانی معاشرے میں قتلِ ناحق حضرت آدمؑ کے وقت ہی سے شروع ہوگیا تھا۔ سب سے پہلا قتل حضرت آدمؑ کے بیٹے قابیل کے ہاتھوں ہوا۔ اس بدبخت نے اپنے بے گناہ بھائی ہابیل کو ظلم سے قتل کردیا۔ قرآن مجید میں یہ واقعہ سورۃ المائدہ میں بیان ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے: ''اور ذرا انھیں آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ بھی بے کم و کاست سنا دو۔ جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی، اور دوسرے کی نہ کی گئی۔ اُس نے کہا: ''میں تجھے مار ڈالوں گا۔'' اس نے جواب دیا: ''اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے۔ ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے۔'' آخرکار اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل اس کے لیے آسان کردیا اور وہ اسے مار کر ان لوگوں میں شامل ہوگیا جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کھودنے لگا، تاکہ اُسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ یہ دیکھ کر وہ بولا: ''افسوس مجھ پر! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا''۔ اس کے بعد وہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا۔ اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ: ''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔'' مگر ان کا حال یہ ہے

Marfat.com

کہ ہمارے رسول پے در پے ان کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے پھر بھی ان میں بکثرت لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔'' (المائدہ ۵: ۲۷ تا ۳۲)

قتل ناحق اتنا بڑا جرم ہے کہ ایک انسان کی جان لے لینا پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ انسانی جان کا تحفظ اہم ترین ذمہ داری ہے جو معاشرے پر بھی اور بدرجۂ اتم نظامِ حکومت پر ڈالی گئی ہے۔ قصاص کا قانون ہر شریعت میں موجود رہا ہے اور قرآن مجید نے اسے زندگی کا تحفظ قرار دیا ہے۔ بلاشبہ اس کے بغیر انسانی جان کی حرمت ختم ہو جاتی ہے، قاتل دندناتے پھرتے ہیں اور مقتول کے ورثا خون کے آنسو بہاتے رہتے ہیں۔ مغربی معاشرے اور وہاں کا قانونی نظام مقتول کی بجائے قاتل کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ بہت بڑا المیہ بھی ہے اور اس کے نتیجے میں قتل کا شنیع جرم بھی پروان چڑھتا ہے۔

اسلام کا قانونِ قصاص

قرآن مجید نے کہا ہے: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تمھارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔ آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے، غلام قاتل ہو تو وہ غلام ہی قتل کیا جائے، اور عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت سے ہی سے قصاص لیا جائے۔ ہاں اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا بھائی کچھ نرمی کرنے کے لیے تیار ہو، تو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خون بہا ادا کرے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ اس پر بھی جو زیادتی کرے، اس کے لیے دردناک سزا ہے۔ عقل و خرد رکھنے والو، تمھارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔ امید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کرو گے۔'' (البقرۃ ۲: ۱۷۸-۱۷۹)

پاکستانی نظام میں غیر اسلامی چلن

پاکستان میں معلوم نہیں کس قاعدے کلیے اور ضابطے کے تحت قاتل کو معاف کرنے کا حق صدرِ مملکت کو دیا گیا ہے۔ یہ بالکل غیر اسلامی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہے اور جس دستوری و

Marfat.com

قانونی دستاویز میں یہ پایا جائے، اسے مسترد کر دینا دینی فرض ہے۔ قاتل کو ورثائے مقتول معاف بھی کر سکتے ہیں، اس سے خون بہا وصول کر کے اس کی جان بخشی کر سکتے ہیں یا پھر اسے اپنے مقتول کے بدلے میں قصاص کے طور پر قتل کرا سکتے ہیں۔ یہ کام حکومت اور عدلیہ کا ہے کہ وہ طے کرے کہ قاتل کو کس طرح قتل کیا جائے۔ مذکورہ بالا واقعہ میں بھی یہی بات سامنے آتی ہے کہ فیصلہ تو ورثا ہی کو کرنا ہے مگر وہ اپنے طور پر قاتل کو قتل کر دینے کی بجائے حکومت و عدالت ہی سے فیصلہ کرائیں گے۔ انسانی جانوں کی حرمت درکار ہو تو آج ہمیں اسلام کے قانونِ قصاص اور مکمل اسلامی نظام کا احیا و قیام کرنا ہوگا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

محاصرے کی طوالت اور خاتمہ

غلاموں کا قبولِ اسلام

بنوثقیف کا محاصرہ کئی دنوں تک جاری رہا مگر نہ تو قلعے کی دیواریں توڑی جاسکیں نہ ہی بنوثقیف باہر نکل کر لڑنے کے لیے تیار ہوئے۔ مسلمان فدائیوں نے کئی مرتبہ حملے کیے مگر کامیابی نہ ہوسکی۔ اس دوران بنوثقیف کے کچھ غلام اپنے آقاؤں سے چوری چھپے قلعے سے باہر نکل آئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اسلام قبول کرلیا۔ ان کی تعداد چودہ، پندرہ بیان کی گئی ہے۔ ان کے آنے سے قبل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرائی تھی کہ جو شخص قلعے سے اتر کر مسلمانوں کے پڑاؤ میں آجائے گا وہ آزاد ہوگا۔ واقدی کے بقول یہ منادی بالخصوص غلاموں کے لیے تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد پر سب کو آزاد کردیا۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا اور سب اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۴۸۴-۴۸۵۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۲۷-۹۳۰)

اللہ کے آزاد کردہ بندے

ان تمام غلاموں کو مالدار صحابہ کے ساتھ منسلک کیا گیا تاکہ وہ ان کی ضروریات بھی پوری کریں اور انھیں اسلامی تعلیمات بھی دیں۔ ان میں سے حضرت عمر بن سعید بن عاصؓ کے سپرد ابوبکرہ ہوئے۔ ارزق کو حضرت خالد بن سعیدؓ کی تحویل میں دیا گیا۔ اسی طرح وردان حضرت ابان بن سعیدؓ کے سپرد ہوئے۔ ان نومسلموں میں سے ایک ایک شخص حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت اُسید بن حُضیرؓ کے سپرد بھی کیا گیا۔ بعد میں جب ان کے آقا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملے اور اپنے غلاموں کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: اُولٰئِکَ عُتَقَاءُ اللّٰہِ

Marfat.com

لَا سَبِيْلَ اِلَيْهِمْ (انھیں اللہ نے آزادی دے دی ہے، اب انھیں غلام بنانے کا کوئی راستہ نہیں)۔
(البدایہ والنہایہ ج ۴،ص ۳۴۷۔مغازی للواقدی ج ۳،ص ۹۳۱-۹۳۷)

اس محاصرے کے دوران حضرت خالدؓ اور کئی دوسرے صحابہ اپنی فوج سے باہر نکل کر بنوثقیف کو مبارزت کے لیے بلاتے رہے مگر ان میں سے کسی کو مقابلے پر آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ثقیف کے سردار کنانہ بن عبدیالیل بن عمرو ثقفی نے قلعے کے اندر سے آواز دی اور کہا ہم اپنے قلعے میں محفوظ رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم مقابلے کے لیے ہرگز باہر نہیں نکلیں گے، تمھیں مقابلہ کرنا ہے تو اندر آؤ۔ ہمارے پاس اتنا راشن موجود ہے کہ ہم سال بھر تمھارا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ تم اتنا عرصہ یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ (ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴،ص ۴۸۱)

کافر و مومن کا مکالمہ

ابومحجن ثقفی بہت بڑا جنگ جو تھا۔ محاصرۂ طائف کے دوران ایک روز فصیل کے اوپر کھڑے ہو کر اس نے بلند آواز سے کہا: ''اے محمد کے پیروکارو! تم جن سے لڑتے رہے ہو وہ لڑنا جانتے نہیں تھے۔ ہم بہت سخت دل لوگ ہیں اور ہمارا باپ بھی بڑا سخت تھا، اسی لیے اس کا نام قسی تھا۔ یعنی قسی القلب یا پتھر دل۔ جب تک ہماری جان میں جان ہے، ہم تمھاری اطاعت نہیں کریں گے اور طائف اتنا مضبوط ہے کہ تم اس پر قبضہ نہیں کرسکتے۔'' حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں کہا: ''تم اپنے بل میں گھسے ہوئے لومڑ کی طرح ہو۔ ہم تمھارے ذرائع معیشت کو کاٹ ڈالیں گے تو لومڑ بھٹ سے باہر آجائے گا۔'' حضرت عمرؓ کو اس دوران معلوم نہیں تھا کہ آنحضورؐ نے محاصرہ اٹھا لینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انھیں آکر کہا کہ اے عمرؓ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ نے اپنے نبیؐ کو طائف بزورِ شمشیر فتح کرنے کی اجازت نہیں دی۔ انھوں نے پوچھا کہ کیا آنحضورؐ نے خود یہ بات فرمائی ہے تو جواب ملا ہاں۔ دراصل نبی اکرمؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اشارہ ملا تھا کہ بنوثقیف جلد اسلام میں داخل ہوجائیں گے۔ عام صحابہ کی رائے یہ تھی کہ ایک طاقت ور دشمن کو حنین میں شکست دینے کے بعد اب ثقیف کو شکست دینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے مگر آنحضورؐ کی رائے کا علم ہوا تو سب نے خاموشی اختیار کی اور محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ (مغازی للواقدی ج ۳،ص ۹۳۵)

Marfat.com

احمق مطاع

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ غطفانی قبائل کا سردار عیینہ بن حصن بھی آنحضورؐ کی فوج میں شامل تھا۔ محاصرہ اٹھانے کا اعلان سن کر اس نے کہا: ''خدا کی قسم! بنوثقیف بڑے معزز اور کریم لوگ ہیں اور طاقت ور اور بہادر بھی۔'' حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس کی بات سنی تو اسے ڈانٹا اور کہا: ''تیری تباہی ہو کیا تو مشرکوں کی تعریف کرتا ہے۔'' اس پر اس کی جہالت وحماقت بھڑک اٹھی اور اس نے کہا: ''خدا کی قسم میں ثقیف سے لڑنے نہیں آیا تھا بلکہ میں نے تو یہ چاہا کہ محمدؐ طائف کو فتح کریں تو مجھے بنوثقیف کی کوئی لڑکی مل جائے اور شاید مجھے اس سے کوئی سعادت مند بیٹا حاصل ہو جائے کیونکہ قبیلہ ثقیف میں برکت، عقل اور دانش وافر ہے۔'' حضرت عمروؓ کو اس پر غصہ آیا اور آنحضورؐ کے پاس آکر انھوں نے یہ واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''اے عمرو! تم جانتے نہیں ہو کہ یہ احمق مطاع کے لقب سے معروف ہے۔'' (مغازی للواقدی ایضاً۔ سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۴۸۵)

حکمِ ربانی

طائف کا محاصرہ تقریباً بائیس دن تک جاری رہا اور اس دوران بارہ صحابہ شہید ہوئے۔ بنوثقیف چونکہ قلعے سے باہر نکلے ہی نہیں اس لیے ان کے صرف دو آدمی مارے گئے۔ آپؐ نے اہل شوریٰ سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ثقیف پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ لہٰذا سب کی رائے تھی کہ محاصرہ اٹھا لینا چاہیے۔ اس دوران حضرت خولہ بنت حکیمؓ زوجہ حضرت عثمانؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپؐ کو فتح دے تو مجھے ثقیف کی دو مال دار عورتوں فارعہ بنت عقیل یا بادیہ بنت غیلان کے زیورات میں سے کچھ دیجیے گا۔ آپؐ نے فرمایا لَمْ یُؤْذَنْ لَنَا فِیْ ثَقِیْفٍ یَا خَوْلَۃُ (اے خولہ مجھے ثقیف کے بارے میں اجازت نہیں ملی)۔ حضرت خولہؓ نے حضرت عمرؓ سے اس بات کا ذکر کیا تو انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا یارسول اللہ کیا خولہ کی بات درست ہے؟ تو آپؐ نے

Marfat.com

فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا تو کیا پھر کوچ نہ کیا جائے؟ آپ ؐ نے فرمایا ہاں منادی کردو کہ سب لوگ رختِ سفر باندھ لیں اور واپس روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے کوچ کا اعلان کردیا اور یوں یہ محاصرہ اختتام کو پہنچا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے السیرۃ الحلبیہ ج ۲، ص ۲۴۲۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۳۵-۹۳۶۔ البدایہ والنہایہ ج ۴، ص ۲۵۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۸۳)

لومڑی بھٹ میں

حضرت نوفل بن معاویہؓ بڑے جہاندیدہ اور سمجھدار صحابی تھے۔ جنگوں کے ماہر اور قبائل کے احوال سے باخبر۔ نبی رحمت کا مبارک طریقہ یہ تھا کہ آپ ؐ ہر موقع کی مناسبت سے اہل الرائے صحابہ سے مشورہ ضرور کیا کرتے تھے۔ اس موقع پر ان سے بھی آنحضور ؐ نے رائے لی تھی۔ انھوں نے عرض کیا تھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثَعْلَبٌ فِیْ جُحْرٍ اِنْ اَقَمْتَ عَلَیْہِ اَخَذْتَہٗ وَاِنْ تَرَکْتَہٗ لَمْ یَضُرُّکَ شَیْئاً (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر آپ ؐ اس پر دباؤ ڈالیں گے تو اسے [بالآخر] پکڑ لیں گے لیکن اگر آپ ؐ نے اسے چھوڑ دیا تو بہرحال وہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گی)۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۳۶-۹۳۷)

......❀❀❀......

Marfat.com

جنگ ہوازن وثقیف کے بعد

دشمن کا قلع قمع

جنگ ہوازن میں کفار کو بہت بری شکست ہوئی۔ اس کے باوجود ان کے بعض طالع آزما جنگ جو یہ سمجھ رہے تھے کہ جس طرح لڑائی کے آغاز میں ان کا پلڑا بھاری ہوگیا تھا اسی طرح پھر کوشش کر کے وہ مسلمانوں کو شکست دے سکتے ہیں۔ ہر چند کہ یہ ان کی خام خیالی تھی لیکن انسان کا نفس بھی اسے دھوکے میں مبتلا کرتا ہے اور شیطان بھی اس کی گھات میں ہوتا ہے۔ وادی اوطاس میں ان لوگوں نے اپنی بچی کھچی فوج مجتمع کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی اطلاع مل گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی اس قوت کو کچل کر طائف کی طرف بڑھنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے فوراً ایک دستہ تیار کیا جس کا سالار حضرت ابو عامر اشعریؓ کو مقرر کیا گیا۔ یہ مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے چچا تھے اور بڑے ماہر جنگ جو تھے۔ جب اسلامی دستہ دشمن کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ بنوہوازن کے ان شکست خوردہ لوگوں نے زبردست جنگی حکمت عملی کے تحت وادی میں اپنے مورچے بنا رکھے ہیں اور ان کی پوزیشن ایسی تھی جیسے قلعہ بند فوج ہو۔

کمانڈر کی بہادری وللّٰہیت

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی اس جنگ میں اپنے چچا کے ساتھ تھے۔ انھوں نے اس جنگ کا حال بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دشمن سے مبارزت طلب کی تو ان کے بہادر جنگ جو یکے بعد دیگرے نکلے، ان سب کا مقابلہ سالار لشکر حضرت ابو عامر بن عبید اشعریؓ نے کیا اور یہ سب ان کے ہاتھوں سے قتل ہوئے مگر دسواں جنگ جو جب ان کے سامنے آیا تو سخت مقابلے کے بعد اس نے انھیں شہید کر دیا۔ اس کے مقابلے پر اب حضرت سلمہ بن اکوعؓ نکلے اور اسے

Marfat.com

قتل کر دیا۔ سیرت ابن ہشام میں مورخ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ حضرت ابو عامر اشعریؓ دشمن کے مقابلے کے لیے نکلے تو ان کے مدمقابل نے بڑی ڈینگ ماری کہ میرا مقابلہ کون کرسکتا ہے۔ حضرت ابو عامرؓ نے اس کے جواب میں کچھ نہیں کہا بلکہ ان کی زبان پر یہ الفاظ آئے کہ اے اللہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ مجھے تیری رضا مطلوب ہے (نہ کہ اپنی بہادری)۔ ساتھ ہی انھوں نے دشمن سے کہا کہ لڑائی لڑنے سے پہلے میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ پھر کہا اے اللہ اس پر بھی تو گواہ رہ۔ [سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۴۵۶-۴۵۷۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۱۵-۹۱۶]

شہادت

حضرت ابو عامرؓ کے مقابلے پر ایک نوجوان جو آیا تھا اور ان کی زد سے بچ گیا، اس کے لیے بھی انھوں نے دعا کی کہ اے اللہ اسے مسلمان کر دے۔ مورخین کے مطابق وہ بعد میں مسلمان ہوگیا اور اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بتاتے ہیں کہ میرے چچا کو ایک مشرک نے تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں پیوست ہوگیا۔ تیر مارنے کے بعد وہ پیچھے ہٹ گیا تو میں تلوار لے کر اس کی طرف بڑھا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر دوڑ کر اپنے چچا کی طرف آیا تو انھیں شدید تکلیف تھی۔ انھوں نے مجھ سے کہا اس تیر کو کھینچو۔ میں نے کھینچا تو خون کے بجائے پانی نکلا۔ اس پر وہ بہت کمزوری محسوس کرنے لگے اور مجھ سے فرما رہے تھے کہ بھتیجے جب تم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ تو ان کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا۔ ساتھ ہی فرمایا ''اے اہل اسلام میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرا وقت آ گیا ہے، پس تم ابو موسیٰ اشعریؓ کی قیادت میں جنگ جاری رکھو۔'' (ایضاً)

دعائے نبوی

اس جنگ سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کامیاب واپس لوٹے۔ واپس آ کر وہ سب سے پہلے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب آپؐ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو انھیں اندر

Marfat.com

بلا لیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بیان کیا ہے کہ میں جس وقت آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپؐ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور چارپائی کے نشانات آپؐ کی پشت اور پہلوؤں پر نظر آ رہے تھے۔ میں حاضر ہوا تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ آنحضورؐ کو میں نے اپنے چچا کی شہادت کی اطلاع دی اور ان کا پیغام پہنچایا تو آپؐ نے اسی وقت پانی منگوایا، وضو کیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ مجھے آپکی بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔ آپؐ نے دعا کی، اے اللہ ابو عامر بن عبید کی مغفرت فرمانا اور اسے قیامت کے روز اپنی اکثر مخلوق پر فوقت دینا۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں دعا سن کر خوش ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ میرے لیے بھی مغفرت کی دعا فرمائیے۔ آپؐ نے میرے لیے دعا کی اے اللہ عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ) کے تمام گناہ بخش دے۔ قیامت کے روز اسے جنت میں اچھی جگہ عطا فرما۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۴، ص ۳۳۹۔ سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴ ص ۴۵۶-۴۵۷۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۷۹ نیز اس پوری جنگ کا حال دیکھیے مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۱۴-۹۱۶)

خودکشی حرام ہے

واقدی نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے۔ جنگ حنین میں ایک شخص نے دشمن سے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا اور شدید زخمی ہوا۔ لوگوں نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ صحابہ کو اس سے سخت پریشانی ہوئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے خودکشی کر لی تھی۔ اس موقع پر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو فرمایا کہ منادی کر دیں کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ فجار و فساق سے بھی دین کی مدد کروا دیتا ہے۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۱۷)

نجات کا دارومدار رحمت الٰہی ہے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد برحق ہے۔ بعض اوقات کوئی شخص اسلام و ایمان کے لیے نہیں بلکہ کسی اور مقصد کے لیے جدوجہد کر رہا ہوتا ہے، دلوں کا راز اللہ ہی جانتا ہے۔ اگر وہ شخص

Marfat.com

ایمان سے خالی ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے عمل کا کوئی وزن نہیں لیکن اگر وہ صاحب ایمان ہو لیکن اپنی کسی اور کمزوری اور جہالت کی وجہ سے کوئی ایسا کام کر گزرے جیسے خودکشی، تو ظاہر ہے حرام موت کی وجہ سے وہ جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے لیکن قرآن مجید کی کئی آیات اور بہت سی احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس دل میں ایمان موجود ہو اس کا گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، وہ اپنے گناہوں کی نسبت سے عذاب بھگت لینے کے بعد بالآخر دوزخ سے خلاصی پالے گا۔ یہ اللہ کا انعام ہوگا نہ کہ اس شخص کا استحقاق۔ جہاں تک استحقاق کا معاملہ ہے وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بھی ثابت ہے، جس میں آپؐ نے فرمایا کہ مومن عمل کا مکلف ہے مگر جنت میں داخلہ عمل کے بل بوتے پر نہیں بلکہ اللہ کی رحمت سے ممکن ہوگا۔

لَنْ یُدْخِلَ اَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ [وَلَا یُنْجِیهِ مِنَ النَّارِ] ، قَالُوْا وَاَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَلَا اَنَا. [وَاَشَارَ بِیَدِهٖ هٰكَذَا عَلٰی رَأْسِهٖ] اِلَّا اَنْ یَتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ، [مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا] (السلسلة الصحیحة للالبانی ۶/۱۰۱، حدیث ۲۶۰۲) ومسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب لن یدخل الجنة بعمله بل برحمته، حدیث ۵۰۴۰) بریکٹ کے بغیر الفاظ مسلم کے ہیں۔

تم میں سے کسی کا عمل اسے جنت میں نہ لے جائے گا [نہ ہی اسے آگ سے نجات دے گا] صحابہ نے عرض کیا "اور آپ اے اللہ کے رسول؟" فرمایا میں بھی نہیں [پھر اپنے ہاتھ سے سر پر حلقہ بنا کر] فرمایا "ہاں جب اللہ کا فضل اور رحمت مجھے ڈھانپ لے گی تو جنت میں جاؤں گا۔ [یہ الفاظ دو یا تین مرتبہ دہرائے]۔

......۞۞۞......

Marfat.com

سردارانِ ہوازن و ثقیف اور احمس کا اسلام

مالِ غنیمت کی حفاظت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ حنین میں جو مال غنیمت ملا تھا اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے الجعرانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا اور اس کی حفاظت کے لیے بنوخزاعہ کے سردار بُدَیل بن وَرقاء کی ذمہ داری لگائی۔ آپؐ نے انھیں حکم دیا کہ اس عرصے میں قیدیوں کی حفاظت بھی کریں اور ان کی ضروریات کا خیال بھی رکھیں۔ مالِ غنیمت میں بہت سی اونٹنیاں اور بکریاں تھیں اس لیے ان کا دودھ محافظ لشکر پر صرف کرنے کے علاوہ جنگی قیدیوں کو بھی دیا جاتا رہا۔ یہاں سے آپؐ بنوہوازن کے رہے سہے مدافعتی مقامات کو ختم کرنے اور طائف کا محاصرہ کر کے بنوثقیف کو سبق سکھانے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب آپؐ طائف پہنچے تو بنوثقیف قلعہ بند ہو چکے تھے۔ اسی دوران مالک بن عوف آپؐ کی دعوت پر داخل اسلام ہو گیا اور اس کے مسلمان ہونے کے بعد اس کے قبیلے کے تمام جنگ جو بھی یا تو مسلمان ہو گئے یا ہتھیار ڈال کر اسلام کے مطیع بن گئے۔ مالک بن عوف کا مسلمان ہونا بڑا اہم واقعہ تھا، اس کی تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔

راہِ فرار

مورخین نے مالک بن عوف کے قبول اسلام کی تفصیلات یوں بیان کی ہیں: بنوہوازن کا سردار مالک بن عوف نصری اگرچہ بہت بہادر تھا مگر اللہ کے شیروں کے سامنے بے بس ہو گیا۔ اسے جب یقین ہو گیا کہ اب شکست سے بچنا کسی صورت ممکن نہیں تو وہ اپنے قریبی ساتھیوں کو ساتھ لے کر میدان سے پیچھے ہٹ گیا۔ آنحضورؐ نے حضرت زبیر بن العوامؓ کو ایک دستے کے ساتھ اس کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر اس نے اپنے قبیلے کے کمزور

Marfat.com

لوگوں، عورتوں اور بچوں کو حکم دیا کہ وہ پیچھے کی طرف بھاگیں اور جان بچائیں۔ ساتھ ہی اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ وہ پہلے کمزوروں کو گزرنے دیں۔ اتنے میں حضرت زبیرؓ کا گھوڑ سوار دستہ بھی اسے نظر آ گیا۔ اس نے کہا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ ابن صفیہ زبیر بن العوام ہے تو اس نے کہا کہ اپنی جان بچانے کے لیے اپنا اپنا جتن کرلو۔ جب حضرت زبیرؓ کا دستہ اس کے قریب پہنچا تو اس نے گھوڑے سے اتر کر درختوں کی اوٹ سے بھاگتے ہوئے ایک بلند پہاڑی پر جا کر پناہ لی۔ پھر وہ پہاڑی سے اتر کر تیزی کے ساتھ وادی نخلہ میں بھاگا۔ اس کے بعد ایک بڑے محل میں جا کر قلعہ بند ہو گیا۔

حضورؐ کی دعوتِ اسلام

اس دوران نبی اکرمؐ کو پوری صورت حال کی اطلاع ملی تو آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو پیغام بھیجا کہ وہ سردار ہوازن کو رسوا نہ کریں بلکہ اسے اسی کے حال پر چھوڑ دیں۔ پھر آپؐ نے اس کے پاس ایک وفد بھیجا، جس نے جا کر اسے بتایا کہ آنحضورؐ تمھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ میرے اہل و عیال اور اموال کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا تو انھوں نے کہا کہ وہ سب کچھ بلکہ اس سے زاید تمھیں مل جائے گا۔ اس پر وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سچے دل سے اسلام قبول کرلیا۔ مالک بن عوف کے اہل و عیال بھی جنگی قیدیوں میں گرفتار ہو گئے تھے اور وہ خود بھاگ کر طائف میں بنوثقیف کے قلعے میں محفوظ ہو گیا تھا، اس کے بہت سے جاں نثار ہر وقت اس کے گرد جمع رہتے تھے۔ اس قبیلے کے وہ لوگ جو پہلے سے مسلمان تھے، ان سے آنحضورؐ نے الجعرانہ میں اس کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ وہ طائف میں قلعہ بند ہے۔

مسافر کی جانبِ منزل روانگی

آپؐ نے نصر قبیلے کے صحابہ سے فرمایا کہ مالک بن عوف سے کوئی نامہ و پیام کرو اور میری طرف سے اسے امان دینے کے ساتھ اسلام کی دعوت بھی پہنچاؤ۔ آنحضورؐ کے صحابہ میں سے کچھ لوگ اس کے ساتھ رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انھوں نے اسے جا کر بتایا کہ اللہ کے نبی نے تمھارے اہل و عیال، تمھاری پھوپھی ام عبداللہ بنت ابی امیہ کے پاس مکے میں بھیج دیے

Marfat.com

ہیں اور وہ بالکل محفوظ ہیں اور آنحضورؐ تمھیں بھی قابلِ عزت مقام دیں گے۔ یہ پیغام ملنے کے بعد اس نے اپنے معتمد ساتھیوں سے کہا کہ میری اونٹنی کو تیار کر کے دحنا کے مقام پر پہنچا دو اور میرے گھوڑوں میں سے میرا برق رفتار عربی گھوڑا تیار کر کے قلعے کے نیچے آدھی رات کے بعد لے آنا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ بنوثقیف کو اس کا علم نہ ہونے پائے۔ وہ رات ہی کو قلعے سے باہر نکلا، گھوڑے پر سوار ہو کر دحنا پہنچا اور وہاں گھوڑے سے اترا اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سیدھا آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ اس سے مل کر بہت خوش ہوئے اور اسے ایک سو اونٹ عطا فرمائے۔ اپنے ایک قصیدے میں وہ لکھتا ہے: ''میں نے آج تک محمدؐ کی مثال نہ دیکھی ہے نہ سنی ہے۔ وہ لوگوں کی قدر کرنا جانتے ہیں اور وفاداری ان کا شعار ہے۔ وہ اللہ کے حکم سے کل کو ہونے والی بات کی خبر بھی دے دیتے ہیں اور کسی کو عطیہ دیتے ہیں تو دریا دلی کے ساتھ۔ میدانِ جنگ میں ہوتے ہیں تو شیرِ ببر کی طرح دشمن کے مقابلے پر لڑتے ہیں۔'' (سیرت ابن هشام القسم الثانی، مجموعہ ۳-۴، ص ۴۹۱-۴۹۲)

بنوثقیف کا محاسبہ

نبی اکرمؐ نے مالک بن عوفؓ کو اپنے قبیلے کے مسلمانوں کا امیر اور سالار مقرر فرما دیا۔ جو شخص کل تک اسلام دشمنی میں سب سے آگے تھا، آج وہ اسلام کا سچا سپاہی بن گیا۔ بنوثقیف کے سردار پہلے بھی خودسر اور مغرور تھے مگر مسلمانوں کے محاصرہ اٹھا کر چلے جانے کے بعد تو ان کا کبر کئی گنا بڑھ گیا تھا۔ اللہ کے حکم کے تحت نبی اکرمؐ کی طرف سے بنوثقیف کا محاصرہ اٹھالیا گیا تھا مگر مالک بن عوف نے آنحضورؐ کی اجازت سے طائف کے علاقے میں اپنی جنگی پوسٹیں قائم کر لی تھیں۔ وہ بنوثقیف کے کافروں پر بھی حملے کرتا تھا اور ان کے مویشی بھی قابو کر لیتا تھا۔ درحقیقت یہ لوگ حربی کافر تھے اور ان کے عزائم واضح تھے۔ واقدی کے مطابق بنوثقیف سے اس کی جھڑپیں جاری رہیں اور ان کے دوران وہ آنحضورؐ کو مالِ غنیمت بھی روانہ کرتا رہتا تھا۔ بنوثقیف ان حملوں سے تنگ آ گئے تھے۔ ابومحجن جس نے کہا تھا کہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، وہ بھی پکار اٹھا کہ مالک بن

Marfat.com

عوف اور بنوسلمہ ہمارے لیے عذاب بن گئے ہیں۔اس واقعہ کے بعد ہی بنوثقیف نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہماری رائے میں مالِ غنیمت بھجوانے کا معاملہ تحقیق طلب ہے۔البتہ مالک بن عوف آنحضورؐ کو ہدیے بھیجتا رہتا تھا۔(تمام واقعات بشمول نعتیہ از مالک بن عوف کی تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج۳،ص ۹۵۴-۹۵۶۔السیرۃ النبویہ ج۴،ص ۱۳۴۔ سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج۳،ص۴۹۱-۴۹۲)

اگلی صفوں والے مردانِ کار

آنحضورؐ کا ارشاد ہے:"خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام"یعنی تم میں سے جو جاہلیت کے دور میں اگلی صفوں میں ہوتا ہے،اسے اسلام کی توفیق مل جائے تو یہاں بھی اگلی صفوں میں ہوگا۔ مالک بن عوف بلاشبہ نوعمر سپہ سالار اور بے پناہ صلاحیتوں کا مالک عرب رئیس تھا۔جب اس نے اسلام قبول کیا تو پھر واقعی اپنی کشتیاں جلا ڈالی تھیں۔آنحضورؐ مردم شناس تھے۔ مالک بن عوفؓ جیسے قیمتی ہیرے کو کیسے نہ پہچانتے۔ ہر قیمتی ہیرے کی طرح آنحضورؐ اس کی خوبیوں کو بھی جانتے تھے۔آپؐ اسے ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔اسی لیے اپنی دوررس نگاہوں سے انھوں نے اس کے اکرام واعزاز کا یہ فیصلہ فرمایا اور سچی بات یہ ہے کہ وہ اسلام کے لیے ایک بہت بڑا اثاثہ ثابت ہوا۔آنحضورؐ اس کی بڑی قدر کرتے تھے اور ہمیشہ اسے انعام واعزاز سے نوازتے بھی تھے۔(تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج۳،ص ۹۱۷۔سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج۳-۴،ص ۴۵۵-۴۵۶۔البدایۃ والنھایۃ ج۴،ص ۲۳۶-۲۳۷)

فداکار وغیور مجاہد

مالک بن عوفؓ نے بھی بنوثقیف کو خاصا زچ کیا تھا مگر ان پر فیصلہ کن ضرب حضرت صخر ابوالعیلہؓ اور ان کے ساتھیوں نے لگائی۔ حضرت صخرؓ کا تعلق قبیلہ احمس سے تھا اور یہ لوگ عربوں کے درمیان گھوڑ سوار قبیلے کے طور پر مشہور تھے۔ان کی اصل بنوقحطان ہے۔حضرت صخرؓ آنحضورؐ کے سچے جانثار اور مردِ میدان صحابی تھے۔وہ اسلام کی خاطر بڑے غیور واقع ہوئے تھے۔خاندانی مفاخرت کو اللہ اور رسول کی خاطر قربان کر چکے تھے۔ابوداؤد کی ایک روایت حضرت عمر بن خطابؓ

Marfat.com

سے بیان ہوئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف کا محاصرہ اٹھا کر چلے گئے تو حضرت صخرؓ نے عہد کیا کہ وہ اہلِ طائف کو ایسا سبق سکھائیں گے کہ وہ آنحضورؐ کی اطاعت کے بغیر کوئی راستہ نہ پائیں گے۔ حضرت صخرؓ نے بنوثقیف کے قلعوں کا محاصرہ کرنے کے بعد انھیں اتنا تنگ کیا کہ بالآخر انھوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ حضرت صخرؓ نے اس عرصے میں بنوثقیف کے اموال پر بھی قبضہ کیا اور کچھ لوگوں کو قیدی بھی بنالیا۔

آنحضورؐ کی دعا

بنوثقیف کے اعترافِ شکست کے بعد حضرت صخرؓ نے آنحضورؐ کو ایک خط لکھا، جس میں اطلاع دی کہ بنوثقیف آخر کار اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ کر اطاعت پر آمادہ ہو گئے ہیں اور میں انھیں آپؐ کی خدمت میں لا رہا ہوں۔ آنحضورؐ کو جب یہ خط ملا تو آپؐ نے تمام صحابہ کو جمع ہونے کا حکم دیا اور صحابہ کے سامنے قبیلہ احمس کے ان جانبازوں کے لیے دس مرتبہ دعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاَحْمَسَ فِیْ خَیْلِھَا وَرِجَالِھَا'' کہ اے اللہ! احمس کے سواروں اور پیادوں کو برکت دے۔ (ابو داؤد حدیث ۲۶۶۵۔ البدایة والنھایة، المجلد الاول مطبوعہ موسسة المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۸۸۷-۸۸۸)

قبولِ اسلام اعزاز ہے

جب حضرت صخرؓ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صخرؓ نے جن لوگوں کو گرفتار کیا ہے، ان میں میری پھوپھی بھی شامل ہیں حالانکہ وہ مسلمان ہو چکی ہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا: ''[یا صخر] اِنَّ الْقَوْمَ اِذَا اَسْلَمُوْا اَحْرَزُوْا دِمَائَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ فَادْفَعْ اِلَی الْمُغِیْرَةِ عَمَّتَهٗ'' اے صخر جب لوگ مسلمان ہو جائیں تو ان کی جان اور مال سب محفوظ ہو جاتے ہیں۔ پس مغیرہ کی پھوپھی کو اس کے حوالے کر دو۔ (ابو داؤد کتاب الخراج والامارہ والفئی حدیث ۲۶۶۵) حضرت صخرؓ نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ نبی اکرمؐ سے حضرت صخرؓ نے استدعا کی کہ بنواسلم کے مشرکین جو اپنے

Marfat.com

چشمے اور علاقے کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں، ان کا چشمہ ہماری تحویل میں دے دیجیے۔ آپؐ نے انھیں اس کی اجازت دے دی، بعد میں جب بنو اسلم کا پورا قبیلہ مسلمان ہوا اور انھوں نے حضرت صخرؓ سے اپنا چشمہ خالی کرنے کی بات کی تو انھوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ وہ لوگ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے حضرت صخرؓ سے فرمایا کہ ان کا چشمہ خالی کر دو۔ حضرت صخرؓ نے اس حکم کے سامنے بلاچوں چرا سر تسلیم خم کیا اور چشمہ بنو اسلم کے حوالے کر کے کہا کہ اللہ کے رسول کا ہر حکم بہت اچھا ہے۔ (ابوداؤد حدیث ۲۶۶۵۔ البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول مطبوعہ موسسۃ المعارف دار ابن حزم بیروت، ص۸۸۷-۸۸۸)

قابلِ رشک شخصیت

ان واقعات کے بعد مزید پیش رفت یہ ہوئی کہ بنو ثقیف میں سے بعض سمجھ دار لوگوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے اللہ نے راہ نمائی فرمائی اور یہ اسلام کی طرف راغب ہونے لگے۔ سب سے اہم کردار عروہ بن مسعودؓ کا ہے، جنھیں اسلام کی پاداش میں شہادت کی منزل سے گزرنا پڑا۔ اس واقعہ کی تفصیلات آگے آئیں گی۔ حضرت عروہؓ نے قبولِ اسلام کے بعد بہت کم مہلتِ عمل پائی مگر ان کے حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے ان کی عظمت دل میں موجزن ہو جاتی ہے اور ان کی قسمت پر رشک آتا ہے۔ کچھ لوگ تھوڑے سے وقت میں بہت بڑے درجات پا جاتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

شہدائے غزوۂ ثقیف

جنگ کے دوران بھی آنحضور ثقیف کے لیے ہدایت کی دعا کرتے رہے۔ محاصرہ اٹھا کر جاتے ہوئے آنحضورؐ نے جو الفاظ کہے، وہ واقدی اور ابن کثیر نے بیان کیے ہیں: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہی اکیلا [خالق و مالک] ہے۔ اُس سچے رب نے اپنا وعدہ سچا کر دیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور بڑے بڑے لشکروں کو اُس وحدہٗ لاشریک نے شکست سے دوچار کر دیا۔ ہم واپس پلٹ رہے ہیں، اللہ کے سامنے توبہ کرتے ہوئے، اُس کی عبادت کا اقرار کرتے ہوئے اور اپنے رب کے نام کی حمد پڑھتے ہوئے۔

یہ کلماتِ توحید اور اقرارِ عبودیت ادا کرنے کے بعد آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيْفاً یعنی اے اللہ! بنو ثقیف کو ہدایت سے سرفراز فرما دے۔ (البداية و النهاية ج ۴، ص ۳۵۰-۳۵۱۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۳۸)

محاصرہ طائف کے دوران جو مسلمان شہید ہوئے، ان کی تعداد بارہ یا تیرہ تھی اور مورخین نے ان کے جو نام بیان کیے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱- حضرت سعیدؓ بن سعید بن امیہ — اموی

۲- حضرت حبیبؓ بن عبد مناف الکنانی — حلیف ہونے کے لحاظ سے اموی

۳- حضرت یزیدؓ بن زمعہ بن اسود — اسدی

۴- حضرت عبداللہؓ بن ابوبکر صدیقؓ — [انھیں تیر لگا تھا، اس کے زخم سے

Marfat.com

مدینہ میں فوت ہوئے] تیمی

۵- حضرت عبداللہؓ بن ابی امیہ بن المغیرہ	مخزومی
۶- حضرت عبداللہؓ بن عامر بن ربیعہ المعتزی	حلیف ہونے کے لحاظ سے عدوی
۷- حضرت السائبؓ بن الحارث بن قیس	سہمی
۸- حضرت عبداللہؓ بن الحارث	سہمی
۹- حضرت جلیحہؓ بن عبداللہ	سعدی لیثی
۱۰- حضرت ثابتؓ بن الجذع	انصاری
۱۱- حضرت حارثؓ بن سہل	انصاری
۱۲- حضرت المنذرؓ بن عبداللہ	انصاری

(مغازی للواقدی ج۳،ص۹۳۸)

واقدی کے مطابق یہ بارہ شہدا ہیں جبکہ ابن ہشام نے ان کی تعداد تیرہ بیان کی ہے، جن میں قبیلہ اوس کے صحابی

۱۳- حضرت رقیمؓ بن ثابت بن ثعلبہ

کا نام بھی دیا ہے۔(ابن ھشام مجموعہ ج۳-۴،ص۴۸۶-۴۸۷)

شہدائے غزوۂ ثقیف میں عبادلہ (عبداللہ کی جمع) کی بڑی تعداد ہے۔ان میں سے چار شہدا کے اپنے نام عبداللہ ہیں اور دو کے والد عبداللہ نام کے تھے۔یوں گویا چھ عبادلہ (اصلی نام اور کنیت کی نسبت سے) اس معرکے میں مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

Marfat.com

مالِ غنیمت کی تقسیم

قیدیوں سے حسنِ سلوک

الجعرانہ میں مالِ غنیمت اور قیدی حضرت بدیل بن ورقاء کی نگرانی میں چھوڑ کر آنحضورؐ طائف کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ وہاں سے واپس آ کر آپؐ نے مالِ غنیمت کی تقسیم کا فیصلہ کیا۔ جتنے قیدی تھے، ان سب کو آنحضورؐ نے نئے کپڑے پہنائے۔ نئے کپڑے آنحضورؐ کے حکم سے حضرت بُسر خزاعی نے خریدے تھے۔ جو کپڑا خریدا گیا تھا، وہ بحرین سے آتا تھا اور بہت قیمتی تھا۔ قیدیوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جسے لباس نہ پہنایا گیا ہو، قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔ اس کے بعد جعرانہ میں قیدیوں کے لیے رہائش گاہیں بنائی گئیں اور آنحضورؐ نے ایک مہینے تک مالِ غنیمت تقسیم نہیں کیا، نہ ہی قیدیوں کے بارے میں کوئی فیصلہ ہوا۔

قیدیوں کی آزادی

کچھ لوگوں کا مطالبہ تھا کہ آنحضورؐ اب مال غنیمت تقسیم فرمائیں۔ بالخصوص وہ بدوی قبائل جو صرف مال غنیمت کے حصول کے لیے شریک جنگ تھے، بار بار اور باصرار یہ مطالبہ دہرا رہے تھے۔ چونکہ آپؐ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا تعلق بھی ہوازنی قبائل سے تھا اور آپؐ چاہتے تھے کہ اپنے رضاعی ننھیال کے ان لوگوں سے حسنِ سلوک فرمائیں مگر کسی آدمی نے آپؐ سے مطالبہ نہ کیا کہ انھیں آزاد کر دیا جائے۔ ایک مہینے تک آپؐ نے اسی لیے توقف کیا تھا کہ کوئی درخواست کرے اور آپؐ اسے مان لیں۔ جب ایک مہینے بعد آنحضورؐ نے قیدی لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیے تو بنوہوازن کا ایک وفد آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مطالبہ کیا کہ جنگی قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے۔ آپؐ نے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ تمام جنگی قیدیوں کو آزاد کر دیں۔

Marfat.com

چنانچہ آپؐ کے حکم پر سب جنگی قیدی آزاد کر دیے گئے۔ پوری تفصیلات مع حوالہ جات آگے آئیں گی۔

آنحضورؐ کی رضاعی بہن

ان گرفتار ہونے والے لوگوں میں آپؐ کی رضاعی بہن شیماء بنت الحارث بھی شامل تھی۔ گرفتاری کے وقت بھی اس نے لوگوں سے کہا تھا کہ ہمارے ساتھ سختی مت کرو، میں رسول اللہ کی بہن ہوں مگر لوگوں نے اس کی بات کو تسلیم نہ کیا۔ جب وہ آنحضورؐ کے سامنے آئی تو کہا یا رسول اللہ میں آپؐ کی رضاعی بہن ہوں۔ آپؐ پہلی نظر میں اسے پہچان نہ سکے تو فرمایا کیا میری بہن ہونے کی کوئی نشانی تمھارے پاس ہے تو اس نے کہا جی ہاں، آپؐ کو یاد ہوگا کہ میں بکریاں چراتے ہوئے آپؐ کو اپنی پشت پر اٹھاتی تھی۔ آپؐ نے ایک روز میری پشت پر دانت سے مجھے کاٹا تھا، اس کا نشان بھی موجود ہے۔ آنحضورؐ کو یاد آیا تو آپؐ ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے۔ فوراً اپنی چادر اس کے لیے بچھا دی اور کہا میری پیاری بہنا اس چادر پر بیٹھ جاؤ۔ بچپن کے واقعات کو یاد کر کے آپؐ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ آپؐ اپنی بہن کی خدمت میں لگ گئے، پھر پوچھا کہ میرے ماں باپ کا کیا حال ہے۔ شیماء نے کہا کہ وہ مرتے وقت بھی آپؐ کو یاد کرتے تھے۔ یہ سن کر آپ کا جی بھر آیا اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر آپؐ نے اپنی بہن سے کہا کہ میرے ساتھ رہنا چاہو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی اور اگر اپنی قوم میں جانا چاہو تو تمھیں اختیار ہے۔ اس نے اسلام قبول کیا اور کہا میں اپنی قوم میں واپس جانا چاہتی ہوں۔ آپؐ نے اپنی بہن کو بہت سارے اونٹ اور بکریاں عطا کیں۔ پھر ایک غلام اور لونڈی بھی عطا کی اور ان دونوں کی آپس میں شادی کر دی اور فرمایا کہ یہ دونوں بھی تمھاری خدمت کریں گے۔ آپؐ کی رضاعی بہن تو ہوازن کے وفد کی آمد سے قبل ہی آپؐ کے حکم کے تحت آزاد کر دی گئی تھیں۔ جب وفد حاضرِ خدمت ہوا تو سب کی آزادی کا اہتمام ہوا اور اس کے بعد تمام قیدی عزت و اکرام کے ساتھ گھروں کو واپس بھیجے گئے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۱۳ - ۹۱۴۔ ابن ہشام مجموعہ ج ۳ - ۴، ص ۴۵۸)

Marfat.com

صحابہ کی شانِ تسلیم و رضا

نبی اکرمؐ نے طائف سے واپسی پر الجعرّانہ پہنچ کر مالِ غنیمت کے بارے میں منادی کرائی اور فرمایا کہ کوئی مجاہد مالِ غنیمت میں سے اس کی تقسیم سے قبل کوئی چھوٹی بڑی چیز نہ لے۔ اس دوران حضرت عقیلؓ بن ابی طالب اپنی بیوی کے پاس خیمے میں آئے۔ ان کے پاس اس وقت ایک سوئی تھی۔ انھوں نے وہ سوئی اپنی بیوی کو دے دی کہ کپڑے سینے کے کام آئے گی لیکن جب آنحضورؐ کے منادی نے اعلان فرمایا تو حضرت عقیلؓ اپنی بیوی کے پاس واپس آئے اور کہا کہ وہ سوئی مجھے دے دو۔ اللہ کے رسولؐ نے مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز لینے سے منع کیا ہے۔ سوئی لا کر انھوں نے مالِ غنیمت کے ڈھیر میں پھینک دی۔ حضرت عبداللہ بن زید المزنیؓ نے جنگ کے دوران ایک مشرک کی کمان لے لی تھی جو بہت کڑی اور قیمتی تھی۔ انھوں نے اسے جنگ میں استعمال بھی کیا تھا۔ جب انھوں نے یہ اعلان سنا تو انھوں نے بھی اسے مالِ غنیمت میں واپس رکھ دیا۔ ایک شخص کے پاس سوت کا ایک گولا تھا، اعلان سننے کے بعد اس نے بھی وہ واپس کر دیا۔ اسی طرح کے کئی اور تفصیلی واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کس طرح ارشادِ نبوی پر سرِ تسلیم خم کر دیتے تھے۔ (ان واقعات کی تفصیلات البدایة والنهایة ج ۴، ص ۳۵۴۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۱۸-۹۲۵۔ سیرة ابن هشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۴۹۲ میں دیکھی جا سکتی ہیں)

مجاہدین کا حصہ

جب نبی رحمتؐ نے دیکھا کہ پورا مالِ غنیمت ایک جگہ جمع ہو گیا ہے تو آپؐ نے اسے شمار کرنے کا حکم دیا۔ مالِ غنیمت تقسیم کرتے ہوئے آنحضورؐ نے اس موقع پر تالیف القلوب کا خاص خیال رکھا۔ عمومی تقسیم میں پیادہ مجاہدین کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں ملیں جبکہ سوار مجاہدین کو بارہ اونٹ اور سو بکریاں دی گئیں۔ نبی اکرمؐ نے قرآنی ہدایت کے مطابق خمس الگ کر لیا تھا، جس کے بارے میں آنحضورؐ فرمایا کرتے تھے: ''لوگو میرے پاس جو مالِ غنیمت آتا ہے میں اسے اللہ کی بیان

Marfat.com

کردہ ہدایت پر خرچ کرتا ہوں اور حقیقت میں اس کا زیادہ حصہ تمھاری ہی طرف لوٹا دیا جاتا ہے"۔

مولفۃ القلوب

جب مولفۃ القلوب کے لیے آنحضورؐ نے مال تقسیم کرنا شروع کیا تو مؤرخین کے مطابق اس کی تقسیم یوں ہوئی:

۱-	ابوسفیان بن حرب	سو اونٹ، چالیس اوقیہ چاندی
۲-	معاویہ بن ابی سفیان بن حرب	سو اونٹ، چالیس اوقیہ چاندی
۳-	یزید بن ابی سفیان بن حرب	سو اونٹ، چالیس اوقیہ چاندی

ایک روایت کے مطابق ابوسفیانؓ نے خود آنحضورؐ سے درخواست کی تھی کہ مجھے اور میرے بیٹوں کو بھی عطا فرمایئے۔ ابوسفیان مال سے بڑی محبت کرتے تھے۔ اس کی گواہی ان کی بیوی ہندؓ نے خود آنحضورؐ کے سامنے بھی دی۔

۴-	حکیم بن حزام	سو اونٹ
۵-	سہیل بن عمرو	سو اونٹ
۶-	صفوان بن امیہ	سو اونٹ
۷-	حارث بن ہشام مخزومی	سو اونٹ
۸-	حویطب بن عبدالعزی	سو اونٹ
۹-	النضیر بن الحارث	سو اونٹ
۱۰-	اسید بن حارثۃ الزہری	سو اونٹ
۱۱-	قیس بن عدی	سو اونٹ

بنو غطفان کے سرداروں میں سے

۱۲-	اقرع بن حابس تمیمی	سو اونٹ
۱۳-	عیینہ بن حصن الفزاری	سو اونٹ

ان کے علاوہ

Marfat.com

۱۴- مالک بن عوف نضری	سو اونٹ
۱۵- عباس بن مرداس	سو اونٹ
۱۶- مخرمہ بن نوفل	پچاس اونٹ
۱۷- عثمان بن وہب	پچاس اونٹ
۱۸- ہشام بن عمرو	پچاس اونٹ
۱۹- العلاء بن حارثہ	پچاس اونٹ
۲۰- سعید بن یربوح	پچاس اونٹ

(تفصیلات کے لیے دیکھیے: مغازی للواقدی ج ۲، ص ۹۴۶-۹۴۷۔ ابن ہشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۴۸۹-۴۹۱۔ البدایة والنہایة ج ۴، ص ۳۶۳)

حکیم ابن حزامؓ کی شانِ استغنا

جن لوگوں کو آنحضورؐ نے تالیف قلب کے لیے مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا ان میں حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حضرت حکیم بن حزامؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جب انھیں ایک سو اونٹ دے دیے گئے تو وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے ایک سو اونٹ اور دیجیے۔ آپؐ نے مجھے ایک سو اونٹ اور دے دیے۔ جب پھر میں نے ایک سو اونٹوں کا سوال کیا تو آپؐ نے تیسری مرتبہ بھی مجھے ایک سو اونٹ دے دیے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ''اے حکیم! یہ مال ظاہری لحاظ سے بہت خوشنما اور شیریں محسوس ہوتا ہے۔ جان لو جو اسے دلی سخاوت سے لیتا ہے [اور فراخ دلی کے ساتھ مستحقین کو دیتا ہے] اس کے لیے یہ باعث خیر و برکت ہے اور جو اسے حرص و لالچ کے تحت حاصل کرتا ہے وہ اس مریض کی طرح ہے جو کھاتا چلا جائے مگر کبھی سیر نہ ہو۔ اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور انفاق کا آغاز ان لوگوں سے کیا کر جو تیرے زیر پرورش و کفالت ہوں۔''
(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ روایت حکیم بن حزامؓ۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۴۵)

حکیم بن حزامؓ آنحضورؐ کا یہ حکم سننے کے بعد اتنے محتاط ہوئے کہ نہ صرف وہ اونٹ صدقہ کر دیے بلکہ عہد باندھ لیا کہ وہ کبھی کسی سے سوال نہیں کریں گے اور نہ ہی بیت المال سے کوئی پیسہ دھیلا

Marfat.com

لیں گے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ کے دورِ خلافت میں جب انھیں وظیفہ پیش کیا جاتا تو وہ انکار کر دیتے۔ حضرت عمرؓ نے تو ایک مرتبہ لوگوں کے مجمع عام میں فرمایا کہ اے اہل ایمان گواہ رہنا میں حکیم بن حزام کو اس کے حصے کا وظیفہ بھیجتا ہوں تو وہ ہمیشہ واپس کر دیتا ہے۔ (واقدی ایضاً)

دریادل، مجسمہ سخاوت

حضرت حکیم بن حزامؓ سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے سگے بھتیجے تھے اور یہ پورا خاندان سخاوت و فیاضی میں ضرب المثل تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی ان کی فیاضی و سخاوت کی صفات مشہور تھیں۔ دورِ جاہلیت میں انھوں نے ایک مرتبہ سو غلام آزاد کیے تھے۔ قبول اسلام کے بعد ایک مرتبہ جب حج کے لیے گئے تو قربانی کے لیے اپنے ساتھ سو اونٹ لے گئے۔ عرفہ میں وقوف کے دن ان کے گرد ان کے سو غلام جمع تھے۔ انھوں نے اپنے غلاموں کے گلے میں چاندی کی تختیاں آویزاں کی ہوئی تھیں۔ حج سے فارغ ہوتے ہی انھوں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ چاندی کی تختیاں بھی انھیں دے دیں اور ہر ایک کو ایک ایک اونٹ بھی عطا فرمایا: مورخین کے مطابق ان تختیوں کے اوپر لکھا ہوا تھا "عُتَقَاءُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" یعنی اللہ کی راہ میں آزاد کیے گئے بندے۔ شعب ابی طالب کے زمانے میں وہ آنحضورؐ اور آپ کے صحابہ کو، مسلمان نہ ہونے کے باوجود اور قریش کی مخالفت کے علی الرغم غلہ بھجوایا کرتے تھے۔ کئی مرتبہ ان کی اور ابوجہل کی جھڑپ بھی ہوئی۔

باعثِ عزت صرف تقویٰ ہے

ایک روایت کے مطابق مکے کا دارالندوۃ حضرت حکیم بن حزامؓ کی ملکیت تھا۔ حضرت معاویہؓ کے دورِ حکومت میں انھوں نے یہ عمارت ان کے ہاتھ بیچ دی۔ اس کی قیمت ایک لاکھ درہم لگی۔ ان کے بھتیجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بن عوام بن خویلد نے اس سودے پر ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا چچا جان آپ نے ایک ایسی جائیداد بیچ ڈالی جو قریش کے درمیان ہمارے خاندان کے لیے باعث عزت تھی۔ انھوں نے جواب دیا اے بھتیجے ان چیزوں کو چھوڑو۔ اب باعث عزت ایک ہی چیز ہے اور وہ تقویٰ ہے (اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ) اس کے بعد انھوں نے اس سودے

Marfat.com

سے ملنے والی ساری رقم خیرات کر دی۔ اسد الغابۃ میں حضرت حکیم بن حزام کے حالات میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے۔ حضرت حکیمؓ کی روایت کردہ حدیث کا پورا متن یوں ہے:

(عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ (بخاری کتاب الزکوٰۃ، باب لاصدقة الاعن ظهر غنى، حدیث ۱۳۳۸)

حضرت حکیم بن حزامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ [یعنی دینے والا] نیچے والے ہاتھ [یعنی لینے والے] سے بہتر ہوتا ہے اور صدقہ کا آغاز ان لوگوں سے کرو جن کی کفالت تمھارے ذمے ہے اور بہترین صدقہ وہ ہے جو مال داری کے وقت کیا جائے اور جو سوال کرنے سے پرہیز کرے، اللہ رب العالمین اسے سوال کرنے سے بے نیاز کر دے گا اور جو قناعت واستغنا اختیار کرے اللہ اسے غنی کر دے گا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

مال غنیمت اور انصار

سعید ارواح

نبی اکرمؐ نے نبوت کے بعد مکہ اور اس کے گردونواح میں لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی۔ کچھ سعید روحیں اس پکار پر لبیک کہتے ہوئے اسلام کی طرف مائل ہوئیں مگر یہ بہت قلیل نفوس قدسیہ تھے از ان میں بھی بیشتر لوگوں کا تعلق معاشرے کے محروم اور کمزور طبقے سے تھا۔ اہل اقتدار و ثروت اور سرداران ورؤسا اسلام کے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے۔ آٹھ دس سال مکے میں مشکل حالات کے باوجود آنحضورؐ اپنا کام کرتے رہے پھر اس کے بعد اسلام کی روشنی اہل یثرب تک پہنچی۔ یثرب کے رہنے والے عرب اہلِ کتاب کے پڑوسی بھی تھے اور ان کے ہاتھوں سودی نظام کی وجہ سے بہت آزردہ بھی تھے۔ اہل کتاب کی زبانی وہ آخری نبی کی آمد کی خبریں سنا کرتے تھے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ امّ القریٰ میں نبی کا ظہور ہو گیا ہے تو وہ شوق و رغبت کے ساتھ حق کی جانب لپکے۔

پاکیزہ عہد و پیمان

مکی زندگی کے آخری تین چار سالوں میں یثرب کے لوگوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ آنحضورؐ کو مدینہ آنے کی دعوت بھی دے دی۔ نبوت کے بارہویں سال کے موسم حج میں اوس و خزرج کے پچھتر افراد آنحضورؐ سے رات کی تاریکی میں ملے اور آپؐ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کے مواقع پر آنحضورؐ سے ان کے عہد و پیمان قائم ہوئے اور ان کی طرف سے آنحضورؐ کو مدینہ آنے کی دعوت ملی۔ ان کے دو نمائندوں حضرت اسعد بن زرارہؓ اور حضرت عباس بن عبادہؓ بن نضلہ نے اپنے ساتھیوں پر یہ بات واضح کی کہ اس دعوت کے نتیجے میں

Marfat.com

ہمیں اپنے اہل وعیال کی قربانیاں بھی دینا پڑیں گی۔ پوری دنیا کی دشمنی بھی مول لینا ہوگی اور خون کے سمندر سے بھی گزرنا ہوگا۔ وفد کے تمام ارکان، خواتین اور مردوں نے برضا ورغبت اعلان کیا کہ وہ یہ سب کچھ برداشت کریں گے اور کبھی پیٹھ نہ پھیریں گے۔ صد آفرین ہے ان لوگوں پر کہ جس طرح ان لوگوں نے اپنا عہد نبھایا اس کی تاریخ میں کہیں مثال نہیں ملتی۔ یہ انصار کہلائے یعنی اللہ اور اس کے رسول اور اہلِ ایمان کے مددگار اور جن لوگوں کو انھوں نے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی وہ مہاجرین کہلائے اور یہ مہاجرین اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے معزز لوگ تھے نہ کہ عمومی معنی میں وڈیروں کے دست نگر اور پناہ گیر۔ تاریخ اسلام میں انصار کی قربانیاں ان گنت ہیں۔ یہ موقع ایسا تھا جب انصار کو احساس ہوا کہ انھیں مال غنیمت کی تقسیم میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ اسی تناظر میں مورخین نے حالات وواقعات کی منظر کشی کی ہے۔

نبی رحمتؐ کے عالی مرتبت انصار

واقدی اور علی بن برہان الدین الحلبی نے بیان کیا ہے کہ آنحضورؐ نے دیگر لوگوں میں مالِ غنیمت تقسیم کیا مگر انصار کو اس موقع پر کچھ نہیں دیا۔ انصار کو اس موقع پر انسانی فطرت کے تحت ناگواری محسوس ہوئی اور انھوں نے کہا: ''جب ہم آنحضورؐ کے ساتھ قریش سے جنگیں لڑ رہے تھے تو وہ آپؐ کے دشمن تھے۔ آج جب مالِ غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو وہ حق دار ٹھہرے۔ اگر اللہ اور اللہ کے رسول کا یہی فیصلہ ہے تو ہم راضی ہیں مگر آنحضورؐ سے ہم اس کی وضاحت چاہتے ہیں''۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے اس کا ذکر کیا۔ پھر آنحضورؐ انصار کے پاس گئے اور آپؐ نے ان سے خطاب فرمایا۔ آپؐ نے کہا: ''تمھارے جذبات مجھ تک پہنچے ہیں''۔ اس کے بعد فرمایا: ''دیکھو تم گمراہی میں مبتلا تھے۔ میرے ذریعے اللہ نے تمھیں اسلام کی دولت عطا فرمائی''۔ انصار آپ کی باتیں ادب واحترام اور خاموشی سے سن رہے تھے۔

انصار کی خوبیوں اور احسانات کا اعتراف

جب انصار نے کوئی جواب نہ دیا تو آپؐ نے فرمایا: ''انصار تم جواب کیوں نہیں دیتے؟'' انصار نے کہا: ''ہم کیا جواب دیں بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول کے ہم پر بہت احسانات ہیں''۔

Marfat.com

آپؐ نے کہا: ''نہیں! انصار تم بھی جواب میں کہہ سکتے ہو کہ لوگوں نے آپ کو جھٹلا دیا، ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ لوگوں نے آپ سے دشمنی کی، ہم نے آپ کی خاطر جنگیں لڑیں۔ لوگوں نے آپ کو گھر سے نکال دیا ہم نے آپ کو اپنے شہر میں جگہ دی۔ اے انصار تم ان میں سے جو بات بھی کہو گے میں اس کی تکذیب نہیں کروں گا''۔ پھر فرمایا: ''اَفَلَا تَرْضَوْنَ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَار، اَنْ یُّذْهِبَ النَّاسُ بِالشَّاءِ وَالْبَعِیْرِ وَ تَرْجِعُوْا اِلٰی اَرْحَالِکُمْ بِرُسُوْلِ اللّٰهِ؟'' (اے گروہِ انصار کیا تم اس بات پر راضی اور خوش نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں کو اونٹ اور بکریاں لے جائیں گے اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے جاؤ گے)۔ پھر فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، میں انصار میں سے ہوں اور اگر لوگ کسی ایک گھاٹی کی طرف جائیں اور انصار دوسری گھاٹی کا رخ کریں تو بخدا میں انصار کے ساتھ ہوں گا''۔ (مسند احمد ج ۳، ص ۷۷)

انصار کے درجات عالیہ

آنحضورؐ کی گفت گو سن کر جملہ انصار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انھوں نے کہا: ''وَمَا حَاجَتُنَا بِالدُّنْیَا بَعْدَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔'' (اے اللہ کے رسول، آپؐ ہمارے ہیں تو پھر ہمیں دنیا کی کس چیز کی حاجت ہے)۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ''اے انصار میرے بعد صبر کرنا یہاں تک کہ تم مجھ سے آ ملو۔ میری اور تمھاری ملاقات حوضِ کوثر پر ہوگی''۔ پھر آپؐ نے دعا مانگی: ''اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَاَبْنَاءَ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَاءَ اَبْنَاءِ الْاِنْصَارِ۔'' (اے اللہ انصار پر رحم فرما، ان کی اولاد پر بھی رحم فرما اور ان کی اولاد کی اولاد پر بھی رحم فرما)۔ آنحضورؐ کا خطبہ اور دعا سن کر انصار کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور سب یک زبان پکار اٹھے: ''یارسول اللہ! ہم راضی اور خوش ہیں''۔ (البدایة والنہایة ج ۴، ص ۳۵۶-۳۵۸۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۳۵۷-۳۵۸۔ ابن هشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۴۹۸-۵۰۰) و (مسلم، من فضائل الانصار حدیث ۴۵۶۱۔ بخاری کتاب التفسیر حدیث ۴۵۲۶۔ مسند احمد ج ۳، ص ۷۷)

Marfat.com

میدانِ قتال اور تربیت کا اہتمام

رسولِ رحمتؐ، مربّی و مزکّی

نبی اکرمؐ جب طائف سے واپس الجعرانہ کی طرف تشریف لائے تو کئی ایمان افروز واقعات پیش آئے، جو تاریخ میں اسلام کے سنہری اصولوں اور آنحضورؐ کی عظمت پر بیّن دلیل ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بارہا یہ تلقین فرمائی کہ میں ہر معاملے میں تمھیں راہ نمائی دیتا ہوں۔ عبادات و معاملات اور اخلاق و کردار ہر چیز مجھ سے سیکھو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کی فی الحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہوتے یا حضر میں، مسجد میں ہوتے یا میدانِ قتال میں، دشمن سے معاملہ ہوتا یا دوست سے، ہر موقع پر نہایت متوازن، مبنی بر احسان اور سراپا عظمت رویہ اپناتے۔ اس موقع پر بہت سے واقعات پیش آئے مگر ہم اختصار کے ساتھ چند ایک کا یہاں تذکرہ کر رہے ہیں۔ یہ محض تاریخ نہیں بلکہ نصاب تربیت ہے۔

سراقہ بن مالک

سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی عرب کا مشہور جنگ جو سردار تھا۔ یہ نبی اکرمؐ کے سفرِ ہجرت میں ان مہم جو لوگوں میں شامل تھا، جو سو اونٹوں کے انعام کا لالچ لیے ہوئے آنحضورؐ کا تعاقب کر رہے تھے۔ اس مہم میں سراقہ آنحضورؐ کے قریب بھی پہنچ گیا تھا مگر بہت بری طرح ناکام ہوا۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ اس موقع پر جب سراقہ نے خود کو بے بس پایا تو آنحضورؐ سے بآواز بلند درخواست کی کہ اے ابن عبدالمطلب مجھے معاف کر دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کر دیا، تم امان میں ہو۔ اس نے کہا کہ مجھے اپنی امان کسی پروانے پر بھی لکھ دیجیے تاکہ میرے

Marfat.com

پاس سند رہے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا: "اُکْتُبْ لَهٗ یَا اَبَابَکْر" (ابوبکر اس کو لکھ دو)۔ سراقہ کے بقول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کسی ہڈی یا چمڑے کے ٹکڑے پر اسے امان لکھ دی اور اس نے اسے اپنی کمان میں محفوظ کر لیا۔ یہ ابن ہشام کی روایت ہے جبکہ واقدی کی روایت میں اس کے ساتھ یہ احتمال بھی بیان ہوا ہے کہ اس کے اونٹ کے شانے پر یہ تحریر لکھی گئی تھی۔ ہمارے نزدیک پہلی روایت درست ہے۔

سراقہ الجِعّرانہ میں

جب آپؐ الجعرانہ پہنچ گئے تو نبی اکرمؐ کے صحابہ نے نظر رکھی کہ کوئی اجنبی اور غیر آدمی ان کی صفوں میں نہ گھس جائے۔ اسی دوران سراقہ آنحضورؐ سے ملاقات کرنے کے لیے وہاں پہنچ گیا۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں وہاں پہنچا تو آپؐ کے صحابہ نے مجھے روکا۔ بہت سے لوگ، بالخصوص انصار کے سوار دستے آپؐ کے آگے اور پیچھے چل رہے تھے۔ مجھے روکتے ہوئے انھوں نے اپنے نیزوں سے ڈرا کر پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے اپنا نام بلند آواز سے لیا تو آپؐ نے میری آواز ہی سے مجھے پہچان لیا اور فرمایا اسے میری طرف آنے دو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں سراقہ بن جعشم ہوں، میرے پاس آپؐ کا پروانہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا آج نیکی اور وفا کا دن ہے، اسے میرے اور قریب لے آؤ۔ میں آپؐ کے قریب گیا تو میرے اوپر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ سراقہ بیان کرتا ہے کہ میں نے آنحضورؐ کو اونٹنی پر جب سوار دیکھا اور آپؐ کے قریب ہوا تو سب سے پہلے میری نظر آپؐ کی پنڈلی پر پڑی۔ خدا کی قسم، وہ یوں چمک رہی تھی جیسے روشن انگارہ [ستارہ] ہو۔ آپؐ نے میرے ساتھ احسان کیا اور مجھے خوب نوازا۔

ہر جان دار کے ساتھ احسان نیکی ہے

سراقہؓ بیان کرتے ہیں کہ اسی ملاقات میں میں نے آپؐ سے ایک سوال پوچھا۔ میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ اگر کسی شخص کا گم شدہ اونٹ میرے پانی کے حوض پر آجائے، جسے میں نے اپنے اونٹوں کو سیراب کرنے کے لیے بھرا ہے اور وہ اس میں سے پانی پی لے تو کیا اس میں بھی مجھے اجر ملے گا؟" آپؐ نے فرمایا: "کیوں نہیں، ہر جان دار کے ساتھ احسان اور نیکی پر اجر ملتا

Marfat.com

ہے۔'' سراقہؓ کہتے ہیں کہ میں آنحضورؐ کی خدمت میں اپنے صدقات بھیجا کرتا تھا۔ (اس واقعہ کی تفصیلات مغازی للواقدی ج۳، ص ۹۴۱، سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج۱-۲، ص ۴۸۹-۴۹۰ پر دیکھی جاسکتی ہیں)۔

قرآنی تعلیم پر عمل

نبی اکرمؐ کی شان نبوت دیکھیے کہ آپؐ کو پہلی وحی میں تعلیم، قلم اور کتابت کی اہمیت بتائی گئی تھی۔ ارشاد باری ہے:

''پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمھارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا نہ تھا۔'' (العلق ۹۶: ۱-۵)

آنحضورؐ کا یہ کمال اور معجزہ نہیں تو کیا ہے کہ یوں ہجرت کے موقع پر اس مصیبت و مشکلات سے پُر سفر کے دوران بھی آپؐ نے پروانہ لکھ کر عنایت فرمادیا۔ کسی بھی نوعیت کے ہنگامی سفر میں اگر قیصر و کسریٰ بھی نکلتے تو راستے میں کسی کو امان کا پروانہ لکھ کر نہ دے سکتے مگر نبی امیؐ کے ساتھ ہر وقت کاتبین صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی صحابی موجود ہوتے تھے۔ چنانچہ اس سفر میں بھی سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے لکھنے کا اہتمام کررکھا تھا۔ اس سے زیادہ ترقی یافتہ اور اعلیٰ ثقافتی اقدار کہاں پائی جاسکتی ہیں۔ پھر نبی اکرمؐ کئی سال قبل دورانِ سفر ملنے والے اس بدو سردار کی آواز کو بھی پہچان گئے اور ساتھ ہی اسے اپنے قریب آنے کا حکم دیا۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ آج نیکی اور وفا کا دن ہے اور سراقہ بن مالک کو آپؐ نے انعام واکرام دے کر واپس بھیجا۔

ایک کوڑے کا صلہ

ایک اور بہت ایمان افروز واقعہ بھی مورخین نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرمؐ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپؐ نے دو موٹے جوتے پہن رکھے تھے۔ حضرت ابورہم غفاریؓ کی اونٹنی آنحضورؐ کی اونٹنی کے قریب ہوئی۔ وہ اونٹنی بڑی تیز طرار تھی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سے ٹکرا گئی اور صحابیؓ

Marfat.com

رسول کی جوتی کا کنارہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی پر لگا۔ وہ کہتے ہیں آنحضورؐ نے مجھ سے فرمایا: ''اپنا پاؤں پیچھے کر۔'' پھر آپؐ نے میرے پاؤں پر کوڑا مارا۔ میں بہت ڈرا کہ اس گناہِ عظیم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ میرے بارے میں نہ جانے کیا حکم نازل فرمائے گا۔ خوف سے میرا برا حال تھا۔ الجعرانہ پہنچ کر میں صحابہ کے اونٹ چرانے کے لیے جنگل میں لے گیا۔ آنحضورؐ نے کسی کو میری تلاش میں بھیجا۔ جب مجھے تلاش کرتا کرتا وہ شخص وہاں پہنچا تو مجھے خیال ہوا کہ وہی بات ہوئی کہ آنحضورؐ مجھے اللہ کی طرف سے آنے والے کسی عتاب کے بارے میں خبر دینا چاہتے ہیں۔ میں ڈرتا ڈرتا آنحضورؐ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ آپؐ نے مجھے طلب فرمایا ہے تو آپؐ نے فرمایا ہاں، تو نے مجھے پاؤں سے تکلیف پہنچائی تھی اور میں نے تجھے کوڑا مارا تھا۔ لو یہ بکریوں کا ریوڑ لے لو اور مجھ سے راضی ہو جاؤ۔ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ میرے ساتھ راضی ہیں تو آپؐ کی رضا مجھے دنیا و مافیہا کی ہر چیز اور مال سے زیادہ عزیز ہے۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے مگر یہ بکریاں اب تمھاری ہیں۔ نبی اکرمؐ نے مجھے جو بکریاں دی تھیں، ان کی تعداد اسی تھی اور وہ اون والی بکریاں تھیں۔ حضرت ابورُہم کا نام کلثوم بن الحصین تھا۔ وہ سابقون میں سے تھے اور ہر غزوہ کے علاوہ بیعتِ رضوان میں بھی شرکت کا اعزاز ان کو حاصل تھا۔ (مغازی للواقدی ج۳،ص ۱۰۰۱-۱۰۰۲)

مشرک کا ہدیہ

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص آپؐ کے پاس اس وقت آیا جب آپؐ اپنی ناقہ پر سوار طائف سے واپس آرہے تھے۔ یہ شخص کوئی بڑا سردار اور مال دار آدمی تھا۔ اس کے پاس کئی بکریاں تھیں۔ اس نے آکر کہا: ''یارسول اللہ یہ بکریاں میں آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کے لیے لایا ہوں۔'' آپؐ نے پوچھا: ''تیرا تعارف کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''میں بنو اسلم کا آدمی ہوں۔'' آپؐ نے کہا: ''میں مشرکین کے ہدیے قبول نہیں کرتا۔'' اس شخص نے کہا: ''اے اللہ کے رسول میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں اس سے

Marfat.com

پہلے صدقے کا مال بریدہ بن الحصیبؓ کے پاس لے کر گیا تھا اور انھیں صدقے کا مال غربا کے لیے دیا تھا۔'' اس دوران حضرت بریدہ بن الحصیبؓ اسلمی بھی آ گئے اور انھوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ یہ میری قوم کا سردار ہے۔ اس کی رہائش صفاح میں ہے اور اس نے جو کچھ کہا وہ درست ہے۔'' آپؐ نے اس شخص سے فرمایا: ''تو صفاح میں رہتا ہے تو نخلہ کی طرف سے کیوں آیا ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ آج کل نخلہ میں زیادہ سبزہ ہے جو ہمارے جانوروں کے لیے مفید غذا ہے، اس لیے ہم نخلہ میں مقیم ہیں۔ اس شخص نے آنحضورؐ کی خدمت میں بکریاں ہدیۃً پیش کرنے کے بعد کہا: ''یا رسول اللہ میں اپنی سواری پر سوار ہو کر آیا ہوں۔ میں آپؐ کے ساتھ الجعرانہ تک جاؤں گا اور یہ بکریاں آپؐ کی جائے قیام پر آپ کو پیش کروں گا۔'' آپؐ نے کہا: ''بہت اچھا، وہاں ہمیں ملنا ہم تمھیں اس سے بھی زیادہ بکریاں عطا کریں گے۔'' (مغازی للواقدی، ج ۳، ص ۹۴۱)

استفسارِ رسول اور صحابی کے سوالات

جب یہ شخص الجعرانہ پہنچا تو آنحضورؐ وہاں پہلے ہی رونق افروز تھے۔ آپؐ نے خود اس کے بارے میں دریافت کیا، وہ حاضر ہوا تو آپؐ نے اسے سو بکریاں عطا فرمائیں۔ اس نے آپؐ سے کچھ سوالات بھی پوچھے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا: ''یا رسول اللہ میں مویشیوں والا آدمی ہوں۔ کئی مرتبہ نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور میں اونٹوں کے باڑے میں کام میں مصروف ہوتا ہوں۔ کیا ایسی حالت میں باڑے کے اندر نماز پڑھ لیا کروں؟'' آپؐ نے فرمایا: ''ہاں پڑھ لیا کرو۔'' اس نے دوسرا سوال کیا: ''یا رسول اللہ بعض اوقات ہم ایسے علاقے میں ہوتے ہیں جہاں پانی نہیں ہوتا اور ہماری بیویاں ہمارے ساتھ ہوتی ہیں۔ اگر کوئی آدمی ایسے میں اپنی بیوی سے قربت کر لے تو کیا اس کا جواز ہے اور پانی نہ ہو تو غسل کا کیا حکم ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''ہاں، پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کر لیا کرو۔'' اس نے ایک اور سوال پوچھا: ''ایسے علاقے میں حائضہ عورت جب حیض سے نکل آئے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟'' فرمایا: ''وہ بھی تیمّم کر لیا کرے۔'' (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۴۱-۹۴۲)

Marfat.com

بنو ہوازن کے وفد کی آمد

جب آپؐ الجعرانہ میں مقیم تھے تو بنو ہوازن کے سرداروں نے اپنا ایک وفد آنحضورؐ کے پاس بھیجا تاکہ آنحضورؐ سے درخواست کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کرا لیں۔ اس وفد کے پہنچنے سے قبل آپؐ ان کا انتظار فرماتے رہے مگر ان کی تاخیر اور اعراب کے بار بار سوال کرنے کی وجہ سے آنحضورؐ قیدی لوگوں کے درمیان تقسیم کر چکے تھے۔ اس وفد کا سردار ابوصُرد زہیر بن صُرد تھا اور وفد میں آنحضورؐ کے رضاعی چچا اور ماموں بھی تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ سعد بن بکر میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ہاں اپنا بچپن گزارا تھا۔ اس قبیلے سے آپؐ کو ذاتی طور پر بھی محبت تھی کیونکہ آپؐ کا رضاعی خاندان اس قبیلے میں سے تھا۔ وفد کے لوگوں نے آپؐ کی خدمت میں جو اشعار پیش کیے، وہ طبقات ابن سعد، سیرۃ ابن ھشام، سیرۃ الحلبیہ، مغازی للواقدی اور دیگر تواریخ میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

رضاعی رشتے اور بچپن کی یادیں

ان لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان قیدیوں میں آپؐ کی وہ رضاعی پھوپھیاں، خالائیں اور بہنیں بھی شامل ہیں جو آپؐ کو چوما کرتی تھیں، اپنی گود اور رانوں پر بٹھا لیتی تھیں اور اپنے سینوں سے چمٹا لیتی تھیں۔ ہمارے قبیلے کا یہ اعزاز ہے کہ عرب شاہان و ملوک نے اپنا بچپن ہماری بادیہ میں ہمارے درمیان گزارا۔ حارث بن ابی شمر اور نعمان بن المنذر جیسے بادشاہ ہمارے رضاعی نواسے ہونے کی حیثیت سے ہمارے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں اور آپؐ تو ان سب سے بلند و بالا ہیں۔ آپؐ کو اللہ نے جو مقام عطا فرمایا ہے اس میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ آپؐ کے پاس ہم حاضر ہوئے ہیں کہ آپؐ ہمارے قیدیوں کو رہا کر دیں۔“ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بچپن یاد آ گیا اور قبیلہ سعد کے درمیان گزرے ہوئے وہ حسین شب و روز آنکھوں کے سامنے گھوم گئے۔ آپؐ کا جی بھر آیا۔ اپنے رضاعی ماں باپ اور بہن بھائیوں کی یادیں اکثر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تڑپایا کرتی تھیں۔

Marfat.com

قیدیوں کی رہائی کا سوال

آپؐ نے وفد سے پوچھا: ''تم لوگ اپنے قیدیوں کو ترجیح دیتے ہو یا اپنے مال واسباب کو'' تو انھوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے سب قیدی واپس ملنے چاہییں۔ مال مویشی تو اور بھی مل جائیں گے۔'' اس بات میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی قبیلے کی عظمت وغیرت جھلکتی ہے۔ واقعی ان لوگوں میں بہت خوبیاں تھیں۔ عرب کے رؤسا و شیوخ اپنے شیرخوار بچوں کو یہاں جن وجوہات سے بھیجا کرتے تھے، ان میں ایک تو فصیح و بلیغ عربی زبان سیکھنا تھا، دوسرے دیہات و بادیہ کی کھلی فضائیں صحت کے لیے مفید تھیں اور تیسرے ان قبائل کی کچھ خوبیاں اور محاسن ایسے تھے جو بچوں کے ذہن میں نقش ہو جاتے تھے۔

مورخین نے اس وفد کی آمد کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپؐ نے وفد کا عزت و اکرام سے استقبال کیا، پھر ان سے ان کی آمد کا سبب پوچھا۔ جب وہ حرفِ مدعا زبان پر لائے تو آپؐ نے فرمایا: ''میں تو آپ لوگوں کا انتظار کرتا رہا۔ جب مجھے احساس ہوا کہ آپ لوگ نہیں آئیں گے تو پھر بالآخر میں نے قیدیوں کو فوج میں تقسیم کر دیا ہے۔ مال غنیمت کا حصہ ہونے کی وجہ سے وہ ان پر تصرف رکھتے ہیں لیکن تم میرے پاس آئے ہو تو میں پوری کوشش کرتا ہوں کہ تمھارے قیدی لوگوں سے واپس لے کر تمھیں لوٹا دوں۔ میرے اور بنو عبدالمطلب کے پاس تو جتنے قیدی ہیں وہ میں ابھی آزاد کرتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی آپؐ کی طرف سے فوج کے درمیان منادی کی گئی تو اکثر صحابہؓ نے کہا کہ یہ قبیلہ آنحضورؐ کا رضاعی ننھیال ہے، ان کے قیدیوں کو رہا کرنا ہی مناسب ہے۔ چنانچہ چھ ہزار میں سے بیش تر قیدی تو اس منادی پر ہی آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیے گئے۔ جن لوگوں نے اس میں پس و پیش کیا، آپؐ نے ان پر کوئی سختی نہیں کی بلکہ بیت المال سے انھیں معاوضہ دیا اور تمام قیدیوں کو رہائی دلوائی۔ جن لوگوں نے قیدی واپس کرنے سے انکار کیا تھا، وہ آنحضورؐ کے تربیت یافتہ صحابہ میں سے نہیں تھے بلکہ فتح مکہ کے بعد اسلام میں داخل ہونے والے نومسلم تھے یا وہ سردار تھے جو مال غنیمت ہی کے حصول کے لیے آپؐ کی فوج میں

Marfat.com

شامل ہو گئے تھے، یعنی اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن اور عباس بن مرداس سلمی۔

قیدیوں کے بدلے معاوضہ

بنو سُلَیم کے صحابہ نے کہا کہ عباس بن مرداس کی بات میں کوئی وزن نہیں، ہم اپنے قیدیوں کو برضا و رغبت رہا کرتے ہیں۔ اس پر بنو سُلَیم کے سردار نے کہا کہ تم نے میرا موقف کمزور کر دیا ہے۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ جس کا دل تنگی محسوس کرے، ہم اسے قیمت دے کر قیدی رہا کروالیں گے۔ قیمت جو مقرر ہوئی وہ چھ جوان اونٹ فی قیدی تھے (تین اونٹ چار سال عمر کے اور تین اونٹ پانچ سال عمر کے)۔ اس کے بعد آنحضورؐ نے کبار صحابہ سے کہا کہ چکر لگا کر دیکھو کہ کیا ہر قیدی رہا ہو گیا ہے۔ آپؐ کے حکم پر تین جلیل القدر صحابہ، حضرت زید بن ثابت انصاریؓ، حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابورہم غفاریؓ نے پوری فوج کے درمیان چکر لگائے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رپورٹ دی کہ سب قیدی واپس کر دیے گئے ہیں۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے: مغازی للواقدی: ج۳، ص ۹۴۹-۹۵۵۔ تاریخ طبری: ج۳، ص ۸۴-۸۷۔ اسد الغابہ: ج۲، ص ۲۰۸-۲۰۹۔ سیرۃ الحلبیہ: ج۲، ص۲۵۰۔ الروض الانف للسہیلی: ج۲، ص۳۰۶۔ البدایۃ والنہایۃ: ج۴، ص۳۵۳۔ سیرۃ ابن ھشام: مجموعہ ج۳-۴، ص۴۸۸-۴۹۰)

Marfat.com

فتوحات کے بعد واپسی

عمرہ اور طوافِ وداع

طائف کا محاصرہ اٹھا لینے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عرصہ الجعرانہ میں مقیم رہے اور پھر ۱۸/ذوالقعدہ ۸ ھ کو بروز بدھ مکہ سے عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ کی طرف رختِ سفر باندھا۔ آپؐ نے اس مسجد کے پاس عمرے کے لیے احرام باندھا، جسے مسجد الاقصیٰ کہا جاتا ہے اور جو قریش کے ایک سردار نے تعمیر کی تھی۔ پھر آپؐ تلبیہ پڑھتے ہوئے حرم کی طرف روانہ ہوئے۔ باب بنوشیبہ پر پہنچ کر آپؐ نے اپنی سواری کو زمین پر بٹھا دیا اور جوں ہی حرم شریف نظر آیا، آپؐ نے تلبیہ بند کر دیا۔ پھر آپؐ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا، جس میں پہلے تین چکر آپؐ نے تیز رفتاری (رمل) کے ساتھ مکمل کیے اور باقی کے چار چکر معمول کی چال چلے۔ آپؐ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور مقامِ ابراہیم پر دو نفل بھی ادا کیے۔ اس کے بعد آپؐ نے زمزم کا پانی پیا، پھر صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے۔

سیدہ ہاجرہؓ کی سنت

آپؐ نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی دادی سیدہ ہاجرہؓ کی سنت کو زندہ کیا اور اسے حج وعمرے کا حصہ بنا دیا۔ سیدہ ہاجرہؓ نے اس بے آب وگیاہ وادی میں کسی جانب سے مدد ملنے کی توقع پر سات چکر لگائے تھے۔ چار مرتبہ صفا سے مروہ کی جانب اور تین دفعہ مروہ سے صفا کی طرف۔ آپؐ نے بھی اسی طرح سات چکر مکمل کیے۔ مروہ پر اپنی سعی مکمل کرنے کے بعد آپؐ نے سر منڈوایا اور احرام کھول کر عام کپڑے پہن لیے۔ آپؐ کا سر مبارک مونڈنے کا اعزاز بعض روایات کے مطابق بنو بیاضہ کے غلام ابو ہندؓ کو حاصل ہوا جبکہ دیگر راویوں کے مطابق یہ شرف خراش بن امیہؓ نے

Marfat.com

حاصل کیا۔ عمرے سے فارغ ہونے کے بعد رات آپؐ نے الجعرانہ میں اپنے خیمے میں گزاری اور اگلے روز بعد نماز فجر مدینہ کی طرف براستہ مرالظہران روانہ ہوئے۔ اغلب ہے کہ آپ نے فجر سے قبل طواف وداع کر لیا تھا۔ ۲۷/ذوالقعدہ کو بروز جمعہ آپؐ مدینہ منورہ آپہنچے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۵۸-۹۵۹)

امیر الحجاج

آنحضورؐ کے مدینہ واپس چلے جانے کے چند ہفتے بعد، واقدی کے مطابق، لوگوں نے خانہ کعبہ کا حج کیا۔ اس سال یعنی ۸ ھ کا حج (جس میں مسلمان اور کافر یکساں شریک تھے) ہر گروہ نے اپنے اپنے طریقے کے مطابق ادا کیا۔ آپؐ نے کسی خاص صحابی کو امیر الحجاج مقرر نہیں کیا تھا تاہم حضرت عتاب بن اسیدؓ (امیر مکہ) نے آنحضور کے نائب اور امیر مکہ ہونے کے ناطے امیر الحجاج کے فرائض ادا کیے۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۵۹-۹۶۰۔ سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۳۷-۵۳۸)

Marfat.com

بنوثقیف کا قبول اسلام

سلام اس پر درود اس پر

بنوثقیف کی اسلام دشمنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے قبل سفرِ طائف کے دوران کھل کر سامنے آ گئی تھی۔ غزوۂ حنین میں اور پھر اس کے بعد طائف میں قلعہ بند ہو جانے کے دوران بھی بنوثقیف اپنی اس باغیانہ روش پر قائم رہے۔ سیرت نبوی کا یہ پہلو بہت سبق آموز و ایمان افروز ہے کہ آپؐ نے سفرِ طائف کے دوران زخمی ہونے کے باوجود بنوثقیف کے لیے اللہ کے دربار میں کوئی بددعا نہیں کی بلکہ ان کے حق میں کلمۂ خیر اور دعائیہ الفاظ زبان مبارک سے ادا کیے۔ محاصرۂ طائف اور اس کے بعد بھی آپؐ کی زبان پر یہی الفاظ آتے رہے اللھم اھد ثقیفاً یعنی اے اللہ بنوثقیف کو ہدایت دے دے۔ واقعی آپ کا خُلق، خلقِ عظیم تھا، آپؐ چلتے پھرتے قرآن تھے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں

ماضی اور حال میں فرق

بنوثقیف کے اسلام میں داخل ہونے کی تاریخ بھی بڑی دلچسپ و عجیب ہے۔ عروہ بن مسعود ان سرداروں میں سے تھا جنھوں نے آغاز میں آنحضورؐ کی شدید مخالفت کی۔ آنحضورؐ کے سفر طائف کے دوران جن آوارہ لڑکوں نے آپ کو پتھروں کا نشانہ بنایا، انھیں اس جرم کی ترغیب دینے والوں میں عروہ بھی شامل تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی عروہ آنحضورؐ کے پاس قریش کا سفیر بن کر آیا تھا اور اس کے پُر رعونت رویے کی وجہ سے اس کے بھتیجے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اس

Marfat.com

کے ساتھ سخت لہجے میں بات کی تھی۔ یہ واقعہ اس کتاب کی جلد سوم میں گزر چکا ہے۔ جنگِ حنین سے قبل عروہ شام اور اردن کی طرف مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مہلک اسلحہ بالخصوص منجنیقیں حاصل کرنے کے لیے گیا ہوا تھا، اس لیے عملاً وہ حنین میں شریک نہ ہو سکا۔ محاصرۂ طائف کے دوران بھی وہ ابھی واپس نہیں پہنچا تھا۔ تاہم محاصرے کے بعد منجنیقیں استعمال کرنے کی ٹیکنیک نوجوانوں کو اسی نے سمجھائی تھی۔ یہ تھا عروہ کا ماضی، اسلام دشمنی اور بغض وعنادِ جاہلیہ کا مرقع۔

شانِ رسالت اور حقیقتِ اسلام

تاریخ بہت عبرت آموز مضمون ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اسلام دشمنی کے باوجود حدیبیہ کے مقام پر عروہ نے آنحضورؐ کی جو شان دیکھی تھی، اس سے وہ بے حد متاثر ہوا تھا۔ غزوۂ حنین کے بعد جب عروہ واپس طائف آیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک مدینہ واپس پہنچ چکے تھے۔ عروہ نے جنگ حنین اور محاصرۂ طائف کے واقعات لوگوں کی زبانی سنے تو وہ اپنی تنہائیوں میں مسلسل اس امر پر غور کرتا رہا کہ اب کیا ہوگا۔ اس کے دل و دماغ میں ایک کشمکش جاری تھی۔ دل کہہ رہا تھا کہ شرک و بت پرستی، حق سے دور اور محض جھوٹ و باطل ہے جبکہ توحید صداقت و سچائی ہے۔ شرک کا مٹ جانا اور توحید کا غالب آنا ایک بدیہی حقیقت بن کر نظر آ رہا تھا۔ اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے کوئی طاقت ٹھہر نہیں سکے گی۔ جب مکہ سرنگوں ہو گیا ہے تو جزیرہ نمائے عرب میں اور کون ہے جو مزاحمت کر سکے۔ دوسری جانب اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ ہم بنو ثقیف کے معزز لوگ قریش کے ایک آدمی کے سامنے کیسے سرنگوں ہو جائیں۔ ساتھ ہی یہ خیال دماغ میں سما جاتا کہ آخر ہمارے باپ دادا کئی پشتوں سے جس راستے پر چل رہے تھے وہ غلط کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ معمولی سمجھ بوجھ کے لوگ نہیں، بہت اعلیٰ دماغ اور دانش کے حامل تھے۔ یہ کشمکش کئی لوگوں کے دل و دماغ میں برپا ہوتی ہے۔

اطمینانِ قلب کی دولت

عروہ کے دل و دماغ کے درمیان کچھ دنوں تک یہ کشمکش جاری رہی۔ آخر دل کے محکم دلائل، دماغ کی کج روی کے مقابلے میں غالب آ گئے۔ اور عروہ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ طائف سے

Marfat.com

مدینہ کی طرف رختِ سفر باندھ لے۔ آخر ایک روز چپکے سے مسافر جانبِ منزل روانہ ہو گیا۔ تاریک ماضی بہت پیچھے رہ گیا تھا، درخشندہ حال نے دل میں جوت جگا دی تھی اور کامیاب مستقبل چشم براہ تھا! نبی اکرمؐ کے مدینہ پہنچنے کے چند دن بعد ۸ھ کے آخری ایام میں عروہ مدینہ وارد ہوا۔ جب وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آنحضورؐ نے کھلے بازوؤں اور متبسّم چہرے اور اھلاً وسھلاً ومرحبا کے الفاظ کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ اس سلوک نے رہی کسر بھی نکال دی اور عروہ کا دل بالکل مطمئن ہو گیا کہ وہ اپنی منزل سے ہم کنار ہو گیا ہے۔ عروہ نے کلمۂ شہادت پڑھنے کے بعد اسلام کی بنیادی تعلیمات حاصل کیں۔ اس دوران آنحضورؐ مسلسل اس کی مہمان نوازی اور دل جوئی کرتے رہے۔ حضرت عروہؓ نے ایسے اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا کہ اب ان کی دلی تمنا تھی کہ وہ اپنے قبیلے کے تمام لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں اور دوزخ کی آگ سے نکال کر جنت کا مستحق بنا دیں۔ آنحضورؐ کی خواہش تھی کہ عروہ ابھی مدینہ ہی میں مقیم رہیں مگر حضرت عروہؓ کے دل میں یہ شوق تھا کہ بنوثقیف کو بلا تاخیر اسلام کے پیغامِ جاں فزا سے مستفید کیا جائے۔

فرمانِ رسول اور عروہ کی لگن

جب حضرت عروہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طائف جانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا، عروہ مجھے خدشہ ہے کہ تمھاری قوم تمھیں قتل کر دے گی۔ حضرت عروہ نے تعجب سے کہا کہ یارسول اللہ میری قوم کے لوگ تو مجھے اپنے پہلوٹھی کے بیٹوں اور اپنی پاکیزہ وباکرہ بیٹیوں سے بھی زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔ وہ میرے ہر حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور مجھ پر جان چھڑکتے ہیں۔ بھلا وہ مجھے کیوں قتل کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس میں مجھے تمھاری آزمائش نظر آتی ہے لیکن حضرت عروہؓ مسلسل اصرار کرتے رہے کہ اتنا بہترین پیغام جس قدر جلد اپنے قبیلے تک پہنچایا جاسکے، اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔ آپؐ نے حضرت عروہؓ سے تین مرتبہ فرمایا کہ عروہ وہ تم سے جنگ کریں گے۔ اس پر انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ میرے اتنے وفادار اور مطیعِ فرمان ہیں کہ اگر مجھے سویا ہوا پائیں تو بلند آواز میں بات نہیں کرتے کہ میری نیند میں خلل نہ آجائے۔ (مغازی

Marfat.com

للواقدی ج ۳، ص ۹۶۰-۹۶۱۔ سیرت ابن ھشام مجموعہ ۳-۴، ص ۵۳۷)

عروہ صابی ہوگیا ہے!

حضرت عروہؓ کے اصرار پر آخر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دے دی۔ حضرت عروہؓ مدینہ سے طائف تشریف لے گئے۔ انھوں نے آتے ہی جب لوگوں کو اسلامی طریقے کے مطابق سلام کیا تو لوگوں کا ماتھا ٹھنکا۔ ساتھ ہی کچھ لوگوں نے کہا کہ سلام کہنے کا یہ طریقہ تو ہمیں معلوم ہی نہیں، یہ کہاں سے آیا ہے۔ پھر ہمارے آبائی مذہب کے مطابق عروہ نے لات کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کی کچھ تعظیم نہیں کی نہ اس کے لیے کوئی قربانی دی ہے۔ اب سبھی لوگ آپس میں کہنے لگے کہ لات کی قسم عروہ بن مسعود صابی ہوگیا ہے۔ اب جو لوگ حضرت عروہؓ کو ملنے آئے اور اپنے مشرکانہ انداز میں سلام کیا تو انھوں نے انھیں سمجھایا کہ اب مشرکانہ طرز چھوڑ کر تمھیں اہل جنت کی طرح سلام کہنا چاہیے۔ پھر انھوں نے تمام لوگوں کے سامنے اسلام کی بنیادی تعلیمات پیش کیں۔ انھوں نے کہا کہ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ تمھارے درمیان حسب ونسب، مال ودولت، جتھے داری اور جرأت وفیاضی کے لحاظ سے میرا کیا مقام ہے۔ بخدا میں تمھارا خیر خواہ ہوں بدخواہ نہیں ہوں۔ مجھے اللہ نے ہدایت دی ہے اور میں تمھارے پاس وہ چیز لایا ہوں جس کا بدل دنیا کی کوئی مادی دولت نہیں ہوسکتی۔ آنحضورؐ کے ارشاد کے مطابق اپنے سردار کے مطیع فرمان بنوثقیف حضرت عروہؓ کے خلاف آمادۂ بغاوت وسرکشی ہوگئے۔ انھوں نے حضرت عروہؓ کے خلاف سازشیں شروع کردیں۔ حضرت عروہؓ اس دوران مسلسل اپنی قوم کے سامنے پیغامِ توحید پیش کرتے رہے۔

شہادت کا رتبۂ بلند

حضرت عروہؓ کی قوم میں ابھی کوئی دوسرا شخص مسلمان نہیں ہوا تھا، اس لیے وہ اپنے بالا خانے میں اکیلے ہی پانچ وقت نماز پڑھتے اور نماز سے قبل اذان دیتے۔ ایک روز جب طلوعِ فجر کے وقت انھوں نے اپنے بالاخانے سے اذان دینا شروع کی تو دو نوجوان جو گھات لگائے بیٹھے

Marfat.com

تھے، انھوں نے حضرت عروہؓ پر تیر پھینکے۔ ان دونوں کے نام واقدی اور ابن ہشام نے وہب بن جابر اور اوس بن عوف بیان کیے ہیں۔ حضرت عروہؓ کے ہاتھ کی شریان میں ایک تیر لگا مگر انھوں نے اذان مکمل کی۔ ان کے زخم سے خون بند نہ ہو سکا۔ اس کے نتیجے میں ان کی شہادت واقع ہوگئی۔ اپنی شہادت سے قبل انھوں نے دیکھا کہ ان کے خاندان کے لوگ اسلحہ جمع کر رہے ہیں اور ان کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں تو انھوں نے اپنے بیٹے ابو ملیح بن عروہ بن مسعود اور اپنے بھتیجے قارب بن اسود بن مسعود کو وصیت فرمائی کہ میرے خون پر آپس میں جنگ نہ کرنا۔ میں نے اپنا خون اپنے قاتل کو معاف کر دیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے بعد میری وجہ سے خون ریزی ہو۔ اللہ نے مجھے شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے جو بہت بڑا اشرف ہے۔ میں ان آخری لمحات میں تمھارے سامنے پھر گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپؐ نے مجھے پہلے ہی یہ خبر دے دی تھی کہ بنو ثقیف مجھے قتل کر دیں گے۔ میری موت کے بعد مجھے ان شہدا کے ساتھ دفن کرنا جو اصحاب رسول میں سے محاصرۂ طائف کے دوران شہید ہوئے تھے اور جن کی قبریں یہاں موجود ہیں۔

قوم کا سچا خیر خواہ

اگر حضرت عروہؓ نے یہ وصیت نہ فرمائی ہوتی تو بنو ثقیف میں آپس کی جنگ بہت تباہ کن ثابت ہوتی اور نہ معلوم کتنی جانیں اس کی بھینٹ چڑھ جاتیں۔ ان کی شہادت کے بعد انھیں شہدائے غزوۂ طائف کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ نبی اکرمؐ کو جب ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپؐ نے ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔ آپؐ کے چہرے سے غم ہویدا تھا اور آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: ''ان مثله فی قومه کمثل صاحب یس فی قومه'' عروہ بن مسعود کی مثال اپنی قوم کے درمیان ویسی ہے جیسی شہید سورۂ یسین کی اپنی قوم کے درمیان تھی۔ (المستدرک، کتاب معرفة الصحابة باب ذکر عروة بن مسعودؓ حدیث ۶۶۵۶۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۶۱-۹۶۲۔ سیرة ابن هشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۳۸-۵۳۹)

Marfat.com

شہید سورۂ یٰسٓ

شہید سورۂ یٰسٓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو نقشہ کھینچا ہے اور مفسرین نے ان آیات کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا مطالعہ کریں تو ان دونوں شہدا کے درمیان بڑی مشابہت پائی جاتی ہے، ارشادِ ربانی ہے: (آخرکار ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا) اور اس شخص سے کہہ دیا گیا کہ داخل ہو جا جنت میں۔ اُس نے کہا کاش میری قوم کو یہ معلوم ہوتا کہ میرے رب نے کس چیز کی بدولت میری مغفرت فرمادی اور مجھے باعزت لوگوں میں داخل فرمایا''۔ (یٰسٓ ۳۶:۲۶-۲۷)

صاحبِ تفہیم القرآن ان آیات کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''یعنی شہادت نصیب ہوتے ہی اس شخص کو جنت کی بشارت دے دی گئی۔ جوں ہی وہ موت کے دروازے سے گزر کر دوسرے عالم میں پہنچا، فرشتے اس کے استقبال کو موجود تھے اور انھوں نے اسے خوشخبری دے دی کہ فردوسِ بریں اس کی منتظر ہے۔ اس فقرے کی تاویل میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ''اللہ نے اسی وقت اسے جنت میں داخل کر دیا اور وہ وہاں زندہ ہے، رزق پا رہا ہے'' اور مجاہد کہتے ہیں کہ ''یہ بات ملائکہ نے اس سے بشارت کے طور پر کہی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے بعد جب تمام اہل ایمان جنت میں داخل ہوں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہوگا۔'' یہ اُس مردِ مومن کے کمالِ اخلاق کا ایک نمونہ ہے۔ جن لوگوں نے اسے ابھی ابھی قتل کیا تھا اُن کے خلاف کوئی غصہ اور جذبۂ انتقام اس کے دل میں نہ تھا کہ وہ اللہ سے ان کے حق میں بددعا کرتا۔ اس کے بجائے وہ اب بھی ان کی خیرخواہی کیے جا رہا تھا۔ مرنے کے بعد اس کے دل میں اگر کوئی تمنا پیدا ہوئی تو وہ بس یہ تھی کہ کاش میری قوم میرے اس انجامِ نیک سے باخبر ہو جائے اور میری زندگی سے نہیں تو میری موت ہی سے سبق لے کر راہِ راست اختیار کر لے۔ وہ شریف انسان اپنے قاتلوں کے لیے بھی جہنم نہ چاہتا تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ وہ ایمان لا کر جنت کے مستحق بنیں۔ اسی کی تعریف کرتے ہوئے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ

Marfat.com

نَصَحَ قَوْمَهُ حَيًّا وَ مَيِّتًا ،یعنی اس شخص نے جیتے جی بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مر کر بھی۔''
(تفہیم القرآن ج ۴،ص ۲۵۴-۲۵۵)

وارثانِ شہید مدینہ میں

بنوثقیف نے حضرت عروہؓ کو شہید تو کر دیا مگر حضرت عروہؓ کی وصیت کے باوجود ان کے دل میں خوف پیدا ہوگیا کہ پتہ نہیں اس جرم کی پاداش میں ان پر کیا مصیبت نازل ہو جائے گی۔ اس دوران حضرت عروہؓ کے بیٹے ابوملیح اور بھتیجے قارب بن اسود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے۔ ان کے مدینہ روانہ ہونے سے بنوثقیف مزید خوف زدہ ہوگئے۔ حقیقت میں یہ دونوں نوجوان اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر انھوں نے اس دلدوز واقعہ کی اطلاع بھی دی اور اسلام قبول کرنے کا اعلان بھی کیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ تم مدینہ میں جہاں چاہو رہائش اختیار کرو مگر بہتر یہ ہے کہ اپنے عم زاد مغیرہ بن شعبہ اور اپنے ماموں ابوسفیان بن حرب کے ساتھ معاہدہ کرلو۔ چنانچہ انھوں نے حضرت ابوسفیانؓ سے معاہدہ کیا اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے گھر اقامت اختیار کی۔ (مغازی للواقدی ج ۳،ص ۹۶۱-۹۶۲۔سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴،ص ۵۳۸-۵۳۹)

وفد کی تیاری

اس دوران بنوثقیف نے اپنے سرداروں پر مشتمل ایک وفد تیار کیا اور بنو مالک کے سردار عبد یا لیل بن عمیر ثقفی سے درخواست کی کہ وہ مدینہ جا کر آنحضورؐ سے معافی طلب کرے اور صلح کی کوئی صورت نکالے۔ عبدیالیل اس خطرناک مہم پر جانے کے لیے تیار نہ ہوا۔ اس نے کہا کہ بنوثقیف کا طاقت ور سردار عمرو بن امیہ کافی عرصے سے مجھ سے قطع تعلق کیے ہوئے ہے۔ میں اس کی طرف سے اپنے آپ کو مامون نہیں سمجھتا۔ پھر اس خطرناک مہم کی ذمہ داری کیسے قبول کرلوں۔ بنوثقیف کے تمام خاندانوں کے عمر رسیدہ اور جہاندیدہ بزرگ اکٹھے ہوئے اور انھوں نے آپس میں طے کیا کہ ان دونوں سرداروں کو ایک دوسرے سے ملایا جائے تا کہ ان کی رنجش دور ہو جائے۔ اس فیصلے

Marfat.com

کے مطابق عمرو بن امیہ ثقفی، عبد یالیل کے دروازے پر پہنچ گیا اور اسے آواز دے کر کہا کہ کیا میں تمھارے ہاں آ سکتا ہوں۔ عبد یالیل کو خوشگوار حیرت ہوئی اور اس نے کہا کیوں نہیں میں تمھیں مرحبا کہتا ہوں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق عمرو نے خود آواز دینے کے بجائے دانش مندی سے ایک دوسرے آدمی کو آگے بھیجا اور کہا کہ اے عبد یالیل کیا عمرو بن امیہ تمھارے پاس آ سکتا ہے۔ اس پر عبد یالیل نے کہا ''ویحک أعمرو ارسلک'' تیری بربادی ہو کیا تجھے عمرو نے خود بھیجا ہے؟ اس نے جواب دیا ''نعم وهو واقف في الدار''۔ ہاں اور وہ تمھارے گھر (کی دہلیز) پر کھڑا ہے۔ اس پر عبد یالیل نے کہا ''مَرْحَبًا بِهِ'' میں اسے خوش آمدید کہتا ہوں۔ (مغازی للواقدی ج۳، ص ۹۶۳-۹۶۴، سیرة ابن هشام، ج۲، ص ۵۳۸-۵۴۵۔ البداية والنهاية موسسه المعارف دار ابن حزم بيروت المجلد الاول، ص۹۱۹-۹۲۰)

قبائلی جرگہ

یہ ایک مشکل مرحلہ تھا جو سر ہو گیا۔ پس ان دونوں سرداروں کی ملاقات ہوئی، جس میں ان کی باہمی رنجشوں کا خاتمہ ہوا اور ان کے درمیان پھر سے پہلے جیسے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ اس صلح کے بعد ان دونوں کی یہ رائے بنی کہ اب سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں کہ ہم ایک وفد لے کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور ان سے صلح کر لیں۔ گفتگو کے دوران دونوں اس بات پر بھی متفق پائے گئے کہ اسلام ایک حقیقت ہے اور اس سے مفر کا کوئی راستہ اب ممکن نہیں۔ باقی عرب قبائل کی طرح بنو ثقیف کو بھی اسلام میں داخل ہو جانا چاہیے۔ دونوں سرداروں کے درمیان طویل عرصے کی کشیدگی ختم ہوئی تو تمام بنو ثقیف نے سکھ کا سانس لیا۔ پھر ایک بہت بڑا جرگہ منعقد ہوا، جس میں سرداروں کے علاوہ عوام بھی شریک ہوئے اور طویل بحث و تمحیص کے بعد طے پا گیا کہ بنو ثقیف کو اب اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ (ایضاً) یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی قبولیت اور شہیدِ ثقیف عروہ بن مسعودؓ کی تمناؤں کی تعبیر کا لمحہ آ پہنچا۔

Marfat.com

وفدِ بنوثقیف، مدینہ آمد اور قبولِ اسلام

وفد کی تشکیل

بنوثقیف نے قبائلی جرگے کے بعد اطمینان کا سانس لیا اور بنوثقیف کی ہر شاخ میں سے اہم آدمیوں کو وفد میں شامل کیا گیا۔ مؤرخین میں سے بعض نے ارکانِ وفد کی تعداد چھ اور بعض نے دس لکھی ہے۔ ان سب کا سردار عبد یالیل کو بنایا گیا جو بنو مالک میں سے تھا۔ حضرت عروہ بن مسعودؓ کے قبیلے میں سے الحکم بن عمرو بن وہب اور شرحبیل بن غیلان بن سلمہ وفد میں شامل تھے۔ دیگر ارکانِ وفد میں عثمان بن ابی العاص، سفیان بن عبداللہ، اوس بن عوف اور نُمیر بن خَرشہ شامل تھے۔ یوں جو نام تاریخ میں ہمیں مل سکے، وہ سردارِ وفد سمیت یہی سات ہیں۔ اگر وفد اس سے زاید ارکان پر مشتمل تھا تو باقی نام معلوم نہیں ہو سکے۔ بہر حال یہ بنوثقیف کی تمام شاخوں کا ایک متفقہ، اہم اور باوقار وفد تھا جسے مدینہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۶۳۔ سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۳۹)

وفد کی وادی قناۃ میں آمد

عبد یالیل اپنے وفد کے ساتھ جب نکلا تو اسے ابھی تک یہ خدشات تھے کہ کہیں مدینہ میں عروہ بن مسعود کے قتل پر انھیں ماخوذ نہ کر دیا جائے۔ مسلمانوں کو اس وفد کی آمد کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ مؤرخین کے بقول جب یہ لوگ جبل احد کے قریب وادی قناۃ میں پہنچے تو سب سے پہلے انھیں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے دیکھا جو انھی کے قبیلے سے تھے۔ حضرت مغیرہؓ آنحضورؐ اور دیگر مسلمانوں کے اونٹ چرا رہے تھے۔ یہ صحابہ ذاتی و خاندانی رفعتِ شان کے باوجود اس چراگاہ میں باری باری اونٹ چرانے کی خدمت سرانجام دیا کرتے تھے۔ حضرت مغیرہؓ نے تمام لوگوں کو پہچان لیا۔ انھیں

Marfat.com

یقین ہو گیا کہ یہ لوگ اپنی وفاداری اور قبولِ اسلام کا اعلان کرنے کے لیے آئے ہیں۔ وہ تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف لپکے کہ آنحضورؐ کو جا کر یہ اطلاع دے دیں۔ جب وہ مدینہ میں مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچے تو سب سے پہلے انھیں حضرت ابوبکر صدیقؓ ملے، انھوں نے انھیں تیز رفتاری کے ساتھ آتے دیکھا تو سمجھ گئے کہ مغیرہ کوئی اہم اطلاع لے کر آئے ہیں۔ انھوں نے ان سے پوچھا کہ مغیرہ آپ کوئی خبر لے کر آئے ہیں تو حضرت مغیرہؓ نے انھیں پورے واقعے کی اطلاع دے دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انھیں کہا کہ یہ خبر میں آنحضورؐ کو جا کر دوں گا۔ یارِ غار کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے حضرت مغیرہؓ آنحضورؐ کے دروازے پر کھڑے رہے اور حضرت ابوبکرؓ آنحضورؐ سے اجازت لے کر ان کے پاس حاضر ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضورؐ کو یہ خوش خبری سنا دی اور باہر نکل گئے، اس کے بعد حضرت مغیرہؓ نے بھی آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بنو ثقیف کی آمد کی اطلاع دی۔ حضرت مغیرہؓ بھی بنو ثقیف کی آمد پر بہت خوش تھے مگر آنحضورؐ کی خوشی تو دیدنی تھی۔ [ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ یہ واقعہ بیان کر دیا ہے، وفد کی آمد اور حضرت مغیرہؓ کی اس اطلاع کا تفصیلی تذکرہ سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۴۰۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۶۳-۹۶۵ اور تاریخ طبری ج ۳، ص ۹۸ میں دیکھا جا سکتا ہے۔]

حضرت مغیرہؓ کی اپنے اہل قبیلہ سے ملاقات

آنحضورؐ کو اطلاع دینے کے بعد حضرت مغیرہؓ اپنے اونٹوں کی طرف پلٹے تو دیکھا کہ ان کے قبیلے کے لوگوں نے وادی قناۃ میں خیمے لگائے ہوئے ہیں۔ انھوں نے جا کر ان سے ملاقات کی، انھیں خوش آمدید کہا اور ان کے اونٹوں کو دیگر اونٹوں کے ساتھ باڑے میں لے گئے۔ پھر ان کی آمد کے متعلق استفسار کیا تو انھوں نے اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ بنو ثقیف اسلام قبول کرنے کے لیے آ تو گئے تھے مگر ابھی تک ان میں جاہلیت کا اکھڑ پن اور خاندانی مفاخرت و نخوت کے جراثیم موجود تھے۔ حضرت مغیرہؓ بڑی حکمت کے ساتھ انھیں اسلامی اخلاق و آداب کے بارے میں تاکید کرنے لگے۔ وفد کے لوگوں نے حضرت مغیرہؓ کو بتایا کہ ہم اسلام میں داخل تو

Marfat.com

ہو جائیں گے مگر ہماری کچھ شرائط ہیں، حضرت مغیرہؓ نے انھیں بتایا کہ اسلام میں داخل ہونا بہت خوش آیند ہے مگر شرائط پیش کرنا غلط سوچ کی غمازی کرتا ہے۔ ایک بندہ جب اسلام میں داخل ہوتا ہے تو بلا چوں چرا، اپنے آپ کو اللہ کا تابع اور اسلامی تعلیمات کا مطیع بنانے کا عہد کرتا ہے۔ پھر انھوں نے وفد کو بتایا کہ وہ انھیں اپنے ساتھ لے کر آنحضورؐ کی خدمت میں جائیں گے لہٰذا جب وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں تو سب اسلامی طریقے کے مطابق سلام کہیں۔

رسالت مآب کی مہمان نوازی

حضرت مغیرہؓ ایک صبح بنوثقیف کے وفد کو ساتھ لے کر آنحضورؐ کے درِ اقدس پر حاضر ہوئے تو وفد کے لوگوں نے اسلامی طریقے کے مطابق سلام کہنے کے بجائے جاہلی طریقے کے مطابق ہی صباح الخیر اور عِم صباحا کہا یعنی صبح بخیر اور تم اچھی حالت میں صبح کرو مگر آنحضورؐ نے انھیں کوئی سرزنش نہیں کی۔ بعض ثقہ روایات کے مطابق وفد نے آنحضورؐ سے براہِ راست ملاقات کئی دن بعد کی۔ حضرت مغیرہؓ نے آنحضورؐ کی ہدایت کے مطابق ان لوگوں کے لیے مسجدِ نبوی کے قریب خیمے لگا دیے تھے اور انھیں وہاں تمام سہولیات فراہم کی تھیں۔ ان لوگوں نے اپنے اور آنحضورؐ کے درمیان آپؐ کے صحابی حضرت خالدؓ بن سعید بن عاص بن امیہ کو واسطہ بنایا۔ حضرت خالدؓ بنوامیہ کے خاندان سے تھے اور سابقون الاولون میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اسد الغابہ کے مطابق ابن الاثیر نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت زید بن حارثہؓ کے بعد پانچویں مسلمان تھے۔ ان کی والدہ قبیلہ بنوثقیف سے تھیں۔ یوں بنوثقیف کی ان کے ساتھ خاندانی قرابت اور رشتے داری بھی تھی۔ اس دوران آنحضورؐ ان لوگوں کے لیے صبح و شام حضرت خالد بن سعیدؓ کے ذریعے ان کی قیام گاہ پر کھانا بھیجتے تھے۔ (بعض دیگر مورخین و سیرت نگاروں کے مطابق حضرت ابو ذر غفاریؓ کو پانچویں نمبر پر مسلمان ہونے کا اعزاز حاصل ہے، واللہ اعلم)۔

اسلام میں داخلے کے لیے شرائط

بنوثقیف کا یہ وفد اب بھی اپنے آپ کو مامون نہیں سمجھتا تھا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ جب

Marfat.com

حضرت خالد بن سعیدؓ ان کے لیے کھانا لے کر آتے تو یہ لوگ اس وقت تک کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے جب تک حضرت خالد بن سعیدؓ اس میں سے خود کچھ کھا نہ لیتے۔ حضرت خالد بن سعیدؓ کو اپنے ننھیالی رشتے داروں کی یہ حرکت اگرچہ عجیب لگتی تھی مگر ان کو معلوم تھا کہ جاہلیت کے یہ آثار کچھ عرصے بعد ہی دور ہوں گے، اس لیے انھوں نے کبھی ان کی ان عادتوں کا برا نہ منایا بلکہ مکمل حکمت و پیار کے ساتھ ان کی تربیت و اصلاح کا فرض ادا کرتے رہے۔ حضرت خالد بن سعیدؓ خود بہت تربیت یافتہ اور عظیم مربی تھے۔ ہر جہاد میں آنحضورؐ کے ہم رکاب ہونے کے علاوہ انھیں حبشہ و مدینہ دونوں جانب ہجرت کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ انھیں صاحب ذی ہجرتین کہا جاتا تھا۔

بنوثقیف کے وفد نے حضرت خالدؓ کے ذریعے آنحضورؐ کی خدمت میں پانچ شرائط پیش کیں اور کہا کہ اگر یہ باتیں مان لی جائیں تو وہ اپنی قوم سمیت اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ شرائط مندرجہ ذیل بیان کی گئی ہیں:

۱- انھیں شراب نوشی کی اجازت دی جائے۔

۲- ان کے لیے سود کی حرمت ساقط کر دی جائے۔

۳- انھیں زنا کی سزا سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

۴- ان کے بت لات کو مستقل نہیں تو کم از کم تین سال کے لیے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

۵- نماز کی پابندی ان پر سے ساقط کر دی جائے۔

[حضرت خالد بن سعیدؓ بخوبی جانتے تھے کہ ان کے قرابت داروں کی یہ شرائط اسلامی احکام سے متصادم اور ناقابلِ قبول ہیں مگر وہ چاہتے تھے کہ وفد کی آنحضورؐ سے ملاقات ہو جائے اور وہ خود آپؐ کی زبان سے ان مطالبات کا جواب سن لیں۔]

اسلام میں مداہنت کی گنجائش نہیں

آنحضورؐ کو جب یہ شرائط پہنچائی گئیں تو آپؐ نے ان کو یک سر مسترد کر دیا۔ آپؐ جانتے تھے کہ ان شرائط کو ماننے کے بعد اسلام نہیں، کفر باقی رہ جاتا ہے۔ حضرت مغیرہؓ اس دوران وفد کو بھی سمجھاتے رہے اور آنحضورؐ سے بھی مسلسل رابطے میں رہے۔ وہ آنحضورؐ سے یہی درخواست

Marfat.com

کرتے رہے کہ یارسول اللہ ان سے نرمی برتی جائے۔ ایک بار یہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کی تربیت بھی ہو جائے گی اور یہ غیر اسلامی شعائر بھی ترک کر دیں گے۔ آنحضورؐ حضرت مغیرہؓ کو پیار سے سمجھاتے کہ وہ ان سے ہر ممکن نرمی برتیں گے مگر اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے کسی پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا، نہ ہی مداہنت برتی جا سکتی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد یہ لوگ حضرت مغیرہؓ کے گھر جا کر کھانا کھاتے اور مسجد نبوی کے اندر بھی آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ابھی تک وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جب وہ پہلی مرتبہ مسجد میں آئے تو بعض صحابہ نے عرض کیا: ''یَا رَسُولَ اللّٰہِ یَدْخُلُوْنَ الْمَسْجِدَ وَھُمْ مُشْرِکُوْن'' یعنی اے اللہ کے رسول یہ لوگ مشرک ہیں اور مسجد میں داخل ہو گئے ہیں۔ آپؐ نے جواب دیا: ''اِنَّ الْاَرْضَ لَا یُنَجِّسُھَا شَیْیٌٔ''، یعنی اللہ کی زمین کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۶۴)

دل کی گواہی:

اس دوران یہ لوگ جب بھی مسجد میں آتے، صحابہ کی تلاوت سنتے۔ فرضوں کی نمازوں کے دوران اہل ایمان کی صف بندی اور نماز میں ان کی محویت کا عالم دیکھتے۔ صحابہ کی شب بیداری اور راتوں کو آہ وزاری اور اللہ سے مغفرت کی طلب کے مناظر دیکھتے تو ان کے دل گواہی دیتے کہ یہ سچے اور اللہ والے لوگ ہیں۔ یہی کامیاب وسرخ رو ہو سکتے ہیں۔ علمی و عقلی دلائل و براہین بھی دلوں کا زنگ اتارنے اور دماغوں کے عقدے کھولنے اور اسلام کا راستہ ہموار کرنے میں مفید ہو سکتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا عملی نمونہ ہی کسی شخص کو قبولیتِ حق پر قائل و مائل کر سکتا ہے۔ دنیا میں جب بھی لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے تو ایک بہت بڑی تعداد ان میں سے ان لوگوں پر مشتمل رہی ہے جو اہلِ ایمان کے عملی نمونے سے متاثر ہو کر اسلام کا حصہ بنی ہے۔

وفد کا پہلا مسلمان

ان لوگوں میں سے سب سے پہلے جو شخص مسلمان ہوا، اس کے قبولِ اسلام کا واقعہ بھی بہت عجیب و ایمان افروز ہے۔ قبولِ اسلام سے قبل یہ لوگ جب آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مسجد کی طرف آتے تو عثمان بن ابی العاص کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ جاتے کیونکہ وہ عمر

Marfat.com

میں ان سب سے چھوٹا تھا۔ آنحضورؐ سے ملاقات کے بعد واپس آ کر یہ لوگ سو جاتے تو عثمان آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ اپنے وفد کو بتائے بغیر اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور آنحضورؐ سے درخواست کی تھی کہ اس کے قبولِ اسلام کے بارے میں ابھی وفد کو نہ بتایا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے نمازیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی تعلیمات بھی ذوق وشوق سے حاصل کرنا شروع کر دی تھیں۔ حضرت عثمانؓ کو آنحضورؐ کے بعد سب سے زیادہ جس شخصیت سے محبت تھی وہ حضرت ابوبکرؓ تھے۔ آنحضورؐ نے حضرت ابی بن کعبؓ، جنھیں حافظ قرآن و عالمِ دین ہونے کا شرف حاصل تھا، سے کہا کہ وہ بھی عثمان کی خصوصی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں۔ حضرت ابی نے یہ فرض بخوبی ادا کیا اور حضرت عثمانؓ کو قرآن کی روشنی سے منور کر دیا۔

صلح کیسے ہوسکتی ہے

اس وفد کا قیام کئی دنوں تک مدینہ میں رہا۔ آخر ایک روز عبد یالیل نے آنحضورؐ سے کہا! ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہم سے صلح کر لیں تا کہ ہم اپنے اہل وعیال کے پاس جا کر انھیں صلح کی یہ خوش خبری سنا دیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تم سے ضرور صلح کر لوں گا بشرطیکہ تم اسلام قبول کر لو۔ اگر تم اسلام کو رد کر دو تو پھر میں تمھارے ساتھ کیسے صلح کر لوں؟ اس پر سردارِ وفد نے کہا کہ زنا کے متعلق آپؐ نے سخت احکام دیے ہیں۔ ہماری مشکل یہ ہے کہ ہم اپنے کاروبار اور تجارتی سفر کے دوران اپنے گھروں سے کافی عرصے تک دور رہتے ہیں۔ اس عرصے میں ہمارے لیے زنا کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے نکاح کو حلال کیا ہے اور زنا کو حرام قرار دیا ہے۔ پھر آپؐ نے قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سنائیں:

نکاح کی حلت اور زنا کی حرمت

"جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمھارے قبضہ میں [بطور ملک یمین] آئی ہیں، بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ

Marfat.com

قرینِ صواب ہے۔'' (النساء۴:۳)

آپ نے زنا کے متعلق بھی قرآنی حکم سناتے ہوئے یہ آیت پڑھی: '' زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ۔'' (بنی اسرائیل ۱۷:۳۲)

سودی معیشت اور اسلامی معیشت

عبد یالیل نے سود کے بارے میں سوال کیا اور کہا کہ ہمارے تو کاروبار ہی سود پر چلتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا کہ تمھیں اپنا راس المال حاصل کرنے کا حق ہے مگر سود کو اللہ نے مکمل طور پر حرام قرار دے دیا ہے۔ آپؐ نے قرآن مجید کی آیات پڑھیں: '' مگر جو لوگ سود کھاتے ہیں، ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھوکر باؤلا کر دیا ہو۔ اور اس حالت میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: '' تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے،'' حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ لہٰذا جس شخص کو اُس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آیندہ کے لیے وہ سود خواری سے باز آ جائے، تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا، سو کھا چکا، اُس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے، وہ جہنمی ہے، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔'' (البقرۃ ۲:۲۷۵)

'' اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمھارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے تمھارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اب بھی توبہ کر لو (اور سود چھوڑ دو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حق دار ہو۔ نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ تمھارا قرض دار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو، اور جو صدقہ کر دو، تو یہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔'' (البقرۃ ۲:۲۷۸-۲۸۰)

شراب، ام الخبائث

اس کے بعد عبد یالیل نے شراب کے متعلق یہ کہا کہ وہ تو ہمارے انگوروں سے کشید کیا گیا

Marfat.com

ایک مشروب ہے اور ہماری قوم تو اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ آپؐ جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں تو موسم بھی بہت سرد ہوتا ہے۔ سردی کی اس شدت کو اس مشروب کے بغیر نہ برداشت کیا جا سکتا ہے نہ کم کیا جا سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور اللہ رب العالمین نے جن چیزوں کی حرمت واضح الفاظ میں بیان کی ہے، ان میں خمر بھی ہے۔ پھر آپ نے یہ قرآنی حکم سنایا: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے تمھیں فلاح نصیب ہوگی۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمھارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمھیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟'' (المائدہ ۵: ۹۰-۹۱)

دانش مند کی صائب رائے

اس نشست کے بعد جب عبد یالیل اپنے وفد کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر واپس گیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''وَيْحَكُمْ نَرْجِعُ اِلٰى قَوْمِنَا بِتَحْرِيْمِ هٰذِهِ الْخِصَالِ الثَّلَاثِ، وَاللّٰهِ لَا تَصْبِرُ ثَقِيْفٌ عَنِ الْخَمْرِ وَعَنِ الزِّنَا اَبَدًا'' تمھاری بربادی ہو، جو شرائط ہمارے سامنے پیش کی جا رہی ہیں، ان کو لے کر اپنی قوم کے پاس جائیں گے تو وہ کبھی قبول نہیں کریں گے۔ سود، زنا اور شراب تین چیزیں تو ان کی گھٹی میں پڑی ہیں۔ وہ کبھی شراب اور زنا کو ترک نہیں کریں گے۔

اس موقع پر وفد کے ایک سمجھ دار رکن سفیان بن عبداللہ ثقفی نے کہا: ''اے خدا کے بندے کیا باتیں کر رہے ہو۔ اگر اللہ ہماری قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو وہ ان ساری بری خصلتوں کو چھوڑ دیں گے اور خوب سمجھ لو کہ اسلام کا جھنڈا ہر طرف لہرا رہا ہے۔ اب اس سے بھاگ جانے کا کوئی راستہ نہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ ایک مہینے کے لیے ہمارا محاصرہ کر لیں تو نہ ہمارے ہتھیار ہمارے کام آئیں گے نہ ہمارے قلعے میں ہمیں امن نصیب ہوگا۔ اس صورت میں ہم بھوکے اور رسوا ہو کر مر جائیں گے۔''

Marfat.com

احکام اسلام کی پیروی

سفیان بن عبداللہ واقفی ایک سمجھدار انسان تھے۔ وہ دورِ جاہلیت میں بھی اپنی دانش مندی، میانہ روی اور خوش اخلاقی کی وجہ سے ممتاز تھے اور اسلام میں داخل ہوئے تو بھی بہت اخلاص و احتساب کے ساتھ نیکی پر کاربند رہے۔ پس یہ باتیں سن کر وفد کے باقی لوگوں نے بھی ان کی تائید کی اور اس کے بعد ان لوگوں نے آنحضورؐ کے پاس حاضری دی اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر کلمۂ شہادت پڑھا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی سردار وفد نے یہ کہا کہ یارسول اللہ ہمارے قبیلے میں بہت سے لوگ اجڈ اور بے وقوف ہیں۔ ہم اسلام کے تمام احکام پر عمل کریں گے مگر ہمارے اندر ہمت نہیں کہ ہم لات کے بت کو توڑ سکیں۔ آپؐ نے فرمایا تم اس کی فکر نہ کرو۔ ہم خود اسے توڑنے کا کام کرلیں گے۔ ان لوگوں نے قبولِ اسلام کے بعد یہیں آنحضورؐ کے ساتھ نمازیں بھی پڑھیں اور روزے بھی رکھے کیونکہ یہ ماہِ رمضان تھا۔ آنحضورؐ کے حکم سے حضرت بلالؓ ان کے لیے سحری و افطاری کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ یوں بنوثقیف کے اس وفد کا ہر رکن اسلامی احکام و عبادات پر عمل پیرا ہو گیا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۳۹-۵۴۱۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۶۲-۹۶۸۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۹۷-۹۹۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۱، ص ۹۱۹-۹۲۱۔)

……❀❀❀……

Marfat.com

وفدِ بنوثقیف کی واپسی

اسلام کایا پلٹ دیتا ہے

بنوثقیف کا وفد جب اسلام کی بنیادی تعلیمات کو سمجھ چکا تو آنحضورؐ سے انھوں نے واپسی کی اجازت طلب کی۔ آپ نے انھیں اجازت دیتے ہوئے فرمایا ٹھیک ہے، واپس اپنے قبیلے کی طرف جاؤ اور انھیں اسلام کی دعوت دو۔ روانگی کے وقت سردارِ وفد عبدیالیل نے پھر ایک بار اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہماری مہم بڑی کٹھن ہے۔ تم جانتے ہو کہ بنوثقیف شراب اور زنا سے باز نہیں آئیں گے۔ اس پر پھر ایک بار حضرت سفیان بن عبداللہؓ نے سخت الفاظ میں اسے ٹوکا اور کہا کہ اسلام جب کسی کے دل میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کی مکمل کایا پلٹ ہو جاتی ہے۔ جو لوگ آنحضورؐ کے ساتھ ہیں اور ان تمام برائیوں سے تائب ہوئے ہیں، آخر وہ بھی تو پہلے ان سب کے عادی تھے۔ وفد کی روانگی سے قبل سردارِ وفد کی درخواست پر نبی اکرمؐ نے انھیں صلح کی ایک دستاویز لکھوا دی۔ اس دستاویز کو حضرت خالد بن سعیدؓ نے نقل کیا۔ (مغازی للواقدی ج ۳،ص ۹۶۷)

حضورؐ کی جامع نصیحت

وفد کے ایک رکن حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ کا تذکرہ اوپر بھی ہوا ہے، وہ بڑے پائے کے صحابی تھے۔ انھوں نے نبی اکرمؐ سے طائف کی طرف واپسی کے وقت ایک سوال کیا۔ انھوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمایئے کہ اس کے بعد پھر مجھے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ'' یعنی تو اعلان کر کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر [اپنے ایمان پر] استقامت سے ڈٹ جا۔ (مسلم، کتاب الایمان باب جامع اوصاف الاسلام، حدیث ۵۵)

Marfat.com

امیر کا تقرر اور معیار امارت

اس وفد کی روانگی کے وقت یہ سوال بھی سامنے آیا کہ اب بنوثقیف کا امیر کون ہوگا۔ انھوں نے آنحضورؐ سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تمھارے لیے عثمان بن ابی العاصؓ کو امیر مقرر کرتا ہوں۔ چونکہ حضرت عثمانؓ عمر میں سب سے چھوٹے تھے، اس لیے وفد کے لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا مگر کم سن ہونے کے باوجود حضرت عثمانؓ کی سنجیدگی، دانش مندی، ایثار و قربانی اور خاندانی وجاہت سب کے نزدیک مسلّمہ تھی۔ ساتھ ہی اسلام قبول کرنے کے بعد اب ان لوگوں کو شعور حاصل ہوگیا تھا کہ اللہ کے نبیؐ کا فیصلہ ہی صائب ہوتا ہے اور اسے اللہ کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ قرآن کو جاننے والا عثمانؓ بن ابی العاص ہے اور تم سب سے پہلے اس نے اسلام قبول کیا ہے۔ تمھارا امیر تمھارے درمیان تمام معاملات میں فیصلے کیا کرے گا۔ انتظامی امور میں بھی یہی مرجع ہوگا اور دینی معاملات بھی اسی کے ذریعے انجام پائیں گے۔ تمھاری نمازوں میں وہی تمھارا امام بھی ہوگا۔ (البدایة و النہایة مجموعہ ج ۳-۴، ص ۹۲۰)

فُسّاق و فُجّار کی امامت کیوں؟

اسلام میں تو قیادت کو کہا ہی امامت گیا ہے۔ نمازوں کی امامت اسی طرح قائدِ قوم کی ذمہ داری ہے جس طرح دیگر معاملات میں رہنمائی اس کا فریضہ ہے۔ زوالِ امت نے یہ سارا تصور ہی ختم کر دیا اور امامت محض نمازوں تک محدود ہوگئی جبکہ دنیوی اور عملی زندگی کے معاملات ان عناصر کے ہاتھ میں آگئے جو امامتِ صلوٰۃ تو کیا ادائے نماز تک کے روادار نہیں۔ مسجد کا امام بے چارا محض نام کا امام رہ گیا اور اصل امامت فساق و فجار کا حق قرار پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اس صورت حال کو بدلنا دینی فرض اور جہاد کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔

امیر کے نام اہم وصیت

روانگی کے وقت امیر ثقیف حضرت عثمانؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا: ''یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجیے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''ایسے آدمی کو مؤذن مقرر کرنا جو اذان پڑھنے کا معاوضہ نہ لیتا ہو اور جب تو نمازوں میں امامت کرائے تو نمازیوں میں سے سب سے زیادہ کمزور اور ضعیف

Marfat.com

لوگوں کا لحاظ رکھنا [یعنی بہت زیادہ طویل نمازیں نہ پڑھانا]۔ جب تو اپنی انفرادی نماز پڑھے تو تیرا اور اللہ کا معاملہ ہے، اسے جتنی طوالت دے سکے دے لے۔" حضرت عثمانؓ نے خود بیان کیا ہے کہ آنحضورؐ نے مجھے رخصت کرتے وقت بڑی جامع نصیحت فرمائی جو میں نے پلے باندھ لی۔ آپؐ نے فرمایا: "اے عثمان نماز میں اختصار کا اہتمام کرنا۔ بلاشبہ نمازیوں میں چھوٹے بچے، عمر رسیدہ بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔ نمازیوں میں سے سب سے زیادہ کمزور آدمی کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز پڑھانا۔" (البدایۃ و النہایۃ مجموعہ ج ۳-۴، ص ۹۲۰-۹۲۱۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۶۸-۹۶۹)

وفد کے لیے ایک رخصت

وفد کو رخصت کرنے کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی آنحضورؐ کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا: "یارسول اللہ [جسے آپؐ نے امیر مقرر کیا ہے] میں نے اس نوجوان سے زیادہ اسلام کو سمجھنے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق رکھنے والا کوئی نوجوان کبھی نہیں دیکھا۔" بنوثقیف کا وفد جب واپس جانے لگا تو عبد یالیل نے آنحضورؐ سے عرض کیا: "یارسول اللہ اسلام ہمارے دلوں میں داخل ہو چکا ہے۔ ہم ان شاء اللہ اپنی قوم کو بھی اسلام کی طرف دعوت دیں گے لیکن ابھی تک چونکہ ان کے اندر جہالت اور عصبیت پوری شدت کے ساتھ موجود ہے، اس لیے ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم آغاز میں اپنے اسلام کا اعلان کرنے کے بجائے کچھ باتوں کو چھپا کر حکمت و تدریج کے ساتھ بنوثقیف کو اس راستے پر لائیں۔" آپؐ نے انھیں اجازت دے دی۔ جب یہ لوگ واپس پہنچے تو انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے آ رہے ہیں جو بڑا جابر، سخت مزاج اور غصیلا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ اس کی تلوار میں آج بڑی قوت ہے اور جو بھی اس کے سامنے آیا ہے، اس نے اسے مفتوح و مغلوب کر لیا ہے۔ عرب کے سب لوگ چار و ناچار اس کے مطیع ہو گئے ہیں اور شام و روم کے رہنے والے بھی اب اس سے خوف زدہ ہیں اور ہم نے دیکھا کہ کچھ لوگ تو وہ ہیں جنھوں نے اس کا دین پوری رغبت اور شوق کے ساتھ قبول کیا ہے اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اس سے خوف زدہ ہو کر اور اپنی جان بچانے کی خاطر اس کے دین میں داخل ہوئے ہیں۔ اس نے زنا، شراب اور سود جیسی چیزیں حرام کر دی ہیں اور ساتھ ہی یہ کہا ہے

Marfat.com

کہ ہم اپنے بت لات کو توڑ دیں۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۶۹-۹۷۰)

اللہ نے دلوں میں رعب ڈال دیا

وفد کا پیغام سننے کے بعد بنو ثقیف یک زبان بول اٹھے کہ ہم کبھی یہ باتیں قبول نہیں کریں گے۔ ارکانِ وفد نے انھیں کہا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہتھیار تیار کرلو اور اپنے قلعے کو مضبوط بناؤ۔ قلعے کی فصیلوں پر سنگ باری کرنے کے لیے منجنیقیں لگا دو اور شہر سے باہر خندقیں کھود لو اور یہ کام جلدی کرو کیونکہ اس کی فوجیں کسی وقت بھی آسکتی ہیں۔ پہلے تو سب لوگ ان امور کے لیے تیار ہو گئے مگر ایک دو دنوں میں انھیں احساس ہوا کہ ان مجوزہ کاموں میں سے کوئی کام بھی ان کے بس میں نہیں۔ اب خوف کی کیفیت بنو ثقیف کے ہر فرد پر طاری ہو گئی۔ اللہ کی طرف سے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا گیا۔ تمام لوگ وفد سے کہنے لگے کہ واپس جاؤ اور جو شرائط بھی وہ پیش کرے، انھیں قبول کر کے صلح کرلو۔ وفد کے ارکان نے دیکھا کہ اب لوگ اپنی جاہلی ضد چھوڑ کر مائل بہ اطاعت ہیں تو انھوں نے کہا کہ جب ہمارے سامنے اس نے شرائط پیش کی تھیں تو ہم نے انھیں قبول کرلیا تھا اور آپ لوگوں کی رضا مندی ہمیں مطلوب تھی۔ ہم نے ساری شرائط قبول کیں مگر جب ہمیں کہا گیا کہ لات کے بت کو توڑ دو تو ہم نے معذرت کر دی اور کہا کہ ہمارے اندر تو اتنی ہمت نہیں۔ اس پر شاہ مدینہ نے ہمیں بتایا کہ وہ خود یہ کام کرلے گا۔ (ایضاً)

ایک بوڑھے کی بڑ

باقی سب لوگ تو خاموش رہے اور اسلام قبول کرنے پر راضی ہو گئے مگر ایک بہت بوڑھا شخص جو ابھی اپنے شرک پر قائم اور لات کی عظمت کا قائل تھا، کہنے لگا: ''خدا کی قسم میں تو اس وقت تک اسے نہیں مان سکتا جب تک وہ لات کو توڑ کر نہ دکھا دے۔ لات کے بارے میں تو اگر کوئی بری سوچ بھی سوچے تو وہ اسے تباہ کر دیتا ہے۔ اب میں دیکھوں گا کہ اگر وہ سچا ہے تو لات کی پکڑ سے بچ جائے گا اور اگر جھوٹا ہے تو لات اس کا کام تمام کر دے گا۔ ہم لوگ بھی اس کی اطاعت سے محفوظ ہو جائیں گے۔'' باقی لوگ تو خاموش رہے مگر امیر ثقیف حضرت عثمانؓ کے کاندھوں پر تو اسلام کی نمایندگی اور اس کا دفاع کرنے کی نازک ذمہ داری تھی۔ انھوں نے اس صورت حال کو بڑی

Marfat.com

جرأت و دانش مندی سے کنٹرول کیا۔ مفسر قرآن اور مورخ اسلام حضرت امام ابن کثیرؒ نے ان سارے واقعات کو خوب صورت انداز میں محفوظ فرمایا ہے۔

امیر ثقیف کا پرمغز خطاب

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے فرمایا: ''بڑے میاں تیرے نفس نے تجھے بہت دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ تو نے جو کچھ سوچا، وہ غلط ہے۔ لات کیا چیز ہے؟ پتھر کے اس بت کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ کون اس کا پجاری ہے اور کون نہیں؟ اور کیا تم جانتے نہیں کہ عزّیٰ کے بارے میں بھی ایسے ہی عقاید دلوں میں راسخ تھے لیکن خالد بن ولیدؓ نے اسے ملیامیٹ کر کے رکھ دیا اور وہ کچھ نہ کر سکا اور ایک بت کا کیا ھبل، منات، سواع اور اساف سب کو ایک ایک فرد نے زمین بوس کر دیا اور وہ کچھ نہ کر سکے۔''

بوڑھے نے حضرت عثمانؓ کی بات کاٹتے ہوئے کہا: ''اے نوجوان جن بتوں کا تو نے ذکر کیا، ان کو لات سے کیا نسبت۔ لات بہت بڑی چیز ہے۔'' حضرت عثمانؓ نے کہا: ''اچھا کچھ دیر انتظار کرو، بہت جلد حقیقت سب کے سامنے کھل جائے گی۔ یوں بنوثقیف اسلام میں داخل ہو گئے جو ابھی تک ریب و تشکیک میں مبتلا تھے وہ بھی اندر سے ہل گئے اور سنجیدگی سے سوچنے لگے کہ اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بت بھلا کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بنوثقیف کو ان کے امیر نے اسلام کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لیے درس و تدریس کا کام بھی شروع کر دیا اور توحید پر ان کے عقیدے کو مستحکم کرنے کے لیے وعظ و نصیحت کی مجالس بھی قائم کر دیں۔ (امام ابن کثیر، البدایۃ و النہایۃ مجموعہ ج ۳-۴، ص ۹۲۰-۹۲۱۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۶۹-۹۷۰)

...... ✿ ✿ ✿ ......

Marfat.com

لات کا انجام

بت شکنی کا اعزاز

لات کا بت مدتوں سے پوجا جاتا رہا تھا۔ حضورؐ اس کے انہدام کا فیصلہ فرما چکے تھے۔ اب لات کو توڑنے کا کام باقی تھا جس کا بڑی شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔ بنوثقیف کے وفد کو حکمت کے ساتھ آنحضورؐ نے بتا دیا تھا کہ اگر وہ لات کو نہیں توڑ سکتے تو کوئی بات نہیں، ہم خود بت شکنی کا اہتمام کرلیں گے۔ آپؐ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ اور حضرت ابوسفیان بن حربؓ قریشی کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور جا کر یہ فریضہ ادا کریں۔ حضرت مغیرہؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا: ''یارسول اللہ یہ میرے قبیلے کا بت ہے، میں تنہا ہی اسے توڑنا چاہتا ہوں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے مگر ابوسفیان تمھارے ساتھ ہوگا۔'' بنوثقیف کے دونوں نوجوان صحابہ جو حضرت عروہؓ کی شہادت کے بعد مدینہ آئے تھے یعنی ابوملیح بن عروہ بن مسعودؓ اور ان کے چچا زاد حضرت قارب بن اسود بن مسعودؓ نے بھی آنحضورؐ سے عرض کیا: ''یارسول اللہ ہمیں بھی اس کارِ خیر میں شرکت کی اجازت دیجیے۔'' آپؐ نے انھیں بھی اجازت دے دی۔ خدا کی قدرت دیکھیے کہ جو لوگ کل تک بت پرست تھے، آج اللہ نے انھیں بت شکن ہونے کا اعزاز وشرف عطا فرما دیا تھا۔

صلہ رحمی

حضرت ابوملیح اور حضرت قاربؓ دونوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ہمارے والد دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کے ذمے قرض تھا، ہمیں یقین ہے کہ لات کے معبد میں بہت سے زیورات اور سونا ہے۔ ہم اس سے کچھ نہیں لینا چاہتے لیکن اگر آپؐ ان زیورات سے ہمارے آبا کا قرض ادا فرما دیں تو یہ بڑا احسان ہوگا۔'' حضرت قارب نے تو آنحضورؐ سے یہ بھی عرض کیا تھا: ''یارسول اللہ حضرت عروہؓ تو مسلمان ہو کر شہید ہوئے مگر میرا والد حالت کفر میں مقروض مر گیا۔ اگرچہ وہ ایمان

Marfat.com

سے محروم رہا مگر مجھے تو حق ولدیت اور صلہ رحمی کا احترام کرنا ہے۔ یہ قرض میرے ذمے ہے اور مجھ ہی سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''میں صلہ رحمی کروں گا اور پھر حکم دیا کہ عروہ اور اسود کا قرض لات کے خزانے سے ادا کر دیا جائے۔'' چنانچہ اس پر عمل ہوا۔

کارِ خیر

حضرت مغیرہؓ اور ابوسفیانؓ دیگر ساتھیوں کے ساتھ بت توڑنے کے لیے بنوثقیف کے پاس پہنچے تو حضرت مغیرہؓ نے حضرت ابوسفیانؓ سے کہا کہ کیا آپ یہ کارِ خیر سرانجام دیں گے تو انھوں نے کہا: ''بہتر ہے کہ آپ ہی اپنی قوم کے مقابلے میں آگے بڑھ کر یہ کارنامہ سرانجام دیں۔'' حضرت مغیرہؓ کے ساتھ کچھ اور صحابہ بھی تھے۔ یہ لوگ عشاء کے قریب طائف پہنچے۔ رات وہاں قیام کیا اور لوگوں کو بتایا کہ صبح یہ کٹھن مرحلہ طے ہونے والا ہے۔ فجر کی نماز کے بعد جب سورج خوب نکل آیا تو حضرت مغیرہؓ اپنے پندرہ ساتھیوں کو لے کر لات کی طرف بڑھے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج میں تمھیں بہت ہنساؤں گا۔ ان کے ساتھی اس وقت نہ سمجھ سکے کہ وہ کیسے ہنسائیں گے مگر اس عمل کے دوران انھوں نے اس کا خوب اہتمام کیا۔

جھوٹی امیدیں

حضرت مغیرہؓ اور حضرت عروہ بن مسعودؓ کے خاندان بنومعتب کے لوگوں نے سوچا کہ اس سے قبل ان کا ایک نہایت قیمتی ہیرا عروہ بن مسعود ان سے چھن گیا تھا، اب عروہ کا بھتیجا مغیرہ جو کام کرنے چلا ہے، اس کے نتیجے میں وہ بھی لات کے اندھے عقیدت مندوں کے ہاتھوں کہیں جان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے تو وہ بھی اپنے اسلحے سمیت تیار ہو کر نکل آئے۔ حضرت مغیرہؓ ایک کدال لے کر آگے بڑھے اور لات کے کندھوں پر جا چڑھے۔ اب عجیب منظر تھا۔ بنوثقیف کے مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے سب لات کے مندر کے سامنے کھڑے تھے۔ مشرک عورتیں یہ منظر دیکھ کر بین اور سینہ کوبی کرنے لگیں۔ بہت سے لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے کہ نہ جانے اب کیا قیامت آ جائے۔ ہو سکتا ہے زمین پھٹ جائے اس لیے کچھ لوگ فاصلے پر چلے گئے۔ حضرت مغیرہؓ بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنے قبیلے کی عادات اور رسومات و خصائل سے بھی اچھی طرح

Marfat.com

واقف تھے، وہ پوری طرح سمجھ رہے تھے کہ کیا چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ حضرت مغیرہؓ نے بت کے سر پر پہلی ضرب لگائی اور لوگوں کو جھوٹ موٹ تاثر دیا کہ جیسے بے ہوش ہو گئے ہیں اور پھر نیچے گر پڑے۔ وہ زمین پر جامد و ساکت پڑے تھے کہ کئی بت پرستوں کو یوں لگا جیسے ان کی امیدیں بر آئی ہیں۔ اس لمحے مجمع سے بہت سی آوازیں آئیں: ''اب پتہ چلا لات کی کتنی قوت ہے، اسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ تمھارا خیال تھا کہ لات بے بس ہے، نہیں خدا کی قسم وہ طاقت ور ہے اور اپنی حفاظت کر سکتا ہے۔''

احمق ہونے کا طعنہ

حضرت مغیرہؓ ان لوگوں کی باتیں سن رہے تھے اور زیر لب مسکرا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اٹھے، پہلے زمین پر بیٹھے اور پھر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ اب انھوں نے پوری قوت سے اپنے بازو لہراتے ہوئے کہا: ''اے بنو ثقیف کے لوگو تمام قبائل ہمیں طعنہ دیا کرتے تھے کہ ہم سے زیادہ کوئی احمق نہیں۔ ہم اس بات کا برا منایا کرتے تھے اور ایسے لوگوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے بے تاب ہو جاتے تھے مگر آج تم نے ثابت کر دیا کہ وہ سچ کہتے تھے۔ تمھاری تباہی ہو یہ لات وعزیٰ اور منات و دیویاں کیا چیز ہیں۔ یہ زمین پر پڑے ہوئے کسی بھی پتھر کی طرح محض پتھر ہیں۔ نہ ان میں جان ہے نہ ان میں کوئی شعور۔ کیا لات کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ کیا اس کے ہاتھ میں کسی کے لیے نفع وضرر ہے۔''

سر سے پاؤں تک تباہی

حضرت مغیرہؓ کے ساتھی تو پہلے ہی سمجھ رہے تھے کہ انھیں لات نے نہیں گرایا، وہ خود گرے ہیں۔ چنانچہ اس موقع پر وہ ہنستے مسکراتے رہے۔ اب حضرت مغیرہؓ نے کہا: ''لوگو دیکھو اس جھوٹے خدا کا کیا انجام ہوتا ہے۔'' پھر اس پر ایسی ضربیں لگائیں کہ اس کا تیا پانچہ کر دیا۔ آخری لمحات میں کئی اور لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ بت کا مجاور عتاب بن مالک کہنے لگا کہ ابھی تو لات کی بنیادیں قائم ہیں۔ دیکھنا جب اس کی بنیادوں تک پہنچیں گے تو پھر یہ غصے میں آئے گا۔ حضرت مغیرہؓ نے یہ بات سنی تو لوگوں سے کہا: ''آپ پیچھے ہٹیں میں خود اس کی بنیادیں کھودتا ہوں۔

Marfat.com

حضرت مغیرہؓ نے بت کو نیچے تک کھود ڈالا۔ اس کے نیچے سے بہت بڑا خزانہ برآمد ہوا۔ بعض بوڑھی عورتیں روتی ہوئی اور بین کرتی ہوئی بنو ثقیف کو کوسنے لگیں کہ ان کے ہتھیار کند ہو گئے اور مردانگی ختم ہو گئی مگر ان عورتوں کی یہ باتیں بھی بوڑھے ثقفی کی طرح دیوانے کی بڑ تھیں۔ (ہم نے اختصار کے ساتھ یہ واقعہ اور اس کا خلاصہ نقل کر دیا ہے، لات کے انجام کی پوری تفصیلات البدایة و النهایة مجموعہ ج ۳-۴، ص ۹۲۰-۹۲۱ پر دیکھی جا سکتی ہیں)

خزانے کا مصرف

چشمِ فلک نے دیکھا کہ اس وادیِ پُر خار میں توحید کا پرچم قائم ہو گیا ہے اور شرک کا سفینہ ڈوب گیا ہے۔ صحابہ نے لات سے برآمد ہونے والا خزانہ بحفاظت آنحضورؐ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ نبی اکرمؐ نے سب سے پہلے اپنے وعدے کے مطابق اس میں سے اپنے دونوں صحابہ حضرت ابوملیحؓ اور حضرت قاربؓ کے والدین کا قرض ادا کیا۔ پھر کچھ اور مستحقین کو بھی اس میں سے کچھ حصہ دیا۔ اس کے بعد جو کچھ باقی بچا، اسے اسلامی حکومت کے دفاع کے لیے ہتھیار خریدنے میں استعمال کیا۔ (البدایة و النهایة مجموعہ ج ۳-۴، ص ۹۲۱)

لات کے انہدام کے بعد بنو ثقیف کے جاہلی عقائد کا خاتمہ اور اسلام کی حقانیت ثابت ہو گئی۔ لات سے ملنے والی دولت سے بڑے مفید کام سرانجام پا گئے۔ دو مخلص صحابہ کے والدین کا قرض ادا ہوا، کئی محتاجوں کی مدد ہو گئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگلے مراحل میں قیصرِ روم سے جو مقابلہ درپیش تھا، اس کے لیے کسی حد تک اسلحے کی فراہمی بھی ممکن ہو گئی۔ یوں لات کی تباہی اور حضرت مغیرہؓ کی بہادری نے اہلِ اسلام کے لیے روحانی تسکین کے ساتھ مادی فراغت کا بھی اہتمام کر دیا۔

Marfat.com

بنوثقیف کے لیے آنحضورؐ کا وثیقہ

خوں ریزی سے حفاظت

بنوثقیف کے اسلام میں داخل ہو جانے پر آنحضورؐ اور آپؐ کے صحابہ بہت خوش تھے۔ وہ بستی اور سرزمین جو چند سال قبل اس بات کی بھی روادار نہ تھی کہ اللہ کے رسول کے مبارک قدم اس پر پڑیں، وہ آج بکمال وتمام اسلام کی مطیع فرمان ہو چکی تھی۔ اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ کی رسالت کی صدائیں ہر وادی وگھاٹی اور ہر کوچہ وبازار سے بلند ہو رہی تھیں۔ بنوثقیف کی خوش قسمتی تھی کہ وہ بہت بڑی خوں ریزی سے بچ گئے اور پرامن طریقے سے اسلام کی برکات سے مالا مال ہوئے۔ کئی سیرت نگار اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ طائف بھی خیبر اور دیگر مضبوط قلعوں کی طرح ناقابلِ شکست نہ تھا۔ اگر نبی اکرمؐ محاصرہ جاری رکھتے تو یہ معرکہ ضرور سر ہو جاتا۔ ہماری رائے میں یقیناً یہ تجزیہ درست ہے اور بنوثقیف کے مخلص صحابہ نے بھی اپنی قوم کے سامنے اس کا برملا اعلان فرمایا تھا۔ ریاست مدینہ کے لیے بزورِ شمشیر طائف کو فتح کرنا ہرگز ناممکن نہ تھا، مگر نہیں معلوم کہ اس میں بنوثقیف کی کتنی خوں ریزی ہو جاتی۔ اللہ کی مشیت نے ان لوگوں کو بچا لیا۔ نبی اکرمؐ نے ثقفی وفد کو اکرام واعزاز کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ پھر جب لات کو توڑا جا چکا تو اس موقع پر بنوثقیف کے لیے آپؐ نے ایک وثیقہ لکھوایا، جو ان کے امیر حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کی طرف بھیجا گیا۔ اس کا مضمون جو مورخین نے بیان کیا ہے، درج ذیل ہے:

سرزمینِ طائف کا اعزاز واکرام

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تحریر اللہ کے رسول محمدؐ کی جانب سے اہل طائف کے مومنین کے نام ہے۔ طائف کی سرزمین کو محفوظ بنا دیا گیا ہے۔ یہاں کے جانوروں کو شکار نہیں کیا جائے گا۔ یہاں کے بڑے

Marfat.com

بڑے درختوں کو [بلا اذن] نہیں کاٹا جائے گا اور جو اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا، اسے سزا دی جائے گی اور کوڑے مارے جائیں گے۔ اگر کوئی شخص اس پر اصرار کرے گا تو اسے پکڑ کر آنحضورؐ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا جائے گا۔ ان احکام کی خلاف ورزی کرنے والا ظالم ہوگا جو اپنے آپ پر ظلم ڈھائے گا۔'' (البدایۃ و النہایۃ مجموعہ ج ۳-۴، ص ۹۲۲)

اس تحریر کا ایک ایک لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہی حقیقی معنوں میں محسنِ انسانیت ہیں۔ آپؐ معاف کرنے ہی کی اعلیٰ مثال نہیں بلکہ انعامات واکرام سے مخالفین کو مالا مال کر دینے کا بھی عظیم ترین اور بے نظیر نمونہ ہیں۔

......❀❀❀......

Marfat.com

باب چہارم

وصولیٔ زکوٰۃ اور چند سرایا

Marfat.com

سریہ بنو تمیم

(صفر ۹ ھ)

مکہ سے مدینہ واپسی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محاصرۂ طائف اٹھا لینے کے بعد کچھ دن الجعرّانہ میں مقیم رہے۔ پھر آپؐ نے واپس مدینہ جانے کا فیصلہ کیا۔ واقدی نے محمد بن عبداللہ بن مسلم کی روایت امام زہری کے حوالے سے نقل کی ہے کہ دو صحابہ حضرت عبداللہ بن یزیدؓ اور حضرت سعید بن عمروؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ اور غزوات حنین و طائف کے بعد جمعے کے دن مدینہ واپس پہنچے۔ ذیقعدہ کے تین دن باقی تھے۔ یہ تین دن اور ذوالحجہ کا مہینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں گزارا۔ جب ماہِ محرم کا چاند نظر آیا تو آپؐ نے مختلف قبائل کی طرف صحابہ کرام کو زکوٰۃ و صدقات جمع کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ اب جزیرہ نمائے عرب میں اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی اور اسلامی شریعت کے تمام احکام پر عمل کرنا ممکن بھی ہو گیا تھا اور اس کا اہتمام بھی فرض تھا۔ آپؐ نے عاملین زکوٰۃ کو ہدایت فرمائی کہ وہ وصولی زکوٰۃ کے دوران مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھیں:

(۱) نرمی و ملائمت سے لوگوں کی تعلیم و تذکیر کا اہتمام کرنا۔

(۲) درمیانے یا اوسط درجے کا مال وصول کرنا، نہ اعلیٰ مال چھانٹ کر لینا، نہ ردی اور از کار رفتہ مال وصول کرنا۔

(۳) دی گئی ہدایات کے مطابق نصاب کا خیال رکھنا اور مالِ زکوٰۃ اس کی روشنی میں وصول کرنا۔

Marfat.com

عاملین زکوٰۃ کا تقرر اور روانگی

آپؐ نے اس اہم ذمہ داری کے لیے صحابہؓ کی ایک فہرست بنائی اور ہر صحابی کو مخصوص علاقے اور قبیلے سے زکوٰۃ وصول کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ مورخین کے مطابق جن قبائل کی طرف نمائندے بھیجے گئے تھے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) قبیلہ بنو اسلم اور بنو غفار سے صدقات جمع کرنے کے لیے حضرت بریدہ بن الحصیبؓ کو مقرر کیا گیا۔ ان کے ساتھ آپؐ نے حضرت کعب بن مالکؓ کو بھی ان کی معاونت کے لیے متعین فرمادیا۔

(۲) انصاری صحابی حضرت عباد بن بشر الاشہلیؓ کو دو قبائل بنو سُلَیم اور بنو مُزَینہ کی طرف بھیجا گیا۔

(۳) مشہور صحرائی قبیلے بنو جُہَینہ کی طرف نبی رحمتؐ نے حضرت رافع بن مَکِیثؓ کو روانہ فرمایا۔

(۴) قبیلہ بنو فزارہ کے لیے حضرت عمرو بن العاصؓ عامل زکوٰۃ مقرر ہوئے۔

(۵) بنو کلاب کی جانب اسی قبیلے کے فرزند حضرت ضحاک بن سفیان کلابیؓ کو بھیجا گیا۔

(٦) بنو کعب کی طرف بھی اسی قبیلے کے سپوت حضرت بسر بن سفیان الکعبیؓ کو روانہ کیا گیا۔

(۷) بنو ذبیان کی طرف حضرت ابن اللتبیہؓ کو بھیجا گیا تھا۔

(۸) ان قبائل علاوہ، بنو جُہَیم اور بنو عمرو ابن جندب جو بنو تمیم کی شاخیں تھیں، کی جانب نُعَیم بن عبداللہ کو بھیجا گیا تھا جو بنو عدی میں سے تھے۔

باقی عاملین زکوٰۃ تو کامیابی سے اپنے مشن مکمل کرکے مدینہ واپس آئے مگر حضرت نُعَیم اور ان کے دو معاونین کو زکوٰۃ حاصل کیے بغیر واپس لوٹنا پڑا۔ مورخین کے مطابق یہ صحابہؓ جب ان قبائل کے پاس پہنچے اور انھیں اپنی آمد کا مقصد بتایا اور کہا کہ تم اپنے مویشی جمع کرو تاکہ ان کا حساب لگا کر ان میں سے زکوٰۃ کا مال نکالا جائے تو ان لوگوں نے اس بات پر تعجب اور ناگواری کا اظہار کیا۔ ان کے قریب دوسرا قبیلہ بنو خزاعہ بھی سکونت پذیر تھا۔ انھیں بھی یہ پیغام دیا گیا تو بنو خزاعہ نے بڑی خوش دلی کے ساتھ اپنے مویشیوں کی زکوٰۃ ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ بنو تمیم کے

Marfat.com

لوگوں نے بنوخزاعہ کو بھی ملامت کی کہ وہ ناحق اپنا مال کیوں دے رہے ہیں۔ ان کے بعض سرداروں نے کہا کہ تم باطل طریقے سے اپنے مال اُن لوگوں کو دینے پر رضامند ہو گئے ہو، ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ بنوخزاعہ کے لوگوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم نے بخوشی دین اسلام قبول کیا ہے اور ہمارے مال مویشی میں یہ زکوٰۃ دینی فریضہ ہے۔ ہم بخوشی اس کی ادائیگی کر رہے ہیں۔

بنوتمیم کا انکارِ زکوٰۃ

بنوتمیم بھی اگرچہ اسلام میں داخل ہونے کا دعویٰ کرتے تھے مگر وہ اس اہم اسلامی حکم کو ہضم نہ کر سکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمایندوں نے یہ صورت حال دیکھی اور بنوتمیم کے تیور بھی بگڑتے ہوئے پائے تو وہ خوف زدہ ہو گئے۔ بنوتمیم نے اپنے مویشی ایک جانب ہانک کر اکٹھے کر لیے اور اُن کے تمام نوجوان اسلحہ بند ہو کر میدان میں نکل آئے۔ پھر ان کے سرداروں نے اعلان کیا کہ بخدا ہمارے جانوروں میں سے ایک کان بھی کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ اس دوران انھوں نے بنوخزاعہ کے لوگوں کو بھی زکوٰۃ دینے سے زبردستی روک دیا۔ بنوخزاعہ کے لوگوں نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے خون ریزی سے بچنے کی خاطر خاموشی اختیار کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمایندے حضرت نُعَیم اور ان کے دونوں ساتھی بھی ان کا پیش کردہ مال لیے بغیر واپس چلے گئے تھے کیونکہ اس بات کا خطرہ تھا کہ بنوخزاعہ کا مال وصول کرنے پر بھی بنوتمیم حملہ کر سکتے تھے۔

عاملِ زکوٰۃ کی دربارِ رسالت میں رپورٹ

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمایندے واپس آئے تو انھوں نے آپؐ سے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنوتمیم نے بڑی رعونت اور ہٹ دھرمی کا رویہ اختیار کیا ہے۔ اُن کے نوجوانوں نے اسلحہ تان لیا تھا۔ ان کے ارادوں کو بھانپ کر ہم لوگ جان بچا کر واپس آ گئے ہیں۔ وہ بنوخزاعہ کے علاقے میں اپنے مویشیوں کے لیے گھاس اور چارہ تلاش کرتے ہوئے آئے تھے۔ بنوخزاعہ نے دراصل صلہ رحمی کے طور پر بنوتمیم کو اپنے ہاں قیام کرنے اور چراگاہوں تک رسائی کی اجازت دی تھی۔ بنوخزاعہ مروتاً خاموش رہے۔" ادھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

نمایندے واپس روانہ ہوئے، ادھر بنوخزاعہ کے لوگوں نے آپس میں سر جوڑ کر مشورہ کیا اور طے کیا کہ بنوتمیم کے اس عمل پر نکیر کرنی چاہیے۔ انھوں نے بنوتمیم کو کہا کہ تمھارا عمل اسلام سے بغاوت کے مترادف ہے۔ تم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمایندوں کو جو جواب دیا، وہ انتہائی نامناسب تھا۔ ہم تمھاری مہمان نوازی اور قرابت داری کی وجہ سے مروتاً خاموش رہے۔ اب ہماری عافیت بھی اس میں ہے اور تمھارا بھلا بھی اس میں کہ تم ہمارے علاقے کو چھوڑ کر اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت کے کسی کام میں شرکت کرنے کے روادار و متحمل نہیں ہوسکتے۔ اب بنوتمیم کو بھی اپنی اس حرکت کی شناعت کا احساس ہوا، چنانچہ وہ بنوخزاعہ کا علاقہ چھوڑ کر اپنے علاقے کو روانہ ہوگئے۔

مانعینِ زکوٰۃ پر چڑھائی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نُعَیم کی ساری روداد سن کر فرمایا کہ بنوتمیم کا یہ عمل بغاوت کے مترادف ہے، لہٰذا انھیں سبق سکھانا ضروری ہے۔ فرائض اسلامی کا ترک کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا کفر کے زمرے میں آتا ہے۔ زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں پر نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فوج کشی کی اور خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد کیا۔ آج امت مسلمہ اس اہم رکنِ اسلام پر مکمل طور پر عمل پیرا نہیں ہے۔ یہ ہمارے زوال و پستی اور پسماندگی و افلاس کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں کا حال سن کر آپؐ نے فرمایا کہ میں بنوتمیم کی طرف مہم روانہ کرنا چاہتا ہوں، پھر تم میں سے کون اس کام کی ذمہ داری لے گا۔ بنوفزارہ کے سردار حضرت عُیَیْنَہ بن حصن الفزازیؓ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس مہم کو سر کرنے کی ذمہ داری سونپ دیں، بخدا میں ان لوگوں سے خوب نپٹوں گا اور ایسا سبق سکھاؤں گا کہ وہ اسلام پر کاربند ہوجائیں گے اور آپؐ کے پاس حاضر ہوجائیں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس سواروں کا ایک دستہ حضرت عُیَینہ بن حصنؓ کی سربراہی میں روانہ فرمادیا۔ اس دستے میں کوئی مہاجر اور انصاری صحابی

Marfat.com

شامل نہیں کیا گیا۔ سب لوگ غطفانی قبائل سے تعلق رکھنے والے ریگستانی جنگ جو تھے۔

دشمن سے خفیہ نقل وحرکت

حضرت عُیَینہؓ نے جنگی حکمت عملی کے تحت فیصلہ کیا کہ بنوتمیم کو اس مہم کی کانوں کان خبر نہ ہو نیز یہ کہ انھیں اپنے قبیلے میں پہنچنے سے قبل دبوچ لیا جائے۔ اس سکیم کے تحت یہ لوگ رات کو لمبا سفر کرتے اور دن بھر کہیں چھپ کر آرام واستراحت کرتے۔ بنوتمیم کے صحرائی علاقے یبرین میں اس دستے نے بنوتمیم کو جالیا۔ جب حضرت عُیَینہ بن حصنؓ اور ان کے ساتھیوں نے اچانک بنوتمیم پر ہلا بولا تو وہ اس کے لیے تیار نہ تھے۔ چنانچہ ان کے درمیان سراسیمگی اور افراتفری پھیل گئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ صحابہؓ کرام نے ان کے پچاس کے لگ بھگ افراد گرفتار کر لیے جن میں سے درجن بھر نوجوان تھے اور باقی عورتیں اور بچے تھے۔ کچھ مویشی بھی صحابہ کے ہاتھ آئے جب کہ باقی مویشی اور اپنا سامان لے کر بنوتمیم فرار ہو گئے۔

آنحضور کا حسنِ سلوک اور بنوتمیم کی اطاعت

حضرت عُیَینہؓ کی واپسی پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام قیدیوں کو رملہ بنت حارثؓ انصاریہ کی حویلی میں اتارا جائے اور ان کی مناسب دیکھ بھال کی جائے۔ قیدی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک دیکھ کر ایک جانب حیران ہوئے اور دوسری جانب اپنے سرداروں کی ہٹ دھرمی پر افسوس کرنے لگے کہ انھوں نے کیسے عظیم انسان کے خلاف سرکشی کی حماقت کی ہے۔ اسی دوران بنوتمیم کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انھوں نے اپنے سرداروں کا ایک وفد مدینہ بھیجا تاکہ اپنے قبولِ اسلام کی تجدید کا اعلان کریں اور اسلامی حکومت کو اطاعت کی یقین دہانی کرائیں۔ یہ وفد مدینہ پہنچا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپؐ نے ان کے قبول اسلام پر خوشی کا اظہار کیا۔ اس وفد کی مدینہ آمد اور دیگر تفصیلات کا ذکر باب الوفود میں آئے گا (مہم کی مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۷۳-۹۷۵، سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۶۰-۵۶۱)

......۞۞۞......

Marfat.com

سریۂ بنو خَثْعَم

(صفر ۹ھ)

اسلام دشمنی کا قلع قمع

بنوخثعم عربوں کا ایک قبیلہ تھا جس کی اصل یمانی وقحطانی ہے۔ یہ طائف کے قریب ایک علاقے میں مقیم تھے اور دو مقامات بیشہ اور تربہ کی درمیانی چراگاہوں اور زمینوں پر قابض تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہ قبیلہ ابھی تک اسلام کے خلاف تدبیریں سوچ رہا ہے۔ آپؐ نے ماہِ صفر ۹ھ میں اس قبیلے کی جانب ایک چھوٹا سا جنگی دستہ روانہ کیا۔ اس دستے میں بیس صحابہ تھے جو دس اونٹوں پر سوار ہو کر مہم کے لیے نکلے۔ دستے کے سالار مشہور صحابی حضرت قطبہ بن عامرؓ بن حدیدہ تھے۔ حضرت قطبہؓ انصار کے قبیلے خزرج کی شاخ بنوسلمہ میں سے تھے۔ یہ بدری صحابی ہیں اور انھیں بیعت عقبہ اولیٰ سے قبل اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ مورخین نے اہلِ مدینہ میں سے مسلمان ہونے والوں میں ان کا چوتھا نمبر لکھا ہے۔ وہ بیعت عقبہ سے بھی سرفراز ہوئے۔ انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر معرکے میں کارنامے سرانجام دیے۔

جنگی حکمتِ عملی

یہ مہم ایک مشکل اور کٹھن کام تھا مگر حضرت قطبہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے تو انھیں اللہ کی نصرت وتائید کا مکمل یقین تھا۔ یہ بھی حضرت عیینہؓ کی طرح راتوں کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے۔ ایک مقام پر جسے بطن مسحاء کے نام سے پہچانا جاتا تھا اور جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع تھا، اسلامی دستے کو ایک شخص ملا۔ حضرت قطبہؓ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس

Marfat.com

سے بنوخثعم کے بارے میں سوال پوچھا۔ اس نے انھیں کچھ بتانے سے انکار کیا۔ سالار دستہ سمجھ گئے کہ یہ بنوخثعم میں سے ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے اسے تسلی دی کہ وہ ٹھیک معلومات دے دے تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا مگر اس نے یہ بات سنتے ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو متنبہ کرنے کے لیے زور زور سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ حضرت قطبہؓ نے اسے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا تو مجبوراً اسے تہہ تیغ کر دیا۔ اب رات ہو رہی تھی۔ حضرت ابن عامر نے اپنے ساتھیوں کو اسی جگہ خاموشی سے لیٹ جانے کی تلقین کی اور ایک نوجوان کی ذمہ داری لگائی کہ وہ آگے جا کر دشمن قبیلے کے حالات معلوم کرے۔

اللہ کی غیبی مدد

رات کا کچھ حصہ گزرنے پر اس نوجوان نے واپس آ کر اطلاع دی کہ قبیلے کے چند لوگ کچھ فاصلے پر خیمہ زن ہیں اور ان کے خیموں کے باہر اونٹ اور بکریاں ہیں۔ بنوخثعم کے اکثر افراد اس وقت سوئے ہوئے تھے مگر ان میں سے کچھ لوگ گرد و نواح پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ حضرت قطبہؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ زمین پر رینگتے ہوئے آگے بڑھنا ہے تاکہ دشمن کو پتا نہ چل سکے۔ خیموں کے قریب پہنچ کر صحابہؓ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔ مخالفین کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھی۔ وہ فوراً جاگ اٹھے اور اپنے ہتھیار سنبھال لیے۔ رات ہی رات میں یہ جنگ شروع ہوئی اور صبح تک جاری رہی۔ قریب تھا کہ دشمن شکست کھا کر بھاگ جائے مگر اسی دوران ان کے قبیلے کے باقی لوگ ان کی مدد کے لیے بڑی تعداد میں علی الصبح نمودار ہوئے۔ اب خدشہ پیدا ہوا کہ مسلمانوں کا یہ معمولی سا دستہ دشمن کے درمیان گھر جائے گا اور کسی کے بھی بچ کر واپس جانے کا کوئی امکان نہ ہوگا۔ دشمن کا بڑا لشکر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا مگر عین اسی لمحے اللہ کی قدرت سے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور نو وارد فوج کے لیے اپنے سامنے پانی سے بھری ہوئی وادی کو عبور کر کے آگے بڑھنا ممکن نہ رہا۔ اللہ اپنے بندوں کی غیب سے یوں مدد کرتا ہے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

Marfat.com

کامیاب واپسی

حضرت قطبہؓ میدان میں موجود بنوخثعم کے تمام لوگوں کوشکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر انھوں نے اونٹ اور بکریاں مالِ غنیمت کے طور پر قبضے میں کیں اور قبیلے کے باقی ماندہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر تیزی سے مدینہ لے آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے خمس نکالنے کے بعد باقی مال مجاہدین کے درمیان تقسیم کیا تو ہر جوان کے حصے میں چار اونٹ آئے۔ جنگی قیدیوں سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی اور محبت کا اظہار کیا اور بعد میں ان سب کو رہا کر دیا۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۸۱۔ ج ۲، ص ۷۵۴)

اس مہم کے بعد اس قبیلے کو اسلام کے خلاف جتھہ بندی کی ہمت نہیں ہوئی۔ کچھ عرصہ یہ حالات کا جائزہ لیتے رہے تا آنکہ پھر یہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان کے وفد کی مدینہ آمد کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔

......❁❁❁......

Marfat.com

بنوکلاب و بنوقرطاء کی سرکوبی

(ربیع الاول ۹ ھ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوبکر کی ایک شاخ بنوقرطاء کی طرف ایک خط بھیجا تھا، جس میں انھیں اسلام کی دعوت دی تھی۔ قرطاء اور کلاب دونوں بکر کی اولاد سے ہیں۔ بنوکلاب کو بھی اسلام کی دعوت دی گئی مگر انھوں نے انکار کا راستہ اختیار کیا۔ بنوقرطاء نے تو نہ صرف انکار کیا بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا مذاق اڑایا اور چمڑے کا وہ ٹکڑا جس پر خط لکھا گیا تھا، اسے پانی سے دھو کر صاف کر دیا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کے چمڑے کو اپنے ڈول کے پیندے میں پیوند کر دیا۔ جب ان لوگوں نے یہ حرکت کی تو قبیلے کی ایک عورت جو سردارِ قوم کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور جس کا نام واقدی نے ام حبیب بنت عامر بن خالد لکھا ہے، بول اٹھی کہ تم لوگوں نے جو یہ حرکت کی ہے، بہت تباہ کن ہے۔ واقدی کے بقول چونکہ یہ خاتون پہلے سے مسلمان ہو چکی تھیں، اس لیے انھوں نے اپنے قبیلے کی اس باغیانہ حرکت پر انھیں نکیر کی۔

عقل ماری گئی

اس قبیلے کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر جانے والے صحابی کا نام حضرت عبداللہ ابن عوسجہؓ بیان کیا گیا ہے، جن کا تعلق قبیلہ عُرَینَہ سے تھا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کے ساتھ ان لوگوں نے گستاخی کا طرزِ عمل اپنایا تو صحابیٔ رسول کو سخت افسوس ہوا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات آئی تو آپؐ نے فرمایا: ''اللہ نے ان لوگوں کی

Marfat.com

عقل ماردی ہے۔ ان کا یہ عمل ان کے حواس باختہ، جلد باز، یاوہ گو اور بے وقوف ہونے پر دلالت کرتا ہے''۔ واقدی کہتا ہے کہ میں نے اپنے دور میں اس قبیلے کے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ ٹھیک طرح سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ یعنی ان کے لیے اپنا مافی الضمیر بیان کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔

دشمن کی سرکوبی

بنوکلاب، بنوبکر کی ایک ذیلی شاخ تھی۔ ان میں سے بعض لوگ تو ابتدائی دنوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپؐ کے ساتھ ہجرت و جہاد میں شریک رہے مگر بحیثیت مجموعی، پورا قبیلہ فتح مکہ کے بعد بھی اسلام دشمنی پر قائم رہا۔ وہ اپنے قبیلے کے مسلمانوں کو صابی (لادین) کہا کرتے تھے۔ شرک و بت پرستی پر فخر کرتے اور اسلام کی مخالفت کے لیے وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی حرکت کے مرتکب ہوتے رہتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے برے ارادوں کے بارے میں اطلاعات ملیں تو آپؐ نے ربیع الاول ۹ھ میں حضرت الضحاک بن سفیان بن عوفؓ الکلابی کو ذمہ داری سونپی کہ وہ اس اسلام دشمن پاکٹ کا خاتمہ کردیں۔ یہ قبیلہ مدینہ سے جنوب مشرق کی طرف رہتا تھا اور یہ علاقہ نجد میں شمار ہوتا ہے۔

صحابیِ رسولؐ کا مشرک باپ

حضرت ضحاکؓ کا تعلق چونکہ اسی قبیلے سے تھا اس لیے وہ ان کے تمام حالات سے بخوبی واقف تھے۔ وہ اپنے مضبوط فوجی دستے کے ساتھ ان کی طرف بڑھے۔ ان کے معاون الاُصَیِد بن سلمہ بن قرطؓ بھی ان کے اپنے قبیلے کے نوجوان تھے۔ جب اسلامی لشکر اس قبیلے کے قریب پہنچا تو انھیں پہلے سے جنگ کے لیے تیار پایا۔ عملاً وہ مسلمانوں سے بھڑ جانے کے لیے پہلے سے جنگی تیاری کر چکے تھے، چنانچہ لڑائی شروع ہوگئی، جس میں اہلِ اسلام کو فتح ملی اور دشمن کو شکست ہوئی۔ جنگ کے دوران بعض عجیب واقعات پیش آئے۔ حضرت الاصید بن سلمہؓ کا والد ایک معروف سردار اور مشرکین کی صفوں میں نمایاں فرد تھا۔ حضرت اصیدؓ اپنے باپ کو دیکھ کر کہنے لگے: ''اے میرے باپ اسلام ہی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ میں آپ کو درد دل اور ادب و احترام کے

Marfat.com

ساتھ اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کرتا ہوں‘‘۔ان کے والد نے اسلام قبول کرنے کے بجائے انھیں بھی گالیاں دیں اور اسلام کے خلاف بھی جو کچھ کہہ سکتا تھا کہا۔ پھر آپؓ پر حملہ آور ہو گیا۔ حضرت اسیدؓ پیدل تھے جب کہ ان کا والد گھوڑے پر سوار تھا۔ آپؓ نے اس کے گھوڑے کی کونچیں اپنی تلوار سے کاٹ دیں۔ گھوڑا زمین پر گر پڑا اور سوار پانی کے ایک گڑھے میں گر گیا۔ حضرت اسیدؓ نے تو اسے چھوڑ دیا مگر ایک دوسرے مجاہد نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔

صحابیہ کے اشعار

کافی سخت جنگ کے بعد جب مشرکین بڑی تعداد میں قتل ہو گئے تو انھوں نے شکست مان لی۔ اس موقع پر ام حبیبؓ بنت عامر نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر اشعار کہے جن میں سے دو ذیل میں درج ہیں، انھوں نے سالار صحابیِ رسول کو ان کی کنیت سے خطاب کیا اور کہا:

یَا ابْنَ سَعِیْدٍ اِنَّمَا الْقَوْمُ مَعْشَرٌ
عَصَوْا مُنْذُ قَامَ الدِّیْنَ کُلَّ اَمِیْرٍ
اِذَا مَا اَتَتْھُمْ اٰیَۃٌ مِّنْ مُّحَمَّدٍ
مَحَوْھَا بِمَاءِ الْبِئْرِ فَھِیَ عَصِیْرٌ

اے ابن سعید یہ وہ لوگ ہیں کہ جب سے اللہ کا دین ظاہر و قائم ہوا ہے، انھوں نے ہر امیر اور اس کے حکم کی نافرمانی کی ہے۔ جب بھی محمد کی طرف سے ان کی پاس کوئی نشان و پیغام آیا تو انھوں نے کنویں کے پانی سے اس کے حروف مٹا دیے اور اسے نچوڑ کر رکھ دیا۔

اس قبیلے کو جب شکست ہو گئی تو انھوں نے اطاعت قبول کر لی۔ دراصل قبیلے میں کئی مرد و خواتین پہلے ہی خفیہ طریقے سے مسلمان ہو چکے تھے مگر بااثر طبقہ اور سرداران قوم ابھی تک اسلام دشمنی پر قائم تھے۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۸۲-۹۸۳)

......❀❀❀......

Marfat.com

قبیلہ بنو طے کی سرکوبی

(ربیع الآخر ۹ھ)

بت پرستی اور عیسائیت

قبیلہ بنو طے عربوں کا مشہور قبیلہ تھا، جو مدینہ سے مشرق میں دور تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ نجد میں بھی پائے جاتے تھے مگر ان کا بڑا حصہ مدینہ سے شام کی طرف کچھ فاصلے پر مقیم تھا۔ اس قبیلے کو حاتم طائی کی وجہ سے پورے عرب میں بڑی شہرت حاصل تھی۔ یہ قبیلہ بھی دیگر عرب قبائل کی طرح بنیادی طور پر بت پرست تھا مگر ظہورِ اسلام کے دور میں اس قبیلے کے سردار عدی بن حاتم طائی اور بعض دیگر لوگوں نے عیسائیت کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ عیسائیت اختیار کرنے کے باوجود ابھی تک ان میں بت پرستی بھی موجود تھی اور انھوں نے اپنے قبیلے میں ایک بت نصب کر رکھا تھا، جس کا نام فُلس تھا۔ قبیلے کے لوگوں میں اسلام کے خلاف نفرت اور عداوت کے جذبات ظہورِ اسلام کے وقت سے ہی موجود تھے۔ ان تک اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی مگر وہ اسے ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ نبی اکرمؐ نے جب دیگر قبائل کے بتوں کو توڑنے کا حکم دیا تو اس قبیلے کے بت کو منہدم کرنے کا فیصلہ بھی ہوا۔ بنو عدی کو پتہ چلا تو انھوں نے مزاحمت کے لیے اپنے وسائل جمع کر لیے۔ ہر چند کہ اسلام کی غالب قوت کے سامنے اس قبیلے کی کوئی حیثیت نہ تھی مگر سردارِ قبیلہ اور دیگر لوگوں کو شام کے اپنے ہم مذہب عیسائی حکمرانوں کی مدد پر بھروسہ تھا، اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ ان پر حملہ کرنا اور انھیں زیر کر لینا مدینہ کی اسلامی ریاست کے لیے کوئی آسان کام نہیں۔

آزمودہ کار جنگ جو

نبی اکرمؐ نے اس مہم کے لیے ربیع الآخر ۹ھ میں اوس و خزرج کے صحابہ پر مشتمل ایک سو

Marfat.com

پچاس مجاہدین کا دستہ تیار کیا اور اس کی قیادت حضرت علی بن ابی طالبؓ کو سونپی۔ مجاہدین میں سے سو افراد اونٹوں پر سوار تھے اور پچاس گھوڑوں پر۔ یہ سب لوگ بہادر اور آزمودہ کار جنگ جو تھے۔ ان کے سردار بھی شیرِ خدا تھے۔ جب صحابہ بنو طے کے علاقے میں پہنچے تو حضرت علیؓ نے ایک سیاہ اور ایک سفید جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔ سفید جھنڈے کا مطلب تھا کہ اطاعت قبول کرنے کی صورت میں سب لوگوں کے لیے امان ہے اور سیاہ جھنڈا اس بات کی علامت تھی کہ سرکشی کا انجام تباہی کی صورت میں سامنے آئے گا۔ بنو طے اس دستے کو دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے، اس کے باوجود کچھ لوگوں نے مزاحمت و مدافعت کی کوشش کی۔ اگر یہ لوگ اسلامی دستے اور بت کے درمیان حائل نہ ہوتے تو شاید دستہ اپنا فرض پورا کرنے کے بعد واپس چلا جاتا اور ان سے تعرض نہ کرتا۔ ان کی مزاحمت کی وجہ سے حضرت علیؓ نے انھیں شکست دینے کے بعد باقی ماندہ لوگوں کو ان کے مال اور مویشیوں سمیت جنگی قیدی بنا لیا۔ حضرت علیؓ نے جب بت کو توڑا تھا تو اس میں سے سونے چاندی کے علاوہ نقدی بھی ملی اور بت خانے کی عمارت سے تلواریں، نیزے اور زرہیں بھی برآمد ہوئیں۔ جب آپؐ نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت ابو قتادہؓ کو جنگی قیدیوں کا نگران مقرر کیا اور حضرت عبداللہ بن عتیک السُّلَمیؓ کو مویشیوں کی نگرانی سونپی۔

امید و خوف

سردارِ قبیلہ عدی بن حاتم شکست کھا کر اپنے اہل و عیال سمیت شام کی طرف بھاگ گیا مگر اس کی بہن سفّانہ بنت حاتم دیگر جنگی قیدیوں کے ساتھ، جن میں بیش تر خواتین اور بچے تھے، پکڑی گئی۔ حضرت علیؓ قیدیوں اور اغنام کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے۔ نبی اکرمؐ نے خواتین اور بچوں کو حضرت رملہ بنت حارثؓ انصاریہ کی حویلی میں رکھنے اور ان کی دیکھ بھال کرنے کا حکم دیا۔ نبی اکرمؐ جنگی قیدیوں کا معائنہ کرنے کے لیے خود حویلی میں تشریف لائے تو ایک لڑکی نے آپؐ سے کہا:

”اے اللہ کے رسول! میرا والد فوت ہو چکا، میرا سرپرست بھاگ گیا، آپ ہم پر احسان فرمائیں، اللہ آپ پر احسان فرمائے گا۔“ آنحضورؐ نے اس کی باتیں سنیں مگر کوئی جواب نہ دیا۔ دو تین دن

Marfat.com

تک ایسا ہی ہوا۔ اگلے روز جب آنحضورؐ حویلی میں تشریف لائے تو سفانہ نے سوال نہیں کیا۔ وہ کسی حد تک مایوس ہوگئی تھی مگر حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ وہ اپنا سوال دہرائے۔ سفانہ نے کسی سے پوچھا کہ مجھے ترغیب دینے والا یہ شخص کون ہے تو اس کی ہمراہی عورتوں میں سے کسی نے کہا کہ یہ علی بن ابی طالب ہے۔ یہی تو ہمیں جنگی قیدی بنا کر لایا ہے، کیا تم نے اسے دیکھا نہیں تھا تو اس نے کہا بخدا میں نے تو اس سارے عرصے میں اپنا چہرا چھپائے رکھا ہے، نہ میں نے کسی کو دیکھا ہے اور نہ کسی نے مجھے دیکھا ہے۔ بنت حاتم طائی بیم ورجا کی کیفیت سے دوچار ہوگئی۔

حضرت علیؓ کی ترغیب پر بنت حاتم نے پھر اپنا سوال دہرایا تو آنحضورؐ نے پوچھا: ''تیرا والد کون ہے؟ اور تیرا سرپرست کون ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''میرا والد حاتم طائی تھا اور میرا سرپرست عدی بن حاتم ہے جو شکست کھا کر شام کی طرف بھاگ گیا۔'' آپؐ نے فرمایا: اَلْفَارُّ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ؟ اللہ اور اللہ کے رسول سے دور بھاگنے والا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ان تمام جنگی قیدیوں کو رہائی بھی عطا فرمائی اور عزت واحترام کے ساتھ ان کے قبیلے کی طرف روانہ فرمادینے کا اہتمام بھی کیا۔

پیغمبر یا بادشاہ

خواتین کے واپس اپنے قبیلے میں آنے پر عدی بن حاتم نے جب اپنی بہن سے حال احوال پوچھے تو اس کی بہن نے سب سے پہلے تو اسے ملامت کی کہ وہ خود اپنے اہل وعیال سمیت جان بچا کر بھاگ گیا اور اپنے قبیلے کی عورتوں اور بچوں کو پیچھے چھوڑ گیا۔ عدی بن حاتم نے اپنی بہن سے معذرت کی اور پھر پوچھا کہ ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا؟ تو اس نے جواب دیا: ''جس شخص کے پاس سے ہم آرہے ہیں، اس جیسے اخلاقِ کریمانہ شاید ہی کسی شخص میں دیکھے جاسکتے ہوں۔ اگر وہ اللہ کا رسول ہے تو اس کی خدمت میں حاضری دنیا وآخرت کی بھلائی کا ذریعہ اور بہت بڑی فضیلت ہوگی اور اگر وہ بادشاہ اور فاتح ہے تو بھی اس کا ظرف اتنا بڑا اور وسیع ہے کہ وہ لوگوں کو رسوا نہیں کرتا بلکہ ان کو عزت واحترام سے نوازتا ہے۔'' اس کے بعد عدی بن حاتم مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور آنحضورؐ سے ملاقات کی، جس کی دلچسپ تفصیلات تاریخ وحدیث کی کتابوں میں منقول

Marfat.com

ہیں۔اس کے بعد عدی اسلام میں داخل ہو گئے۔(تفصیلات کے لیے دیکھیے سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۷۸ - ۵۸۱۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۸۷ - ۹۸۹۔ صحیح بخاری، ج ۴، ص ۲۳۹۔البدایۃ والنھایۃ، المجلد الاول مطبوعہ موسسۃ المعارف دار ابن حزم، بیروت، ص ۹۴۰ - ۹۴۲)

عدی کا قبولِ اسلام

عدی بن حاتم کے قبولِ اسلام کے تفصیلی واقعات کو اختصار کے ساتھ نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔عدی خود بیان کرتے ہیں کہ میری بہن نے مجھے جو رائے دی، میں نے اس کو صائب جانا اور پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے مدینہ کی جانب چل دیا۔مدینہ پہنچا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے۔میں نے سلام کیا تو آپؐ نے پوچھا: ''کون ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''عدی بن حاتم طائی۔'' آپؐ نے میرا پر جوش استقبال کیا اور مجھے اپنے گھر لے گئے۔گھر جاتے ہوئے راستے میں ایک بدحال کمزور بڑھیا نے انھیں روک لیا۔آپؐ دیر تک اس کی باتیں سنتے رہے اور وہ اپنی مشکلات اور ضروریات کا ذکر کرتی رہی۔

دل کی گواہی

میں نے اپنے دل میں کہا: ''خدا کی قسم یہ بادشاہ تو نہیں ہیں۔'' بڑھیا سے فارغ ہو کر آپؐ مجھے گھر لے گئے۔چھوٹے سے گھر میں آپؐ نے ایک گدا میری طرف بڑھایا۔وہ کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا چمڑے کا گدا تھا۔مجھ سے فرمایا: ''اس کے اوپر بیٹھ جاؤ۔'' میں نے عرض کیا: ''نہیں آپؐ اس پر تشریف رکھیں''، مگر آپؐ نے حکم دیا: ''نہیں تم اس پر بیٹھو۔'' میں گدے پر بیٹھ گیا جب کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف فرما ہوئے۔اب پھر میں نے دل میں کہا: ''خدا کی قسم یہ معاملہ (روایتی) بادشاہوں والا تو نہیں ہے''۔

رسولِ برحقؐ

اب آپؐ نے مجھ سے فرمایا: ''اے عدی بن حاتم، کیا تو رکوسی فرقے سے تعلق نہیں رکھتا؟

Marfat.com

(رکوسی ایک مذہبی گروہ تھا جن کے دینی عقائد و رسومات صابیوں اور عیسائیوں کے بین بین تھے)۔ میں نے عرض کیا: ''جی ہاں مَیں رکوسی ہوں۔'' آپ ؐ کا دوسرا سوال تھا: ''کیا تم اپنی قوم سے مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ وصول نہ کرتے تھے؟'' میں نے جواب دیا: ''جی ہاں۔'' آپ ؐ نے فرمایا: ''یہ وصولی تمھارے دین کے مطابق حلال بھی نہ تھی۔'' میں نے تسلیم کیا کہ حضور ؐ کا فرمان درست ہے۔ اب میں بخوبی جان گیا کہ آپ ؐ اللہ کے رسولِ برحق ہیں۔ جو باتیں عربوں کو ہرگز معلوم نہ تھیں، آپ ؐ ان سے اچھی طرح واقف تھے۔

امن و امان، خوشحالی اور فتح

اب آپ ؐ نے ایک چبھتا ہوا سوال پوچھا، فرمایا: ''اے عدی شاید دینِ اسلام میں داخل ہونے سے تمھیں یہ امر مانع ہے کہ اہلِ اسلام کی مالی حالت بہت کمزور ہے؟ خدا کی قسم مال و دولت کی ایسی ریل پیل ہو جائے گی کہ دینے والے سبھی ہوں گے اور لینے والا کوئی نہ ہوگا اور شاید تجھے اس چیز کی بھی پریشانی ہو کہ یہ لوگ تو تعداد میں بہت قلیل ہیں اور پوری دنیا ان کی دشمن ہے؟ خدا کی قسم اس دین کا غلبہ یوں ہوگا کہ تو سن لے گا اور دیکھ لے گا کہ ایک خاتون زیورات سے لدی پھندی تن تنہا اپنے اونٹ پر قادسیہ سے سوار ہوگی اور حج بیت اللہ کے لیے مکہ کا سفر کرے گی۔ اسے کوئی ڈر اور خطرہ نہ ہوگا۔ اے عدی ممکن ہے کہ تو نے سوچا ہو دنیا میں بہت سے بادشاہ اور سلاطین ہیں اور ان لوگوں میں کوئی تاجدار نہیں۔ بخدا تو سن لے گا کہ بابل کے سفید محلات ان لوگوں کے ہاتھوں فتح ہو جائیں گے۔ قیصر شکست و ہلاکت سے دوچار ہوگا، پھر دنیا سے قیصریت ختم ہو جائے گی۔ کسریٰ ہلاک و معدوم ہو جائے گا اور کوئی کسریٰ پھر اس کے تخت پر نہ بیٹھے گا۔''

عدی کہتے ہیں: ''یہ سن کر میں نے اِسلام قبول کرلیا۔''

وہ کہا کرتے تھے: ''میں نے دو باتیں تو دیکھ لی ہیں۔ بابل کے محلات بھی فتح ہو چکے ہیں اور قادسیہ سے تنہا سفر کرنے والی عورت بھی میں نے دیکھی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تیسری بات بھی ضرور پوری ہو کر رہے گی اور صدقہ و خیرات لینے والا کوئی نہ رہے گا۔'' (معجزات سرور

Marfat.com

عالم ص۲۰۱-۲۰۳-اسد الغابہ ج۳،ص ۳۹۲-طبقات ابن سعد ج۱،ص ۶۰)

بلا شبہ تیسری بات بھی ظہور پذیر ہو کر رہی اور کوئی زیادہ لمبے عرصے بعد نہیں بلکہ بہت جلد، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دورِ خلافتِ راشدہ میں۔ ایک شخص ایک رات کو ان کے پاس آیا اور اس نے درہم و دینار کی تھیلیاں پیش کیں۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے تو اس نے عرض کیا مالِ زکوٰۃ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور اپنے علاقے کے فقرا و مساکین میں بانٹ دو۔'' اس نے عرض کیا کہ پورے علاقے میں کوئی شخص زکوٰۃ لینے والا نہیں، جس کو مستحق جان کر میں نے زکوٰۃ دینا چاہی، اس نے جواب دیا کہ وہ مستحق نہیں۔ یہ آنحضور کی رحلت کے ۹۰ سال بعد ۱۰۰ھ کا واقعہ ہے۔

......❀❀❀......

Marfat.com

حضرت علقمہؓ مدلجی کی بحری مہم

(ربیع الآخر ۹ھ)

بحری قزاقوں کا تدارک

الشعیبہ (نزد جدہ) ایک قدیم بندرگاہ تھی، جہاں سے جزیرہ نمائے عرب کے لوگ بحری جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے قرب وجوار کے علاقوں کا سفر کیا کرتے تھے۔ بحیرہ احمر کی اس بحری پٹی کے دوسری جانب حبشہ اور اریٹیریا کے علاقے تھے۔ حبشی بحری ڈاکو کبھی کبھار اس علاقے میں گھس آتے اور ساحل کے قریبی علاقوں میں لوٹ مار کرکے گہرے پانیوں کی طرف کشتیوں کے ذریعے بھاگ جاتے۔ نبی اکرمؐ کو ان کی مجرمانہ وارداتوں کا علم ہوا تو آپؐ نے ان کی سرکوبی کا فیصلہ کیا۔ آپؐ کے صحابہ میں سے بنو مدلج سے تعلق رکھنے والے صحابی حضرت علقمہ بن مجززؓ بحری سفر کے ماہر تھے، انھی کو اس مہم کے لیے آنحضورؐ نے منتخب کیا۔ ان کے زیرِ سرکردگی تین سو نوجوان تھے، جن میں سے بیش تر بحری سفر سے مانوس تھے۔

واپسی کا سفر

مدینہ سے یہ دستہ ساحلِ سمندر پر پہنچا۔ ڈاکوؤں کو بھی ان کی آمد سے قبل کچھ خبریں مل گئی تھیں۔ حضرت علقمہؓ ساحلِ سمندر سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتیوں پر سوار ہوئے اور ان ڈاکوؤں کے تعاقب کے لیے بحیرہ احمر میں واقع ایک جزیرے پر جاکر لنگر انداز ہوگئے۔ [جزیرے کا نام کسی ماخذ سے معلوم نہیں ہوسکا] اس مہم کے دوران صحابہ کرام کا ڈاکوؤں سے عملاً آمنا سامنا نہیں ہوا۔ ڈاکو خوف زدہ ہوکر اس جزیرے سے بھی بھاگ گئے تھے۔ جب سالارِ دستہ نے محسوس کیا کہ ڈاکوؤں کا وہاں کوئی نام ونشان نہیں تو انھوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرکے

Marfat.com

واپسی کے لیے رختِ سفر باندھا۔ اسی سفر کے دوران وہ مشہور واقعہ پیش آیا، جس کا تذکرہ حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس دستے میں حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ بھی شامل تھے۔

آگ میں چھلانگ لگانے کا حکم؟

راستے میں کسی مقام پر سردی کی شدت کم کرنے کے لیے رات کو آگ جلائی گئی۔ واقدی کے بقول سالارِ دستہ نے ازراہِ مذاق اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تمھیں بطور کمانڈر حکم دیتا ہوں کہ اس آگ میں کود جاؤ۔ کچھ صحابہ فوجی ڈسپلن کا خیال کرتے ہوئے ان کے حکم کی تعمیل پر آمادہ بھی ہو گئے مگر دیگر صحابہ نے یہ کہا کہ اللہ کے رسول نے تو ہمیں آگ سے بچالیا ہے، اب ہم خود کیوں آگ میں چھلانگ لگائیں۔ چنانچہ سب صحابہ نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ واپسی پر جب آنحضورؐ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اس حکم کی تعمیل کرتے تو ہمیشہ کے لیے آگ میں جلتے رہتے۔ (مغازی للواقدی ج۳،ص ۹۸۳-۹۸۴)

اطاعت کے حدود و قیود

اسلام میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت تو غیر مشروط ہے۔ ان کے علاوہ ہر کسی کی اطاعت مشروط ہے۔ جو حکم اولی الامر کی طرف سے قرآن و سنت کے مطابق دیا جائے، اس کی تعمیل واجب ہے اور جو حکم قرآن و سنت سے متضاد ہو، اس کا انکار کر دینا دینی تقاضا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے: لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ (بحوالہ صحیحین) یعنی مخلوق میں سے کسی کے حکم کی تعمیل نہیں کی جاسکتی اگر وہ خالق کے حکم کے خلاف ہو۔

مزاح؟

آنحضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "لَا طَاعَةَ فِیْ مَعْصِیَةٍ، اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ" یعنی معصیت و نافرمانی کے حکم کی کوئی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ اطاعت صرف معروف کے احکام میں واجب ہے۔ [ایضاً] ابنِ ہشام کے مطابق حضرت ابوسعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں بھی اس دستے میں شامل تھا۔ اس مہم کے خاتمے پر حضرت علقمہ کسی اور سفر کے لیے جانا چاہتے

Marfat.com

تھے لہٰذا انھوں نے دستے کا حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو اپنی جگہ کمانڈر مقرر کیا، آگ جلانے اور اس میں کودنے کا حکم دینے کا واقعہ انھی کی طرف منسوب ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے دیکھا کہ کچھ لوگ آگ میں چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہیں تو انھوں نے فرمایا اِجلِسُوا فَاِنَّمَا کُنتُ اَضحَکُ مَعَکُم یعنی بیٹھ جاؤ میں تو صرف ازراہ مذاق تم سے یہ بات کہہ رہا تھا۔ (سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ۳-۴، ص ۶۴۰)

حضرت حذافہؓ

اس موقع پر جی چاہتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کی سیرت سے ایک واقعہ کا تذکرہ ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ آنحضورؐ اور حضرت عمر بن خطابؓ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ آپؓ کے بھائی خُنَیس بن حذافہؓ حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے خاوند تھے، جن کی وفات کے بعد حضرت حفصہؓ آنحضورؐ کے نکاح میں آئیں۔ آنحضورؐ کا مکتوب گرامی بنام شاہِ ایران (کسریٰ) حضرت عبداللہؓ ہی لے کر گئے تھے۔ کسریٰ نے جب آنحضورؐ کا خط پھاڑا تو حضرت عبداللہ بن حذافہؓ بہت غم زدہ ہوئے اور واپس آکر آنحضورؐ کو اطلاع دی۔ آپؐ نے اپنے صحابی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کوئی فکر نہ کرو، اس نے میرا خط نہیں پھاڑا بلکہ اپنی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں۔

ابتلا و استقامت

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ حضرت عمرؓ کے دور میں رومیوں کے مقابلے پر لڑنے والی فوج میں شامل تھے۔ کیساریہ کے محاصرے کے دوران کچھ صحابہ رومی فوجوں کے ہاتھ آ گئے، ان میں حضرت عبداللہؓ بھی تھے۔ ان صحابہ کو جب رومی حکمران کے سامنے لایا گیا تو وہ حضرت عبداللہؓ کی شخصیت سے بہت متاثر ہوا۔ وہ بہت وجیہہ، بارعب اور خوبرو انسان تھے۔ اس نے انھیں دعوت دی کہ عیسائیت قبول کر لیں۔ انھوں نے انکار کر دیا۔ اس نے انھیں لالچ دیا کہ اُن کو بہت بڑا منصب بھی دیا جائے گا اور وہ اپنی بیٹی بھی اُن سے بیاہ دے گا۔ انھوں نے یہ پیشکش بھی ٹھکرا دی۔ پھر اس نے حکم دیا کہ تانبے کی بہت بڑی کڑاہی میں تیل کو جوش دیا جائے اور دھمکی دی کہ میں

Marfat.com

تمھیں اس ابلتے ہوئے تیل میں ڈال دوں گا۔ انھوں نے فرمایا کوئی پروانہیں۔ عیسائی حکمران نے ان کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسے کڑاہی میں پھینکو۔ اس صحابی کو بھی عیسائیت کی دعوت دی گئی تھی جس کا انھوں نے انکار کر دیا تھا۔ جب انھیں کھولتے ہوئے تیل میں پھینکا گیا تو وہ جل بھن کر کوئلہ ہو گئے۔ پھر رومی حاکم نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ اب بھی موقع ہے میری بات مان لو ورنہ تمھارا انجام بھی یہی ہوگا۔ آپ کے حتمی انکار پر اس نے آپؓ کو تیل میں پھینکنے کا حکم جاری کیا۔ اس موقع پر آپؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

جذبۂ جاں سپاری

رومی حکمران نے یہ منظر دیکھا تو نادان سمجھا کہ وہ ڈر گئے ہیں۔ اس نے اپنے کارندوں سے کہا اسے واپس لاؤ۔ جب وہ واپس لائے گئے تو اس نے کہا اب تمھیں سمجھ آ گئی ہے نا کہ میں کتنی سخت سزا دے سکتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں مرنے اور جلنے سے ڈر کر نہیں رویا۔ مجھے خیال آیا کہ میرا بھائی اپنی جان سے گزر کر سرخ رو ہو گیا ہے۔ میری بھی ایک ہی جان ہے جو اللہ کے راستے میں قربان کر دوں گا۔ اگر میری اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں تو وہ تمام کی تمام جانیں قربان کر دیتا مگر تمھارا باطل مطالبہ ہرگز پورا نہ کرتا۔ ان کی اس بات پر رومی حکمران حیران بھی ہوا اور اس پر رعب بھی طاری ہو گیا۔ اس نے کہا اچھا میں تمھیں آزاد کر دوں گا بشرطیکہ تم میرے سر کو بوسا دو۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے ایک لمحہ توقف کیا۔ پھر آپؓ نے فرمایا اگر تم میرے سب ساتھیوں کو رہا کر دو گے تو میں تمھارے سر کو بوسا دوں گا۔

حکیمانہ فیصلہ

رومی عیسائی ایک لحاظ سے مبہوت ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ کسی طرح اپنی ناک بچا لے لہٰذا اس نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ صحابہ جن کی تعداد اسّی تھی، کو آزادی دینے کا فیصلہ ہوا تو آپؓ نے اس عیسائی حکمران کے سر کو بوسا دیا۔ جب ان لوگوں کو رہائی ملی اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے انھیں امیرالمومنین عمر بن خطابؓ کی خدمت میں مدینہ بھیجا تو حضرت عمرؓ نے ان کا استقبال کیا

Marfat.com

اور فرمایا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ عبداللہ بن حذافہ کے سر کو بوسا دے وَ اَنَا اَبْدَأُبِہٖ اور میں سب سے پہلے اس کے سر کو بوسا دیتا ہوں۔ حضرت عبداللہ کے بعض بے تکلف دوست از راہِ مذاق انھیں کہتے کہ تم نے ایک موٹے جھوٹے عجمی کافر کے سر کو بوسا دیا تھا تو جواب میں وہ فرماتے: ہاں اور اس ایک بوسے کے بدلے میں اسّی مسلمانوں کی جان بخشی کروائی تھی۔ (طبقات ابن سعد مجموعہ سوم ۳-۴، ص ۶۳۹-۶۴۰)

......❀❀❀......

Marfat.com

Marfat.com

باب پنجم

غزوۂ تبوک

(۹ھ)

Marfat.com

ابتدائی مراحل

سپر طاقت کون؟

نبی اکرمؐ فتح مکہ اور غزوۂ حنین وطائف سے فارغ ہوئے تو مدینہ پہنچ کر آپؐ نے چند مہمات روانہ کیں، جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، جزیرہ نمائے عرب کے دونوں جانب اس زمانے کی دو نام نہاد سپر طاقتیں روم اور ایران اپنے پورے گھمنڈ اور کبر کے ساتھ موجود تھیں۔ نبی اکرمؐ نے جو کلمۂ توحید انسانیت کے سامنے پیش کیا اور جسے قبول کر کے صحابہ اسلام میں داخل ہوئے، وہ محض چند الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ اس بات کا کھلا اعلان ہے کہ اللہ کے ماننے والے دنیا کی کسی طاقت کو سپر نہیں مانتے۔ سپر طاقت صرف ایک ہے اور وہ اللہ رب العالمین کی ذات بابرکات ہے۔ طاغوتی قوتیں ہمیشہ اپنے بارے میں بڑی حساس ہوتی ہیں۔ کہیں کوئی پتہ بھی ہلے تو طاغوت کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جزیرہ نمائے عرب میں ابھرنے والی نوخیز اسلامی ریاست تو باطل کے لیے بلاشبہ ایک بہت بڑا خطرہ تھی۔ قیصر روم نے آنحضورؐ کی جنگوں کا حال اور ساز و سامان کی قلت کے باوجود بڑے بڑے لشکروں پر فتوحات و غلبے کی خبریں سن رکھی تھیں۔

طاغوتی ایوانوں میں زلزلہ

عرب کے اندر کفر و اسلام کی ابتدائی جنگیں بھی مسلمانوں کے حیرت انگیز کارناموں کا مظہر تھیں مگر ان کو باہر کی قوتوں نے زیادہ اہمیت نہ دی۔ البتہ جب فتح مکہ کا عمل مکمل ہوا اور پھر غزوۂ حنین میں صحابہ نے بنوہوازن اور دیگر قبائل کو کچل دیا تو ان جنگوں پر گرد و جوار کی حکومتیں بھی بھنا گئیں۔ ان دو جنگوں کے علاوہ جنگِ موتہ میں صحابہ کرامؓ کی تین ہزار کی فوج نے رومیوں اور شامیوں کے ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکر جرار کو ہزیمت سے دوچار کر دیا تھا۔ قیصر روم کے دربار میں

Marfat.com

اسی وقت سے خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگی تھیں جب سیف اللہ خالدؓ نے اپنی بہادری و ذہانت سے رومیوں کو موتہ کے میدان میں ناکوں چنے چبوا دیے تھے۔ قیصر روم نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے مدمقابل ابھرنے والی اس نئی قوت کو پوری طرح کچل دیا جائے۔ جس طرح اسلام کی ابھرتی ہوئی قوت سے قیصر فکر مند تھا، اسی طرح کسریٰ کے ہاتھ پاؤں بھی پھول گئے تھے۔ دونوں طاغوتی قوتوں کے زیر تصرف مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلے ہوئے مختلف قبائل اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ ان حالات میں قیصر روم نے ایک بڑا لشکر تیار کیا۔ وہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنا چاہتا تھا۔ نبی اکرمؐ کو جب یہ اطلاعات ملیں تو آپؐ نے مدینہ میں دشمن کا انتظار کرنے کے بجائے یہ انقلابی فیصلہ فرمایا کہ عرب کی سرحد پر جا کر رومی فوجوں کو روکا جائے۔

غزوۂ عسرہ

ادھر آپؐ نے یہ انقلابی اور جرات مندانہ فیصلہ فرمایا ادھر مدینہ میں صورتِ حال یہ تھی کہ جو اور گندم کی فصلیں تیار ہو کر پکی کھڑی تھیں۔ کھجور کے درختوں کا پھل پک چکا تھا اور سال بھر کی محنت کا ثمرہ جمع کرنے کے لیے صحابہؓ پروگرام بنا رہے تھے۔ دوسری جانب شدید فقر و فاقہ اور سامان وخوراک کی قلت کا سامنا بھی درپیش تھا۔ اس کے ساتھ موسم میں اتنی گرمی اور شدت تھی کہ عربی رومی سرحد تک کا سفر کرنا خود کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف تھا۔ بیش تر راستہ تپتے ہوئے ریگزاروں میں سے گزرتا تھا۔ اس سب پر مستزاد یہ کہ مقابلہ کسی قبائلی قوت سے نہیں بلکہ دنیا کی اس سوپر طاقت کے ساتھ تھا، جس نے چند سال قبل اپنے مدمقابل کسریٰ ایران کو شکستِ فاش سے دوچار کر دیا تھا اور پوری دنیا پر رومی فوجوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ مدینہ میں حالات مکمل طور پر عسرت وتنگی کے غماز تھے۔ اس جنگ کو غزوۂ تبوک کے علاوہ ''غزوہ عسرہ'' بھی کہا جاتا ہے، یعنی تنگی کی جنگ۔ سواریوں کی قلت کا سامنا شدید تھا اور سفر بہت کٹھن وطویل!

اللہ نے سواری کا انتظام کر دیا

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے اس جنگ کے متعلق سوچ بچار کر رہے تھے۔ ''ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ تم آنحضورؐ کے پاس جا کر اپنے اور

Marfat.com

ہمارے لیے سواری کا مطالبہ کرو۔'' میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ساتھیوں کا مطالبہ پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''وَاللّٰہِ لَا اَحْمِلُکُمْ عَلٰی شَیْئٍ'' یعنی بخدا میرے پاس کوئی سواری نہیں جس پر میں تمھیں لے چلوں۔ میں یہ سن کر بھی کھڑا رہا تو آنحضورؐ نے میرے اصرار کو ناپسند فرمایا۔ آخر مایوس ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آیا اور انھیں صورتِ حال بتا دی۔ ابھی میں نے بات مکمل کی ہی تھی کہ ایک شخص آنحضورؐ کا پیغام لے کر آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تم کو اللہ کے رسول بلا رہے ہیں۔ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: ''یہ دو اونٹنیاں لے جاؤ اور اپنے لیے اور اپنے ساتھیوں کی سواری کے لیے استعمال کرو۔'' مجھے اس بات سے خوشی بھی ہوئی مگر فکر بھی لاحق ہوئی کہ میرے ساتھی میری پہلی رپورٹ کے بارے میں کیا کہیں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم لوگ میرے ساتھ چلو اور آنحضورؐ سے تصدیق کر لو کہ میں نے درست رپورٹ دی تھی۔ انھوں نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے نزدیک تم سچے اور کھرے انسان ہو مگر میں نے کہا کہ نہیں میں تم کو ضرور اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ چنانچہ کچھ لوگ میرے ساتھ گئے اور ان صحابہ نے میری بات کی ان کے سامنے تصدیق کی جو میری پہلی حاضری کے وقت آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ یہ اونٹنیاں حضرت سعدؓ نے آنحضورؐ کی خدمت میں لا کر پیش کی تھیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے صحیح بخاری باب غزوۂ تبوک) اس طرح کے بہت سے واقعات پیش آئے جب صحابہ کرام میں سے مالدار لوگوں نے اپنے نادار بھائیوں کے لیے سواریاں فراہم کر دیں۔ حضرت سعد بن عبادہ نے بھی کئی اونٹنیاں لا کر پیش کی تھیں۔ انھی میں سے دو سواریاں حضرت ابوموسیٰ اور ان کے رفقاء کو فراہم کر دی گئیں۔ یہ نادار مجاہدین کے لیے اللہ کا خصوصی انعام تھا۔

منافقین کا خبثِ باطن

معروضی حالات جن کا تذکرہ اوپر ہوا ہے، ایسے تھے کہ بحیثیت مجموعی صحابہ کرامؓ خود کو جنگ کے لیے آمادہ نہ پا رہے تھے۔ پھر منافقین نے اس صورتِ حال کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی شیطانی حرکتوں میں تیزی پیدا کر دی، وہ لوگوں کے حوصلے پست کر رہے تھے۔ ان بدبختوں نے تو یہاں تک بھی کہا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں جا رہے ہیں اور ان میں سے ایک بھی بچ کر نہ آ سکے گا۔ ہم ان کو

Marfat.com

قیصر روم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۹۴-۹۹۵)

وعیدِ ربانی

آغاز میں جب آنحضورؐ نے لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا تو وہ جوش و ولولہ دیکھنے میں نہ آیا جو مدینہ کے اس پاکیزہ ماحول کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس پر اللہ نے اہل ایمان کو خوب جھنجھوڑا۔ سورۂ توبہ میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا؟ ایسا ہے تو تمھیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔ تم نہ اُٹھو گے تو خدا تمھیں دردناک سزا دے گا، اور تمھاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا، اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ تم نے اگر نبیؐ کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں، اللہ اُس کی مدد اُس وقت کرچکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ ''غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔ اُس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکونِ قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کردیا۔ اور اللہ کا بول تو اُونچا ہی ہے، اللہ زبردست اور دانا و بینا ہے۔'' (توبہ ۹: ۳۸-۴۰)

نبیِ رحمت کی شجاعت و صلابت

نبی اکرمؐ نے بھی اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص بھی نہ اٹھے گا تو میں تن تنہا مدینہ سے نکلوں گا اور عرب کی سرحد پر جا کر قیصرِ روم کی فوجوں کو روکوں گا۔ قرآن کا حکم اور آنحضورؐ کا ارشاد سن کر صحابہ کرامؓ کا جوشِ ایمانی امڈ آیا اور پھر صورتِ حال یہ ہوئی کہ لوگوں نے کھیت کھلیان کی فکر چھوڑ کر اپنے شمشیر و سناں اور تیر کمان تیار کرلیے۔ اللہ رب العالمین نے جب انھیں حکم دیا کہ وہ ہلکے اور بوجھل ہر صورت میں جہاد کے لیے نکلیں تو انھوں نے پروانہ وار اس پر لبیک کہا۔ اللہ کا ارشاد ہے: ''نکلو [اللہ کی راہ میں]، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں

Marfat.com

اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔'' (توبہ ۹:۴۱)

اللہ کا دین کسی کا محتاج نہیں

قرآن مجید کی آیات اور حضور پاکؐ کے خطبے سے یہ ایمان افروز حقیقت سامنے آتی ہے کہ اللہ کا دین کسی کا محتاج نہیں۔ جو دینِ حق کا ساتھ دیتے ہیں وہ سعادت مند ہیں اور اس عمل میں ان کی اپنی ہی بھلائی اور فلاح ہے۔ جو اس میدان میں سستی وتساہل کا مظاہرہ کریں وہ اپنا ہی زیان کرتے ہیں، اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ کا دین اہل دین سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ دنیا کے مقابلے پر آخرت کو ترجیح دیں، دنیا فانی وعارضی ہے اور آخرت دائمی وباقی، صحابہ کرام کا بحثیت مجموعی ہمیشہ یہی طرزِ عمل رہا کہ وہ ہر لمحے جہاد کے لیے تیار و پابرکاب رہتے تھے۔ اس موقع پر وقتی طور پہ ذرا سی سستی ہوئی تو اللہ نے انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ آج ہم امت مسلمہ کا حال دیکھیں تو عجیب تصویر سامنے آتی ہے۔ ہم نے اللہ ورسولؐ کے ہر حکم کو پسِ پشت ڈال رکھا ہے، پھر اللہ کی نصرت وحمایت کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟ مشکلات کا ایک علاج اور مسئلے کا ایک ہی حل ہے اور وہ رجوع الی اللہ ہے۔

Marfat.com

صحابہؓ کا جذبۂ جہاد

ایمان افروز مثالیں

جب قرآن نے اپنی آیاتِ محکم میں اہل ایمان کو ان کے تساہل پر جھنجھوڑا اور حضور پاکؐ نے بھی اس کیفیت پر سرزنش اور تذکیر دونوں کا اہتمام کیا تو صحابہؓ کا جذبۂ ایمانی جوش میں آ گیا۔ صحابہ پہلے والی سستی چھوڑ کر اب اس آیت کی عملی تفسیر بن گئے: ''نکلو [اللہ کی راہ میں]، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو'' (توبہ ۹:۴۱)۔ صحابیات نے جہاد کے لیے چندہ دینے میں ایسی مثالیں قائم کیں کہ جو تا قیامت یادگار رہیں گی۔ عورتوں نے اپنے زیورات اتار کے آنحضورؐ کی خدمت میں بھجوا دیے اور کئی خواتین یہ کہتی ہوئی سنی گئیں کہ ہمارا اصل زیور تو اسلام ہے۔ اگر اسلام کو کوئی گزند پہنچے اور ہم اپنے زیور سنبھال کر بیٹھی رہیں تو تف ہے ہمارے ایمان پر۔ مال دار صحابہ نے اپنا مال بے دریغ اللہ کے راستے میں پیش کیا مگر مفلس و غریب صحابہ بھی پیچھے نہ رہے۔ قبیلہ بنو اسلم سے تعلق رکھنے والی صحابیہ حضرت ام سنانؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب آنحضورؐ نے غزوۂ تبوک کے لیے مالی امداد کی اپیل کی تو بہت سی عورتوں نے جن کے پاس کچھ نقدی تھی، ساری نقدی اللہ کے راستے میں لٹا دی۔ جن کے پاس اس وقت نقد رقم نہ تھی، انھوں نے اپنے زیورات پیش کر دیے۔ آنحضورؐ نے خواتین سے فرمایا کہ وہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں آ کر اپنی اعانتیں جمع کروائیں۔ سیدہ عائشہؓ کے گھر میں ایک چادر بچھا دی گئی تھی۔ حضرت ام سنانؓ کہتی ہیں کہ جب میں گھر میں داخل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اس چادر پر ہاتھی دانت اور سونے، چاندی کے زیورات کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ان میں ہاتھوں کے کنگن اور بازو بند بھی تھے۔ پاؤں کی پازیبیں، کانوں کی بالیاں اور انگلیوں کی انگوٹھیاں

Marfat.com

بھی تھیں۔ اگرچہ مدینہ منورہ میں معاشی حالات خاصے پریشان کن تھے مگر اہلِ ایمان کا جذبۂ انفاق پورے جوبن پر تھا۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۹۲)

حضرت عثمان غنیؓ کا جذبۂ انفاق

مال دار صحابہ کی شان تو یوں بیان کی گئی ہے کہ علامہ ابن کثیر کے بقول حضرت عثمان بن عفانؓ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی آنحضورؐ کے سامنے لاکر ڈھیر کردی۔ یہ ایک ہزار اشرفی کی رقم تھی، جو غزوۂ تبوک کے لیے ذوالنورینؓ نے پیش کی۔ آنحضورؐ اشرفیوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر خوشی سے الٹ پلٹ کررہے تھے اور دعا فرما رہے تھے: ''اَللّٰھُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّیْ عَنْہُ رَاضٍ'' یعنی اے اللہ تو عثمان سے راضی اور خوش ہوجا بلاشبہ اس نے مجھے خوش کردیا ہے۔ چونکہ حضرت عثمانؓ بہت مال دار تھے، اس لیے آنحضورؐ نے جب مزید ترغیب دی تو حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک سو اونٹ پورے سازوسامان کے ساتھ جہاد کے لیے پیش کرتا ہوں۔'' آپؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''اللہ تجھے برکت دے۔'' آپؐ نے جب مزید ترغیب دی تو حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ مزید ایک سو اونٹ میری طرف سے سازوسامان کے ساتھ حاضر ہیں۔'' آپؐ نے جب سہ بارہ اپیل کی تو حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ مزید ایک سو اونٹ۔'' اس طرح آپؓ نے تین سو اونٹ سازوسامان کے ساتھ پیش کیے۔ بعض روایات میں اس سے زیادہ اونٹوں آٹھ سو تک کا تذکرہ بھی ہے مگر مسند احمد اور ترمذی میں یہی تعداد بیان ہوئی ہے۔ آنحضورؐ خطبے سے فارغ ہونے کے بعد مسجد سے باہر نکلے اور اونٹوں کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ آپؐ مسلسل کہے جارہے تھے کہ عثمان نے اتنا بڑا کارِ خیر کیا ہے کہ اللہ کی طرف سے اس کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔ وہ جو عمل بھی کرے گا، اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول مطبوعہ موسسۃ المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۹۰۴)

سبقت فی الخیر

اسی طرح سے حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے اپنی ساری

Marfat.com

دولت وثروت کا نصف اللہ کے راستے میں پیش کر دیا۔ یارِ غار حضرت ابو بکر صدیقؓ نے گھر کا سارا اثاثہ لا کر پیش کر دیا۔ جب پوچھا گیا کہ گھر میں کیا چھوڑا ہے تو عرض کیا: ''اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت۔'' حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ نے سونے چاندی اور درہم و دینار کی تھیلیاں لا کر پیش کیں۔ جب اللہ کے رسولؐ نے پوچھا کہ کتنے دینار اور کتنا سونا ہے تو عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ مجھے بے حساب دیتا ہے، مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں اس کے راستے میں گن گن کر دوں۔ میں نے تو بغیر گنے اور بغیر تولے اللہ کی راہ میں یہ حصہ پیش کر دیا ہے۔'' آپؐ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے: ''بَارَکَ اللّٰہُ فِیْ مَا اَعْطَیْتَ وَبَارَکَ اللّٰہُ فِیْ مَا اَمْسَکْتَ۔'' یعنی اللہ تیرے دیے ہوئے کو بھی برکت عطا فرمائے اور جو تو نے پیچھے گھر میں چھوڑا ہے اللہ اس میں بھی برکت دے۔ (تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ دارالاندلس، ج ۳، ص ۴۳۰-۴۳۱۔ تفہیم القرآن ج ۲، دیباچہ سورۃ توبہ، ص ۱۷۰)

حضرت عبد الرحمانؓ کا پیش کردہ مال کثیر تعداد اور مقدار میں تھا۔ ان کے سونے چاندی کی مقدار واقدی کے بقول دو صد اوقیہ تھی۔ یہ بہت بڑی رقم بنتی ہے۔ درہم و دینار اس کے علاوہ تھے۔ حضرت عثمانؓ کے پیش کردہ مال کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ تیس ہزار کے لشکر میں سے ایک تہائی کا سامانِ سفر مع سواری اور حرب وضرب انھوں نے فراہم کیا تھا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت عباس بن عبد المطلبؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ انصاری سبھی صحابہ نے دل کھول کر مال پیش کیا اور رسول اللہ نے ان سب کی تعریف بھی کی اور ان کی مغفرت کی دعائیں بھی کیں۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۹۱)

علامہ اقبالؒ کا خراجِ عقیدت

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا کارنامہ اتنا بلند ہے کہ خود آنحضورؐ نے بھی ان کی قربانی کی مثال دیکھی تو آپؐ عش عش کر اٹھے اور آپؐ نے جب حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ کچھ اہل وعیال کے لیے بھی چھوڑا ہوتا تو انھوں نے عرض کیا کہ اہل وعیال کے لیے اللہ اور رسول کی محبت چھوڑ آیا ہوں، جوان

Marfat.com

کے لیے کافی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بانگِ درا میں صدیقؓ کے عنوان کے تحت جو نظم لکھی ہے، اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ دونوں کا تذکرہ کیا ہے، نظم کے آخری اشعار میں انھوں نے آنحضورؐ اور یارِ غارؓ کا مکالمہ یوں منظوم کیا ہے:

بولے حضورؐ چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار
اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار
پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

(کلیاتِ اقبال مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز ص ۲۲۴-۲۲۵)

عظیم لوگ عظیم مثالیں

حضرت عمرؓ نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے اس عظیم الشان کارنامے پر کہا "بخدا نیکی و خیر کے کاموں میں جب بھی مسابقت ہوئی تو ابوبکرؓ سب سے سبقت لے گئے۔" سچی بات یہ ہے کہ صحابہ سبھی کے سبھی روشن ستارے تھے مگر یارِ غار کا مقام و مرتبہ تو اتنا عالی شان ہے کہ ان کی گرد کو پہنچنا بھی کارے دارد ہے۔ کئی صحابہ کرام کی مثالیں مورخین نے بیان کی ہیں کہ وہ اپنے پاس سواریاں نہیں رکھتے تھے اور آنحضورؐ نے بھی ان جاں نثاروں سے فرمایا کہ آپ کے پاس ان کو جہاد تک لے جانے کے لیے سواری کا انتظام نہیں ہے۔ ایک جانب تو یہ لوگ جہاد سے محرومی کے غم پر روتے تھے اور دوسری جانب ان کی یہ کیفیت تھی کہ جتنا کچھ بھی ان کے پاس زادِ سفر تھا، وہ لے کر آتے اور جنگ پر جانے والے مجاہدین میں سے کسی کے سپرد کر دیتے۔ پھر جن صحابہ کے پاس ایک سے زیادہ سواریاں تھیں، وہ ایک سواری اپنے لیے رکھ لیتے اور دوسری سواری اپنے بھائیوں میں سے دو تین کو منتخب کر کے ان کے سپرد کر دیتے کہ تم باری باری اس پر سوار ہوتے رہنا۔ جو لوگ اپنی سواریوں

Marfat.com

پر جا رہے تھے انھوں نے رضا کارانہ طور پر سواریوں سے محروم صحابہ کو باری باری اپنے ساتھ سوار ہونے میں شامل کر لیا تھا۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۹۱)

عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے

جو لوگ جہاد پر جانے سے محرومی کی وجہ سے غم زدہ ہوئے، ان کا تذکرہ قرآن اور حدیث میں ملتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ان لوگوں پر کسی اعتراض کا موقع ہے نہ وہ مواخذے کے مستحق ہیں جنھوں نے خود آ کر [اے نبی] تم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے سواریاں بہم پہنچائی جائیں اور جب تم نے کہا کہ میں تمھارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کر سکتا تو وہ مجبوراً واپس گئے اور حال یہ تھا کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انھیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پر شریکِ جہاد ہونے کی مقدرت نہیں رکھتے'' (توبہ ۹: ۹۲)۔ نبی اکرمؐ جب جہاد پر روانہ ہو گئے تو آپؐ نے کچھ منزلیں طے کرنے کے بعد ایک روز مدینہ کی جانب رخ پھیرا اور صحابہ کرام سے فرمایا: ''اِنَّ بِا الْمَدِيْنَةِ اَقْوَامًا مَاسِرْتُمْ مَسِيْراً وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِياً اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ'' یعنی مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے جو وادی بھی طے کی اور جو قدم بھی اٹھائے، اس میں وہ تمھارے شانہ بشانہ رہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو اس مشکل سفر کی آزمائشیں برداشت کر رہے ہیں اور وہ مدینہ میں آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر ہمارے ساتھ ان کی شمولیت کیسی؟ آپؐ نے فرمایا وہ پیچھے رہنے والے نہیں تھے مگر انھیں مجبوری نے روک لیا ہے، حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ۔ (صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير باب من حبسهم العذر حدیث نمبر ۲۶۸۴)۔ گویا ان کے دل اہلِ ایمان کے ساتھ تھے اور ان کی مخلصانہ دعائیں بھی ان کے لیے مختص تھیں، اگر وہ مجبور نہ ہوتے تو کب اللہ کے رسول کا ساتھ چھوڑ کر پیچھے بیٹھ جاتے۔

مٹھی بھر کھجوروں کا مقام

ایک صحابی حضرت ابو عقیلؓ کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب انھوں نے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کا یہ حکم سنا کہ ہلکے ہو یا بھاری ہر حال میں اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلو اور جان و مال دونوں پیش کرو تو حضرت ابو عقیلؓ نے سوچا کہ جان تو پیش کر دیں گے مگر مال تو ان کے پاس ہے ہی نہیں۔ بلاشبہ ان کے لیے رخصت موجود تھی، تاہم یہ لوگ اصحابِ عزیمت تھے۔ وہ آنحضورؐ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے تدبیر سوچنے لگے۔ چنانچہ رات کو انھوں نے کسی یہودی کے ساتھ ایک معاملہ طے کیا اور اس کے باغ کو سیراب کرنے کے لیے رات بھر پانی کے ڈول کھینچتے رہے۔ صبح انھیں معاہدے کے مطابق کچھ کھجوریں ملیں تو وہ آدھی کھجوریں اپنے اہل و عیال کو دے کر باقی آدھی آنحضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ جب آنحضورؐ کی خدمت میں یہ کھجوریں پیش کیں تو آپؐ نے پوچھا کہ ابو عقیل یہ کھجوریں کہاں سے لائے ہو؟ تو عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے رات بھر مزدوری کی اور صبح مجھے کچھ کھجوریں ملیں۔ آدھی اپنے بال بچوں کو دے آیا ہوں اور آدھی آپؐ کی خدمت میں پیش کر دی ہیں۔'' نبی اکرمؐ نے سونے چاندی کے ڈھیر پر ان کھجوروں کو بکھیر دیا اور فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی نظروں میں یہ کھجوریں سونے چاندی کے ڈھیر سے بہتر ہیں۔ حضرت ابو عقیلؓ کا نام امام ابن کثیر نے حباب بن عبداللہ بن ثعلبہ بیان کیا ہے۔ تاریخ میں ان کا نام عبدالرحمان بھی بیان ہوا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ التوبہ ۹:۷۹-۸۰)

منافقین کی خباثت اور قرآن کا جواب

منافقین مارِ آستین کی طرح ہمیشہ اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ جب حضرت عاصم بن عدیؓ نے ایک سو وسق کھجوریں لا کر پیش کیں اور حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ نے بھی بھاری رقوم لا کر دیں تو منافقین نے آپس میں کہا: ''مَاھٰذَا اِلَّا رِیَاءٌ'' یعنی یہ نمایش اور دکھاوا ہے۔ جب حضرت ابو عقیلؓ نے تھوڑی سی کھجوریں لا کر پیش کیں تو ان کی غربت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ یہ کنگلا بھی اپنا نام لکھوانے کے لیے آ گیا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنْ صَاعِ اَبِیْ عَقِیْلٍ'' یعنی اللہ کو ابو عقیل کی ایک صاع کھجوروں کی کیا ضرورت ہے۔ انھی کے جواب میں اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں یہ

Marfat.com

آیت نازل فرمائی: ”(وہ خوب جانتا ہے ان کنجوس دولت مندوں کو) جو برضا ورغبت دینے والے اہل ایمان کی [بڑی] مالی قربانیوں پر باتیں چھانٹتے ہیں اوران لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس (راہِ خدا میں دینے کے لیے) اس کے سوا کچھ نہیں ہے جو وہ اپنے اوپر مشقت برداشت کر کے دیتے ہیں۔ اللہ ان مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے اوران کے لیے دردناک سزا ہے۔“ (ایضاً)

اصل چیز اخلاص ہے کثرت ومقدار نہیں

بلاشبہ اللہ رب العالمین کے نزدیک مال و دولت اور اس کی مقدار و پیمانے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ تو ہر چیز سے غنی ہے اور اسے اپنے بندوں کا خلوص وتقویٰ درکار ہے۔ وہ فرماتا ہے: ”نہ ان [جانوروں] کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون، مگر اسے تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اس نے ان کو تمھارے لیے اس طرح مسخر کیا ہے تاکہ اس کی بخشی ہوئی ہدایت پر تم اس کی تکبیر کرو۔ اور اے نبیؐ، بشارت دے دے نیکو کار لوگوں کو“ (الحج ۲۲:۳۷)۔ اخلاص کے ساتھ پیش کی ہوئی رقم اور مال خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اللہ کی نظروں میں قیمتی اور وقیع ہے۔ اگر اخلاص نہ ہو تو رقم خواہ بڑی ہو یا چھوٹی بے وزن اور بے وقعت ہو جاتی ہے۔ پھر کم اور زیادہ کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ عموماً لوگ اس کے تعین میں ٹھوکریں کھا جاتے ہیں۔ اگر ایک آدمی کے پاس کل سرمایہ سو روپیہ ہے اور وہ اس میں سے پچاس روپے راہِ خدا میں دے دیتا ہے تو گویا اس نے اپنی موجود پونجی کا نصف یعنی پچاس فیصد راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔ اس کے مقابلے میں ایک آدمی کے پاس ایک کروڑ روپیہ ہے اور وہ اس میں سے دس لاکھ دے دیتا ہے تو یہ بے شک ایک بڑی خطیر رقم ہے مگر اس نے محض دس فیصد دیا ہے جو پچاس فیصد سے بہت کم ہے۔

Marfat.com

مدینہ سے تبوک کی جانب کوچ

نفیرِ عام

نبی اکرمؐ نے قیصر روم کے مقابلے پر جہاد کا اعلان کیا تو اسے کوئی راز نہیں رکھا بلکہ کھلے بندوں نفیرِ عام کے ذریعے ہر دوست اور دشمن کو بتا دیا کہ آپؐ براہِ راست رومی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تبوک کی طرف جا رہے ہیں۔ اس مہم پر جاتے ہوئے آپؐ نے بعض دیگر جنگی مہمات کی طرح راستہ بدلنے کے بجائے ڈائریکٹ پیش قدمی کی۔ مدینہ سے نکلنے سے قبل آپؐ نے ساز و سامان جمع کرنے کے لیے کامیاب و موثر مہم چلائی جو مشکلات کے باوجود نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ چند ہی دنوں میں تیس ہزار کا لشکر معرکۂ حق و باطل میں کودنے کے لیے تیار ہو گیا۔ آپؐ نے کوشش کی کہ پورے جزیرہ نمائے عرب میں جہاں جہاں لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے، ہر قبیلے میں اور ہر مقام پر عام منادی کرائی جائے کہ جو بھی جہاد میں جا سکتے ہیں وہ نکل کھڑے ہوں۔ اس کام کے لیے آپؐ نے اپنے سفیر اور نمائندے منتخب کیے اور ان کو مختلف قبائل کی طرف جانے کی ذمہ داریاں سونپیں۔

قبائل کی طرف نمائندگان

۱- قبیلہ اسلم کی طرف جانے والے صحابی کا نام حضرت بریدہ بن الحصیبؓ بیان کیا گیا ہے۔ یہ قبیلہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقیم مسلمانوں کا بڑا اہم قبیلہ تھا اور اس سے قبل بھی فتح مکہ اور غزوۂ حنین میں خدمات سرانجام دے چکا تھا۔ سب سے پہلے آپؐ نے اسی کی طرف اپنا نمائندہ بھیجا۔

۲- مشہور صحابی اور صاحبِ سیف و سناں مجاہد حضرت ابورہم الغفاریؓ کو ان کے قبیلے غفار کی

Marfat.com

طرف روانہ کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ وہ بنوغفار کے پڑوس میں بسنے والے قبائل بدر اور صفرا کو بھی پیغامِ نبوی پہنچا دیں۔

۳- بنوکنانہ کی شاخ بنی لیث کی طرف حضرت الحارث بن مالکؓ المعروف ابوواقد اللیثی کو بھیجا گیا۔

۴- ساحل کی طرف بسنے والے قبائل بنوضمرہ وغیرہ کی طرف حضرت ابوالجعد الضمریؓ کو بھیجا گیا۔

۵- بنوکعب اور بنوخزاعہ کی مختلف شاخوں کی طرف تین صحابی بھیجے گئے۔ ان صحابہ میں حضرت بُدَیل بن ورقاءؓ، حضرت عمرو بن سالمؓ اور حضرت بشر بن سفیانؓ کے نام تاریخ میں ملتے ہیں۔

۶- قبیلہ سُلَیم کی طرف حضرت العباس بن مرداسؓ السلمی اور ان کے ساتھیوں کو بھیجا گیا۔

۷- قبیلہ جُہینہ کی طرف حضرت رافع بن مَکِیثؓ اور ان کے بھائی حضرت جُندُب بن مکیثؓ کو بھیجا گیا۔

۸- قبیلہ اشجع کی طرف آنحضورؐ نے حضرت نُعیم بن مسعودؓ کو روانہ فرمایا۔ ان کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔

۹- اہل مکہ اور طائف کو بھی جہاد میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

سپر طاقت کا اعترافِ شکست

نبی اکرمؐ کو اطلاع ملی کہ شام میں ہرقل کی فوجیں جمع ہو چکی ہیں اور خود ہرقل بھی اپنے بڑے لشکر کے ساتھ روم سے چل پڑا ہے۔ بعض عجمی قبائل جو تجارت کے سلسلے میں مختلف عرب ملکوں میں گھومتے رہتے تھے، مدینہ پہنچے تو انھوں نے شامی اور رومی فوجوں کی رپورٹ آنحضورؐ کو دی اور یہ رپورٹ بالکل درست تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہرقل فوجوں کی کمان کرنے کے لیے اپنے دارالحکومت سے نکلا تھا مگر زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اس کے ارادے متزلزل ہو گئے۔ گویا دنیا کی نام نہاد سپر طاقت نے اسلام کی نوزائیدہ ریاست کے مقابلے میں عملاً اپنی شکست کا اعتراف کر لیا۔ یہ بھی حضورؐ پاک کی اس حدیث کی تفسیر ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے رعب کے ساتھ میری نصرت فرمائی ہے۔ اللہ نے قیصر روم ہرقل کے دل میں ایسا رعب ڈالا کہ جس کی بظاہر کوئی توجیہہ نہیں کی جا سکتی۔ البتہ یہ حقیقت اپنی جگہ اہم ہے کہ جنگ موتہ کی تفصیلی رپورٹ اس کے سامنے

Marfat.com

تھی۔اس کے علاوہ بعض اہلِ ایمان قبولِ اسلام کے بعد اس کے سامنے پیش کیے گئے اور انھوں نے جان سے گزر جانا قبول کر لیا مگر کوئی لالچ اور خوف انھیں اسلام سے برگشتہ نہ کر سکا۔سید مودودی نے بھی اس حقیقت کی طرف اپنی تفسیر میں اشارہ کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں: ''اسی زمانے میں سلطنت روم کی عربی فوجوں کا ایک کمانڈر فَرْوَہ بن عَمْرو الجُذامی مسلمان ہوا جس نے اپنے ایمان کا ایسا زبردست ثبوت دیا کہ گردوپیش کے سارے علاقے اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ قیصر کو جب فَرْوَہ کے قبول اسلام کی اطلاع ملی تو اس نے انھیں گرفتار کر کے اپنے دربار میں بلوایا اور ان سے کہا کہ دو چیزوں میں سے ایک کو منتخب کر لو۔ یا ترکِ اسلام جس کے نتیجے میں تم کو نہ صرف رہا کیا جائے گا بلکہ تمھیں اپنے عہدے پر بھی بحال کر دیا جائے گا، یا اسلام جس کے نتیجے میں تمھیں سزائے موت دی جائے گی۔ انھوں نے ٹھنڈے دل سے اسلام کو چن لیا اور راہ حق میں جان دے دی۔ یہی واقعات تھے جنھوں نے قیصر کو اس ''خطرے'' کی حقیقت و اہمیت محسوس کرائی جو عرب سے اٹھ کر اس کی سلطنت کی طرف بڑھ رہا تھا۔'' (تفہیم القرآن ج ۲، دیباچہ سورۂ توبہ، ص ۱۶۹)

مدینہ سے کوچ اور جانشینی

ہرقل کو یہ اطلاع بھی ملی تھی کہ اس مرتبہ جنگ موتہ کی طرح رسولِ رحمتؐ کسی کمانڈر کی سرکردگی میں فوج نہیں بھیج رہے بلکہ خود اپنی فوج کی کمان کرتے ہوئے میدان میں آ رہے ہیں تو اس کے حوصلے پست ہو گئے۔ وہ چند منزلیں طے کرنے کے بعد آگے بڑھنے کی بجائے، واپس پلٹ گیا۔ اس کے واپس چلے جانے کی وجہ سے شام میں جمع ہونے والی فوجیں بھی حوصلے ہار بیٹھیں اور تتر بتر ہو گئیں۔ نبی اکرمؐ اپنے پروگرام کے مطابق مدینہ سے چل پڑے۔ آپؐ نے تبوک کی طرف روانہ ہونے سے قبل اپنے معمول کے مطابق اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اس دفعہ یہ ذمہ داری قبیلہ غفار کے صحابی حضرت سباع بن عرفطہؓ کے کندھوں پر ڈالی گئی۔ اس مرتبہ آپؐ نے ایک اور فیصلہ بھی فرمایا اور وہ یہ کہ اپنے محبوب صحابی اور چچازاد بھائی حضرت علی بن ابی طالبؓ کو حکم دیا کہ وہ مدینہ ہی میں مقیم رہیں۔ ان کی ذمہ داری یہ لگی کہ وہ آنحضورؐ کی غیر موجودگی میں

Marfat.com

آپؐ کے تمام اہل وعیال کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ آنحضورؐ یہ فیصلے کرنے کے بعد مدینہ سے روانہ ہوئے۔

حضرت علیؓ کا اعلیٰ مقام

ادھر آنحضورؐ اور آپؐ کی فوج نے کوچ کیا۔ ادھر منافقین نے فتنے اٹھانا شروع کر دیے۔ ان کے مختلف فتنوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ علی بن ابی طالب زیر عتاب آ گیا ہے اور رسول اللہ نے اس پر عدمِ اعتماد کر کے اسے جہاد میں شریک کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ہر چند کہ یہ بات بالکل جھوٹ پر مبنی تھی لیکن فتنہ پردازوں کا فتنہ اتنا زہریلا اور گمراہ کن تھا کہ حضرت علیؓ جیسا عالی ہمت اور مردِ حکیم بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اپنے دل کے اطمینان اور فتنہ پردازوں کا منہ بند کرنے کے لیے حضرت علیؓ آنحضورؐ کے پیچھے چل پڑے اور کسی منزل پر آنحضورؐ سے جا ملے۔ جب آنحضورؐ نے انھیں دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ وہ کیوں مدینہ چھوڑ کر آ گئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے منافقین کے پراپیگنڈے پوری تفصیل سے آنحضورؐ کی خدمت میں بیان کر دیے۔ آپؐ نے انھیں تسلی دی اور فرمایا کہ منافقین کا یہ پراپیگنڈہ بھی اسی طرح کذب وافترا ہے جس طرح اس سے قبل وہ فتنے اٹھاتے رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''علی تم اس فتنے کی کوئی پروا نہ کرو، واپس مدینہ چلے جاؤ اور میری ہدایت کے مطابق اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہو۔'' اسی موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِعَلِیٍّ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی؟ اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ''۔ یعنی اے علی! کیا تمھیں یہ بات پسند نہیں کہ تم مجھ سے وہی تعلق رکھتے ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھا، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک حدیث نمبر ۴۱۵۴)

یہ سن کر حضرت علیؓ خوش ہو گئے اور آپؐ کے حکم کے مطابق واپس مدینہ آ گئے۔ اگرچہ منافقین اب بھی اپنی خباثتوں میں لگے ہوئے تھے مگر حضرت علیؓ نے اب کسی بات پر کوئی دھیان نہ دیا۔ وہ آنحضورؐ کے تفویض کردہ فرائض ادا کرتے رہے تا آنکہ آپؐ تبوک سے واپس آ گئے۔

Marfat.com

لشکرِ عزیمت کی سخت کوشی

مدینہ منورہ سے تبوک تک کا سفر خاصا کٹھن اور مشکل تھا۔ ایک تو فاصلہ طویل تھا دوسرے سفر کا بیش تر حصہ ایسے ریگستان پر مشتمل تھا جہاں سورج نکلتے ہی لو کے تھپیڑے چلنے لگتے تھے۔ راستے میں وہ عبرت انگیز مقامات بھی تھے، جن پر اللہ کا عمومی عذاب نازل ہوا تھا یعنی قومِ ثمود کا علاقہ اور ان کے تباہ شدہ کھنڈرات۔ سواریوں کی قلت تھی اور ایک ایک اونٹ پر باری باری تین صحابہ سواری کرتے تھے۔ شدت کی گرمی میں دوپہر کے وقت لق و دق صحرا میں کہیں قیام کرنے کے لیے کوئی سایہ میسر نہ ہوتا تھا۔ اتنے خیمے بھی نہ تھے کہ جو دھوپ سے بچا سکیں۔ چادر، کمبل اور جو چیز بھی میسر تھی، اس کی اوٹ میں وقت گزاری کر لی جاتی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام بہت بلند ہمت اور صاحبِ عزیمت لوگ تھے۔ انھوں نے یہ طویل سفر نہایت پامردی سے طے کیا، سفر کے دوران سواریوں کے اونٹ تو ریگستانی جانور ہونے کی وجہ سے زیادہ مشکل میں نہیں تھے البتہ گھوڑے اس شدت کی گرمی میں خاصے پریشان اور نحیف ہو گئے تھے تاہم عربی گھوڑے نسبتاً سخت جان ہوتے ہیں اور گرمی برداشت کرنے کے عادی بھی۔ پھر یہ گھوڑے مجاہدین کی سواریاں تھے اور جس طرح راکب کا درجہ ممتاز ہے، ان گھوڑوں کو بھی فضیلت اور اللہ کی تائید حاصل تھی۔ ایک آدھ غمناک واقعہ کے سوا [جس کا تذکرہ آگے آئے گا] یہ سفر عمومی طور پر بخیریت گزرا اور اتنا بڑا لشکر اپنی منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ سب کچھ تائیدِ ایزدی کا مرہونِ منت تھا۔

سفر کی منازل

نبی اکرمؐ کے سفر کی جو تفصیلات تاریخ میں ہماری نظروں سے گزری ہیں، ان کے مطابق آپؐ کا یہ سفر تقریباً نو سو کلومیٹر سے کچھ زائد تھا۔ آپؐ دن کو قیام کرتے اور رات کو سفر کرتے۔ آپؐ نے پہلا قیام الجرف کے مقام پر کیا اور اس کے بعد اگلا پڑاؤ ذوخشب کی سنگلاخ وادی میں فرمایا۔ اسی سفر میں آنحضورؐ نے نمازِ ظہر و عصر جمع کر کے ادا کیں۔ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپؐ ظہر کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ وہ ٹھنڈی ہو جاتی یعنی آخری وقت ہو جاتا۔ پھر اس کے ساتھ عصر کو پڑھتے جس کا وہ

Marfat.com

پہلا وقت ہوتا۔ تبوک سے واپس آنے تک آپ کا یہی معمول رہا۔ جن مقامات پر آپؐ نے قیام فرمایا، ان کے بارے میں مؤرخین اور جغرافیہ دانوں نے اپنی اپنی آرا بیان کی ہیں۔ سفر کے دوران غالباً آپؐ نے اٹھارہ یا بیس مقامات پر قیام فرمایا۔ اس لحاظ سے آپ تقریباً پینتالیس، پچاس کلومیٹر کا سفر ہر روز طے کرتے تھے۔ بعد کے ادوار میں ان مقامات کا تعین و اندازہ کر کے اہلِ ایمان نے یہاں مساجد تعمیر کر دیں۔ موجودہ دور کے بعض مورخین بالخصوص محمد احمد باشمیل، جناب شوقی ابوخلیل اور بعض دیگر ماہرین جغرافیہ نے یاقوت الحموی اور دیگر قدیم ماخذ سے استفادہ کرتے ہوئے ایسے پندرہ مقامات کا تعین کیا ہے، جہاں آج مسجدیں قائم ہیں۔ یہ مقامات مندرجہ ذیل ہیں:

۱- ذوخشب میں ایک درخت تھا، جس کے نیچے آپؐ نے نماز پڑھی تھی۔ وہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے۔

۲- وادی العقیق کے علاقے میں الفیفاء کی مسجد۔

۳- المروہ کی مسجد۔ یہ المروہ صفا مروہ نہیں بلکہ وادی القریٰ میں ایک مقام کا نام ہے۔

۴- السقیاء کی مسجد۔ یہ مدینہ سے تبوک کی طرف جاتے ہوئے ایک مقام ہے جس کی جانب جحفہ سے راستہ نکلتا ہے۔

۵- وادی القریٰ کی مسجد۔

۶- الحجر کی مسجد۔

۷- حوصاء کی مسجد۔

۸- ذوالجیفہ کی مسجد۔

۹- شقِ تارا (نزد جوبر) کی مسجد۔

۱۰- ذات الخطمی کی مسجد۔

۱۱- سُمنہ کی مسجد جو ایک چشمے پر واقع ہے۔

۱۲- الاخضر کی مسجد۔

Marfat.com

۱۳- ذات الزراب کی مسجد۔

۱۴- مسجد المدران۔

۱۵- مسجد تبوک۔

آج کے دور میں بھی اس علاقے میں سفر کرنے والے تمام سہولیات کے باوجود اندازہ کر سکتے ہیں کہ سفر کتنا تھکا دینے والا اور موسم کس قدر شدید تھا۔ صحابہ کرام کے نقوشِ پا تاریخ کی گزرگاہوں ہی میں نہیں، بر سرزمین بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ اے کاش آج یہ امت اپنے شاندار ماضی اور عظیم اسلاف کی سچی امین ثابت ہو سکے۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۹۹-۱۰۰۰)

......۞۞۞......

Marfat.com

مناصب اور مناقب

عَلَم بردارانِ غزوۂ تبوک

نبی اکرمؐ نے اپنے معمول کے مطابق اس غزوے کے دوران بھی مختلف صحابہ کو مناصب و ذمہ داریاں عطا فرمائیں۔ سب سے بڑا جھنڈا (لوا) حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیا گیا۔ دوسرے نمبر پر حضرت زبیر بن العوامؓ کو جھنڈا (رایہ) عطا کیا گیا۔ اس کے بعد بنو اوس میں سے حضرت اُسید بن الحضیرؓ انصاری کو جھنڈا (علم) عطا ہوا۔ بنوخزرج میں سے تین صحابہ حضرت ابودجانہؓ، حضرت سماک بن خرشہؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو بھی جھنڈے (علم) عطا کیے گئے۔ حضرت زید بن ثابتؓ اس وقت کم عمر صحابہ میں سے تھے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھی جھنڈا دینے کا تذکرہ تاریخ میں ملتا ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ کے بارے میں یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ ان سے پہلے خزرج کی شاخ بنو نجار (انصار) کا جھنڈا حضرت عمارہ بن حزمؓ کو عطا ہوا مگر پھر بعد میں آنحضورؐ نے ان سے یہ جھنڈا لے کر حضرت زید بن ثابتؓ کے حوالے کر دیا۔ حضرت عمارہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھ سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہے یا آپؐ مجھ سے ناراض ہوگئے ہیں کہ جھنڈا واپس لے لیا ہے تو آپؐ نے انھیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم میں تجھ سے ناراض نہیں ہوں۔ میں نے زید کو یہ اعزاز اس لیے دیا ہے کہ وہ تم سے زیادہ قرآن کا حافظ ہے اور اے عمارہ تم بخوبی جانتے ہو کہ قرآن تو انسان کو ارفع و اعلیٰ کر دیتا ہے اگرچہ اس کا حامل نکٹا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اَلْقُرْآنُ یُقَدِّمُ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا اَسْوَدَ مُجَدَّعًا (تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۰۲-۱۰۰۳)

حضرت ابوخیثمہ

سفر کے دوران میں بعض بڑے دلچسپ و ایمان افروز واقعات سامنے آئے جن سے صحابہ

Marfat.com

کی عظمت اور ان کے مناقب کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت ابوخیثمہؓ کا واقعہ تاریخ میں بیان کیا گیا ہے۔ آپؓ انصارِ مدینہ میں سے تھے۔ باغات اور کھیتوں کے مالک تھے۔ سواری کے لیے اچھی اونٹنی ہمیشہ ان کے پاس ہوتی تھی۔ غزوۂ تبوک کے لیے جس وقت آنحضورؐ روانہ ہوئے تو ابوخیثمہ اپنے باغ میں تھے۔ آپ علی الصبح مدینہ سے نکل گئے۔ حضرت ابوخیثمہؓ اپنے باغ سے گھر واپس آئے تو دوپہر کا وقت تھا اور شدید لو چل رہی تھی۔ حضرت ابوخیثمہؓ کی دو بیویاں تھیں۔ دونوں نے اپنے کمروں کے دروازوں پر چک لٹکائے ہوئے تھے اور کمرے اندر سے پوچ رکھے تھے۔ لذیذ کھانا پکا ہوا تھا اور ٹھنڈے پانی کے گھڑے بھرے ہوئے تھے۔ حضرت ابوخیثمہؓ کو شہر میں داخل ہوتے ہی پتا چلا کہ حضور اکرمؐ اور آپ کے ساتھی صبح ہی صبح تبوک کی جانب چلے گئے ہیں۔ مدینہ کے گلی کوچے ویران اور اداس تھے۔ شہر سے گزر کر حضرت ابوخیثمہؓ نے اپنے کمروں کے دروازوں پر پہنچ کر دیکھا کہ اُن کی بیویاں اُن کی منتظر ہیں۔

آرام طلبی نہیں، جہدِ مسعود

کمروں کی خنکی اور باہر کی شدید لو کے تناظر میں حضرت ابوخیثمہؓ نے اپنے آپ سے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلچلاتی دُھوپ میں اور تپتے ریگستانوں میں لُو کے تھپیڑوں کا مقابلہ کر رہے ہیں اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سائے میں، لذیذ کھانوں کے مزے لُوٹنے اور حسین عورتوں کی رفاقت کا لطف اٹھانے کے لیے یہ دوپہر یہاں گزارے گا؟ مجاہدین جاچکے اور ابوخیثمہ اپنے مال کی محبت میں گرفتار ہے؟ یہ اسلام کے خلاف اور ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے۔'' پھر اپنی بیویوں سے کہا: ''بخدا! میں تم دونوں میں سے کسی کے جھونپڑے میں ہرگز داخل نہیں ہوں گا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا۔ میرا زادِراہ فوراً تیار کرو۔'' انھوں نے زادِسفر تیار کر دیا تو اپنے باغ میں پہنچے، اونٹنی پر کجاوہ کسا اور عین دوپہر میں نکل کھڑے ہوئے۔

کن اباخیثمہ

ادھر حضورِ اکرمؐ جس روز تبوک میں نازل ہوئے اسی روز حضرت ابوخیثمہ بھی وہاں جا پہنچے۔

Marfat.com

حضرت ابوخیثمہؓ کے تبوک پہنچنے سے قبل حضورؐ اور دیگر صحابہؓ وہاں مقیم تھے۔ جب حضرت ابوخیثمہؓ قریب پہنچے تو صحابہ نے کہا: ''کوئی سوار اس جانب (تنہا) آرہا ہے۔'' آنحضورؐ نے فرمایا: کن ابا خیثمة یعنی یہ ابوخیثمہ ہوگا۔ جب وہ آ پہنچے تو صحابہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی یہ ابوخیثمہ ہی تھا۔'' حضرت ابوخیثمہؓ نے اپنی اونٹنی بٹھائی اور اتر کر آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم کو سلام کیا، آپؐ نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا: ''اے ابوخیثمہ! اگر تو پیچھے رہ جاتا تو ہلاکت کے کنارے پہنچ چکا تھا۔'' حضرت ابوخیثمہؓ نے اپنی پوری کہانی سنا دی، اس پر نبی اکرمؐ نے ان کے حق میں برکت اور خیر کی دعا کی۔ ابوخیثمہؓ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن کر خوشی سے یہ شعر کہے:

وَلَمَّا رَاَیْتُ النَّاسَ فِی الدِّیْنِ نَافَقُوْا
اَتَیْتُ الَّذِیْ کَانَ اَعَفُ وَاَکْرَمَا
وَبَایَعْتُ بِالْیُمْنٰی یَدِیْ لِمُحَمَّدٍ
فَلَمْ اَکْتَسِبْ اِثْمًا وَلَمْ اَغْشَ مُحَرَّمَا
تَرَکْتُ خَضِیْبًا فِی الْعَرِیْشِ وَ صِرْمَةً
صَفَایَا کِرَامًا بُسْرُهَا قَدْ تَحَمَّمَا
وَکُنْتُ اِذَا شَکَّ الْمُنَافِقُ اَسْمَحَتْ
اِلَی الدِّیْنِ نَفْسِیْ شَطْرَهٗ حَیْثُ یَمَّمَا

ترجمہ: جب میں نے دیکھا کہ لوگوں نے دین میں منافقت کی روش اپنالی ہے تو میں نے وہ طرز عمل اختیار کیا جو خلوص پر مبنی ہے اور میں اس شخص کے پاس آ گیا جو بہت معاف کرنے والا اور ازحد فیاض ہے۔

میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس بیعت کے بعد نہ کبھی کوئی گناہ کیا اور نہ چھپ چھپا کر حرام کے راستے پر چلا۔

Marfat.com

میں نے اپنے گھر میں خوب صورت اور بنی سنوری عورتوں کو چھوڑا اور بہت سی دودھ دینے والی اونٹنیوں کے گلّے چھوڑ کر چل دیا۔ انگوروں کی بیلوں سے ہاتھ اٹھالیا، جن کے گچھے پک کر سرخ ہو رہے تھے اور کھجوروں کے پکے ہوئے باغات کو خیر باد کہہ دیا۔

جب منافقین دینِ حق کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو جایا کرتے تھے تو میں دین کو مضبوطی سے پکڑ لیا کرتا تھا۔ میرا مطمحِ نظر ہی دین تھا۔ وہ جہاں بھی مجھے ملا میں نے اسے سینے سے لگالیا۔'' (سیرة ابن ھشام القسم الثانی، ص ۵۲۱، المغازی للواقدی ج ۳، ص ۹۹۸-۹۹۹، بحوالہ المعجزات المحمدیہ از ولید الاعظمی اردو ترجمہ معجزات سرور عالمؐ ص ۱۷۳-۱۷۴، طبع اگست ۱۹۸۸)

درویش منش صحابی

سیدنا ابوذر غفاریؓ اپنی راتیں اللہ کے سامنے قیام اور رکوع وسجود میں گزار دیتے تھے۔ آپؓ میدانِ جہاد میں بھی ہمیشہ اگلی صفوں میں رہے۔ تمام ہی صحابہ رہبان اللیل اور فرسان النہار کی مثال تھے مگر حضرت ابوذر غفاریؓ تو اس میں بالکل منفرد وممتاز تھے۔ آپؓ غزوۂ تبوک کے موقع پر آنحضورؐ کے ساتھ ہی مدینہ سے نکلے تھے۔ راستے میں ایک جگہ ان کا اونٹ تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ اسے اٹھانے کی کوشش کی مگر جب وہ نہ اٹھا تو اسے خدا حافظ کہا اور پیدل ہی چل پڑے۔ اس وقت آنحضورؐ اور صحابہ کرام دوپہر کی شدید دھوپ میں کسی مقام پر فروکش تھے۔ صحابہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کوئی تنہا مسافر ریگستان میں پیدل چلا آ رہا ہے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''ابوذر ہوگا۔ وہی اکیلا چلنے کی ہمت رکھتا ہے۔ اکیلے ہی میں اسے وفات آئے گی اور اکیلا ہی قیامت کو اٹھے گا۔''

حضرت ابوذر غفاریؓ کارواں کے پاس آ پہنچے اور صحابہ نے ان کو یہ واقعہ بتایا تو وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! آپؐ نے یہ اور یہ فرمایا ہے۔ آپؐ نے کہا: ''ہاں'' تو عرض کیا: ''مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں مگر میں تنہا فوت ہو گیا تو میری نماز جنازہ اور تجہیز وتکفین کون کرے گا؟'' آپؐ نے فرمایا: ''اس کی فکر نہ کرو۔ تمھاری نماز جنازہ میں مومنین کی

Marfat.com

ایک جماعت شریک ہوگی۔'' اب دیکھیے حالات کیا پلٹا کھاتے ہیں اور نبی رحمتؐ کی پیش گوئیاں کیسے حقیقت بن کر تاریخ میں جگمگاتی ہیں۔

مدینہ سے ربذہ منتقلی

حضرت ابوذر غفاریؓ کو خلیفہ سوم سیدنا عثمان بن عفانؓ نے مدینہ سے ربذہ (عراق) چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ وہاں چلے گئے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کو آنحضورؐ نے بتایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب تمھیں مسجد نبوی اور مدینہ سے چلے جانے کا حکم ملے گا۔ انھوں نے عرض کیا کہ مجھے یہاں سے کوئی نکالے گا تو میں تلوار نکال لوں گا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ نہیں جب حکم ملے گا تو اطاعت کرنا۔ چنانچہ یہ حکم ملنے پر ہی انھوں نے ربذہ جانے کا فیصلہ کیا۔ وہاں کے لوگوں نے آپؓ کو اپنی حمایت کا یقین دلاتے ہوئے کہا کہ آپ بغاوت کا اعلان کردیں تو ہم ایک لاکھ جنگ جو آپ کے گرد جمع کردیں گے۔ اس کے جواب میں حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا: ''خلیفہ راشد نے جو فیصلہ کیا ہے، میں اسی میں اپنی نجات سمجھتا ہوں۔ خبردار جو تم نے بغاوت کی بات کی۔ اگر تم ایسا کروگے تو سب سے پہلے میں خلیفۂ راشد کے لیے تمھارے مقابلے پر نکلوں گا۔ جو عادل امیر کو ذلیل کرتا ہے، خدا اس کی توبہ قبول نہیں کرتا۔'' کیا بلند مقام اور اسلام سے بے لوث وابستگی ہے۔ سبحان اللہ!

آخری لمحات

۳۲ھ کے ایام حج میں ربذہ کے تمام لوگ بیوی بچوں سمیت حج کے لیے چلے گئے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے ساتھ صرف ان کی بوڑھی بیوی اور ایک بیٹی موجود تھی۔ [ایک روایت کے مطابق ان کی بیوی اور غلام دو افراد ان کے ساتھ تھے۔] اسی دوران آپؓ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ جب نزع کی حالت طاری ہوئی تو ان کی اہلیہ رونے لگیں۔ حضرت ابوذرؓ نے نحیف آواز میں پوچھا کہ روتی کیوں ہو؟ اہلیہ نے جواب دیا: ''آپ ایک ویرانے میں دم توڑ رہے ہیں، نہ میرے پاس اتنا کپڑا ہے کہ آپ کو کفن دے سکوں اور نہ ہی میرے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ آپ کی

Marfat.com

ابدی خواب گاہ تیار کرسکوں۔'' حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا تھا کہ میں صحرا میں وفات پاؤں گا اور مومنین کی ایک جماعت میری نماز جنازہ میں شریک ہوگی۔ تم باہر جا کر دیکھو، آپؐ کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کی کوئی جماعت ضرور آتی ہوگی۔'' پاس ہی ایک ٹیلہ تھا۔ حضرت ابوذرؓ کی اہلیہ اس پر چڑھ کر انتظار کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد دُور گرد اڑتی نظر آئی، پھر اس میں سے چند سوار نمودار ہوئے۔ جب قریب آئے تو حضرت ابوذرؓ کی زوجہ نے انھیں پاس بلا کر کہا: ''بھائیو! قریب ہی ایک مسلمان سفرِ آخرت کی تیاری کر رہا ہے اس کے کفن دفن میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔'' قافلے والوں نے پوچھا ''وہ کون شخص ہے۔'' جواب دیا: ''ابوذر غفاری۔''

حضرت ابوذرؓ کا نام سنتے ہی قافلے والے بے تاب ہوگئے اور ''ہمارے ماں باپ اُن پر قربان ہوں'' پکارتے ہوئے ان کی طرف لپکے۔ یہ لوگ حضرت ابوذرؓ کے پاس پہنچے اور انھوں نے بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہہ کر جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر سب نے مل کر اس آفتاب رشد و ہدایت کو سپرد خاک کر دیا۔ تدفین کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ نے سفرِ تبوک کا واقعہ اور حضور پاک صلعم کا ارشادِ گرامی لوگوں کو سنایا۔ ہر شخص کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔'' (سیرۃ ابن ہشام (القسم الثانی)، ص ۵۲۴، المغازی للواقدی ج۳، ص ۱۰۰۱، بحوالہ المعجزات المحمدیہ ازولید الاعظمی اردو ترجمہ معجزات سرور عالمؐ ص ۱۸۱، طبع اگست ۱۹۸۸ء)

فقر و مہمان نوازی

حضرت ابوذر غفاریؓ نے زندگی فقر و فاقے میں مگر مکمل استغنائے قلبی کے ساتھ گزاری۔ وہ اس قدر مہمان نواز تھے کہ اپنی زندگی کے ان آخری لمحات میں بھی اپنی بیٹی کو حکم دیا کہ لختِ جگر ایک بکری ذبح کرلو اور گوشت تیار کرکے پکا ڈالو۔ کچھ مہمان آئیں گے، جب وہ میرے جنازے اور تدفین سے فارغ ہو جائیں تو انھیں کہنا کہ میرے والد نے وصیت کرتے ہوئے آپ لوگوں کو خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک آپ کھانا نہ کھالیں، یہاں سے رخصت نہ ہوں۔ یہ تھے وہ لوگ جن کی

Marfat.com

تربیت رسول رحمتؐ نے کی تھی۔ ہم بھی اس قافلے کی گرد راہ ہیں۔ آیئے ذرا سوچیں کہ ہماری انفرادی اور مجموعی حالت کیا ہے۔ اصلاحِ احوال کے لیے انھی چراغوں سے تاریک راہوں کو منور کرنا ہوگا۔

حضرت ابورہمؓ کی اونگھ

اس سفر کے دوران حضرت ابورہم غفاریؓ سے پھر ویسی ہی غلطی ہوگئی جیسی غزوۂ بنوہوازن کے دوران ہوئی تھی۔ [اس کا تذکرہ اس کتاب میں پہلے گزر چکا ہے۔] وہ خود بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ رات کے وقت سفر کرتے تھے اور ہم اُن کے ہمرکاب ہوتے تھے۔ ایک رات کو جب ہم سفر کررہے تھے تو مجھے اپنی اونٹنی کی نشست پر بیٹھے بیٹھے نیند آگئی۔ میری اونٹنی آپؐ کی اونٹنی کے برابر چلتی تھی۔ مجھے ڈر لگا کہ کسی تنگ وادی میں میری اونٹنی آپؐ کی اونٹنی سے ٹکرا نہ جائے۔ میں کوشش کرکے اپنے آپ کو بیدار کرنے لگا۔ اس کے باوجود مجھ پر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ میں اونگھ گیا۔ اس دوران خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ میری اونٹنی آپؐ کی اونٹنی سے ٹکرا گئی اور میں نے ''حِسّ'' کی آواز سنی جو تکلیف کے وقت بے ساختہ منہ سے نکلتی ہے۔ میں آواز سنتے ہی بیدار ہوگیا۔ مجھے احساس ہوا کہ آپؐ کو تکلیف پہنچی ہے۔ میں نے فوراً آنحضورؐ سے معافی مانگی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لیے استغفار فرمائیں۔ آپؐ نے مجھ سے درگزر فرمایا اور [مجھے بیدار رکھنے کے لیے] مجھ سے مختلف قبائل کے بارے میں سوال پوچھنے لگے، جن میں سے کچھ لوگ جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے۔ مجھے جن کے بارے میں کچھ معلومات تھیں ان کے بارے میں بتاتا رہا۔ جن کے بارے میں علم نہیں تھا، ان کے بارے میں میں معذرت کردیتا۔

جہاد میں شرکت اور مجاہدین کی معاونت

حضرت ابورہمؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ کتنے بدقسمت ہیں وہ لوگ جو خوشحال تھے مگر انھیں ہمت نہ پڑی کہ وہ جہاد میں شریک ہوں اور یہ توفیق بھی نہ ملی کہ وہ کسی مجاہد کو سواری فراہم کردیں کہ وہ اسے میدانِ جہاد تک لے جائے۔ اگر کوئی شخص جہاد میں خود شریک نہ ہوسکے اور مالی ایثار کرکے کسی مجاہد فی سبیل اللہ کو سامان فراہم کردے تو اسے بھی جہاد میں شریک

Marfat.com

شمار کیا جاتا ہے اور اسے ثواب ملتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میرے قبیلے قریش اور مہاجرین و انصار اور بنو غفار و بنو اسلم کے لوگوں کا پیچھے رہ جانا مجھ پر زیادہ گراں گزرا ہے۔ گویا یہ آنحضورؐ کا ان قبائل کے ساتھ اپنے قلبی تعلق کا اظہار تھا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج۳، ص ۱۰۰۱-۱۰۰۲)

آنحضورؐ نے جہاد کی فضیلت میں اتنا کچھ فرمایا ہے کہ حدیث کے مجموعے کتاب الجہاد سے بھرے پڑے ہیں۔ حضرت زید بن خالدؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِی سَبِيلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِی سَبِيلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا'' یعنی جس شخص نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کسی مجاہد کو ساز و سامان فراہم کیا وہ ایسے ہی ہے جیسے خود اس نے جہاد میں حصہ لیا اور جو مجاہد کے جہاد پر جانے کے بعد اس کے اہل و عیال کی اخلاص کے ساتھ خبر گیری کرتا رہا گویا اس نے بھی جہاد میں حصہ لیا۔ (بخاری، کتاب الجهاد والسیر حدیث نمبر ۲۶۸۸)

......❀❀❀......

Marfat.com

باب ششم

قیام تبوک

Marfat.com

طویل سفر اور منزل

تاریخی مسجد

نبی اکرمؐ طویل اور تھکا دینے والا سفر طے کر کے جب تبوک پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ ہم یہیں قیام کریں گے۔ پھر آپؐ نے قبلہ کا رخ متعین کر کے وہاں کچھ پتھر زمین پر رکھوائے، جن سے محراب کی صورت بن گئی۔ اس جگہ کو آپؐ نے نمازوں کے لیے استعمال فرمایا۔ وہیں آج مسجد تبوک کی خوب صورت عمارت اہلِ ایمان کو دعوتِ عبادت و ذکر بھی دیتی ہے اور تاریخ کے عظیم الشان واقعات کا نظارہ بھی کراتی ہے۔ نبی اکرمؐ نے تبوک کے مقام پر سب سے پہلے جو نماز پڑھائی وہ نمازِ ظہر تھی۔ نماز پڑھانے کے بعد آپؐ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''مَا هٰهُنَا شَام وَ مَا هٰهُنَا يَمَن'' یعنی یہاں نہ شام کا علاقہ ہے نہ یمن کا۔ (مغازی للواقدی ج۳،ص ۱۰۲۱)۔ آپؐ کے اس فرمان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس جگہ کو ان دونوں ملکوں کی سرحد کا درمیانی علاقہ قرار دیا جہاں نہ شام کی حدود کا اطلاق ہوتا تھا، نہ یمن کی۔ سرحد کے درمیان ایسی زمینی پٹی کو آج کی اصطلاح میں نومینز لینڈ (Noman's land) کہا جاتا ہے۔

دو صحابہ کی تحسین

آپؐ یہاں قیام کے دوران ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھتے رہے۔ یہ ایسے وقت میں پڑھی جاتی تھیں جب ظہر کا وقت ختم اور عصر کا شروع ہو رہا ہوتا۔ اسی طرح مغرب کا وقت اختتام پر پہنچ چکا ہوتا اور عشاء کا وقت داخل ہو رہا ہوتا۔ آپؐ نوافل اپنے خیمے ہی میں ادا کرتے تھے۔ رات کو جب آپؐ اٹھتے تو صحابہ کرامؓ کو اپنے خیمے کے باہر پاتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک رات کہیں سے کچھ خطرے کی آوازیں آئیں۔ لوگ خوف زدہ ہو گئے مگر عین اس

Marfat.com

وقت میں باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہؓ آنحضورؐ کے خیمے کے باہر اسلحہ بند ہو کر کھڑے ہیں۔ میں بھی اپنے اسلحے سمیت ان کے پہلو میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے لوگوں کی گھبراہٹ محسوس کی تو ہمارے پاس کھڑے ہو کر فرمایا تمھارے اندر یہ ضعف اور ہلکا پن کیوں پیدا ہو گیا۔ تم سب لوگ ان دو صالح نوجوانوں کی طرح کیوں نہ تیار ہو گئے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ آپؐ کی مراد مجھ سے اور حضرت سالمؓ سے تھی اور یہ بات ہمارے لیے بڑی خوشی کا باعث تھی۔ (بخاری کتاب الجہاد)

خصوصی امتیاز و شانِ نبوت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ یہاں قیام کے دوران آنحضورؐ تہجد کی نماز کثرت سے اور بہت طویل قیام کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اسی وقت صحابہ کرام آپؐ کے لیے مسواک اور وضو کا پانی لے کر آتے تو آپؐ انھیں دعائیں دیتے۔ یہیں پر ایک رات کو آپؐ نے تہجد پڑھنے کے بعد صحابہ سے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں۔ مجھے تمام بنی نوعِ انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ پہلے انبیاء اپنی اپنی قوم اور علاقے کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ میرے لیے پوری زمین کو مسجد کا درجہ دیا گیا ہے اور اسے پاک بنا دیا گیا ہے۔ میرے لیے غنائم کو حلال کیا گیا ہے جبکہ پہلے لوگوں کے لیے یہ حرام تھے۔ میری مدد رعب کے ساتھ کی گئی ہے۔ ایک مہینے کی مسافت سے دشمن پر میرا رعب چھا جاتا ہے۔ روزِ قیامت مجھے شفاعت کا اعزاز دیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول النبی جعلت لی الارض مسجداً وطهورا۔ سنن دارمی کتاب الصلوٰۃ الارض کلها طاهرة ما خلا المبقرة والحمام۔ مغازی للواقدی ج۳، ص۱۰۲۱)

تبوک کا چشمہ

ایک مشکل جس سے صحابہ راستے میں بھی دوچار ہوتے رہے تھے اور یہاں بھی اس کا سامنا کرنا پڑا، وہ پانی کی شدید قلت تھی۔ جو لوگ آج تبوک اور اس کے گرد و نواح کو دیکھتے ہیں، وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ یہاں کسی زمانے میں خشکی و ویرانی بھی تھی۔ نبی اکرمؐ کو جو معجزات عطا

Marfat.com

فرمائے گئے ہیں، ان میں تبوک کا ایک چشمہ بھی ہے، اس چشمے کے جاری ہونے کے بعد پوری فوج اور سواری کے جانور قیام کے دوران اس سے خوب سیراب ہوتے رہے۔ نبی اکرمؐ نے یہ خوش خبری بھی دی تھی کہ یہ علاقہ خوب صورت باغات اور درختوں سے لہلہائے گا۔ آج اس علاقے کی واقعی یہی شان ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کی ایک روایت الخصائص الکبریٰ میں بیان ہوئی ہے۔ یہی روایت امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں بھی لکھی ہے کہ آنحضورؐ نے چشمہ جاری ہونے سے پہلے اپنے صحابہ سے فرمایا تھا کہ کل دن چڑھ آنے کے بعد تم یہاں ایک چشمہ پاؤ گے۔ جو شخص بھی اس کو پہلے دیکھے، وہ میرے چشمے پر آنے تک اس کے پانی کو استعمال نہ کرے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ وہ چشمہ جب ہم نے دیکھا تو وہ تھوڑا تھوڑا پانی خارج کر رہا تھا۔ ہم سے پہلے دو آدمی وہاں پہنچ گئے تھے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم نے اس پانی کو چھوا ہے تو انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھوں کے چلو میں تھوڑا تھوڑا پانی جمع کر کے ایک مشکیزے میں ڈالا۔ پھر آپؐ نے اپنا چہرہ مبارک اور ہاتھ دھوئے اور پھر پانی کو چشمے میں انڈیل دیا۔ چشمہ پانی سے ابلنے لگا۔ لوگوں نے اسے خوب استعمال کیا۔ آپؐ نے حضرت معاذؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یُوشِکُ یَامُعَاذُ اِنْ طَالَتْ بِکَ حَیَاۃٌ اَنْ تَرٰی مَاھٰھُنَا قَدْ مُلِیَٔ جِنَانًا۔ یعنی اے معاذ اگر تم نے لمبی زندگی پائی تو تو عن قریب دیکھے گا کہ یہ جگہ باغات سے بھر جائے گی۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۵۹۴۷۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۳۹۔)

پہرہ اور حفاظت

تبوک میں قیام کے دوران نبی اکرمؐ نے مختلف اہم اور مفید منصوبے بھی مکمل کیے۔ ان کا تذکرہ آگے آئے گا۔ تبوک میں صحابہ کرامؓ کو حکم دیا گیا تھا کہ اگرچہ دشمن کی فوجیں دور دور تک دکھائی نہیں دیتیں، اس کے باوجود دن کو اور بالخصوص رات کو وہ محتاط اور ہوشیار رہیں۔ آس پاس کے جو قبائل تھے، ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا کہ ان کے عزائم کیا ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے نبی اکرمؐ کے خیمے کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کیا۔ دو فدا کار صحابہ حضرت محمد بن مَسلمہؓ اور حضرت عباد

Marfat.com

بن بشرؓ رات کو آپؐ کی قیام گاہ کے باہر پہرہ دیتے تھے۔ یہ دونوں صحابہ انصار میں سے تھے اور دونوں نے اپنے ساتھ کئی اور صحابہ کو بھی پہرے کی ذمہ داریاں سونپی تھیں۔ یہ صحابہ خیمے سے فاصلے پر حالات کا جائزہ لیتے اور گردونواح پر نظر رکھتے۔ جو صحابہ اس دوران خصوصی اہتمام کے ساتھ قیام گاہوں اور سواری کے جانوروں کی حفاظت کرتے رہے، ان کے لیے آنحضورؐ نے خصوصی دعائیں فرمائیں اور انھیں خوش خبری دی کہ جس شخص نے جتنے لوگوں کی حفاظت کی، اس کے لیے اتنے ہی قیراط کا اجر مقدر ہے۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۲۱)

صحابہ کا شکار

اس قیام کے دوران صحابہ کرامؓ خرید وفروخت بھی کرتے تھے اور کئی صحابہ نے آنحضورؐ کی اجازت سے شکار بھی کیا کیونکہ خوراک اور گوشت کی بڑی شدید قلت تھی۔ حضرت رافع بن خدیجؓ بیان فرماتے ہیں کہ تبوک میں قیام کے دوران ہمارا راشن ختم ہوگیا اور ہم نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مقامی لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ قرب و جوار کے جنگلوں میں شکار کے مواقع موجود ہیں۔ یہاں ہرن اور دیگر جانور پائے جاتے ہیں۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو میں کچھ دوستوں کو ساتھ لے کر شکار کے لیے جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا کہ چلے جاؤ مگر ایک آدھ آدمی نہ جائے۔ پوری ایک جماعت گھوڑوں پر سوار ہو کر جائے۔ فوج سے جب تم الگ ہو جاؤ گے تو مجھے خدشہ ہے کہ تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ حضرت رافعؓ نے دس انصار صحابہ کو اپنے ساتھ لیا۔ ان میں مشہور صحابی حضرت ابوقتادہؓ بھی تھے۔ حضرت ابوقتادہؓ اپنے نیزے کے ساتھ شکار کو ہانکنے کا فن جانتے تھے جبکہ حضرت رافعؓ اور ان کے دیگر ساتھی بہترین تیرانداز تھے۔ حضرت رافعؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے دن بھر شکار کیا اور ہمیں جنگل ہی میں شام پڑ گئی۔ عشاء کے قریب جب ہم اپنی فوج میں واپس آئے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بارے میں کئی مرتبہ دریافت کر چکے تھے (جس طرح کوئی بچہ گھر سے چلا جائے اور دیر تک واپس نہ آئے تو والدین بے قرار ہو جاتے ہیں، اسی طرح اس موقع پر آنحضورؐ ان صحابہ کے واپس نہ آنے سے بے

Marfat.com

قرار تھے)۔ ہم سیدھے آپؐ کی خدمت میں پہنچے اور شکار کیے ہوئے جانور آپؐ کے سامنے رکھ دیے۔ آپؐ نے فرمایا اسے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کردو۔ آپؐ نے حضرت رافع بن خدیجؓ کو حکم دیا کہ سب فوجی دستوں میں تم گوشت تقسیم کرو۔ انھوں نے گورخر اور ہرن جو شکار کیے تھے، وہ تقسیم کیے۔ ایک ہرن آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپؐ کے حکم سے اسے بھونا گیا اور جب وہ تیار ہوگیا تو آپؐ نے خود بھی کھایا اور اپنے پاس موجود مہمانوں اور صحابہ کو بھی کھلایا۔

بنوسعد کا کنواں

قیامِ تبوک کے دوران آنحضورؐ کے پاس کچھ لوگ آئے، ان کا تعلق بنوسعد بن ہذیم سے تھا۔ انھوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ہمارے اہل وعیال ایک کنویں کے پاس مقیم ہیں، جس کا پانی بہت کم ہے اور شدت کی اس گرمی میں پانی کی ضرورت بڑھ جاتی ہے تو اس کی مقدار اور بھی کم ہوجاتی ہے۔ ہم اسلام قبول کرچکے ہیں مگر گردونواح کے لوگ ابھی اسلام سے بے بہرہ ہیں۔ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ اس کنویں میں اتنا پانی آجائے کہ ہم اور ہمارے اہل وعیال اپنی ضروریات پوری کرسکیں۔'' آپؐ نے فرمایا مجھے تین سنگریزے دو۔ پھر آپؐ نے ان کو اپنے ہاتھوں میں لے کر رگڑا۔ اس کے بعد ان لوگوں سے کہا کہ یہ سنگریزے لے جاؤ اور ایک ایک کرکے اللہ کا نام پڑھ کر ان کو کنویں میں پھینکتے جانا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا تو اللہ کی قدرت سے کنویں کی تہہ سے پانی پورے زور کے ساتھ اچھلنے لگا۔ آس پاس کے علاقے میں جب یہ خبر پھیلی تو لوگوں نے آکر یہ منظر دیکھا اور وہ بھی اس واقعے سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ (سیرۃ ابن ھشام القسم الثانی مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۲۷۔ مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۳۴-۱۰۳۵)

……۞۞۞……

Marfat.com

نبی اکرمؐ کا خطبۂ تبوک

مختصر جملے، جامع پیغام

نبی اکرمؐ نے جو تاریخی خطبے ارشاد فرمائے ہیں، ان میں حجۃ الوداع کے خطبے کا خاص مقام ہے۔ اس کے علاوہ تبوک کے مقام پر آپؐ نے جو خطبہ دیا، وہ نہایت جامع ہدایات کا مجموعہ ہے۔ چھوٹے چھوٹے فقروں میں اتنی حکمت کے ساتھ نصیحت فرمائی گئی ہے کہ آنحضورؐ کے معجز نما کلام میں قاری پوری طرح محو ہو جاتا ہے۔ آپؐ کے گرد تیس ہزار کی فوج تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ پھر آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا: ''اے لوگو بلاشبہ سب سے سچی بات، اللہ کی کتاب ہے۔ سب سے مضبوط کڑا، کلمۂ تقویٰ ہے۔ بہترین ملت، ملتِ ابراہیم ہے اور افضل ترین سنت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ سب سے اشرف و اعلیٰ بات، ذکر اللہ ہے۔ بہترین واقعات، قصصِ قرآنی ہیں۔ بہترین امور وہ ہیں، جن کا انجام بخیر ہو۔ بدترین امور، بدعات و خرافات ہیں۔ بہترین ہدایت، انبیا کی ہدایت ہے۔ اعلیٰ ترین موت، شہدا کی موت ہے۔ سب سے اندھی گمراہی وہ ہے، جس میں ہدایت کے بعد کوئی مبتلا ہو۔ بہترین عمل وہ ہے، جو نفع بخش ہو۔ بہترین ہدایت وہ ہے، جس کی اتباع کی جائے۔ بدترین اندھا پن، دل کا اندھا ہو جانا ہے۔ اوپر کا ہاتھ، نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

مومنانہ اور کافرانہ صفات کا موازنہ

وہ تھوڑا مال جو کفایت کرے، اس مالِ کثیر سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غفلت میں ڈال دے۔ موت کے وقت کی معذرت، بدترین معذرت ہے۔ بدترین ندامت، قیامت کے روز کی شرمساری ہے۔ سب سے بڑی خطا، دروغ گوئی ہے۔ بہترین مال داری، نفس کا استغنا ہے۔

Marfat.com

بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ دانائی کی بلند ترین چوٹی، خشیت الٰہی ہے۔ دل میں آنے والی بہترین چیز، یقینِ کامل ہے۔ شک میں مبتلا ہونا، کفر کے مترادف ہے۔ نوحہ گری، جاہلانہ عمل ہے۔ خیانت جہنم کا انگارہ ہے۔ نشہ دوزخ کی لپیٹ ہے۔ شعروشاعری ابلیس کا کھیل ہے۔ شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ شیطان کے حیلے کا ذریعہ، عورتیں بنتی ہیں۔ جوانی جنون کی ایک کیفیت ہے۔ بدترین کمائی، سودی کمائی ہے۔ سب سے برا لقمہ، یتیم کا مال کھانا ہے۔ سعادت مند وہ ہے، جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ بدبخت ماں کے پیٹ ہی میں متعین ہو جاتا ہے۔ تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانا، چار ہاتھ جگہ (قبر) ہے۔ اعمال کا دارومدار، ان کے انجام پر ہے۔

مومن کا اعلیٰ ومحترم مقام

ہر چیز جو واقع ہونے والی ہے، قریب ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا، کفر ہے۔ اس کا گوشت کھانا اللہ کی نافرمانی ہے اور اس کا مال بھی اس کے خون کی طرح محترم ہے۔ جو اللہ کے (حکم کے) خلاف فیصلہ دے، گویا وہ اس کا انکاری ہے۔ جو معاف کرے، اللہ اسے معاف کرتا ہے۔ جو غصے کو پی جائے، اللہ اسے جزا دے گا۔ جو مصیبت پر صبر کا مظاہرہ کرے، اللہ اسے اس کا صلہ دے گا۔ جو دوسروں کو رسوا کرنا چاہے، اللہ اسے رسوا کر دے گا۔ جو صبر کرے گا، اللہ اسے کئی گنا اجر دے گا۔ جو اللہ کی حکم عدولی کرے گا، اللہ اسے مبتلائے عذاب کر دے گا۔"

امت کے لیے دعا

حضور پاکؐ اپنی امت کے سچے خیر خواہ تھے۔ آپؐ تو اپنوں اور غیروں سبھی کے لیے رحیم و کریم تھے۔ ارشادِ ربانی ہے: "دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمھارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمھاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے" (توبہ ۹:۱۲۸)۔ پھر جو آپؐ پر ایمان لا کر خود کو سچا امتی ثابت کریں، ان سے تو آپؐ کا انس ومحبت بے مثال ہے۔ آپؐ کی نظروں میں ان کا مقام انتہائی ارفع واعلیٰ ہے۔ آپؐ کی اکثر دعاؤں میں اپنے صحابہ اور اپنی ساری امت کے لیے مخلصانہ دعاؤں کی کثرت

Marfat.com

ملتی ہے۔اس جہادی سفر میں اس عظیم الشان خطبے کے آخر میں آپؐ نے فرمایا: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِاُمَّتِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِاُمَّتِیْ۔'' یعنی اے اللہ میری اور میری امت کی مغفرت فرما۔اس کے بعد فرمایا: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمْ'' یعنی میں اپنے لیے اور تمھارے لیے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔(مغازی للواقدی ج۳،۱۰۱۶-۱۰۱۷)

......❁❁❁......

Marfat.com

سفرِ تبوک کی دو یادگار نمازیں

نیند کا غلبہ

تبوک پہنچنے سے قبل جس منزل پر آپ ٹھہرے تھے، وہاں صحابہ کرامؓ اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھکاوٹ کی وجہ سے جب سوئے تو سورج نکلنے تک ان میں سے کوئی بھی نہ جاگ سکا۔ جب آنحضورؐ کی آنکھ کھلی تو سورج مشرق سے طلوع ہو چکا تھا۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نے بیدار ہو کر فرمایا: ''یَا بِلَالُ اَلَمْ اَقُلْ لَکَ اَکْلَأْ لَنَا اللَّیْلَ؟ فَقَالَ بِلَالٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ذَھَبَ بِیَ النَّوْمُ الَّذِیْ ذَھَبَ بِکَ'' یعنی اے بلال کیا میں نے تم کو کہا نہیں تھا کہ رات کو ہماری حفاظت کرنا (یعنی نماز کے وقت پر جگانا)؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ نیند کے غلبے نے مجھے بھی گرفت میں لے لیا اور جو چیز آپؐ پر چھا گئی، وہی مجھ پر بھی چھا گئی۔''

نبی اکرمؐ نے سورج نکلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھی اور اس میں دو رکعت سنت بھی ادا کی اور پھر فرض پڑھے۔ اس کے بعد آپؐ وہاں سے چل پڑے اور دن اور رات کا بیش تر حصہ چلتے رہے۔ علی الصبح آپؐ تبوک پہنچ گئے۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۱۵)

ابن عوفؓ کی امامت

تبوک کی طرف روانگی کے دوران جب آپ حجر اور تبوک کے درمیان ایک جگہ مقیم تھے تو فجر کی نماز میں آپ تشریف نہ لائے۔ آپؐ حوائج ضروریہ کے لیے شاید جنگل کی طرف گئے ہوئے تھے۔ جب وقت تنگ ہونے لگا تو صحابہ نے مشورہ کیا کہ جماعت کھڑی کی جائے، کہیں انتظار میں سورج طلوع نہ ہو جائے۔ اب سوال یہ تھا کہ امامت کون کرائے تو موجود صحابہ نے حضرت

Marfat.com

عبدالرحمان بن عوفؓ سے کہا کہ وہ ان کی امامت کریں۔ چنانچہ انھوں نے نماز کی امامت شروع کی۔ پہلی رکعت میں ابھی قرأت کر رہے تھے کہ نبی اکرم بھی وضو کر کے پہنچ گئے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو آنحضورؐ کی آمد کا احساس ہوا تو آپؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ آنحضورؐ نے انھیں اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ امامت جاری رکھیں۔ اس پر انھوں نے نماز کی تکمیل کی جبکہ نبی اکرمؐ نے ان کے پیچھے مقتدی کے طور پر نماز ادا فرمائی۔ سلام پھیرنے کے بعد صحابہ کرامؓ اس بات پر بہت متعجب اور نالاں ہوئے کہ حضرت عبدالرحمانؓ، آپؐ کی آمد پر پیچھے کیوں نہ ہٹے۔

امت کا مردِ صالح!

آنحضورؐ نے اس موقع پر فرمایا کہ اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ عبدالرحمان بن عوف میری امت کے صلحا میں سے ہے۔ پھر آپؐ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ عبدالرحمان بن عوف نے درست عمل کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: ''أَحْسَنْتُمْ ! إِنَّهُ لَمْ يُتَوَفَّ نَبِيٌّ حَتّٰى يَؤُمَّهُ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنْ أُمَّتِهِ''، یعنی اے صحابہ تم نے اچھا کیا۔ اللہ کا کوئی نبی اس وقت تک دنیا سے رخصت نہیں ہوا جب تک اس کی امت کے کسی مردِ صالح نے اس کی امامت نہیں کی۔ (مغازی للواقدی، ج۳، ص ۱۰۱۲)

مدافعت کا حق

اسی موقع پر آنحضورؐ کے پاس ایک کیس لایا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لیلیٰ بن مُنْیَہؓ کا ایک مزدور تھا، جس کا لشکر کے کسی شخص سے کوئی تنازع ہوگیا۔ اس لشکری نے اس مزدور کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے دانتوں سے کاٹا۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کے لیے زور لگایا تو کاٹنے والے کے اگلے دانت نکل گئے۔ بس اب کیا تھا، وہ لشکری اس مزدور سے چمٹ گیا اور اسے پکڑ کر آنحضورؐ کے پاس لے آیا۔ حضرت لیلیٰ بن مُنْیَہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ دیکھوں آپ کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ دانت تڑوانے والے نے دعویٰ دائر کیا کہ مجھے میرے دانتوں کا معاوضہ دلوایا جائے مگر آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کس قدر غلط بات

Marfat.com

ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو جانوروں کی طرح کاٹے اور پھر اس کے خلاف دعویٰ دائر کردے۔ پھر فرمایا تمھارے دانتوں کو جو تکلیف پہنچی ہے وہ تمھاری اپنی زیادتی کی وجہ سے ہے لہٰذا تمھارا دعویٰ باطل ہے۔ فقہا نے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے دفاع میں جارح سے خود کو چھڑانے کے لیے کوئی اقدام کر بیٹھے اور جارح کو نقصان پہنچا دے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ (ایضاً)

Marfat.com

ایک صحابی کی وفات کا تذکرہ

رشکِ جہاں

غزوۂ تبوک کے سفر میں آنحضورؐ کے ایک ایسے صحابی فوت ہوئے، جن پر صحابہ رشک کرتے تھے۔ یہ درویش منش انسان بہت خوش قسمت تھے کہ جنھوں نے جاہلیت کی زندگی کو چھوڑ کر خود اسلام کی طرف پیش قدمی کی اور تیزی سے منزلیں طے کرتے ہوئے، اپنے قبیلے سے مدینہ اور پھر میدانِ جہاد اور پھر یہیں سے عازمِ جنت ہوگئے۔ اس صحابی کا نام تو حضرت عبداللہ ہے مگر یہ ذوالبجادین کے نام سے معروف ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خصوصی محبت کرتے تھے کہ انھوں نے اسلام کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ اس خوش قسمت صحابی کے حالات زندگی ازحد ایمان افروز ہیں۔ ذیل میں چند جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں۔ حضرت ذوالبجادینؓ کا اصلی نام عبدالعزیٰ ابن عبدنہم تھا۔ آپ قبیلہ بنومزینہ سے تھے۔ اس قبیلے میں تاریخِ اسلام کے مشہور سپہ سالار حضرت نعمانؓ ابن مقرن مزنی پیدا ہوئے جو فتحِ عراق (خصوصاً جنگِ نہاوند) میں بہت نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

قبولِ اسلام سے پہلے

(عبدالعزیٰ) ابھی بچہ ہی تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اس کی والدہ نے اسے پالا پوسا۔ جب ذرا بڑا ہوا تو چچا نے اسے بکریوں کا ایک گلہ دیا اور بہت سے اونٹ بھی دیے۔ اس طرح اس کو معاشی لحاظ سے گزر بسر میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ تبلیغ کی شہرت چند ہی سال میں دور دور تک پھیل گئی تھی۔ مکہ میں جو بھی قافلے حج یا تجارت کی غرض سے آتے تھے، حضورؐ ان کے سامنے توحید کا پیغام پیش فرماتے۔ مکہ اور اس کے گردونواح کے

Marfat.com

اجتماعات اور میلے و بازار تبلیغِ اسلام کا ایک بہترین ذریعہ بن گئے تھے۔ تاریخ میں آتا ہے کہ سوقِ عکاظ میں عرب کا سب سے عظیم الشان جو میلہ لگتا تھا اور جس میں تقریباً پورے جزیرہ نمائے عرب سے لوگ شامل ہوتے تھے، اس میں حضور اکرمؐ اپنا پیغامِ حق لوگوں کو سناتے تھے۔ اس موقع پر آپؐ کی بڑی سخت مخالفت بھی ہوتی تھی۔ آپ کا چچا ابولہب آپؐ کے ساتھ ساتھ لگا رہتا۔ جوں ہی آپؐ بات کرنے کی کوشش کرتے، ابولہب مٹی کی مٹھی بھر کر آپؐ کے منہ پر دے مارتا اور کہتا: ''لوگو! اس کی بات نہ سننا یہ مجنوں ہے'' (معاذ اللہ)۔ بہرحال آپؐ کی دعوت سن کر لوگ واپس جاتے تو قبائل کی محفلوں میں یہ دعوت موضوعِ بحث بنی رہتی۔ اس طرح بے شمار پرستارانِ حق غائبانہ طور پر اسلام کی طرف راغب ہو چکے تھے۔ عبدالعزیٰ بھی، جو آگے چل کر ذوالبجادین بنے، انھی متلاشیانِ حق میں سے تھے۔

حق کب تک چھپا رہتا

عبدالعزیٰ دل سے توحید کا قائل ہو گیا تھا۔ اُسے اس پیغام کی حقانیت میں کسی قسم کا شک نہ تھا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا۔ وہ مسلمان تو ہو چکا تھا لیکن ابھی تک اس نے اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا تھا۔ جب مکہ فتح ہو گیا، تو عرب کے تمام قبائل جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس قدر قبائل وفد بنا کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا کہ اس سال کو ''عام الوفود'' کہا جانے لگا۔ عبدالعزیٰ کا خیال تھا کہ اب تو اس کا چچا بھی مدینہ جا کر شاہِ دو عالم کے دربار میں حاضری دے گا اور اسلام میں داخل ہو گا اور یوں اس کے لیے بھی راستہ کھل جائے گا، پھر اسے قبولِ اسلام سے کوئی نہ روک سکے گا لیکن اس کے چچا پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور ایک صحرائی مقام پر اپنی بکریوں اور اونٹوں کی افزائشِ نسل میں مصروف تھا۔ انتظار کرتے کرتے عبدالعزیٰ تھک گیا۔ اس نے دل کی بات زبان پر لانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ وہ اپنے چچا کے پاس گیا اور اس سے کھل کر اپنا مدعا بیان کر دیا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد عبدالعزیٰ اپنے چچا کو محسن سمجھتا تھا۔ اس نے عمر بھر اپنے چچا کے سامنے کبھی اونچی آواز میں بات نہ کی تھی اور نہ کبھی اس کی کسی

Marfat.com

بات سے اختلاف کیا تھا مگر اب ایک موڑ ایسا آ گیا تھا، جہاں سے دونوں کی راہیں الگ الگ ہونے والی تھیں۔ اب حق کی بات دبائے نہ دبتی تھی۔ دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی اور اس کے شعلے اب چھپائے نہ چھپ سکتے تھے۔

عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی!

عبدالعزیٰ نے اپنے چچا سے کہا: ''پیارے چچا! میں مدتوں سے اسلام کی تڑپ دل میں لیے ہوئے ہوں۔ میں ہمیشہ آپ کے فیصلوں کا پابند رہا ہوں۔ اب بھی آپ کی طرف دیکھتا ہوں کہ کب آپ اسلام قبول کرتے ہیں لیکن اب بیتاب ہو گیا ہوں۔ آپ نہ معلوم اسلام قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ مجھے تو اپنی عمر کا کوئی بھروسہ نہیں، میں اجازت چاہتا ہوں کہ اسلام قبول کرلوں۔'' عبدالعزیٰ کے چچا نے فرماں بردار بھتیجے کی یہ گفت سنی تو بہت غصے ہوا اور کہا: ''خبردار! اگر تو نے محمدؐ بن عبداللہ کا دین اختیار کرلیا تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا۔'' یہ سن کر عبدالعزیٰ نے فوراً جواب دیا: ''مجھے مال و دولت کی ہرگز پروا نہیں۔ میں ضرور اسلام قبول کروں گا اور محمدؐ کی اتباع کروں گا۔ آپ جو چاہیں کریں۔ میں شرک اور بت پرستی سے سخت متنفر ہوں۔ آپ یہ سارا زرو مال سنبھالیے، مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ یہیں دھرا رہ جائے گا اور انسان کے ساتھ صرف اس کے اعمال جائیں گے اور قبر کی تاریکی میں ایمان کی روشنی ہی اس کا سہارا بنے گی لہٰذا میں دنیا کے لیے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔'' عبدالعزیٰ کی یہ بات سن کر اس کے چچا نے کہا۔ ''اچھا یہ بات ہے تو پھر، یہ کپڑے بھی اتار دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔'' عبدالعزیٰ اپنی ماں کے پاس چلا گیا اور کپڑے اتار کر گھر کے ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا۔ اس کی ماں نے اسے ایک کمبل دیا۔ مردِ حق آگاہ نے وہ کمبل بدن کے گرد لپیٹ لیا۔ ماں نے پوچھا: ''یہ تم کو کیا ہو گیا ہے؟'' عبدالعزیٰ نے کہا ''مَیں مسلمان اور موحد ہو گیا ہوں۔ چچا نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ میں اب مدینے جا رہا ہوں، جہاں میرا اَن دیکھا محبوب، میرا رہنما اور میرا ہادی جلوہ افروز ہے۔'' الوداعی کلمات کہنے کے بعد عبدالعزیٰ وہاں سے رخصت ہوا۔ اب اس کی منزل مدینہ تھی۔ (الاصابہ ج ۲، ص

Marfat.com

۳۳۸۔ المغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۱۳-۱۰۱۴)

دِل یا شکم

یہ مردِ درویش گھر سے نکلا اور بڑی شان سے نکلا۔ اس نے کمبل پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے بنا لیے تھے۔ ایک تہبند کے طور پر باندھ لیا اور دوسرا جسم پر تھا اور اس شان سے وہ منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ انسان کی راہ میں حق قبول کرنے کے سلسلے میں بڑی مشکلات آیا کرتی ہیں۔ حُبِّ مال و دولت اور ہوسِ زر انسان کے قدم باندھنے کی کوشش کرتی ہے۔ کمزور انسان حق کا گلا دبا دیتا ہے اور نفس کے حکم کا بندہ بن جاتا ہے۔ اس کا دل ایک بات کی گواہی دیتا ہے لیکن عمل اس گواہی کے اُلٹ ہوتا ہے۔ ایسا شخص دنیا کی نگاہ میں لاکھ زیرک اور فہیم سہی لیکن فی الحقیقت پرلے درجے کا بیوقوف ہوتا ہے۔ وہ متاعِ حقیر کی خاطر نجاتِ ابدی قربان کر دیتا ہے۔ قبولِ حق کی راہ میں عزیز و اقارب اور برادری کی محبت بھی روڑا بنتی ہے۔ یہ رشتہ داریاں بھی بسا اوقات دامن کھینچ لینے میں کامیاب ہو جاتی ہیں اور آدمی نورِ حقیقت کو دیکھ لینے کے باوجود تاریکی میں ہی رہتا ہے۔ عبد العزیٰ کے سامنے بھی یہی رکاوٹیں پوری شان و شوکت کے ساتھ آئیں لیکن اس نے ان کو ایک ضربِ مجاہدانہ سے پاش پاش کر دیا۔ وہ چچا کی از حد عزت کرتا تھا لیکن جب چچا اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے پر مصر ہوا تو اس نے چچا کو چھوڑ دیا۔

اصحابِ صُفّہ میں شمولیت

مدینہ کی راہ تھی اور عبد العزیٰ کے تیزی سے بڑھتے ہوئے قدم۔ وہ بڑی محبت اور اشتیاق سے دیارِ محبوب کی طرف رواں دواں تھا۔ ساری ساری رات وہ سفر کرتا رہا۔ صبح دم وہ مدینے میں داخل ہوا۔ مسجد نبویؐ کی ایک دیوار سے ٹیک لگائی اور بیٹھ گیا۔ حضورِ اکرمؐ مسجد میں داخل ہوئے تو پوچھا ''تم کون ہو؟'' جواب دیا: ''میں ایک غریب الدیار مسافر ہوں، میرا نام عبد العزیٰ ہے۔'' آنحضورؐ نے فرمایا: ''تمھارا نام عبد اللہ اور تمھارا لقب ذو البجادین (یعنی دو کمبلوں والا) ہے۔ تم اگر طالبِ حق ہو تو ہمارے مہمان ہو اور یہیں ہمارے قریب رہو۔'' یوں عبد العزیٰ، عبد اللہ بنے اور

Marfat.com

سب کچھ چھوڑ کر آنے والے کو ہادیٔ برحق کا مہمان بننے کا شرف حاصل ہوا۔ انھوں نے اصحابِ صفہ کے ساتھ مسجدِ نبوی میں رہائش اختیار کرلی۔ اب وہ دن رات قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ اصحابِ صُفّہ تاریخِ اسلام میں بہت پائے کے لوگ ہیں۔ صُفّہ عربی میں چبوترے کو کہا جاتا ہے۔ مسجدِ نبویؐ میں ایک چبوترہ بنا ہوا ہے، اس پر حضورِ اکرمؐ کے وہ صحابہ مقیم تھے، جن کا کوئی گھر بار نہ تھا اور جن کی زندگی تعلیماتِ اسلامیہ سیکھنے کے لیے وقف تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابہ اسی صف میں شامل تھے۔ حضورِ اکرمؐ کا علمی ورثہ زیادہ تر اصحابِ صُفّہ ہی کے ذریعے امت تک پہنچا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے تمام صحابہؓ میں سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

غزوۂ تبوک کا اعلان اور پروانے کی بے قراری

حضورِ اکرمؐ نے غزوۂ تبوک کی تیاری کا اعلان کیا تو حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''یا رسول اللہ! دعا فرمائیے کہ میں راہِ خدا میں شہادت پاؤں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''جاؤ کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ۔'' جب وہ چھلکا اتار کر لائے تو آپؐ نے ان کے بازو پر باندھ دیا اور دعا کی: ''الٰہی! میں اس کا خون کفار پر حرام کرتا ہوں۔'' حضرت عبداللہؓ نے کہا: ''یا رسول اللہ! میں تو شہادت کا طلب گار ہوں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''جب تم جہاد کی نیت سے نکلو اور بخار میں مبتلا ہوکر مرجاؤ تو تم شہید ہو اور اللہ کے ہاں تمھارا اجر مقدر ہے۔''

(مغازی للواقدی ج۳،ص ۱۰۱۴)

وہ رشکِ جناں قبرِ مبارک

تبوک پہنچ کر بالکل یہی ہوا۔ حضرت عبداللہؓ بخار میں مبتلا ہوئے اور دنیا سے رحلت فرماگئے۔ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود اور حضرت بلالؓ بن حارث مزنی نے تدفین کی کیفیت اپنے اپنے انداز میں بیان کی ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا کہنا ہے کہ رات کی تاریکی میں مَیں نے روشنی دیکھی۔ مَیں فوج سے نکل کر روشنی کی طرف گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ بلالؓ کے ہاتھ میں شمع

Marfat.com

ہے اور عبد اللہ ذو البجادینؓ کو دفن کیا جا رہا ہے۔ حضور اکرمؐ قبر کے اوپر کھڑے تھے اور حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ قبر میں اُتر کر اپنے شہید بھائی کی لاش قبر میں اتار رہے تھے۔ حضور اکرمؐ بڑی محبت سے کہہ رہے تھے ''اَدِّبَا اِلٰی اَخِیْکُمَا۔ اَکْرِمَا اَخَاکُمَا'' یعنی اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔ اپنے بھائی کا احترام ملحوظ رکھو۔ پھر آپؐ نے دعا فرمائی: ''اے باری تعالیٰ! میں آج شام اس سے راضی تھا پس تو بھی (اپنے اس بندے پر) راضی ہو جا۔'' حضرت عبد اللہؓ ابن مسعود کہتے ہیں کہ جب انھوں نے یہ قابلِ رشک منظر دیکھا تو کہا ''اے کاش! اس قبر میں آج مجھے دفن کیا جاتا۔'' (تفصیلات کے لیے دیکھیے مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۱۳-۱۰۱۴۔ سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۲۶-۵۲۸۔ حیاۃ الصحابہ (عربی) شیخ محمد یوسف کاندھلوی ج ۲، ص ۳۲۱ و ج ۳، ص ۳۲۲ و ۳۳۲)

......❀❀❀......

Marfat.com

ثمراتِ جہاد

اخلاقی و عسکری فتح

نبی اکرمؐ نے تبوک کے مقام پر بیس دن قیام فرمایا۔ رومیوں کی فوج کا مقابلے پر نہ آنا ان کی اخلاقی و عسکری شکست اور رسولِ رحمتؐ کی برتری و فتح تھی۔ آپؐ نے یہاں قیام کے دوران صحابہ کرامؓ کو تجارت کی اجازت دی، جس کے نتیجے میں صحابہؓ نے وہاں کے قبائل میں مختلف اشیا کی خرید و فروخت کی۔ اس قیام کے دوران مختلف علاقوں کے سردار اور رؤسا تبوک کے مقام پر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آنحضورؐ سے صلح کے معاہدے کیے۔ ان رؤسا میں ایلات (ایلہ) کا حکمران نیز اذرح اور جرباء کے سردارانِ قبائل شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دومہ اور تیماء کے حکمران بھی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ ان میں سب سے زیادہ شان و شوکت کا حامل ایلات کا حکمران یوحنا بن رؤبہ تھا۔ اس نے اپنی پیشانی پر سونے کی صلیب باندھ رکھی تھی۔ جب وہ آنحضورؐ کے پاس آیا تو احتراماً اپنا سر جھکا لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ سر اوپر اٹھا لو، یوں انسانوں کے سامنے سر جھکانا انسانیت کی توہین ہے۔ وہ آپؐ کی اس بات سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے آپؐ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا اور ایک نہایت خوب صورت چادر آپؐ کی خدمت میں پیش کی اور درخواست کی کہ آپؐ ابھی اسے زیب تن فرمائیں۔ آپؐ نے وہ چادر زیب تن فرمائی، پھر حضرت بلالؓ کو کہا کہ وہ مہمان کی تواضع اور مدارت کریں۔ حضرت بلالؓ نے اس کے مقام و مرتبے کے مطابق اس کی مہمان نوازی کی۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۳۱-۱۰۳۲۔ سیرة ابن هشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۲۶۔ البداية والنهاية، المجلد الاول مطبوعه موسسة المعارف دار ابن حزم بيروت، ص ۹۱۲)

Marfat.com

معاہدۂ صلح واطاعت

نبی اکرمؐ نے قبائل کے سرداروں کو بھی تحریری صلح نامے کے ذریعے امان دی اور جزیے کی شرائط پر ان سے معاہدے کیے۔ ان تمام معاہدوں کے متن تاریخ کی مختلف کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں۔ ہم یہاں ایک معاہدے کا متن درج کرتے ہیں جو یوحنا کے ساتھ کیا گیا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ معاہدہ اللہ اور اس کے نبی محمد رسول اللہ کی طرف سے اہلِ ایلہ کے لیے لکھا جارہا ہے، جو یوحنا بن رؤبہ کی وساطت سے ہے۔ انھیں اللہ اور رسول کی طرف سے امان حاصل ہے۔ یہ لوگ اپنے معاملات میں آزاد ہوں گے مگر کسی دوسرے کا حق مارنا ان کے لیے جائز نہیں ہوگا۔ یہ بری و بحری راستے لوگوں پر بند نہیں کریں گے نہ ہی کسی پر پانی روکیں گے۔ ہر سال تین سو دینار جزیہ اسلامی ریاست کو ادا کریں گے۔ یہ خط جُهَیم بن الصَّلْت اور شرحبیل بن حسنہ نے اللہ کے رسول کے اذن کے مطابق لکھا۔

کم وبیش ایسے ہی معاہدے دیگر قبائل اور حکمرانوں کے ساتھ بھی کیے گئے تھے جن کی تفصیل سیرۃ ابن ھشام، مغازی للواقدی، البدایۃ والنھایۃ اور دیگر تواریخ میں ملتی ہے۔

(مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۳۲۔ سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۲۵-۵۲۶۔ البدایۃ والنھایۃ، المجلد الاول مطبوعہ موسسۃ المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۹۱۱-۹۱۲)۔

......❁❁❁......

Marfat.com

دومۃ الجندل کی فتح

(رجب ۹ھ)

آنحضور ﷺ کی بشارت

دومۃ الجندل کا علاقہ عربوں کے حضرمی بادشاہوں کی راجدھانی تھی۔ یہاں کا حکمران اُکیدَر بن عبدالملک الکِندی، نصرانی مذہب کا پیرو تھا۔ دیگر تمام علاقے اب تک یا تو اسلام میں داخل ہو چکے تھے یا مدینہ کی ریاست کے مطیع فرمان بن چکے تھے۔ بیچ میں یہ ایک ریاست ایسی تھی جو اب تک اسلام سے لاتعلق تھی۔ آپؐ نے تبوک ہی سے ایک دستہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی سربراہی میں اس ریاست کی طرف روانہ فرمایا۔ اس دستے میں چار سو بیس مجاہدین شامل تھے۔ آپؐ نے حضرت خالدؓ کو ہدایت فرمائی تھی کہ پہلے تو یہ کوشش کرنا کہ دومۃ الجندل کا حکمران صلح صفائی سے اسلامی ریاست کا مطیع فرمان بن جائے لیکن اگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہے تو پھر اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دینا۔ حضرت خالدؓ دومۃ الجندل کے حالات کو جانتے تھے اور انھیں معلوم تھا کہ ان کے دستے کے مقابلے میں اُکیدَر کی فوج تعداد اور ساز و سامان کے لحاظ سے کہیں بڑی اور مضبوط ہے۔ پھر دومۃ الجندل کا قلعہ بھی تاریخی حیثیت کا حامل اور انتہائی مضبوط تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے آنحضورؐ کے سامنے یہ مشکل رکھی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اس مشکل مہم کو کیسے سر کر پاؤں گا؟ تو آپؐ نے انھیں تسلی دی اور فرمایا کہ خالد تم اپنی مہم پر چلے جاؤ۔ تم اُکیدَر کو جنگلی گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے اور میں تمھیں خوش خبری سناتا ہوں کہ تم اسے پکڑ کر قید کر لو گے۔

(مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۲۵۔ البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول مطبوعہ موسسۃ المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۹۱۲۔ سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۲۶)

Marfat.com

اُکَیدِر اور اس کا قلعہ

حضرت خالدؓ ویسے بھی بہت جرأت مند اور زیرک سپہ سالار تھے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت سے ان کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ آپؓ اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے اور دومۃ الجندل پہنچ گئے۔ یہاں آ کر حضرت خالدؓ نے ایک چاندنی رات میں ایسے مقام پر پڑاؤ کیا، جہاں سے اُکَیدِر کا بلند و بالا قلعہ صاف نظر آتا تھا۔ یہ گرمی کا موسم تھا۔ حضرت خالدؓ سوچ رہے تھے کہ اکیدر کیسے گائے کے شکار کے لیے نکلے گا؟ اسی خیال میں مگن تھے کہ انھوں نے اکیدر کو قلعے کی چھت پر نمودار ہوتے دیکھا۔ اس کے ساتھ دو خواتین تھیں۔ ایک تو اس کی بیوی الزباب بنت ثقیف بن عامر تھی جو بنو کندہ سے تھی۔ دوسری عورت اس کی لونڈی تھی جو گلوکارہ تھی اور اسے نہایت سریلی اور بلند آواز میں گیت سنا رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اُکَیدِر کے لیے نیچے سے شراب لائی گئی اور اس نے گانا سننے کے ساتھ ساتھ شراب نوشی کا شغل بھی شروع کر دیا۔ اس دوران قلعے کے دروازے پر ایک جنگلی گائے آ کر سینگ مارنے لگی۔ اُکَیدِر کی بیوی نے قلعے کی چھت پر سے نیچے جھانک کر دیکھا تو کہا کہ ایک موٹی تازی گائے قلعے کے دروازے پر کھڑی ہے۔ کیا تم اس کا شکار نہیں کرو گے؟ اُکَیدِر نے کہا کہ اسے جنگلی گائے کا شکار کرنے کا تو بڑا شوق ہے مگر تم جانتی ہو کہ اس طرح کے شکار کے لیے کتنی تیاری کرنا پڑتی ہے۔ بہر حال یہ گائے اتنی قریب آ گئی ہے تو اسے جانے نہیں دینا چاہیے۔ پس اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ گھوڑوں پر زینیں کس لیں اور اسلحہ تیار کریں۔

شکاری خود شکار ہو گیا

تھوڑی ہی دیر میں اُکَیدِر، اس کے بھائی حسان بن عبدالملک اور مضار بن عبدالملک، کچھ ساتھی اور دو غلام تیار ہو گئے اور گھوڑوں پر سوار، نیزوں اور تیر کمانوں سے مسلح ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت خالدؓ چاندنی رات میں یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے ایک محفوظ مقام پر اپنے ساتھیوں سمیت گھات لگالی۔ اسلامی فوج کے گھوڑے اس قدر سدھائے ہوئے تھے کہ ایسے

Marfat.com

مواقع پر وہ ہنہناتے نہیں تھے۔ حضرت خالدؓ جو سارے سفر کے دوران سوچتے رہے تھے کہ اتنے مضبوط قلعے، اتنی بڑی فوج اور اتنی منظم حکومت کے مقابلے پر کیسے فتح پائیں گے، اس منظر کو دیکھ کر آنحضورؐ کی بشارت ذہن میں تازہ کرتے ہوئے بہت مسرور ہو رہے تھے۔ جب شکاری خود شکار بننے کے لیے مناسب مقام پر آپہنچے تو حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں نے انھیں للکارا۔ خطرہ بھانپتے ہی دونوں غلام پیچھے کی جانب بھاگے اور قلعے میں داخل ہو کر اہل قلعہ کو چوکنا کر دیا۔ خطرے کی گھنٹیاں بج گئیں اور اُکیدَر کی فوج مسلح ہو کر جنگ کے لیے تیار ہو گئی۔

قلعے کے در کھل گئے

اُکیدَر نے اس موقع پر عقل مندی کا مظاہرہ کیا اور خود کو حضرت خالدؓ کے حوالے کرنے کا اعلان کر دیا جبکہ اس کا بھائی حسّان ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہ ہوا اور نتیجتاً قتل ہو گیا۔ دشمن فوج کو حقیقت حال کا پتا چلا تو انھوں نے حملہ آوروں کو للکارا۔ کفار کی سپاہ پیش قدمی کرنا چاہتی تھی مگر ان کے بادشاہ نے انھیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم جنگ نہیں کریں گے۔ حضرت خالدؓ نے اُکیدَر کو حکم دیا کہ وہ قلعے کے دروازے ان کے لیے کھلوا دے تو وہ خود اور تمام اہلِ قلعہ مامون ہوں گے۔ حاکم کے حکم پر دروازے کھول دیے گئے اور تمام لوگ پُرسکون ہو گئے۔ حضرت خالدؓ، سیف اللہ، اُکیدَر کے ساتھ قلعے کی طرف بڑھے اور اپنے ساتھیوں سمیت اس میں داخل ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے شاہ دومۃ الجندل سے کہا کہ اللہ کے رسول نہایت شفیق و کریم انسان ہیں۔ وہ انسانوں کے قدردان اور ان کی تکریم کرنے والے ہیں۔ میں تمھیں ان کی خدمت میں لے جانا چاہتا ہوں۔ اس نے ان کی بات مان لی۔ حضرت خالدؓ جب اُکیدَر کو لے کر آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضورؐ بہت خوش ہوئے۔

خوب صورت اشعار کی تحسین

اس موقع پر صحابہؓ میں سے کسی نے یہ اشعار پڑھے تھے:

تَبَارَکَ سَائِقُ الْبَقَرَاتِ اِنِّی

Marfat.com

رَأَیْتُ اللّٰهَ یَهْدِیْ کُلَّ هَادٍ
وَمَنْ یَکُ هَائِدًا عَنْ ذِیْ تَبُوْکٍ
فَإِنَّا قَدْ أُمِرْنَا بِالْجِهَادِ

گائیوں کو ہانکنے والا کتنا بابرکت ہے۔ میں نے بار ہا دیکھا ہے کہ اللہ اپنے دین کے ہدایت یافتہ خادموں کو بہترین راہ نمائی فراہم کرتا ہے اور صاحبِ تبوک (صلی اللہ علیہ وسلم) سے الگ ہونے کا فیصلہ کون کرسکتا ہے؟ ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے (اور ہم اس پر کاربند ہیں)۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۲۷۔ سیرت ابن ھشام ، مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۲۷، البدایة والنهایة، المجلد الاول، ص ۹۱۲ مطبوعه موسسة المعارف دار ابن حزم بیروت)

جنت میں حضرت سعد بن معاذؓ کا مقام رفیع

حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ یہ اشعار بُجَیر بن بُجَرہ طائیؓ نے کہے تھے۔ امام بیہقیؒ کے حوالے سے امام ابن کثیر نقل فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ حضرت بجیرؓ کے ان اشعار سے اتنے خوش ہوئے کہ آپ نے فرمایا اللہ تیرے دانتوں کو کبھی بوسیدہ نہ کرے۔ چنانچہ انھیں نوے سال کی عمر میں لوگوں نے اس حال میں دیکھا کہ ان کا کوئی دانت ہلتا تھا، نہ ان کی کسی داڑھ میں کوئی نقص تھا۔ (البدایہ والنہایہ ص ایضاً)۔ امام ابن کثیر مزید بیان کرتے ہیں کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے حضرت انس بن مالکؓ کی روایت بیان کی ہے کہ میں نے اُکیدر کی قیمتی قباء دیکھی تو وہ مجھے بہت خوب صورت لگی۔ بہت سے صحابہ کرام نے اسے ہاتھ سے ٹٹولا اور اس کی خوبصورتی اور نرمی ونفاست پر تعجب کا اظہار کیا۔ نبی اکرمؐ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ''أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ هٰذَا؟ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَمَنَادِیْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِی الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا'' کیا تم اس قباء کی نرمی وملائمت پر تعجب کررہے ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، سعد بن معاذ کو جنت میں جو رومال دیے گئے ہیں، وہ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت اور نرم وملائم ہیں۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۲۶، سیرة ابن هشام مجموعه ج ۳-۴، ص ۵۲۶)

Marfat.com

معاہدہ

نبی اکرمؐ نے اُکیدر کے ساتھ بھی معاہدہ کیا اور جزیہ کی شرائط طے کرنے کے بعد اس معاہدے پر اپنی مہر لگائی۔ یوں آنحضورؐ کی پیشین گوئی بھی پوری ہوئی اور دومۃ الجندل بغیر کسی بڑی خون ریزی کے مدینہ کی ریاست کا مطیع فرمان بن گیا۔ واقدی کی بیان کردہ تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُکیدر کا ایک بھائی حسّان قتل ہوا تھا جب کہ دوسرا مضاد بچ نکلا۔ اسے مزاحمت کے باوجود بھی حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں نے قابو کرلیا تھا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے البدایہ والنہایہ ج۱، ص ۹۱۱، مغازی للواقدی ج۳، ص ۱۰۲۷-۱۰۳۰۔ سیرۃ ابن ہشام میں اُکیدر کے بھائی کے قتل کا تذکرہ ہے۔ اس سے مراد اس کا بھائی حسان ہی ہے۔ سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج۳-۴، ص۵۲۶)

اُکیدر کا انجام

مورخین کے مطابق اُکیدر نے آنحضورؐ سے ملاقات کے وقت اسلام قبول کرلیا، چنانچہ آنحضورؐ نے اُس کی قوم کے غیر مسلموں پر تو جزیہ لاگو کیا مگر اسے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جزیہ وغیرہ سے استثناء حاصل رہا۔ البتہ آپؐ نے عشر اور زکوٰۃ کے احکام اس کے سامنے بیان کیے اور ان کی ادائیگی کی تلقین فرمائی۔ آنحضورؐ کی رحلت کے بعد بدقسمتی سے یہ شخص مرتد ہوگیا اور اس نے اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت کردی۔ اس کا بھائی حریث بھی مسلمان ہوا تھا اور وہ اپنے اسلام پر اس دور میں بھی ثابت قدم رہا۔ اس کی بیٹی یزید بن معاویہ کے نکاح میں تھی۔ اکیدر کا دوسرا بھائی مضاد اپنی نصرانیت پر قائم رہا اور جزیہ ادا کرتا رہا۔ اس نے خود کو اسلامی حکومت کا ذمی شہری بنا کر محفوظ و مامون کرلیا۔ اکیدر کی بغاوت کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے فوج کشی ہوئی تو حضرت خالدؓ اور حضرت عیاض بن غنمؓ نے اسے شکست دی اور وہ اسلامی فوجوں کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ (البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول، ص ۹۱۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف دار ابن حزم بیروت۔ تاریخ طبری ج۳، ص۱۰۸-۱۰۹)

Marfat.com

تبوک سے مدینہ واپسی

مشاورت

تبوک کے مقام پر آنحضورؐ نے بیس روز قیام فرمایا۔ اس دوران آپؐ سوچتے رہے کہ کیا حدودِ شام کے اندر داخل ہوجائیں یا تبوک ہی میں مقیم رہیں، آخر ایک روز آنحضورؐ نے اس موضوع پر اپنے اہل الرائے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ کیا آپؐ کو حدودِ شام کے اندر داخل ہونے کا کوئی حکم اللہ کی طرف سے آیا ہے'' تو آپؐ نے فرمایا: ''لَوْ اُمِرْتُ بِہٖ مَا اَسْتَشَرْتُکُمْ فِیْہِ'' یعنی اگر اللہ کی طرف سے حکم آ گیا ہوتا تو میں اس پر کوئی مشورہ نہ کرتا بلکہ عمل درآمد کرگزرتا۔ میں تم لوگوں سے اس لیے مشورہ کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نازل نہیں فرمایا۔ (مغازی للواقدی ج۳،ص ۱۰۱۹)

حضرت عمرؓ کی رائے

آپؐ کا فرمان سننے کے بعد سیدنا عمر بن خطابؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ رومی اور شامی فوجوں کے علاوہ ان کے ماتحت عرب قبائل کی مسلح قوت اڑھائی لاکھ یا اس سے زاید ہے۔ ہم نے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کی حدود پر اپنی فوج جمع کرلی ہے۔ انھوں نے جنگ کا جو ارادہ ظاہر کیا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ اب ان کے حوصلے پست ہونے کی وجہ سے وہ اسے منسوخ کرچکے ہیں، ہم نے ان کی قوت کو چیلنج کیا تھا اور اللہ نے ان پر ایسا رعب ڈالا کہ وہ مقابلے کی ہمت اپنے اندر نہ پاسکے۔ یہ ہمارے لیے اللہ کی تائید ونصرت ہے۔ اب میری رائے میں ہمیں ایک سال انتظار کرنا چاہیے کہ ان کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔ اگر اس عرصے میں انھوں نے کوئی حرکت کی تو ہم پھر ان کے مقابلے کے لیے تیار ہوجائیں گے۔ اللہ کا فضل ہے کہ دشمن خوف زدہ ہوکر دبک گیا ہے۔ اب

Marfat.com

ہمیں واپس مدینے چلے جانا چاہیے، جہاں ہم حالات کا مشاہدہ کرتے رہیں گے۔" (ایضاً)

نبی اکرمؐ نے حضرت عمرؓ کی رائے کو صائب قرار دیا اور فیصلہ فرمایا کہ لشکرِ اسلام واپس مدینہ روانہ ہو جائے۔ نبی اکرمؐ انیس، بیس دن کے سفر کے بعد رمضان ۹ ھ کے آغاز میں واپس مدینہ پہنچ گئے۔ (البداية والنهاية، المجلد الاول مطبوعه موسسة المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۹۱۹)۔

مجاہدین کے قدم بقدم

آپؐ نے مدینہ پہنچ کر فرمایا: "اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس سفر میں اجر اور نیکی عطا فرمائی۔" آنحضورؐ اس تھکا دینے والے سفر کی وجہ سے کمزور نظر آ رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بڑا مشکل سفر کیا ہے۔ سفر کی صعوبتوں نے آپ کو تھکا دیا ہے۔" آپؐ نے فرمایا: "ہاں اللہ کی راہ میں ہم نے بھی یہ سفر کیا اور ہمارے پیچھے رہ جانے والے کئی شرکا بھی اس میں شامل رہے۔" انھوں نے عرض کیا: "وہ کون ہیں اور پیچھے رہ جانے کے باوجود آپؐ کے ساتھ شریک کس طرح ہیں۔" آپؐ نے فرمایا: "مدینہ میں رہ جانے والے وہ لوگ جنھیں کسی مرض اور عذر نے روک لیا تھا، وہ ہر وادی میں ہمارے ساتھ تھے اور ہر منزل پہ ہمارے ہم قدم۔ یہ اللہ کے وہ بندے ہیں جو ہمارے قاعدون (پیچھے بیٹھنے والے) ہیں اور ہم ان کے غزاۃ (غازیانِ راہِ خدا) ہیں۔ خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، ان کی مخلصانہ دعائیں ہمارے ہتھیاروں کی نسبت دشمن پر زیادہ کارگر اور اثر انداز ہوئیں۔" (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۵۶-۱۰۵۷)

اہل ایمان کو اللہ کا اہم حکم

اسی موقع پر آپؐ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں خبر دی ہے کہ مومنین سب کے سب یک بارنہ چل پڑیں۔ کچھ لوگ پیچھے بھی رہیں جو داخلی محاذ پر اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں۔" پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (ترجمہ) "اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہلِ ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصے میں سے کچھ لوگ

Marfat.com

نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے۔" [توبہ ۹: ۱۲۲]۔ اہل ایمان سب کے سب ایک خاندان ہیں۔ مختلف ذمہ داریوں کے لیے خاندان کے افراد و ارکان کو مختص کیا جاتا ہے۔ اگر ہر شخص پورے اخلاص و دیانت کے ساتھ اپنی ذمہ داری نبھائے تو وہ اللہ کے ہاں اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ ہاں یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ مجاہدین کا درجہ قاعدین سے بلند تر ہے مگر دونوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ بہترین انعام کا ہے۔ سورۃ النساء آیت ۹۵-۹۶ میں یہ مضمون آیا ہے۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۵۷ پر تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں)

غزوۂ تبوک ایک بہت بڑا تاریخی واقعہ ہے۔ اس کے نتیجے میں بغیر کسی شک و شبہ کے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نام نہاد سپر طاقتیں اب اسلامی ریاست کے سامنے ڈھیر ہو جائیں گی۔ منافقین کے حوصلے بھی پست ہو گئے اور گرد و نواح میں جہاں تک اسلام کا تعارف پہنچا تھا تمام اسلام دشمن قوتوں کو بھی اپنی بقا کے لالے پڑ گئے۔ بعض مسلمانوں نے بھی خیال کیا کہ اب کوئی طاقت ایسی نہیں کہ جس کے حملے کا خطرہ ہو، اس لیے اپنی بعض ضروریات پوری کرنے کی خاطر وہ اپنے ہتھیار بیچنے لگے۔ جن لوگوں کے پاس وسائل تھے، وہ مجاہدین سے ہتھیار خریدنے لگے۔ بعض لوگوں کو یہ خیال بھی گزرا کہ اب جہاد بالسیف ختم ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپؐ نے فوراً اس کا نوٹس لیا اور فرمایا: "جہاد ختم ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اشد ضرورت کے بغیر کوئی شخص اپنے ہتھیار فروخت نہ کرے۔ میری امت پر جہاد قیامت تک کے لیے فرض ہے اور اس امت کا ایک (خوش قسمت) گروہ ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہے گا، یہاں تک کہ دجال کا ظہور ہوگا اور پھر اس کا خاتمہ ہوگا۔" (سنن ابو داؤد عن انس ابن مالک، کتاب الجہاد، مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۵۷)

جہاد تا قیامت جاری رہے گا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی اہمیت اپنی عملی زندگی سے بھی ثابت کی ہے اور اپنی حدیث مبارک میں بھی اس کو بہت واضح الفاظ میں امت کی رہنمائی کے لیے بار بار بیان فرمایا

Marfat.com

ہے۔ایک حدیث میں آپؐ ارشاد فرماتے ہیں: ''عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ثَلاَثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيْمَانِ: اَلْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلاَ نُكَفِّرُهُ بِذَنْبٍ، وَلاَ نُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ، وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ إِلٰى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِيَ اَلدَّجَّالَ، لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ، وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ، وَالْإِيْمَانُ بِالْأَقْدَارِ۔'' (سنن ابی داؤد ج۳، کتاب الجہاد، ح ۲۵۳۲)۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں ایمان کی اصل اور بنیاد ہیں۔

(۱) جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس سے ہاتھ روکا جائے اور اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو ہم اسے کافر قرار نہ دیں اور کسی عمل [گناہ] کی وجہ سے ہم اسے اسلام سے خارج نہ کر دیں۔

(۲) جہاد اُس وقت سے جاری ہے جب اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا اور یہ اس وقت تک جاری رہے گا، جب میری امت کے آخری لوگ دجال سے قتال کریں گے۔ جہاد کو کسی ظالم حکمران کا ظلم اور عادل حکمران کا عدل باطل و معطل نہیں قرار دے سکتا۔

(۳) تقدیر پر ایمان۔

جہاد کے لیے اسلحہ اور گھوڑے بہت اہمیت کے حامل تھے۔اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ انھیں تیار رکھنے کی تلقین فرمائی اور جہاد کے گھوڑوں اور ہتھیاروں کی بڑی تعریف کی۔آپؐ نے یہ مضمون ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے: ''اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ''یعنی گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر رکھی گئی ہے۔ (بخاری کتاب الجہاد، باب الجہاد ماضٍ مع البر و الفاجر، ح ۲۸۵۲)

مخلص صحابہ کی ندامت

نبی اکرمؐ جب تبوک سے واپس مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے آپؐ نے اپنے معمول کے مطابق مسجد نبوی میں دو رکعت نفل ادا فرمائے اور کچھ دیر کے لیے بیٹھ گئے۔کچھ صحابہ جو پیچھے رہ

Marfat.com

گئے تھے اور آپؐ کے جہاد پر چلے جانے کے بعد انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو سخت پریشان ہوئے۔ شدتِ ندامت سے انھوں نے خود کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا۔ یہ سات صحابہ تھے۔ (بعض روایت میں ان کی تعداد ستر بھی بیان کی گئی ہے)۔ نبی پاکؐ نے انھیں دیکھا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: ''یہ ابولبابہؓ اور ان کے ساتھی ہیں۔ جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے اور اب ندامت کے مارے انھوں نے اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ باندھ لیا ہے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ انھیں معذور قرار دے کر ان کے بندھن کھول دیں۔'' آنحضورؐ نے اپنی بے پناہ نرم دلی وحلم کے باوجود اس موقع پر فرمایا: ''خدا کی قسم! میں نہ انھیں معذور قرار دوں گا اور نہ انھیں کھولوں گا۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اللہ انھیں کھول دے تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ انھوں نے جہاد پر جانے سے بے رغبتی اور سستی کا معاملہ کیا اور اہل ایمان کو جنگ کے شعلوں میں جاتے ہوئے دیکھ کر یہ پیچھے بیٹھے رہے۔'' (تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۷۴۴، تفسیر سورۃ التوبہ آیت ۱۰۲۔ البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول مطبوعہ موسسۃ المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۹۱۷-۹۱۸)

قبولیتِ دعا

آپؐ کے اس ارشاد کے بعد حضرت ابولبابہؓ اور ان کے دیگر ساتھیوں نے، جو سب کے سب اسلام کے ساتھ مخلص اور آنحضورؐ کے سچے وفادار تھے مگر اس موقع پر ان سے تساہل ہو گیا تھا، اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں کیں۔ پس اللہ نے ان کی دعاؤں کا جواب دیا، ان کی توبہ قبول فرمائی اور جبریلؑ اللہ کا حکم لے کر نازل ہوئے: ''کچھ اور لوگ ہیں جنھوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کا عمل مخلوط ہے، کچھ نیک ہے اور کچھ بد۔ بعید نہیں کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔'' (التوبہ ۹:۱۰۲)۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضورؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ جاؤ انھیں کھول دو۔ یہ صحابہ ستونوں سے کھل جانے کے بعد اپنے گھروں میں گئے اور سارا مال و دولت لا کر آپؐ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا کہ

Marfat.com

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہماری طرف سے یہ مال صدقہ وخیرات کردیں۔آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے تو اسی موقع پر اللہ رب العالمین نے سورہ توبہ کی مزید آیات نازل فرمائیں: ''اے نبیؐ، تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انھیں پاک کرواور (نیکی کی راہ میں) انھیں بڑھاؤ اوران کے حق میں دعائے رحمت کرو، کیونکہ تمھاری دعا ان کے لیے وجہِ تسکین ہوگی، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اوران کی خیرات کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے اور اے نبیؐ، ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم عمل کرو، اللہ اوراس کا رسولؐ اور مومنین سب دیکھیں گے کہ تمھارا طرزِ عمل اب کیا رہتا ہے، پھر تم اس کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو کھلے اور چھپے سب کو جانتا ہے اور وہ تمھیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔'' (التوبہ ۹: ۱۰۳-۱۰۵)

انفاق فی سبیل اللہ

مفسرین بیان فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کا معاملہ تو طے ہوگیا مگر وہ تین مخلص مسلمان جو پیچھے رہ گئے تھے مگر انھوں نے خود کو ستونوں سے نہیں باندھا تھا، ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کا فیصلہ مؤخر کیا گیا ہے۔ان صحابہ کا تذکرہ آگے آئے گا۔حضرت ابولبابہؓ اوران کے اصحاب کے اموال قبول کرنے کا حکم جب نازل ہوگیا تو نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اللہ نے تمھاری توبہ قبول فرمالی ہے۔وہ اپنا سارا مال صدقے میں دینا چاہتے تھے مگر آپؐ نے فرمایا کہ صرف ایک تہائی صدقہ کردو یہی تمھارے لیے اللہ کے ہاں کفایت کرے گا۔چنانچہ ان سب لوگوں نے اپنے مال کا ایک تہائی اللہ کی راہ میں خرچ کردیا۔(البدایة والنهایة، المجلد الاول مطبوعه موسسة المعارف دار ابن حزم بیروت، ص۹۱۸)

مدینہ واپسی پر استقبال

نبی اکرمؐ جب غزوۂ تبوک سے واپس پلٹے تو اہل مدینہ نے ثنیاۃ الوداع پر آپؐ کا استقبال کیا۔وہ اشعار جو آپؐ کی ہجرت کے موقع پر انصار کی بچیوں نے پڑھے تھے، اس موقع پر بھی انھی

Marfat.com

اشعار سے آپؐ کا استقبال کیا گیا۔ امام بخاریؒ اور امام ابوداؤد نے حضرت سائبؓ بن یزید کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے: ''مجھے آج تک یاد ہے کہ میں (دیگر لوگوں کے ساتھ) آنحضورؐ کے تبوک سے واپس آنے پر آپؐ کے استقبال کے لیے ثنیاۃ الوداع کی طرف گیا تھا۔'' (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی الی کسریٰ و قیصر، ح ۴۴۲۷،ابو داؤد کتاب الجهاد، ح ۲۷۷۹)

صحیح بخاری ہی میں بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ جب مدینہ کے قریب آئے تو آپؐ نے فرمایا: ''یہ پاکیزہ بستی ہے اور وہ سامنے جبلِ احد ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔'' (صحیح بخاری کتاب المغازی، ح ۴۰۷۰)

بودے اور بے اعتبار

نبی اکرمؐ مدینہ میں داخل ہوئے تو سیدھے اپنی مسجد میں تشریف لے گئے۔ اپنے معمول کے مطابق دو رکعت نوافل ادا کر کے آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ پیچھے رہ جانے والے منافقین نے آپ کی خدمت میں آ آ کر جھوٹے عذر پیش کیے اور من گھڑت مجبوریوں کا حوالہ دے کر کہا کہ ہم ان وجوہات سے جہاد پر نہ جا سکے۔ ان کے تمام عذر انتہائی بودے تھے۔ ان کا کوئی اعتبار نہ کیا جا سکتا تھا۔ قرآن مجید نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے: ''تم جب پلٹ کر ان کے پاس پہنچو گے تو یہ طرح طرح کے عذرات پیش کریں گے مگر تم صاف کہہ دینا کہ بہانے نہ کرو، ہم تمھاری کسی بات کا اعتبار نہ کریں گے۔ اللہ نے ہم کو تمھارے حالات بتا دیے ہیں۔ اب اللہ اور اس کا رسول تمھارے طرزِ عمل کو دیکھے گا، پھر تم اس کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو کھلے اور چھپے سب کا جاننے والا ہے اور وہ تمھیں بتا دے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔ تمھاری واپسی پر یہ تمھارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم اُن سے صَرفِ نظر کرو تو بے شک تم ان سے صَرفِ نظر ہی کر لو کیونکہ یہ گندگی ہیں اور ان کا اصلی مقام جہنم ہے جو ان کی کمائی کے بدلے میں انھیں نصیب ہوگی۔ یہ تمھارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ حالانکہ اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ ہرگز ایسے فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔'' (التوبۃ ۹: ۹۴-۹۶)

Marfat.com

اسلامی معاشرہ

نبی اکرمؐ نے ان منافقین کے عذر سنے اور ان سے کوئی تعرض نہیں فرمایا مگر قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات نے ان کی قلعی کھول دی۔ منافقین کے برعکس مخلص اہلِ ایمان میں سے اگرچہ کچھ لوگ پیچھے رہ گئے تھے مگر انھوں نے کوئی جھوٹا عذر پیش نہیں کیا۔ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور شدید ندامت کا اظہار کرتے رہے۔ اسی وجہ سے اللہ رب العالمین نے ان کی توبہ بھی قبول فرمائی اور ان پر اپنی نظرِ رحمت بھی ڈالی۔ جو صحابہ آپؐ کے ساتھ اس مشکل ترین مہم پر مردانہ وار نکل کھڑے ہوئے تھے، ان کی تعریف کرتے ہوئے اللہ نے ارشاد فرمایا: ''وہ مہاجر و انصار جنھوں نے سب سے پہلے دعوتِ ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راست بازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔'' (التوبۃ ۹: ۱۰۰)

مدینہ کا معاشرہ صحیح معنوں میں اسلامی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ تین صحابہ جن کا ذکر سورۂ توبہ میں آیا ہے، جہاد سے پیچھے رہ جانے کی پاداش میں جس آزمائش سے گزرے اور اس سارے عرصے میں جس صبر و ثبات کا انھوں نے مظاہرہ کیا، وہ آنحضورؐ کی تربیت کا بہت نمایاں پہلو ہے۔ ان کا تذکرہ آگے آئے گا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

دیارِ ثمود و حجر

(اللہ کے عذاب سے ہلاک ہونے والوں کا تذکرہ)

باغیوں کے تباہ شدہ محلات

نبی اکرم ﷺ تبوک کے سفر کے دوران ان علاقوں اور مقامات سے گزرے، جن پر سابقہ انبیا کی قومیں رہایش پذیر رہی تھیں۔ بالخصوص اس سفر میں الحجر کا علاقہ اور قومِ ثمود کے دیگر مساکن آتے تھے۔ الحجر کے گردونواح میں بھی قومِ ثمود کی بستیاں تھیں مگر مرکزی مقام الحجر ہی تھا۔ سورۃ الحجر میں قومِ ثمود کو اصحاب الحجر کہا گیا ہے۔ یہ لوگ پہاڑوں کو تراش خراش کر ان میں اپنے منقش محلات بناتے تھے۔ مادی لحاظ سے بھی ان کے پاس بڑی دولت تھی اور جسمانی لحاظ سے بھی اللہ کی طرف سے انھیں بڑی قوت دی گئی تھی۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ ﷺ اپنے سفر کے دوران وادی القریٰ میں سے بھی گزرے۔ یہ وادی جزیرہ نمائے عرب کی خوب صورت ترین وادیوں میں سے ہے۔ کئی شعرا نے اس کی تعریف کی ہے اور اسے جنت نظیر قرار دیا ہے۔ ہر جانب سبزہ زار اور ہرے بھرے درخت نظر آتے ہیں۔ یہ علاقہ عذابِ الٰہی سے محفوظ رہا کیوں کہ یہاں کوئی باغی قوم آباد نہ رہی تھی۔

ثمود کی سرکشی و جسارت

جب آپ ﷺ قومِ ثمود کے علاقے میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں کے کنوؤں سے کوئی شخص نہ پانی لے اور نہ ہی اسے پیے۔ اس پانی کے ہر قسم کے استعمال حتیٰ کہ وضو تک سے آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ یہ علاقہ جو پہاڑی سلسلوں اور وادیوں سے اٹا پڑا ہے، قومِ ثمود کے فنِ عمارت سازی کا شاہکار ہے مگر اس قوم کے ہنر اور فنون اس کے کسی کام نہ آئے کیونکہ اس نے اللہ کے

Marfat.com

رسول کے خلاف بغاوت کی اور اللہ کی نافرمانی پر جری ہو گئے۔ ناقۂ صالح کی کونچیں کاٹ کر اسے مار ڈالا۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے: ''ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر جھٹلایا۔ جب اس قوم کا سب سے زیادہ شقی آدمی بپھر کر اٹھا تو اللہ کے رسول نے ان لوگوں سے کہا کہ خبردار، اللہ کی اونٹنی کو (ہاتھ نہ لگانا) اور اس کے پانی پینے میں (مانع نہ ہونا) مگر اُنھوں نے اس کی بات کو جھوٹا قرار دیا اور اونٹنی کو مار ڈالا۔ آخرکاران کے گناہ کی پاداش میں اُن کے رب نے اُن پر ایسی آفت توڑی کہ ایک ساتھ سب کو پیوندِ خاک کر دیا، اور اسے (اپنے اس فعل کے) کسی برے نتیجے کا کوئی خوف نہیں۔'' (الشمس ۹۱:۱۱-۱۵)۔ قومِ ثمود نے حضرت صالحؑ کو شہید کرنے کی سازش کی جسے اللہ نے ناکام بنا دیا۔ ارشادِ ربانی ہے: ''اس شہر میں نو جتھے دار تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے۔ انھوں نے آپس میں کہا: خدا کی قسم کھا کر عہد کر لو کہ ہم صالحؑ اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے اور پھر اس کے ولی سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے خاندان کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے۔ ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔ یہ چال تو وہ چلے اور پھر ایک چال ہم نے چلی جس کی انھیں خبر نہ تھی۔ اب دیکھ لو کہ ان کی چال کا انجام کیا ہوا۔ ہم نے تباہ کر کے رکھ دیا اُن کو اور ان کی پوری قوم کو۔ وہ ان کے گھر خالی پڑے ہیں اس ظلم کی پاداش میں جو وہ کرتے تھے، اس میں ایک نشانِ عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں اور بچا لیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے اور نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے۔'' (النمل ۲۷:۴۸-۵۳)

جائے عبرت

آپؐ نے فرمایا: ''اس علاقے سے گزرتے ہوئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جس پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور کفار کی ساری آبادی کو نیست و نابود کر گیا۔'' آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہاں سے جلدی سے گزر جاؤ۔ یہ تفریح گاہ نہیں جائے عبرت ہے۔ ساتھ ہی آپؐ نے فرمایا کہ آنے والی رات بڑی شدید ہوگی۔ اس میں تیز آندھی بھی آئے گی، جس میں اکیلے دکیلے آدمی کے اڑ جانے کا بھی خدشہ ہے۔ نیز شیطانی قوتیں بھی سرگرم عمل ہوں گی۔ اس

Marfat.com

صورتِ حال میں تم میں سے کسی کو اپنے ساتھیوں سے الگ تھلگ نہیں ہونا چاہیے۔

دو حادثات

صحابہ کرام نے آنحضورؐ کے حکم کے مطابق احتیاط برتی تاہم ایک آدھ ساتھیوں سے بے احتیاطی بھی ہوگئی اور انھیں اس کے نتائج بھی بھگتنا پڑے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک جاتے ہوئے حجر کے علاقے سے گزرے تو وہاں مختصر قیام کیا اور لوگوں نے ایک کنویں سے پانی لیا۔ جب استراحت کر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کنویں کے پانی سے نہ پیاس بجھانا اور نہ وضو کرنا اگر تم نے اس پانی سے آٹا گوندھا ہے تو اس کی روٹی مت کھانا بلکہ یہ آٹا اونٹوں کو کھلا دو اور رات کو تم میں سے کوئی شخص تنہا اپنے خیمے سے نہ نکلے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق لوگوں نے عمل کیا مگر بنوساعدہ کے دو آدمیوں نے خلاف ورزی کی۔ وہ تنہا اپنے خیموں سے نکل کھڑے ہوئے۔ ایک تو قضائے حاجت کے لیے گیا تھا اور دوسرا اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرنے کے لیے چل پڑا تھا۔ جو قضائے حاجت کے لیے نکلا تھا، راستے میں کسی نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور جو اونٹ کی تلاش میں نکلا تھا اسے تیز ہوا نے اٹھا کر قبیلہ طے کے دو پہاڑوں کے درمیان جا پھینکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا: ''کیا میں نے تم لوگوں کو اکیلے باہر نکلنے سے منع نہیں کیا تھا؟'' اس کے بعد آپؐ نے اس شخص کے لیے دعا کی جس کا گلا گھونٹا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے دی۔ دوسرا آدمی لاپتا رہا یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو بنو طے نے وہ شخص لا کر آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ (البدایة والنهایة، المجلد الاول مطبوعه موسسة المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۹۰۹)

دعا برائے بارانِ رحمت

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: ''جب علاقہ حجر میں صبح ہوئی تو لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ انھوں نے اپنی مشکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؐ سے وعدہ کیا ہے کہ آپ کی

Marfat.com

دعائے خیر قبول کرے گا۔ پس آپؐ ہمارے لیے دعا مانگیں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "اے ابوبکرؓ کیا تم چاہتے ہو کہ میں دعا مانگوں؟" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دعا مانگی۔ آسمان بالکل صاف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً بادل بھیج دیا جو لوگوں پر چھا گیا۔ پھر بارش برسنے لگی۔ لوگوں نے اپنی پیاس بھی بجھائی اور حسب ضرورت پانی جمع بھی کر لیا۔

تشکیکِ منافقانہ

ابن اسحاق عاصم بن قتادہ سے اور وہ محمود بن لبید سے اور وہ بنوعبدالاشہل کے کچھ لوگوں سے روایت بیان کرتے تھے کہ بعض لوگ اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے ان لوگوں کو جانتے تھے جن کے دلوں میں نفاق تھا۔ محمود کہتے ہیں کہ مجھے اپنے بزرگوں نے بتایا کہ ایک منافق اپنے نفاق میں بڑا پکا تھا مگر وہ ہر سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ جب حجر میں یہ بارش کا واقعہ پیش آیا تو لوگ اس کے پاس گئے اور اس سے کہا: "تیرے اوپر افسوس ہے کیا اب اس معجزے کو دیکھنے کے بعد بھی تجھے کوئی شک باقی ہے؟" اس نے جواب دیا: "یہ گزرتا ہوا بادل تھا اور یوں اکثر ہو ہی جاتا ہے"۔ (سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج۱-۲، ص ۵۲۲۔ مغازی للواقدی: ج۳، ص۱۰۰٦)

اونٹوں کی قسمت میں آٹا

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ آنحضورؐ کا حکم بعض لوگوں تک نہ پہنچا تو انھوں نے قومِ ثمود کے کنویں سے پانی لے لیا اور اس سے وضو بھی کیا اور آٹا بھی گوندھ لیا۔ کئی لوگوں نے مشکیزے بھی بھر لیے۔ عام حالات میں یہ عمل درست تھا کیونکہ سفر کی حالت میں پانی کی قلت کا سامنا ہو سکتا تھا، اس لیے مشکیزوں میں پانی کا بھر لینا سفر کی ضروریات کے لیے بہت مفید تھا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آنحضورؐ نے پانی لینے سے منع فرما دیا ہے تو انھوں نے اپنے مشکیزوں کا پانی زمین پر انڈیل دیا۔ ایک انصاری صحابی حضرت سہل بن سعدؓ جو بالکل نوعمر تھے، بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں

Marfat.com

کے درمیان سب سے کم عمر تھا، اس لیے میں نے خود کو اپنے رفقا کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ جو کام بھی ہوتا میں بخوشی اسے کرتا۔ اس مقام پر پہنچ کر میں نے اپنے ساتھیوں کے لیے آٹا گوندھ لیا اور اسے رکھ دیا کہ اس میں کچھ خمیر پیدا ہو جائے۔ اس دوران میں جنگل سے لکڑیاں جمع کرنے چلا گیا تاکہ کھانا پکایا جاسکے۔ اچانک میں نے آنحضورؐ کے منادی کا اعلان سنا جس میں اس پانی کے استعمال سے منع کیا گیا تھا۔ پانی تو گرا دیا مگر جو آٹا گوندھ لیا تھا، اس کے بارے میں میں نے آنحضورؐ سے استفسار کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس آٹے کی روٹی نہ بنانا بلکہ اسے اپنے اونٹوں کو کھلا دو۔ حضرت سہلؓ کے بقول انھوں نے وہ گوندھا ہوا آٹا اپنی سواریوں میں سے کمزور اونٹوں کو کھلا دیا۔ یہ دونوں اونٹ جو کمزور تھے، وہ آٹا کھانے کے بعد قوت و تیزی کے ساتھ چلنے لگے۔

پھٹکاری ہوئی قوم

نبی اکرمؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اللہ کے ان مغضوب لوگوں کی رہائش گاہوں میں داخل نہ ہونا۔ یہ اعلان سننے سے پہلے کچھ لوگ ان رہائش گاہوں میں چلے گئے تھے۔ وہ اعلان سننے کے بعد فوراً واپس پلٹ آئے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت ہے کہ آنحضورؐ کے پاس ایک صحابی آئے۔ ان کے پاس ایک انگوٹھی تھی۔ انھوں نے آنحضورؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ انگوٹھی مجھے قومِ ثمود کی رہائش گاہوں سے ملی ہے۔ آپؐ نے اپنی آنکھوں کے سامنے ہاتھ رکھ لیے اور فرمایا کہ میں اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتا، جاؤ اسے دور پھینک دو۔ چنانچہ اس صحابی نے اسے دور پھینک دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج ۱-۲، ص ۵۲۲)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے اپنے لشکریوں سے کہا کہ یہ وادی اللہ کے پھٹکارے ہوئے باغیوں کا مسکن ہے۔ یہاں سے تیزی کے ساتھ گزر جاؤ۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اپنی سواریوں کو دوڑایا اور جس قدر جلد ممکن ہوسکا، اس علاقے سے نکل گئے۔

آنحضورؐ کی ناقہ کا گم ہونا

اس سفر کے دوران نبی اکرمؐ کی دعائے استسقا کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو بارانِ رحمت نازل فرمائی تو اسی رات آپؐ کی مشہور اونٹنی قصویٰ گم ہوگئی۔ ابن اسحاق نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے سفر تبوک کے واقعات لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ راستے میں کسی جگہ آپ ؐ کی اونٹنی گم ہوگئی۔ آپ ؐ کے صحابہؓ اونٹنی کی تلاش میں نکلے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مخلص صحابی حضرت عمارہ بن حزمؓ تھے۔ وہ بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر میں شمولیت کے شرف سے سرفراز تھے۔ ان کے گروپ میں زید بن لُصَیت قینقاعی بھی تھا جو منافق تھا۔ حضرت عمارہؓ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور زید بن لصیت ان کے پیچھے ان کی قیام گاہ میں تھا۔ اس نے قیام گاہ میں لوگوں سے کہا: ''کیا محمدؐ کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے اور تمھیں آسمان کی خبریں سناتا ہے اور اسے یہ بھی پتا نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟''

اونٹنی کی واپسی اور منافق کی سرزنش

حضرت عمارہؓ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ ؐ نے ان سے کہا: ''ایک شخص نے یہ اور یہ باتیں کہی ہیں اور میں تو کہتا ہوں کہ بخدا مجھے وہی کچھ معلوم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ مجھے بتادے؟ ابھی ابھی اللہ نے میری ناقہ کی خبر مجھے دے دی ہے۔ یہ اس وادی کی فلاں گھاٹی میں ہے۔ ایک درخت کے ساتھ نکیل اڑ گئی ہے اور وہ وہیں کھڑی ہے۔ جاؤ اور وہاں سے اسے پکڑ کر لے آؤ''۔ صحابہ کرامؓ گئے اور اسی جگہ پر اونٹنی کو پالیا۔ چنانچہ وہ اسے لے آئے۔ حضرت عمارہ بن حزمؓ اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو لوگوں سے کہا: ''بخدا ابھی ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک بات کی ہے جو بڑی عجیب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ ایک شخص نے یہ اور یہ بات کی ہے۔'' قیام گاہ میں موجود لوگوں نے بتایا کہ یہ بات تو تھوڑی دیر قبل زید بن لُصَیت نے کہی تھی۔ حضرت عمارہؓ کو یہ سن کر سخت غصہ آیا۔ انھوں نے اسی وقت زید کو گردن سے پکڑا اور لوگوں کو پکار کر کہا: ''اللہ کے بندو میرے خیمے میں ایک 'مکار، چالاک' (خطرناک) آدمی تھا اور مجھے اس کی خبر ہی نہ تھی۔'' پھر اسے مخاطب کر کے کہا: ''اے دشمن خدا میرے خیمے سے نکل جا اور میرے ساتھ کبھی نہ چلنا نہ میرے قریب پھٹکنا''۔ (سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج ۱-۲، ص ۵۲۲-۵۲۳)

ایک دلچسپ واقعہ

نبی اکرم ؐ کے اس سفر کے دوران ایک اور دلچسپ واقعہ واقدی اور دیگر مورخین نے بیان کیا

Marfat.com

ہے۔ جب آپؐ رات کو سفر کے دوران وادی المشقق سے گزرے تو آدھی رات کے قریب دور سے کسی حدی خوان کی آواز آئی۔ آپؐ نے اپنے قریبی ہمراہیوں سے کہا کہ ذرا جلدی چلو اس حدی خوان سے ملیں۔ وہ کوئی اور قافلہ تھا جو کہیں جا رہا تھا۔ آپؐ بھی ان سے آملے۔ آپؐ نے پوچھا: ''اے حدی خوان تم کس قبیلے سے ہو؟'' اس نے کہا: ''قبیلہ مضر سے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''کیا خوب! میں بھی تو قبیلہ مضر سے ہوں۔'' پھر آپؐ نے اپنا نسب بیان فرمایا اور مضر تک اپنے تمام آباو اجداد کے نام گنوائے۔ اس قافلے کے لوگ یہ سن کر خوش ہوئے۔ ساتھ ہی انھوں کہا: ''ہم تمام عربوں کے درمیان پہلے حدی خوان ہیں۔ اس سے پہلے عربوں میں حدی خوانی کا کوئی رواج نہیں تھا۔'' آپؐ نے پوچھا: ''اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟'' انھوں نے بتایا کہ دورِ جاہلیت میں قبائل ایک دوسرے پر غارت گری کرتے اور شب خون مارتے تھے۔ ہمارے آباؤ اجداد میں سے ایک شخص پر دشمنوں نے رات کو حملہ کر دیا۔ اس کے پاس اس وقت سو اونٹ تھے، وہ سارے منتشر ہو گئے اور غارت گروں کے ہاتھ نہ آئے۔ اس وقت صرف ایک غلام اس کے ساتھ تھا۔

عربوں کا پہلا حدی خوان

جب غارت گر چلے گئے تو اس نے اپنے غلام سے کہا کہ اونٹوں کو اکٹھا کرو۔ وہ غلام صورتِ حال سے خوف زدہ ہو چکا تھا۔ اس نے معذرت کی کہ اس سے یہ کام نہیں ہو سکتا تو آقا نے غصے میں آکر غلام کے ہاتھ پر ڈنڈا دے مارا۔ درد کی شدت سے غلام چیخنے لگا: ''ہائے میرا ہاتھ، ہائے میرا ہاتھ۔'' وہ بار بار یہی دہرائے جا رہا تھا۔ مختلف اطراف میں بکھرے ہوئے اونٹ اس کی آواز پر اکٹھے ہو گئے۔ اب آقا نے یہ منظر دیکھا تو اس نے کہا: ''اچھا! اونٹوں کو اکٹھا کرنے کا یہ بہت اچھا طریقہ ہے کہ کچھ فقرے مسلسل دہرائے جائیں۔ چنانچہ اسی سے سفر کے دوران اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے حدی خوانی شروع ہوئی۔ (مغازی للواقدی ج۳، ص ۱۰۱۱)

Marfat.com

منافقین کے کرتوت

منافقین کی غدارانہ چال

منافقین نے مدینہ منورہ میں باقاعدہ گٹھ جوڑ کے ذریعے اپنی ٹیم بنا رکھی تھی۔ وہ کفار و مشرکین اور اہلِ کتاب کے ساتھ بھی ساز باز کرتے رہتے تھے اور اندرونی طور پر بھی فتنے اٹھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ہر غزوے میں انھوں نے اہلِ اسلام کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی کوشش کی مگر ہر مرتبہ اللہ نے انھیں ناکام کیا۔ ایک واقعہ جسے عبداللہ بن ابی اپنی ذہانت و فراست اور کامیاب حکمت عملی کے ثبوت میں پیش کیا کرتا تھا، غزوۂ احد ہے۔ اس نے مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی مخالفت کی تھی اور پھر بدنیتی کے ساتھ مدینہ سے آنحضورؐ کے ہمراہ میدانِ جنگ کی طرف نکلا بھی مگر تھوڑے ہی فاصلے سے اپنے تین سو ساتھیوں سمیت واپس پلٹ گیا۔ جنگ احد میں مسلمانوں کو جو زخم لگے تو اس نے ان پر خوشی کا اظہار کیا اور اپنی رائے اور فیصلے کے صائب ہونے کی دلیل دی حالانکہ اس زخم کی وجہ اس کی کوئی قابلیت نہیں تھی بلکہ تیرانداز صحابہ کی کمزوری اور غلط فیصلے کے نتیجے میں جنگ کا پانسہ پلٹا تھا۔ اس کا تذکرہ ہماری کتاب کی جلد اول میں گزر چکا ہے۔ غزوۂ تبوک کے لیے جب آپؐ نکلے تو اس میں بھی عبداللہ بن ابی نے ایسی ہی حرکت کی۔ فوج جب ثنیاۃ الوداع کے قریب پہنچی تو یہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ واپس پلٹ گیا۔ اس نے کہا کہ یہ ایک غلط فیصلہ ہے اور رومی شہنشاہیت کا مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں۔ اس کے الفاظ جو تاریخ میں نقل کیے گئے ہیں، بہت زہریلے ہیں۔ اس نے کہا: يَحْسَبُ مُحَمَّدٌ أَنَّ قِتَالَ بَنِي الْأَصْفَرِ اللَّعِب پھر کہا وَاللّٰهِ لَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى أَصْحَابِهٖ غَدًا مُقَرَّنِيْنَ فِي الْحِبَالِ۔ یعنی محمدؐ کا خیال ہے کہ رومیوں سے لڑائی لڑنا کھیل تماشا ہے۔ خدا کی قسم مجھے تو نظر آرہا ہے کہ کل اس کے ساتھی رومیوں کے ہاتھوں زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ اس شخص کا خبثِ باطن

Marfat.com

بار بار ظاہر ہوتا رہا تھا مگر نبی رحمتؐ حکمت کے تحت صبر و ضبط اور تحمل کا مظاہرہ فرماتے رہے۔
(مغازی للواقدی ج۳،ص ۹۹۵-۹۹۶)

لَا تَنۡفِرُوۡا فِی الۡحَرِّ

منافقین نے گرمی کی شدت سے بھی لوگوں کو خوب ڈرایا۔قرآن مجید میں کہا گیا ہے: ”جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی گئی تھی وہ اللہ کے رسولؐ کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اور انھیں گوارا نہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کریں۔انھوں نے لوگوں سے کہا کہ اس سخت گرمی میں نہ نکلو۔ان سے کہو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے، کاش انھیں اس کا شعور ہوتا۔اب چاہیے کہ یہ لوگ ہنسنا کم کریں اور روئیں زیادہ، اس لیے کہ جو بدی یہ کماتے رہے ہیں اس کی جزا ایسی ہی ہے (کہ انھیں اس پر رونا چاہیے)۔“(التوبہ۹: ۸۱-۸۲)

خس کم جہاں پاک

اس شخص کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس چلے جانے پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو تمھارا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے، تمھیں ان کی کوئی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ فَقَدۡ اَرَاحَکُمُ اللّٰہُ بِھِمُ اللہ نے تمھیں ان سے راحت و عافیت عطا فرمادی ہے۔اس غزوے میں بھی ابن ابی کے واپس چلے جانے کے باوجود کچھ منافقین آنحضورؐ کے ساتھ رہے۔راستے میں جہاں جہاں انھوں نے کوئی خباثت کی، اللہ نے وحی کے ذریعے اسے منکشف کر دیا۔(سیرة ابن ھشام مجموعہ ۱-۲،ص ۵۲۳۔مغازی للواقدی ج۳،ص ۹۹۵-۹۹۶)

ناپاک سازش

منافقین نے آنحضورؐ کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا۔وہ آپؐ کو اپنے کسی ہتھیار سے شہید کرنے کے بجائے آپؐ کی اونٹنی کو کسی خطرناک گھاٹی میں ڈرا بدکا کر آپؐ کو کسی کھائی میں گرانا چاہتے تھے۔ واقدی نے بیان کیا ہے: ”مجھ سے عبداللہ بن ابی عبیدہ اور سعد بن راشد سے صالح بن یسان نے ابو مرہ مولیٰ عقیل کے حوالے سے یہ روایت بیان کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپسی

Marfat.com

پر ایک پہاڑی راستے سے گزر رہے تھے تو منافقین نے آپ کو ایک گھاٹی سے نیچے گرانے کی سازش کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی پر پہنچے تو سازشی بھی آپؐ کے ساتھ چلنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے ارادوں کی خبر دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ گھاٹی کو عبور کرنے کی بجائے بطنِ وادی سے گزر جائیں کیونکہ وہ زیادہ آسان اور کشادہ راستہ ہے۔ اکثر لوگ تو اس راستے کی طرف مڑ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار گھاٹی کو عبور کرنے کے ارادے سے چل پڑے۔ (مغازی للواقدی ج ۳،ص ۱۰۴۲)

منافق بزدل ہوتا ہے

آپؐ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو حکم دیا کہ وہ اونٹنی کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلیں اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے فرمایا کہ وہ اونٹنی کو پیچھے سے ہانکتے چلیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی کے بیچ میں پہنچے تو دیکھا کہ آپؐ کے پیچھے لوگ چلے آ رہے ہیں۔ آپؐ ناراض ہوئے اور حضرت حذیفہؓ کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو واپس لوٹا دیں۔ منافقین بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے سے واقف ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت حذیفہؓ پیچھے پلٹے اور ان لوگوں کی سواریوں کے منہ پر لاٹھی سے ضربیں لگائیں اور انھیں پیچھے دھکیل دیا۔ ان لوگوں کو خیال گزرا کہ ان کی سازش آپؐ پر عیاں ہوگئی ہے چنانچہ وہ گھاٹی سے تیزی کے ساتھ نیچے اترے تاکہ جلد از جلد عامۃ الناس میں گھل مل جائیں اور کوئی انھیں پہچان نہ سکے۔ حضرت حذیفہؓ سازشیوں کو بھگانے کے بعد آپؐ کے پاس آئے اور حسبِ سابق اونٹنی کو ہانکنے لگے۔ آپ گھاٹی سے باہر نکلے، قیام فرمایا اور لوگ بھی خیمہ زن ہوگئے۔ پھر آپؐ نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا: ''اے حذیفہؓ جن لوگوں کو تو نے گھاٹی سے پیچھے لوٹایا ان میں سے کسی کو پہچانتے ہو؟'' انھوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے فلاں فلاں شخص کی سواری پہچان لی تھی مگر لوگوں نے ڈھاٹے باندھ رکھے تھے اور رات کی تاریکی میں میں انھیں اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔'' (البدایۃ والنھایۃ، المجلد الاول مطبوعہ موسسۃ المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۹۱۲-۹۱۳۔ مغازی للواقدی ج ۳،ص ۱۰۴۳)۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی وسیع الظرفی

اوس کے سردار حضرت اُسید بن حضیرؓ کو سازش کی اطلاع ملی تو انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ اس طرح منصوبہ بازوں کے قتل کا حکم دیں کہ انصار کا ہر قبیلہ اس شخص کے قتل کی ذمہ داری لے جو ان میں سے اس سازش میں شریک تھا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درگزر کرنے کو ترجیح دی اور حضرت اسید بن حضیرؓ کی تجویز پر عمل نہ کیا۔ اصحابِ سیر کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تو حضرت اسید بن حضیرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم گزشتہ شب آپ کو وادی میں چلنے سے کس بات نے روکا، وہ گھاٹی کی نسبت بہت آسان تھی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو یحییٰ، کیا تجھے معلوم ہے کہ گزشتہ شب منافقین نے کیا ارادہ کیا تھا اور انھوں نے کیا اہتمام کیا تھا؟ انھوں نے کہا [تھا کہ] ہم گھاٹی میں ان کا پیچھا کریں گے اور جب رات تاریکی کر دے گی تو وہ میری اونٹنی کے کجاوے کا تنگ کاٹ دیں گے اور اسے نوک دار چیز چبھوئیں گے کہ وہ تیز دوڑنے لگے گی حتیٰ کہ وہ مجھے میری اونٹنی سے گرا دیں گے۔'' حضرت اسیدؓ نے کہا: ''یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لوگ اکٹھے ہو چکے ہیں۔ ہر قبیلے کو حکم دیجیے کہ وہ اس شخص کو قتل کر دے، جس نے یہ ارادہ کیا تھا اور جو شخص ان کے قبیلے کا ہوگا اسے وہ خود قتل کریں گے اور اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ ﷺ پسند کریں تو مجھے ان کے متعلق آگاہ کر دیں اور اس جگہ کو نہ چھوڑیں حتیٰ کہ میں ان کے سروں کو آپ ﷺ کے پاس لے آؤں، خواہ وہ النبیت میں ہوں۔ میں آپ ﷺ کو ان سے کفایت کروں گا اور آپ ﷺ خزرج کے سردار کو حکم دیں اور جو آدمی اُن کی جانب سے ہوں گے وہ ان کے بارے میں آپ ﷺ کو کفایت کرے گا۔ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایسے لوگوں کو کب تک ان کے حال پر چھوڑا جائے گا؟ ہم کب تک ان سے مداہنت برتیں گے حالانکہ آج وہ قلت اور ذلت میں ہیں اور اسلام نے اپنے قدم جما لیے ہیں۔ پس ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہ رہنا چاہیے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسیدؓ سے فرمایا: ''میں پسند نہیں کرتا کہ لوگ کہیں کہ جب اس کے اور مشرکین کے درمیان جنگ ختم ہوگئی ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اصحاب کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔'' حضرت

Marfat.com

اُسید نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لوگ اصحاب نہیں ہیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا وہ لَا اله الّا اللّٰہ کی شہادت کا اظہار نہیں کرتے؟'' حضرت اُسید نے کہا: ''بے شک، لیکن ان کی کوئی شہادت نہیں ہے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''میں نے ان کے قتل کرنے سے منع کر دیا ہے۔'' (ایضاً)

حضورؐ کے راز دان حذیفہ بن یمانؓ

واقدی نے بیان کیا ہے کہ معمر بن راشد نے بحوالہ زہری مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی سے اترے تو آپؐ کی طرف وحی ہوئی اور اونٹنی بیٹھی ہوئی تھی، پس آپؐ کی اونٹنی اپنی مہار کھینچتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی حتیٰ کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے اسے پالیا اور اس کی مہار پکڑ لی اور اسے آگے سے کھینچنے لگے اور جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو ناقہ کو بٹھا دیا۔ پھر اس کے پاس بیٹھ گئے حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے پاس آئے اور پوچھا یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا: ''میں حذیفہ ہوں۔'' حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم سے ایک رازدارانہ بات کرنے والا ہوں کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ مجھے فلاں، فلاں اور فلاں پر نماز [جنازہ] پڑھنے سے روک دیا گیا ہے...... وہ چند منافقین ہیں......اور حضرت حذیفہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو نہ بتایا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے اور خلیفۂ اول کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو آپؓ خیال کرتے کہ یہ ان [منافق] لوگوں میں سے تو نہ تھا۔ آپؓ حضرت حذیفہؓ کا ہاتھ پکڑتے اور اس کے جنازے پر چلنے کے لیے کہتے۔ اگر حضرت حذیفہؓ آپؓ کے ساتھ چل پڑتے تو حضرت عمرؓ ان کے ساتھ جنازہ پڑھتے اور اگر وہ اپنا ہاتھ کھینچ لیتے اور چلنے سے انکار کرتے تو آپؓ جنازہ پڑھنے کی بجائے ان کے ساتھ واپس آ جاتے۔ (مغازی للواقدی ج۳، ص ۱۰۴۳-۱۰۴۴)

......❀❀❀......

Marfat.com

ننھا مجاہد عُمیر بن سعدؓ

کفریہ کلمات اور نورِ ایمان

منافقین میں سے ایک منافق کا نام الجلاس بن سوید بن صامت بیان کیا گیا ہے۔ اس نے جس خاتون سے شادی کی تھی، وہ بیوہ تھی اور اس کا ایک بیٹا عمیر بن سعدؓ اس کے گھر میں پرورش پا رہا تھا۔ الجلاس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر آنحضورؐ کے بارے میں بہت ہی گستاخانہ گفتگو کی، اس نے کہا یہ شخص جھوٹا ہے اور اگر اپنے دعووں میں سچا ہو تو خدا کی قسم پھر تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ چھوٹا سا بچہ اس بات کو کیا سمجھتا ہوگا مگر عمیر بن سعدؓ کے دل میں ایمان کی روشنی تھی اور وہ بچہ آنحضورؐ کا سچا محبّ تھا۔ اس نے کہا اے جلاس تو مجھے بہت محبوب تھا اور میں تیری بے پناہ عزت کرتا تھا مگر خدا کی قسم تم نے جو بات کہی ہے، اگر میں اسے چھپاؤں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا اور اگر اسے بیان کر دوں گا تو یہ بڑی شرم اور عار والی بات ہے، مگر جو کچھ بھی ہو، میں تمھارا راز فاش کر دوں گا۔ اس نے اس بچے کو کہا کہ تم میری بات کو سمجھے ہی نہیں ہو مگر اس سعادت مند بچے نے جواب میں کہا کہ میں خوب سمجھتا ہوں، یہ کہہ کر عمیر مجلس سے اٹھ گیا۔ الجلاس بھی فوراً اٹھا اور عمیر سے پہلے آنحضورؐ کی مجلس میں پہنچ گیا۔

وحیِ ربانی

عمیر بھی تھوڑی دیر بعد خدمتِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔ انھوں نے جب آنحضورؐ کی خدمت میں پورا واقعہ پیش کیا تو الجلاس نے حلف اٹھا کر کہا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ بزرگ صحابہ نے بھی عمیر سے کہا برخوردار تم بہت جھوٹے ہو تمھیں شاید بات کی سمجھ نہیں آئی۔ اس نے بڑے حزم کے ساتھ کہا خدا کی قسم جو کچھ ان کانوں نے سنا ہے وہی اس زبان نے بیان کیا ہے مگر

Marfat.com

بچہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے اس کی بات کو زیادہ وزن نہ دیا۔ معصوم بچے کو اس کا بڑا افسوس ہوا اور اس نے دل میں کہا کہ میری سچائی کو اللہ خود بیان کر دے گا۔ حضرت عمیر بیان کیا کرتے تھے کہ انھیں منافقین کی دل آزار باتوں سے تو دکھ پہنچا ہی تھا جب ان کی بات اہلِ حق کی مجلس میں بھی نہ مانی گئی تو وہ اور بھی آزردہ ہو گئے اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سبحان اللہ یہ معصوم آنسو اللہ کو کس قدر پسند آئے کہ وحی ربانی نے آ کر ان کی تصدیق فرمائی۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: ''یہ لوگ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی، حالانکہ انھوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کہی ہے۔ وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور انھوں نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے کر نہ سکے۔ یہ ان کا سارا غصہ اسی بات پر ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا ہے! اب اگر یہ اپنی اس روش سے باز آئیں تو انھی کے لیے بہتر ہے، اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو نہایت دردناک سزا دے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور زمین میں کوئی نہیں جو ان کا حمایتی اور مددگار ہو۔'' (التوبۃ ۹: ۷۴) الجلاس نے اس کے بعد سچی توبہ کر لی اور بعد کی زندگی نفاق سے پاک ہو کر اسلام کے مخلص پیروکار کی حیثیت سے گزاری۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۴۲۴-۴۲۵ تفسیر آیت محولہ بالا)

پاکیزہ معاشرہ اور اس کی برکات

زندہ معاشروں کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہاں کا ماحول بذاتِ خود ایک درس گاہ کا کام کرتا ہے۔ نسلِ جدید کو ایسا پاکیزہ، منظم اور بامقصد ماحول میسر آ جاتا ہے جو ایک خاص اور متعین سمت میں ان کی راہ نمائی کا فریضہ سرانجام دیتا رہتا ہے۔ ایسے معاشروں میں اگر کچھ عناصر بنیادی مقاصد اور طے شدہ اخلاقی و معاشرتی اقدار کے خلاف طرزِ عمل اپنانا چاہیں تو معاشرے کا مجموعی ضمیر اور عمومی فضا اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ یوں بے قاعدگی کے شکار افراد اور گروہ معاشرے میں نکو بن کر رہ جاتے ہیں۔ جب معاشرے اپنی سمت ہی متعین نہ کر سکیں تو ہر چیز افراتفری کا شکار ہو جاتی ہے اور تخریب کاروں کو کھل کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے۔ دورِ نبوی کے پاکیزہ

Marfat.com

معاشرے میں نوخیز بچے بھی اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح جانتے تھے اور ان کو بکمال وتمام ادا بھی کرتے تھے۔ سیرتِ نبوی کے مطالعے اور سیرت صحابہ کی ورق گردانی کرتے ہوئے ایسے بے شمار ایمان افروز واقعات سامنے آتے ہیں جو واضح کرتے ہیں کہ اس زندہ ضمیر معاشرے میں بے ضمیروں کے لیے کوئی گنجائش اور رو رعایت نہ تھی۔ اسلامی ریاست اور اس کے سربراہ نبی رحمتؐ کے خلاف جہاں کسی نے خبث باطن کا مظاہرہ کیا وہیں اس کا محاسبہ کرنے کے لیے زندہ ضمیر ابنائے اسلام میدان میں آجاتے تھے۔ مسلم معاشرے کے ہر گھر میں بچوں کے لیے اگر ماحول ایسا فراہم کیا جائے جہاں روزمرہ کے معمولات اور گھروں کے شب و روز سیرت مصطفٰیؐ اور سیرت صحابہ وصحابیات کے واقعات کے گرد گھومنے لگیں تو کوئی داخلی سازش اور خارجی دشمن اس کی بنیادیں ڈھانے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہمارا المیہ ہی یہ ہے کہ ہم اپنی تہذیب وثقافت کو بھول چکے ہیں، اپنی اصل سے کٹ گئے ہیں اور ہر سراب کو آبِ حیات سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ آبِ حیات ہمارے اور صرف ہمارے پاس ہے۔ اے کاش امت اس حقیقت کو پاسکے۔ اگر ایسا ہوتو آج بھی عمیر بن سعدؓ، اسامہ بن زیدؓ اور علیؓ بن ابی طالب کی مثالیں نظر آسکتی ہیں۔

......❁❁❁......

Marfat.com

منافقین کی قبیح حرکات

منافقین کے جھوٹے عذر

قرآن مجید کی سورۂ التوبہ آیت ۳۸ سے لے کر آخر تک ایک خطبے کی صورت میں نازل ہوئی۔ اس میں بیش تر مضامین غزوۂ تبوک سے متعلق ہیں اور اکثر یہ آیات بالخصوص منافقین کی حرکتوں کا احاطہ کرتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے جب جنگ پر جانے کی تیاری کر لی تو منافقین نے اس جہاد پر جانے سے جھوٹے موٹے عذر پیش کر کے آپؐ سے رخصت لی۔ آپؐ جانتے تھے کہ ان منافقین کا ساتھ ہونا باعث نقصان تو ہو سکتا ہے، کوئی فائدہ لشکر اسلام کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے آپؐ نے اپنی دائمی وسیع الظرفی کو ملحوظ رکھتے ہوئے انھیں گھر بیٹھے رہنے کی اجازت دے دی۔ اس پر اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ انھیں اجازت نہیں دینی چاہیے تھی تاکہ یہ بلا اجازت گھر بیٹھے رہتے اور عذر پیش نہ کر سکتے کہ ہم اجازت کے بعد گھر میں بیٹھے تھے۔ یوں یہ سب کے سب پوری مسلم آبادی کے سامنے بے نقاب ہو جاتے۔

آئینہ

اللہ تعالیٰ نے منافقین کو آئینہ دکھایا ہے اور اہلِ ایمان کو بھی ان کی تصویر دکھا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’اے نبیؐ، اللہ تمھیں معاف کرے، تم نے کیوں انھیں رخصت دے دی؟ (تمھیں چاہیے تھا کہ خود رخصت نہ دیتے) تاکہ تم پر کھل جاتا کہ کون لوگ سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی تم جان لیتے۔ جو لوگ اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو کبھی تم سے یہ درخواست نہ کریں گے کہ انھیں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے سے معاف رکھا جائے۔ اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ ایسی درخواستیں تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان نہیں رکھتے، جن کے

Marfat.com

دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک ہی میں متردد ہو رہے ہیں۔ اگر واقعی اُن کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو وہ اس کے لیے کچھ تیاری کرتے۔ لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا اس لیے انھیں سست کر دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھ رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ۔ اگر وہ تمھارے ساتھ نکلتے تو تمھارے اندر خرابی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے۔ وہ تمھارے درمیان فتنہ پردازی کے لیے دوڑ دھوپ کرتے اور تمھارے گروہ کا حال یہ ہے کہ ابھی ان میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کی باتیں کان لگا کر سنتے ہیں، اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے فتنہ انگیزی کی کوششیں کی ہیں اور تمھیں ناکام کرنے کے لیے یہ ہر طرح کی تدبیروں کا الٹ پھیر کر چکے ہیں یہاں تک کہ ان کی مرضی کے خلاف حق آ گیا اور اللہ کا کام ہو کر رہا۔'' (التوبہ ۹: ۴۳-۴۸)

بخیل و کنجوس منافق

ان آیات سے بالکل واضح ہو رہا ہے کہ منافقین کا نکلنا تو یقیناً کسی فائدے کا باعث نہیں تھا مگر انھیں اسلامی معاشرے میں بالکل بے نقاب کر دیا جانا بھی وقت کی ضرورت تھی۔ نبی اکرمؐ نے ان کو رخصت ضرور دی تھی مگر ساتھ آپؐ اپنے صحابہ کو بھی بتاتے رہے کہ ان کا پیچھے رہ جانا، ہمارے لیے باعثِ خیر و راحت ہے۔ ایک منافق جدّ بن قیس نے آنحضورؐ سے کہا کہ میں حسن پرست انسان ہوں اور رومی عورتیں بڑی خوب صورت ہوتی ہیں۔ خدا کے لیے مجھے اس فتنے میں نہ ڈالیں کہیں میں پھسل ہی نہ جاؤں۔ یعنی جس فتنے میں پڑا ہوا تھا، اس کی تو اسے فکر نہیں تھی مگر ایسی مضحکہ خیز باتیں کر رہا تھا، جو ایک منافق ہی کر سکتا ہے۔ اس شخص کے بارے میں امام ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ یہ انصار کے قبیلے کی شاخ بنو سلمہ کا سردار تھا۔ آپؐ نے ایک مرتبہ بنی سلمہ سے پوچھا کہ اے بنی سلمہ تمھارا سردار کون ہے تو انھوں نے کہا کہ ہمارا سردار ایک نہایت کنجوس اور بخیل آدمی جدّ بن قیس ہے۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''وَأَیُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ! وَلٰکِنْ سَیِّدُکُمُ الْفَتَی الْجَعْدُ الْأَبْیَضُ بِشْرُ بْنِ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ۔'' یعنی آپؐ نے فرمایا کہ بخل اور کنجوسی سے بڑی کون سی بیماری ہو سکتی ہے؟ یاد رکھو اب تمھارا سردار نوجوان حسین و جمیل سفید رو، بشر بن

Marfat.com

براء بن معرورؓ ہے۔(ابن کثیر ج ۳، ص ۴۰۸)

حضرت بشر بن براء بن معرورؓ کے والد حضرت براء بن معرورؓ بھی صحابی تھے۔ دونوں باپ بیٹے کے بڑے فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں۔ الجدّ بن قیس اور اس جیسے دیگر منافقین کی ان باتوں کی مذمت اللہ رب العالمین نے سخت الفاظ میں فرمائی۔ ارشاد ہوا: ''ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے رخصت دے دیجیے اور مجھ کو فتنے میں نہ ڈالیے۔ سُن رکھو! فتنے ہی میں تو یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں اور جہنم نے ان کافروں کو گھیر رکھا ہے۔'' (التوبہ ۹:۴۹) ابن کثیر فرماتے ہیں:
''وقوله تعالی (وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ) أیُ لَا مَحِيْدَ لَهُمْ عَنْهَا وَلَا مَحِيْصَ وَلَا مَهْرَبَ.'' یعنی جہنم کافروں کو گھیرے میں لے لینے والی ہے نہ اس سے وہ کہیں بھاگ سکیں گے نہ بچاؤ اور نجات کی صورت پاسکیں گے۔ (ایضاً)

جھوٹی امیدیں

منافقین آپس میں ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے کہ اب مزا آجائے گا جب یہ لوگ قیصرِ روم کی فوجوں کی زد میں ہوں گے۔ بس کچھ دن انتظار کرو، جلد ہی خوش خبریاں ملیں گی۔ ان کے نزدیک خوش خبری یہ تھی کہ کفر غالب آجائے اور اسلام مغلوب ہوجائے۔ بدر میں بھی انھوں نے یہ جھوٹی امیدیں باندھی تھیں اور احد وخندق میں بھی۔ ہر معرکے میں مسلمانوں کی کامیابی پر منافقین کے جذبات پر اوس پڑ جاتی۔ مسلمانوں کو جب بھی کامیابی ملتی تو مدینہ کا پورا اسلامی معاشرہ اللہ کا شکر ادا کرتا اور خوشی ومسرت کی فضا ہر گھر میں دیکھی جاسکتی تھی۔ اس کے برعکس منافقین کی صفوں میں صفِ ماتم بچھ جاتی تھی اور وہ چھپ چھپ کر اس صورتِ حال کو کوستے تھے۔

مومن کے لیے بھلائی ہی بھلائی

اس ساری کیفیت اور منظر کو بھی قرآن مجید نے بہت خوب صورت انداز میں بیان فرمایا ہے:
''تمھارا بھلا ہوتا ہے تو انھیں رنج ہوتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ منہ پھیر کر خوش خوش پلٹتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ اچھا ہوا ہم نے پہلے ہی اپنا معاملہ ٹھیک کرلیا تھا۔ ان سے کہو ہمیں ہرگز کوئی (برائی یا بھلائی) نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔ اللہ ہی ہمارا مولیٰ ہے اور اہل

Marfat.com

ایمان کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ ان سے کہو، تم ہمارے معاملے میں جس چیز کے منتظر ہو وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے۔ اور ہم تمھارے معاملے میں جس چیز کے منتظر ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ خود تم کو سزا دیتا ہے یا ہمارے ہاتھوں دلواتا ہے؟ اچھا تو اب تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمھارے ساتھ منتظر ہیں۔ ان سے کہو تم اپنے مال خواہ راضی خوشی خرچ کرو یا بکراہت، بہرحال وہ قبول نہ کیے جائیں گے کیونکہ تم فاسق لوگ ہو۔'' (التوبہ ۹: ۵۰-۵۳)

دعائے مومن

امام ابن کثیر بیان فرماتے ہیں کہ منافقین کی کسی مجلس میں یہ تذکرہ ہو رہا تھا کہ اگر محمد سچا ہوتا تو ہمارے یہ اتنے زیرک اور عقل مند سردار عبداللہ بن ابی اور جَدّ بن قیس اس کی بات کیوں نہ مانتے۔ آنحضور کو معلوم ہوا تو آپ ؐ نے ان کو بلا بھیجا۔ جس صحابی نے ان فتنہ پردازوں کی ریشہ دوانیوں کا حال آنحضور کو بتایا تھا، وہ اکیلے تھے جبکہ یہ منافقین ایک جماعت تھے۔ انھوں نے قسمیں کھا کھا کر یہ کہا کہ ہم نے ایسی کوئی بات کی ہی نہیں۔ اس پر اس صحابی نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ تو حقیقت کھول دے تو اللہ رب العالمین نے آیات نازل فرمائیں: ''یہ منافق ڈر رہے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل نہ ہوجائے جو ان [منافقین] کے دلوں کے بھید کھول کر رکھ دے۔ اے نبیؐ، ان سے کہو، [اے منافقو!] اور مذاق اڑاؤ، اللہ اس چیز کو کھول دینے والا ہے جس کے کھل جانے سے تم ڈرتے ہو۔ اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو جھوٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہو ''کیا تمھاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسولؐ ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذرات نہ تراشو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیا تو دوسرے گروہ کو تو ہم ضرور سزا دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہے۔'' (التوبۃ ۹: ۶۴-۶۶) صحابہ کرام اللہ کے مخلص بندے اور رسولِ رحمت کے سچے وفادار و پیروکار تھے۔ اللہ ان کی دعائیں سنتا اور قبول فرماتا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۴۱۶-۴۱۷)

Marfat.com

تین مخلص صحابہؓ کا معاملہ

مخلص صحابہ کی سستی

غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے بیش تر لوگ تو ضعفا، بیمار اور سواریاں نہ ہونے کی وجہ سے معذور صحابہ کرام تھے۔ ان کے علاوہ منافقین کی ایک بڑی تعداد جنگ سے اعراض کرتے ہوئے گھروں میں بیٹھی رہی۔ البتہ مخلص صحابہ میں سے بھی چند بلند پایہ ہستیاں اس موقع پر تساہل کا شکار ہوگئیں۔ ان کی نیت میں کسی قسم کا فتور نہیں تھا اور ان کی سابقہ تاریخی خدمات سے بھی کسی کو انکار نہیں تھا۔ ان میں سے بعض صحابہ کا تذکرہ تو پہلے ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ جن تین صحابہ کا تذکرہ قرآن وحدیث اور سیرت وتاریخ کی کتابوں میں تفصیلاً ملتا ہے ان کو ایک طویل ابتلا سے گزرنے کے بعد معافی ملی۔ ان تین صحابہ کرامؓ کے نام حضرت ہلال بن امیہؓ، حضرت مُرارہ بن رُبیعؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ ہیں۔ حضرت کعبؓ قدیم الاسلام انصاری صحابی ہیں، جنھوں نے بالکل نوعمری میں بیعتِ عقبہ میں بھی شرکت فرمائی تھی البتہ وہ جنگِ بدر پر بوجوہ نہ جا سکے۔ اول الذکر دونوں صحابہ کرام تو بدری صحابی ہیں۔ حضرت کعبؓ بھی بدر کے بعد تمام معرکوں میں آنحضورؐ کے ساتھ شریکِ جہاد رہے۔

سچ اور حقیقی معذرت

آنحضورؐ جب واپس مدینہ آ گئے اور منافقین کے جھوٹے موٹے عذروں پر انھیں کوئی بڑی سرزنش نہ کی تو ان تین صحابہ کا معاملہ بھی آپؐ کے نوٹس میں لایا گیا۔ نبی اکرمؐ کے پاس ان تینوں صحابہ نے آکر اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ جب آنحضورؐ نے پوچھا کہ وہ کس بنا پر پیچھے رہ گئے تھے تو ان تینوں صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی معقول عذر نہیں۔ بس سستی اور غفلت

Marfat.com

نے اس سعادت سے محروم رکھا اور اب اپنی اس غلطی پر ہمیں شدید ندامت ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں کا معاملہ اللہ رب العالمین کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ حضرت کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اس موقع پر جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو آپؐ نے اپنی دائمی گرم جوشی کے برعکس سرد مہری سے تبسم فرمایا اور پھر کہا کہ آگے آؤ۔ میں آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپؐ نے پوچھا تمھیں کس چیز نے روک رکھا تھا؟ کیا تمھارے پاس سواری اور زادِ سفر نہیں تھا؟ میں نے صاف گوئی سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم! اگر میرا معاملہ کسی اور شخص کے ساتھ ہوتا تو میں جھوٹ موٹ کوئی عذر بھی پیش کر دیتا مگر آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر میں کوئی غلط بیانی کروں گا تو اللہ میرا راز فاش کر دے گا۔ میں واضح الفاظ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے پاس کوئی معقول عذر نہیں۔ خدا کی قسم میں اس موقع پر آسودہ اور مال دار تھا۔ میرے پاس ایک نہیں دو سواریاں تھیں۔ بس میرے نفس نے مجھے سستی میں ڈالے رکھا اور میں پیچھے رہ گیا۔''

بلاوجہ ملامت

حضرت کعبؓ خود بیان کرتے ہیں کہ اس عرصے میں جب آنحضورؐ تبوک کی جانب روانہ ہو گئے تھے، میں اپنے دل میں سوچتا تھا کہ ابھی تیاری کرتا ہوں اور روانہ ہو جاتا ہوں حتیٰ کہ اگلا دن آ جاتا۔ اگلا دن پھر ویسی ہی کشمکش میں گزر جاتا یہاں تک کہ وقت نکل گیا۔ اب میں مدینہ میں چلتا پھرتا تو سخت اداس ہو جاتا۔ میں دیکھتا کہ مدینہ میں جن لوگوں کے درمیان ہوں وہ یا تو ضعیف و معذور ہیں یا منافقین۔ جب آنحضورؐ کے سامنے میں نے اعترافِ جرم کیا تو آپؐ نے فرمایا تو نے سچ بولا ہے۔ اب اٹھ جا اور انتظار کر کہ اللہ تیرے بارے میں کیا فیصلہ کرتا ہے۔ جب میں آنحضورؐ کی مجلس سے اٹھا تو میرے قبیلے بنوسلمہ کے کچھ لوگ بھی میرے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ مجھے ان لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ خدا کی قسم تو ہمیشہ نیکی پر کاربند رہا ہے۔ ہمارے علم کی حد تک اس سے قبل تجھ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ کتنے ہی لوگوں نے جھوٹ موٹ عذر پیش کیے اور انھیں معاف کر دیا گیا۔ تو نے بھی کوئی عذر کیوں نہ

Marfat.com

پیش کردیا۔ ان لوگوں نے مجھے اتنی ملامت کی کہ میرے قدم ڈگمگانے لگے۔

صائب مشورہ

اس دوران میں اپنے دو قریبی رشتے داراور جگری دوستوں معاذ بن جبلؓ اور ابوقتادہؓ سے ملا اوران سے تذکرہ کیا توانھوں نے مجھے یہ صائب مشورہ دیا کہ ہرگز کوئی جھوٹی بات نہ کہنا۔تم نے جو طرزِعمل اختیار کیا ہے، اس موقع پر وہی معقول رویہ ہے۔ اللہ تیرے لیے جب چاہے گا، اس مشکل سے نکلنے کا راستہ نکال دے گا۔ سچ انسان کو بچالیتا ہے جبکہ جھوٹ ہلاک کرڈالتا ہے۔ان کی یہ بات میرے دل کولگی البتہ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا میرے علاوہ بھی کسی اور شخص نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا ہے توانھوں نے دو صالح مردوں کا ذکر کیا، جن کی زندگیاں بہت پاکیزہ اور مثالی رہی تھیں۔ یہ تھے ہلال بن امیہؓ اور مرارہ بن الربیعؓ۔

معاشرتی مقاطعہ

کچھ دنوں کے بعد حکم ہوا کہ ہم تینوں کا معاشرتی بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ مدینے کا پورا معاشرہ ہمارے لیے اجنبی ہوگیا۔دوسرے دونوں بزرگ تو عمر میں بڑے تھے۔وہ بیچارے تو اپنے گھر میں بیٹھ گئے۔ میں طاقت وراور جوان تھا۔گھر سے باہر نکلتا،مسجد نبوی میں نمازِ باجماعت میں شرکت کرتااور بازار میں گھومتا پھرتا تھامگر کوئی شخص میرے ساتھ بات نہ کرتا حتیٰ کہ میرے سلام کا جواب بھی لوگ دل ہی میں دیتے۔ یہ دن میری زندگی کے مشکل ترین ایام تھے۔ جب بھی نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو میں آپؐ کوسلام کہتا مگر کوئی جواب نہ پاتا۔میں توجہ سے آپؐ کے ہونٹوں کو دیکھتا کہ آیا آپؐ نے اپنے ہونٹوں کوحرکت دی ہے یانہیں تو بھی مجھے کچھ پتہ نہ چلتا۔ میں نماز میں کھڑا ہوجاتا جبکہ آنحضورؐ اپنی جگہ تشریف فرما ہوتے۔نماز کے دوران میں کبھی نظریں چراکر آپؐ کی طرف دیکھتا تو محسوس ہوتا کہ آپؐ بھی میری طرف دیکھ رہے ہیں مگر جونہی میں سلام پھیرتا، آنحضورؐ اپنی نظر ہٹالیتے۔ ہرلحہ پہاڑ بن گیا تھااور ہردن قیامت کا دن تھا۔

اپنے بیگانے ہوگئے

میرے بچپن کے ساتھی اور میرے چچازاد بھائی اور جگری یار ابوقتادہؓ نے بھی اب آنحضورؐ

Marfat.com

کے حکم پر مکمل طور پر مجھ سے مقاطعہ کر دیا تھا۔ ایک روز میں بہت گھبرایا تو میں ابوقتادہؓ کے پاس گیا۔ اس وقت وہ اپنے باغ میں باغبانی کر رہے تھے۔ انھوں نے دروازہ بھی بند کر دیا۔ میں نے باغ کی دیوار پر چڑھ کر انھیں سلام کیا مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ میرے بھائی نے میرے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے کہا: ''اے ابوقتادہ میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا؟'' وہ خاموش رہے۔ دوسری مرتبہ پوچھا تو بھی انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ بھی میں نے قسم دے کر یہی سوال دہرایا تو ابوقتادہؓ نے بس اتنا کہا ''اللہ ورسولہ اعلم'' اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس پر میری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے اور میں روتا ہوا دیوار سے اتر آیا۔

جب چالیس دن اس حالت میں گزر گئے تو نبی اکرمؐ کی طرف سے ایک قاصد آپؐ کا حکم لے کر آیا کہ تم لوگ اپنی بیویوں سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کیا بیوی کو طلاق دے دوں؟ جواب ملا نہیں بس الگ تھلگ رہو۔ اس پر میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ اپنے میکے چلی جائے اور انتظار کرے یہاں تک کہ اللہ میرے معاملے پر کوئی فیصلہ صادر فرمائے۔

ایمان کی بولی اور مومن کا استقلال

ان دنوں میں جب میں اس ناقابلِ بیان ابتلا سے گزر رہا تھا تو ایک روز بازار سے گزرتے ہوئے کیا دیکھتا ہوں کہ شام کا ایک نبطی شخص میری طرف آ رہا ہے۔ اس نے لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا تھا اور کسی نے میری طرف اشارہ کر کے اسے راہ نمائی دی۔ اس نے مجھ سے میرا نام پوچھا۔ جب میں نے اپنا نام بتایا تو اس نے ریشم کے ایک ٹکڑے میں لپٹا ہوا ایک خط مجھے تھما دیا۔ یہ غسانی حکمران حارث بن ابی شمر کا خط تھا۔ اس نے اپنے خط میں مجھے لکھا تھا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے آقا نے تم سے ناراض ہو کر تمھیں ذلت میں مبتلا کر دیا ہے۔ آپ ایک معزز انسان ہیں۔ ہمارے پاس آ جائیں، ہم آپ کی عزت بھی کریں گے اور امداد بھی۔'' میں نے خط کا مضمون پڑھنے کے بعد انتہائی اداسی کے عالم میں اپنے آپ سے کہا کہ میں کس قدر بدنصیب ہو گیا

Marfat.com

ہوں کہ کفار میرے ایمان کی بولی لگا رہے ہیں۔ میری آنکھوں میں بے ساختہ آنسو آ گئے اور میں نے فوراً اس خط کو نذرِ آتش کر دیا۔

قبولیتِ توبہ

ایک روز میں مسجدِ نبوی سے فجر کی نماز پڑھ کر واپس پلٹا اور سخت پریشانی کے عالم میں اپنے مکان کی چھت پر بیٹھ گیا۔ جس طرح اللہ نے فرمایا ہے، واقعی زمین مجھ پر اپنی ساری وسعتوں کے باوجود تنگ ہو گئی تھی، حتیٰ کہ خود میری اپنی جان بھی مجھ پر بوجھ بن گئی تھی۔ میں اپنے خیالات میں کھویا ہوا اللہ کی حمد و تقدیس کر رہا تھا کہ اچانک ایک بلند آواز نے مجھے چونکا دیا۔ کہنے والا کہہ رہا تھا: ''اے کعب بن مالک! تمھیں خوش خبری ہو۔'' میں فوراً سمجھ گیا کہ مجھے معاف فرما دیا گیا ہے۔ میں اسی وقت سجدے میں گر گیا۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے جو دوڑتے ہوئے آئے تھے اور مجھے خوش خبری سنا رہے تھے۔ ان کے علاوہ زبیر بن العوامؓ اور حمزہ بن عمروؓ بھی مجھے خوش خبری سنانے کے لیے تیزی سے میری طرف آئے۔ میری حالت اس وقت عجیب تھی۔ میں مکان کی چھت سے سیڑھی کے ذریعے اترنے کے بجائے چھلانگ لگا کر پچھواڑے میں اتر گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھے بتایا کہ فجر کی نماز کے بعد نبی کریمؐ نے تم لوگوں کے بارے میں یہ بشارت دی کہ اللہ نے تم تینوں کی توبہ قبول فرما لی ہے۔

میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ خوش خوش آنحضورؐ کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوا۔ گزشتہ پچاس دنوں کے برعکس آج منظر ہی کچھ اور تھا۔ صحابہ کرام آگے بڑھ بڑھ کر بھاگتے ہوئے مجھ سے لپٹ رہے تھے اور میری قبولیت توبہ پر مبارک باد دے رہے تھے۔ مہاجرین میں سب سے پہلے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ میری طرف بڑھے اور مجھے مبارک باد دی۔ میں نے زندگی بھر ان کے اس احسان کو یاد رکھا۔ جب میں خدمتِ اقدس میں پہنچا تو آنحضورؐ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک رہا تھا۔ آپؐ نے بڑی محبت کے ساتھ میرا استقبال کیا اور فرمایا: ''اَبْشِرْ بِخَیْرِ یَوْمٍ مَرَّ عَلَیْکَ مُنْذُ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ'' تجھے مبارک ہو جب سے تیری ماں

Marfat.com

نے تجھے جنا ہے، آج سے زیادہ بہتر دن تیری زندگی میں کوئی نہیں آیا۔

صدقۂ تشکر

میں نے رسولِ رحمتؐ سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے مجھے معاف فرمایا ہے یا اللہ رب العالمین کی طرف سے حکم آیا ہے۔'' فرمایا: ''یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے'' پھر آپؐ نے سورۃ توبہ کی آیات کی تلاوت فرمائی۔ میری توبہ جب قبول ہوئی تو میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''کچھ مال اپنے پاس رکھو یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''آدھا اللہ کے راستے میں دیتا ہوں'' تو آپؐ نے فرمایا: ''نہیں، اس سے کم کرو۔'' میں نے عرض کیا: ''اچھا تیسرا حصہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہوں۔'' چنانچہ میں نے خیبر کی زمین کا حصہ اپنے پاس رکھ لیا، باقی سب کچھ صدقہ کر دیا۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کپڑے بھی حمزہ بن عمرؓ کو یہ خوش خبری پہنچانے پر دے دیے۔ پھر ابو قتادہؓ سے دو کپڑے عاریتاً لیے اور انھیں زیبِ تن کیا۔

حضرت کعب بن مالکؓ باقی ماندہ ساری زندگی اللہ کی اطاعت پر یوں گامزن رہے کہ کبھی معمولی تسامح اور تساہل بھی نہ برتا۔ آپ بہت اچھے شاعر تھے۔ حضور پاکؐ آپ کے اشعار پر ہمیشہ ان کی تحسین فرمایا کرتے۔ آپؓ کی قبولیتِ توبہ پر بے ساختہ آپؓ کی زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا:

سُبۡحَانَ رَبِّیۡ إِنۡ لَمۡ یَعۡفُ عَنۡ زُلَلِیۡ
فَقَدۡ خَسِرۡتُ وَتَبَّ الۡقَوۡلُ وَالۡعَمَلُ

میرا رب پاک ہے، اگر وہ میری لغزشوں کو معاف نہ کرتا تو میں یقیناً سخت خسارے میں ہوتا اور میری تمام قول و عمل کی نیکیاں برباد ہو جاتیں۔ (مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۵۵)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی روایت کردہ ایک حدیث میں وہ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضورؐ

Marfat.com

نے رات کے وقت مجھے بتایا کہ اے ام سلمہ! کعب بن مالک اور اس کے دونوں ساتھیوں کی توبہ اللہ کے ہاں قبول ہو چکی ہے۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان کی طرف کوئی قاصد بھیج کر انھیں بشارت نہ دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں رات گزر جانے دو صبح ہونے پر انھیں بشارت دے دیں گے۔

(البدایة والنهایة، المجلد الاول مطبوعه موسسة المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۹۱۶-۹۱۸۔ تفسیر ابن کثیر مطبوعه دارالاندلس ج ۳ ص ۴۶۷-۴۷۱۔ سیرة ابن هشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۳۲-۵۳۷)

حضرت ہلال بن امیہؓ

حضرت ہلال بن امیہؓ بہت عظیم صحابی تھے۔ اس عرصے میں وہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور مسلسل دن رات ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ راتوں کو رکوع و سجود میں گزارتے اور دن کو روزہ رکھتے۔ کوئی چیز کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ پانی یا دودھ کا ایک آدھ گھونٹ صبح شام میں ان کی خوراک تھی۔ جب ان لوگوں کی بیویوں کو ان سے الگ ہونے کا حکم ملا تو حضرت ہلال بن امیہ کے بیوی بچے بھی ان سے الگ ہو گئے۔ انھی دنوں میں ایک روز ان کی اہلیہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلال بن امیہ بوڑھے آدمی ہیں۔ کوئی خادم نہیں جو ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ غم سے ان کی حالت غیر ہو رہی ہے۔ دن رات روتے رہتے ہیں۔ آنکھوں میں سفیدی نمودار ہو رہی ہے۔ مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں ان کی بینائی ہی ختم نہ ہو جائے۔ اپنے اہل و عیال میں سے وہ سب سے زیادہ مجھ سے مانوس ہیں مگر آپؐ کے حکم کے تحت میں نے بھی ان سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ جب بھی انھیں دیکھتی ہوں تو ان کی داڑھی سے آنسو ٹپک رہے ہوتے ہیں۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو میں ان کی خدمت کروں ورنہ وہ ہلاک ہو جائیں گے۔'' (البدایة والنهایة ایضاً۔ تفسیر ابن کثیر ایضاً۔ سیرة ابن هشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۳۰)

Marfat.com

قبولیتِ توبہ اور طویل سجدہ

اس نیک بخت صحابیہ کی درخواست سن کر آپؐ نے انھیں کہا: ''ٹھیک ہے اپنے خاوند کی خدمت کرو مگر انھیں اپنے قریب نہ آنے دینا۔'' انھوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حالت تو ایسی ہے کہ اب اس قسم کی کوئی خواہش ہی ان کے اندر باقی نہیں رہی۔'' چنانچہ حضرت ہلال بن امیہؓ کی بیوی اس عرصے میں ان کی دیکھ بھال اور خدمت کرتی رہیں۔ حضرت ہلال بن امیہؓ کی قبولیتِ توبہ کے وقت جو صحابی ان کی طرف خوش خبری لے کر آئے، ان کا نام حضرت سعید بن زیدؓ بن عمرو بن نفیل بیان کیا گیا ہے۔ جب انھوں نے آکر یہ خوش خبری سنائی تو حضرت ہلال بن امیہؓ سجدے میں گر گئے۔ اتنا لمبا سجدہ کیا کہ آنحضورؐ کے قاصد یہ سمجھے شاید سجدے کے دوران ان کی جان ہی نکل گئی ہے۔ بڑی دیر کے بعد انھوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو خوشی کے آنسو آنکھوں میں تھے مگر چہرہ ہشاش بشاش اور دمک رہا تھا۔ لوگ جوق در جوق ان کے گھر کی طرف مبارک باد دینے کے لیے آنے لگے۔ انھوں نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ پھر حضرت ہلالؓ اپنے گدھے پر سوار ہوئے کیونکہ پیدل چلنا ان کے لیے مشکل تھا اور سیدھے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضورؐ نے ان کا بھی استقبال کیا اور انھیں مبارک باد دی۔ (سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۳۵-۵۳۶)

امید بر آئی

تیسرے صحابی حضرت مُرارہ بن رُبَیعؓ نے بھی معاشرتی مقاطعہ کے یہ ایام سخت پریشانی کے عالم میں گزارے۔ وہ بھی عمر رسیدہ اور کمزور تھے، اس لیے حضرت ہلالؓ کی طرح کہیں جاتے آتے نہیں تھے۔ وہ اگرچہ اپنی قبولیت توبہ کے بارے میں پر امید تھے، پھر بھی ان پچاس دنوں کا یہ دورانیہ اپنے گھر میں بڑی مشکل سے گزارا۔ ان کی راتوں کی نیندیں اور دن کا سکون اڑ گیا تھا۔ ان پر بھی ان کی زندگی بوجھ بن گئی تھی اور زمین وسعتوں کے باوجود تنگ ہوگئی تھی۔ ان کی طرف بنوعبدالاشہل کے دو صحابہ حضرت سلکان بن سلامہؓ اور حضرت سلمہ بن سلامہؓ کو بھیجا گیا تھا۔ حضرت

Marfat.com

مُرارہ بھی یہ خبر سن کر سجدے میں گر گئے اور جب سر اٹھایا تو خوش خبری لانے والے دونوں صحابہ کو ساتھ لے کر آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ صحابہ کرام نے حضرت کعبؓ کی طرح حضرت ہلالؓ اور حضرت مُرارہؓ کو بھی مبارک بادیں دیں۔ آنحضورؐ نے ان سب کا استقبال بڑی محبت و شفقت سے کیا اور انھیں بشارت دی۔ حضرت مُراۃؓ کی قبولیتِ توبہ ان کے لیے اس قدر خوشی کا باعث تھی کہ انھوں نے بھی اپنی جائداد کا ایک بڑا حصہ صدقہ کر دیا۔ (البدایة والنهایة ایضاً۔ تفسیر ابن کثیر ایضاً۔ سیرة ابن هشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۳۴)

حکم ربّانی

اللہ رب العالمین نے ان تینوں صحابہ کی قبولیت توبہ اور نبی اکرمؐ اور انصار و مہاجرین کی بلندیٔ درجات کا ذکر سورۃ توبہ کی دو آیات میں کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے: ''اللہ نے معاف کر دیا نبی کو اور ان مہاجرین و انصار کو جنھوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبیؐ کا ساتھ دیا۔ اگرچہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چلے تھے، (مگر جب انھوں اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبیؐ کا ساتھ دیا تو) اللہ نے انھیں معاف کر دیا، بے شک اس کا معاملہ ان لوگوں کے ساتھ شفقت و مہربانی کا ہے۔ اور ان تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملہ کو ملتوی کر دیا گیا تھا جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی اپنی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامنِ رحمت کے سوا نہیں ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں، یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔'' (توبہ ۹: ۱۱۷-۱۱۸)

......✿✿✿......

Marfat.com

مسجد ضرار

اسلام دشمنی کے مراکز

نبی اکرمؐ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں پر مسجد قبا موجود تھی جو صحابہ کرام نے ہجرت سے پہلے تعمیر کی تھی۔ آپؐ نے مدینہ آمد کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے جگہ حاصل کی اور پھر صحابہ کرام کے ساتھ مل کر اس کی تعمیر کا اہتمام فرمایا۔ یہ دونوں مساجد مدینہ کی ابتدائی مساجد میں سے ہیں۔ ان کے بعد بھی کئی اور جگہوں پر مساجد تعمیر کی گئیں۔ جو مساجد مخلص صحابہ کرام نے اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کیں، وہ تقویٰ اور نیکی کے مراکز تھے۔ مدینہ کے منافقین نے مدینہ منورہ کے اندر اسلام کو زک پہنچانے کے لیے کئی تخریبی اڈے قائم کر رکھے تھے۔ ان میں سے بعض مراکز نفاق تو ان منافقین کے گھروں میں تھے، جن کو نبی اکرمؐ نے مختلف اوقات میں منہدم کروایا اور ایک خطرناک اڈہ مسجد ضرار کے نام سے معروف ہوا۔

شیطانی گھر کو جلانے کا حکم

سیرۃ ابن ہشام میں ایک یہودی سُوَیلَم کے گھر کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہاں پر منافقین جمع ہوتے اور اسلام کے خلاف سازشوں کے تانے بانے بنتے۔ آنحضورؐ کو اطلاع ملی کہ غزوۂ تبوک سے لوگوں کو بددل کرنے کے لیے سویلم یہودی کے گھر منافقین نے ڈیرہ جما رکھا ہے۔ یہ یہودی ان یہود میں سے تھا جنھیں مدینہ کے تینوں یہودی قبائل کی جلاوطنی اور قتل کے بعد اسلامی ریاست کی طرف سے امان دی گئی تھی۔ اس امان کا غلط فائدہ اٹھانے والے لوگوں کو کئی مرتبہ تنبیہ بھی کی گئی۔ جب آنحضورؐ کو پوری معلومات مل گئیں تو آپؐ نے حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کو اس گھر کے جلا ڈالنے کے لیے بھیجا۔ ان کے ساتھ کچھ دیگر صحابہ بھی تھے، جن کے نام ابن ہشام نے حضرت

Marfat.com

ضحاک بن خلفیہؓ اور حضرت ابن اُبیرِ قؓ بیان کیے ہیں۔ حضرت ضحاکؓ اس مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور دیگر صحابہ نے نیچے سے اس گھر کو آگ لگادی۔ حضرت ضحاکؓ کی ایک ٹانگ بھی اس مہم کے دوران ٹوٹ گئی تھی۔ تمام اسلام دشمن اس موقع پر مکان سے بھاگ گئے کیونکہ آنحضورؐ نے ان میں سے کسی کو گرفتار کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ محض اس گھر کو جلا ڈالنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

مسجد ضرار کی تعمیر

اب ان لوگوں نے ایک اور پینترا بدلا اور مسجد بنا کر اسے اپنی سازشوں کا اڈہ بنانا چاہا۔ اس مسجد کی تعمیر میں عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے علاوہ مدینہ کا ایک اسلام دشمن ابو عامر راہب جو عیسائی ہو چکا تھا اور جس کی آنحضورؐ کی آمد سے قبل مدینہ میں بڑی عزت تھی، بھی شریک تھا۔ اسلام میں اسے ابو عامر راہب کے بجائے ابو عامر فاسق کہا جاتا ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کے دوران کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ عمارت مسجد ہے یا منافقین کا مورچہ۔ بڑی ہوشیاری سے ان لوگوں نے آنحضورؐ کو دعوت دی کہ وہ برکت کے لیے اس مسجد کا افتتاح بھی فرمائیں اور پہلی نماز بھی پڑھائیں۔ اس مسجد کا محل وقوع مرکزِ مدینہ سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر مسجد قبا کے قریب بنوسالم کے علاقے میں تھا۔ اس مسجد کو بنانے والے تمام لوگ بدطینت و بدنیت تھے۔ جب یہ لوگ آنحضورؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تبوک سے واپسی پر اس مسجد میں آؤں گا۔ آنحضورؐ جب تبوک سے واپس پلٹے تو اللہ رب العالمین کی طرف سے حکم آ گیا کہ یہ مسجد نہیں بلکہ کفر کا اڈہ اور منافقین کا مورچہ ہے۔ اس لیے اس میں نماز پڑھنے کے بجائے اسے جلا دیا جائے۔ اللہ کا حکم آ جانے کے بعد آنحضورؐ نے اس مسجد کو جلا ڈالنے کا حکم دیا۔

بدکردار دشمنِ اسلام

ابو عامر راہب آنحضورؐ کی آمد کے بعد محسوس کر رہا تھا کہ اب مدینہ میں اس کی بلکہ کسی بھی اسلام دشمن کی دال گلنے کا کوئی امکان نہیں تو اس نے اسلام دشمنی میں جل بھن کر ہر وہ کام کیا، جس کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ اس اسلام دشمن نے کئی روپ دھارے۔ عیسائیت، بت پرستی، پھر جھوٹ

Marfat.com

موٹ اسلام کا دعویٰ اور منافقت۔ یہ انتہائی بدکردار دشمنِ اسلام تھا، سراپا شر اور خبث! آغاز میں بدر واحد کے معرکوں کے دوران یہ قریش مکہ کے ساتھ عملاً شریک ہوتا تھا۔ احد کے میدان میں اسی بدبخت نے وہ گڑھے کھدوائے تھے، جن میں سے ایک گڑھے میں آنحضور گرے اور زخمی ہوئے۔ کافروں کی طرف سے جب یہ مسلمانوں کے مقابلے پر مبارزت کے لیے نکلا تو انصار کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ آ گئے لَا اَنعَمَ اللّٰهُ بِکَ عَیناً یَا فَاسِقُ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ یعنی اے فاسق تیرے اوپر اللہ کبھی اپنے انعامات کا دروازہ نہ کھولے۔ اے دشمنِ خدا (تو ہمیشہ خائب و خاسر رہے)۔

جہنمی باپ کا جنتی بیٹا

نبی اکرمؐ نے اس فاسق کو اسلام کی دعوت دی اور اس کے سامنے قرآن پڑھا مگر اس نے تکبر سے اپنا سر انکار میں ہلایا۔ آنحضورؐ نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ اسے بہت بُری موت سے دوچار کرے۔ اس کا بہت برا انجام ہوا تھا۔ اس فاسق کی عبداللہ بن ابی کے ساتھ بھی ساز باز تھی۔ یہ مکے جا کر قریش کو بھی آنحضورؐ اور مدینہ کی اسلامی ریاست کے خلاف اشتعال دلاتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ منافقین نے اس سے کہا کہ وہ مسجد قبا میں آئے اور اسلام میں داخل ہونے والے نو مسلموں کو کسی نہ کسی طرح اسلام سے برگشتہ کر دے۔ یہ بڑا شاطر انسان تھا اور جانتا تھا کہ اخلاص کے ساتھ کلمہ پڑھ لینے والے لوگوں کو اس دین سے برگشتہ کرنا کسی کے بس میں نہیں۔ اس کا اپنا نو عمر بیٹا حضرت حنظلہؓ آنحضورؐ کے سچے جانثاروں میں سے تھا۔ حضرت حنظلہؓ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے، جنھیں فرشتوں نے جنت کے پانی سے غسل دیا تھا اور آنحضورؐ کے بتانے پر صحابہ کرام کو اس حقیقت کا علم ہوا تھا، اسی لیے ان کی شہادت کے بعد انھیں غسیل الملائکہ کہا جاتا ہے۔ یہ اپنے گھر میں دیکھ چکا تھا کہ اپنی ساری مکاری و چرب زبانی کے باوجود وہ اپنے بیٹے کو اسلام سے برگشتہ نہیں کر سکا تھا۔ جب اسے مسجد قبا میں آنے کی دعوت دی گئی تو اس نے کہا: لَا اَقْدِرُ أَنْ أَدْخَلَ مِرْبَدَکُم هٰذَا! وَذَاکَ أَنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ یَلْحَظُونَنِی وَیَنَالُونَ مِنِّی مَا أَکْرَهُ۔ ’’میں کبھی جانوروں کے اس باڑے میں داخل نہیں ہوں گا۔ یہاں محمد کے پیروکاروں میں

Marfat.com

سے جو لوگ بیٹھے ہوتے ہیں وہ میرے اوپر آوازے کستے ہیں۔ میں ان کی گفتگو کو پسند نہیں کرتا۔''
(مغازی للواقدی ج۳، ص۱۰۴۹)

کھوکھلی کمین گاہ

اس کے بعد اسی نے ان کو پٹی پڑھائی کہ تم اپنا اڈہ تعمیر کرو، جسے مسجد کا نام دو تو میں اس میں تمھارے ساتھ ہر طرح کا تعاون کروں گا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ایک جگہ منتخب کی۔ جن دنوں نبی اکرمؐ تبوک کے سفر پر تھے، انھی دنوں منافقین نے آنحضورؐ کے پیچھے اس مسجد کی تعمیر کی جسے بہت مضبوط بنیادوں اور دیواروں پر اٹھایا گیا تھا۔ ظاہری مضبوطی اور شان وشوکت کے باوجود عملاً یہ ایک نہایت بودی اور کھوکھلی عمارت تھی۔ جب آنحضورؐ سے گزارش کی گئی کہ وہ اس مسجد میں تشریف لائیں تو قریب تھا کہ آپؐ ان کی درخواست پر مسجد ضرار میں تشریف لے جاتے کہ اسی دوران اللہ رب العالمین کی طرف سے قرآن مجید میں کفر کے اس اڈے کا بھانڈا پھوڑ دیا گیا۔

ناپاک عناصر کا گڑھ

مسجد ضرار کے متعلق اللہ نے ارشاد فرمایا: '' کچھ اور لوگ ہیں جنھوں نے ایک مسجد بنائی اس غرض کے لیے کہ (دعوتِ حق کو) نقصان پہنچائیں اور (خدا کی بندگی کرنے کے بجائے) کفر کریں، اور اہل ایمان میں پھوٹ ڈالیں، اور (اس بظاہر عبادت گاہ کو) اس شخص کے لیے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا اور اس کے رسولؐ کے خلاف برسرِ پیکار ہو چکا ہے۔ وہ ضرور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا کسی دوسری چیز کا نہ تھا۔ مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں۔ تم ہرگز اس عمارت میں کھڑے نہ ہونا۔ جو مسجد اول روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔ پھر تمھارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضا

Marfat.com

کی طلب پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پر اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری؟ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔ یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے، ہمیشہ ان کے دلوں میں بے یقینی کی جڑ بنی رہے گی (جس کے نکلنے کی اب کوئی صورت نہیں) بجز اس کے کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں۔ اللہ نہایت باخبر اور حکیم و دانا ہے۔'' (توبہ ۹: ۱۰۷-۱۱۰)

شیطانی اڈہ جلا ڈالا گیا

ان آیات میں اللہ رب العالمین نے منافقین کے ناپاک منصوبوں کو ملیامیٹ فرما دیا۔ نبی اکرمؐ نے ان آیات کے نزول کے بعد اپنے معتمد علیہ صحابہ کو حکم دیا کہ وہ جا کر اس مورچۂ کفر کو آگ لگا دیں۔ آپؐ نے جن صحابہ کو یہ ذمہ داری سونپی، وہ تھے حضرت عاصم بن عدیؓ اور حضرت مالک بن دخشمؓ۔ آپؐ نے انھیں حکم دیا کہ ظالموں کے اس اڈے کو جا کر گرا دو، پھر اسے جلا دو۔ حضرت مالکؓ کا تعلق بنو سالم سے تھا، انھی کے محلے میں یہ مسجد بنائی گئی تھی۔ انھوں نے حضرت عاصم سے کہا کہ آپ ذرا رکیں، میں اپنے گھر جا کر آگ کا انتظام کر کے آتا ہوں۔ حضرت مالکؓ اپنے گھر گئے اور کھجور کی ایک خشک شاخ کو آگ لگا کر لے آئے۔ اس کے بعد دونوں صحابہ جلدی سے اس مورچے پر پہنچے۔ یہ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا۔ ان منافقین نے مجمع بن جاریہ کو اپنا امام بنا رکھا تھا جو ایک صالح نوجوان تھا۔ اسے منافقین کے خفیہ ارادوں کا علم نہیں تھا۔ دراصل اس کا باپ جاریہ بن عامر منافقین کے سرغنوں میں سے تھا۔ اُسد الغابہ کے مطابق یہ نوجوان بعد کے ادوار میں بہت اہم ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ خلافتِ فاروقی میں حضرت عمرؓ نے بھی انھیں اپنی قوم کی امامت کی ذمہ داری سونپی تھی۔ جب دونوں صحابہ مسجد میں پہنچے تو منافقین کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ سب ان صحابہ کے ارادوں کو بھانپتے ہوئے بھاگ گئے جب کہ حضرت مجمعؓ کو حقیقتِ حال کا پتہ چلا تو حیرانی بھی ہوئی اور انھوں نے ان دونوں صحابہ کے ساتھ تعاون بھی کیا۔

بے برکتی و نحوست

منافقین میں سے ایک شخص زید بن جاریہ، مسجد ضرار کے اندر بیٹھا رہا۔ جب اس عمارت کو

Marfat.com

ڈھا دینے کے بعد آگ لگائی گئی تو اس کے سرین جل گئے اور اس موقع پر وہ چیختا ہوا وہاں سے باہر بھاگا۔ جب نبی اکرمؐ کو اطلاع دی گئی کہ کفر کا مورچہ مکمل طور پر منہدم کر دیا گیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے پہلو میں جو دو گھر ہیں، وہ بھی اسلام دشمنی کے گھر ہیں۔ ان میں سے ایک گھر تو ودیعہ بن ثابت (منافق) کا گھر تھا اور دوسرا ابو عامر فاسق کا، چنانچہ یہ گھر بھی جلا دیے گئے۔ آنحضورؐ نے حضرت عاصمؓ کو کہا کہ اس جگہ پر تم اپنا گھر بنالو مگر انھوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے اس مقام کے بارے میں جو حکم دیا ہے، اس کے بعد ہمت نہیں پڑتی کہ میں اس جگہ کو مسکن بناؤں اور پھر مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اگر آپؐ مناسب سمجھیں تو اسے ثابت بن اقرمؓ کو دے دیں کہ ان کا کوئی گھر نہیں ہے۔'' چنانچہ وہ جگہ حضرت ثابتؓ کو عطا کر دی گئی جنھوں نے دیگر صحابہ کی مدد سے وہاں گھر تعمیر کر لیا۔ حضرت ابولبابہؓ نے حضرت ثابتؓ کو لکڑیوں سے مدد دی جو گھر کی تعمیر میں استعمال ہوئیں۔ بالآخر حضرت ثابتؓ نے بھی اس گھر کو چھوڑ دیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اس گھر میں میرے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، حتیٰ کہ میری مرغیاں بھی یہاں انڈے نہیں دیتی تھیں۔ یہ جگہ اتنی منحوس اور برکت سے عاری تھی کہ بعد میں بھی اس ویران جگہ پر کسی کبوتر اور پرندے نے بھی اپنا مسکن نہیں بنایا۔ (البداية و النهاية، المجلد الاول مطبوعه موسسة المعارف دار ابن حزم بيروت، ص ۹۱۴-۹۱۵۔ تفسير ابن كثير مطبوعہ دارالاندلس، ص ۴۵۱-۴۵۷۔ سيرة ابن هشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۲۹-۵۳۱۔ مغازى للواقدى ج ۳، ص ۱۰۴۸-۱۰۴۹)

Marfat.com

Marfat.com

بابِ ہفتم

اہم واقعات

Marfat.com

کعب بن زُہیر کا قبولِ اسلام

شعر وشاعری کی اہمیت

۹ ھ کے اہم واقعات میں سے ایک مشہور واقعہ عرب کے نامور شاعر کعب بن زہیر کا قبولِ اسلام ہے۔ چونکہ جہاد تلوار کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے اور قلم وزبان کے ساتھ بھی، اس لیے کسی قادر الکلام خطیب، شاعر یا مصنف کا کردار بھی جہاد کے معرکوں میں بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ آنحضورؐ کا دور تو بالخصوص شعر وشاعری کے حوالے سے بہت اہم اور فیصلہ کن تھا۔ شعرا کی زبان سے نکلنے والے اشعار بسا اوقات دشمن کے لیے شمشیر ونیزے اور تیر وبرچھی سے زیادہ کارگر ہوتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے اپنے صحابہ میں سے شعرا حضرت حسّان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے جہادی اشعار کی بڑی تعریف فرمائی۔ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ان کے اشعار دشمن کے مقابلے پر ہتھیاروں سے زیادہ کارگر ثابت ہوتے ہیں۔

سبعہ معلّقات

عرب معاشرے میں سبعہ معلّقات کی بڑی شہرت تھی۔ سبعہ معلّقات کے شعرا کو اپنے زمانے بلکہ بعد کے ادوار میں بھی تمام عرب قبائل میں قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کے قصائد سننے کے لیے میلے لگ جایا کرتے تھے۔ ان شعرا کے قبائل اپنے جن فضائل پر فخر ومباہات کرتے تھے، ان میں ان کے یہ شعرا بالخصوص قابل ذکر تھے۔ ان سات شعرا کے نام ترتیب وار یہ تھے:

۱۔ ملک الشعراء امراء القیس بن حُجر بن عمرو کندی [قبیلہ بنو کندہ]

Marfat.com

۲- طَرفہ بن عبد بن سفیان بکری [قبیلہ بنو بکر]

۳- زُہَیر بن ابی سُلمٰی ربیعہ بن رباح مزنی [قبیلہ بنو مزینہ]

۴- ابوعقیل لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب عامری [قبیلہ بنو عامر]

۵- عمرو بن کلثوم بن مالک تغلبی [قبیلہ بنو تغلب]

۶- ابوالمغلس عَنترہ بن شداد عبسی [قبیلہ بنو عبس]

۷- ابوظلیم حارث بن حلزہ بکری [قبیلہ بنو بکر]

شاعر ابن شاعر

ان سات شعرا کے قصائد کی بڑی شہرت تھی، جنھیں تمام عرب قبائل نے بالاتفاق نابغۂ روزگار قرار دیا تھا اور ان کے اشعار کو خانہ کعبہ میں معلّق کر دیا تھا۔ اسی لیے یہ سبعہ معلّقات کہلاتے ہیں۔ انھی شعرا میں سے ایک زُہیر بن ابی سُلمیٰ تھا۔ اس شاعر نے تو آنحضورؐ کا دور نہیں پایا البتہ اس کا بیٹا کعب بن زہیر، جو اسی کی طرح بہت قادر الکلام شاعر تھا، آنحضورؐ کے دور میں موجود تھا۔ اس نے آنحضورؐ کی ہجو اور اسلام کی مخالفت میں بہت کچھ لکھا تھا، حتیٰ کہ آنحضورؐ نے اس کی مذمت کی تھی اور یہ ان لوگوں میں شمار ہوتا تھا، جو واجب القتل تھے۔ (سیرۃ ابن ہشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۰۱)

سبقت الی الاسلام

کعب بن زہیر کے ایک بھائی بُجَیر بن زہیر قبولِ اسلام میں اس پر سبقت لے گئے۔ اس کے حالتِ کفر میں ہونے کے وقت وہ خوش قسمتی سے آنحضورؐ پر ایمان لا چکے تھے۔ ہوا یوں کہ یہ دونوں بھائی بکریاں چرانے کے سلسلے میں مدینہ کی وادیوں میں آئے تو بُجَیر نے اپنے بھائی کعب سے کہا: ”تم بکریوں کی رکھوالی کرو، میرا دل چاہتا ہے کہ میں مدینہ میں اس شخص سے جا کر ملاقات کروں، جس نے اپنی نبوت کا اعلان کر رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ پوری طرح جانچ پڑتال کروں کہ وہ کیسا شخص ہے۔“ چنانچہ بُجَیر آنحضورؐ کے پاس آیا، آپؐ نے اس کا استقبال کیا۔ اسلام کا تعارف اس کے سامنے پیش کیا تو اس کے دل کو پیغامِ توحید بہت بھلا لگا۔ پس وہ پہلی ہی

Marfat.com

ملاقات میں مسلمان ہوگیا۔ کسی نے کعب کو اس بات کی اطلاع دی تو وہ بہت ناراض ہوا اور بہت غصے میں وہ اشعار کہے، جس میں اپنے بھائی کے بھی لتے لیے اور اسلام پر بھی اپنی سابقہ روش کے مطابق مزید حملے کیے۔ اس کے طویل کلام سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

کفریہ اشعار

مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّی بُجَیْرًا رِسَالَةً
فَهَلْ لَّکَ فِیْمَا قُلْتَ بِالْخَیْفِ هَلْ لَکَا

بُجیر کو میری طرف سے (ادھر جانے والو) یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ تو نے جو بات پہاڑ کے دامن سے کہی ہے، اس میں تیرے لیے کیا [بھلائی] ہے تو ہلاک ہو جائے۔

شَرِبْتَ مَعَ الْمَأْمُوْنِ کَأْسًا رَوِیَّةً
فَأَنْهَلَکَ الْمَأْمُوْنُ مِنْهَا وَعَلَّکَا

جس کے امین ہونے کی شہرت تھی اس کے ساتھ تو نے کون سا مہلک جام پی لیا ہے کہ اس نے تجھے ہلاک کر ڈالا۔

وَخَالَفْتَ أَسْبَابَ الْهُدٰی وَاتَّبَعْتَهٗ
عَلٰی أَیِّ شَیْءٍ وَیْلَ غَیْرِکَ دَلَّکَا

تو نے راہ ہدایت ترک کر کے اس راستے کو اختیار کر لیا ہے جو ہدایت سے گمراہ کر دینے والا ہے اور نہ معلوم کس وجہ سے اس راستے پر چل پڑا ہے جس پر دوسروں کی ہلاکت تو نے اپنے سر لے لی ہے۔

عَلٰی خُلُقٍ لَمْ تُلْفِ أُمًّا وَلَا أَبًا
عَلَیْهِ وَلَمْ تُدْرِکْ عَلَیْهِ أَخًا لَکَا

تو نے وہ اخلاق اختیار کر لیے ہیں جو نہ تیرے ماں باپ نے کبھی اپنائے تھے اور نہ تیرے بھائی بند اس کے پیرو ہیں۔

Marfat.com

فَإِن أَنتَ لَمْ تَفعَلْ فَلَسْتُ بِآسِفٍ
وَلَا قَائِلٍ إِمَّا عَثَرْتَ: لَعًا لَكَا

اگر تو نے مجھے جواب تک نہ دیا تو بھی مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا اور میں یہ نہیں کہوں گا کہ تو محض لغزش کھا گیا ہے بلکہ تو تو ہلاکت میں گر گیا ہے۔ (سیرۃ ابن ھشام ایضاً)

اسلامی اشعار

حضرت بُجیرؓ کو جب یہ پیغام ملا تو انھوں نے اپنے بھائی کو جو جواب دیا، وہ بھی اشعار کی صورت میں مورخین نے نقل کیا ہے۔ ان کے اشعار یوں ہیں:

مَنْ مُبْلِغٌ كَعْبًا فَهَلْ لَكَ فِي الَّتِي
تَلُومُ عَلَيْهَا بَاطِلًا وَهِيَ أَحْزَمُ

کعب کو کون یہ اطلاع دے گا کہ تو جس بات پر سیخ پا ہے اور ملامت کرتا ہے وہی تو سب سے زیادہ محکم اور دانش مندی کی بات ہے۔

إِلَى اللّٰهِ (لَا الْعُزَّى وَلَا اللَّاتِ) وَحْدَهُ
فَتَنْجُو إِذَا كَانَ النَّجَاءُ وَتَسْلَمُ

میں نے لات وعزیٰ کو چھوڑ کر ایک اللہ وحدہ کی بندگی اختیار کی ہے۔ تو بھی اگر یہ راستہ اختیار کرے گا تو نجات پائے گا اور سلامتی تیرا مقدر ہوگی۔

لَدَى يَوْمٍ لَا يَنْجُو وَلَيْسَ بِمُفْلِتٍ
مِنَ النَّاسِ إِلَّا طَاهِرُ الْقَلْبِ مُسْلِمُ

عن قریب ایک دن آنے والا ہے کہ تمام مخلوق گھبرا اٹھے گی، اس دن صرف وہی نجات کا مستحق ٹھہرے گا جو پاک دل اور صاحبِ اسلام ہوگا۔

فَدِينُ زُهَيْرٍ وَهُوَ لَا شَيْءَ دِينُهُ
وَدِينُ أَبِي سُلْمَى عَلَيَّ مُحَرَّمُ

Marfat.com

(کعب زُہیر کے) جس دین کا دعویٰ کرتا ہے، وہ بھی کوئی دین ہے؟ اور میں نے تو اپنے باپ (زہیر) کے دین کو بھی اپنے اوپر حرام کرلیا ہے وہ سرے سے کوئی دین نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۵۰۱-۵۰۲)

دعوتِ اسلام

جب کعب کو اپنے بھائی کا یہ خط ملا تو اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ وہ سمجھنے لگا کہ اب اسلام کا بڑھتا ہوا یہ ریلا اسے بہالے جائے گا۔ اس کے دشمنوں نے بھی اس کے بارے میں یہ افواہیں پھیلائیں کہ مدینہ میں اس کے قتل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہ اس سے مزید گھبرا گیا۔ آخر حضرت بُجَیرؓ کا ایک اور پیغام اسے ملا، جس میں انھوں نے کہا تھا کہ میں جس شخص پر ایمان لایا ہوں، وہ اللہ کے سچے رسول اور بڑے دل والے انسان ہیں۔ ان سے زیادہ عفو و درگزر کرنے والا کوئی نہیں۔ جو ان کے پاس تائب ہو کر آ جائے، خواہ کتنا بڑا مجرم ہی کیوں نہ ہو، اسے معاف فرما دیتے ہیں۔ اے کعب اپنی عقل سے کام لے اور جلد اپنے کفر پر ہٹ دھرمی چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو جا۔ یہ پیغام ملنے کے بعد کعب نے مدینہ جانے کا فیصلہ کرلیا مگر اب بھی اس پر خوف طاری تھا۔ تاہم مدینہ میں اس کے کئی شناسا اور دوست تھے جو اس کے اشعار کی وجہ سے اس سے محبت کرتے تھے۔ مدینہ آکر وہ اپنے ایک جاننے والے صحابی سے ملا، ان کا تعلق قبیلہ بنو جُہَینَہ سے تھا۔ انھوں نے بھی اس کا حوصلہ بڑھایا کہ وہ آنحضورؐ سے ڈرنے کے بجائے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

خدمتِ اقدس میں حاضری

اپنے مہربان اور مخلص میزبان سے حوصلہ پا کر وہ اپنے بھائی حضرت بُجَیرؓ سے ملا اور ان کے ساتھ فجر کی نماز کے وقت آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت بُجَیرؓ کے کہنے پر کعب آنحضورؐ کی طرف گیا اور آپؐ کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر اپنا ہاتھ آپؐ کی طرف بڑھایا۔ آنحضورؐ اسے شکل وصورت سے نہیں پہچانتے تھے۔ آپؐ نے کعب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ حضرت بُجَیرؓ

Marfat.com

نے عرض کیا: ''یارسول اللہ یہ کعب بن زہیر ہے۔ آپؐ سے امان طلب کرنے کے لیے آیا ہے۔ اس نے سچے دل سے توبہ کرلی ہے اور اسلام قبول کرلیا ہے۔'' آپؐ نے اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو اس نے بڑے ادب سے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔'' چونکہ اس شخص کو واجب القتل سمجھا جاتا تھا، اس لیے ایک انصار صحابی اس کا نام سنتے ہی اس کی طرف بڑھے اور آپؐ سے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے میں اس گستاخ کی گردن اڑادوں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''نہیں اسے کچھ نہ کہو۔ یہ سچے دل سے تائب ہوکر آیا ہے۔'' (سیرۃ ابن ہشام ص ۵۰۲-۵۰۳)

عظیم الشان قصیدہ

آنحضورؐ پر ایمان لانے کے فوراً بعد حضرت کعبؓ بن زہیر نے فی البدیہہ وہ معرکۃ آرا قصیدہ کہا، جسے پہلے شعر کے پہلے الفاظ کی وجہ سے قصیدہ بانت سعاد کہا جاتا ہے۔ اس طویل قصیدے میں عربی شعرا کے طرز اور روایت کے مطابق شروع میں تو ویسے ہی منظر کشی کی گئی ہے جس میں اونٹ اور ناقہ کی خوبیاں، سفر کی مشکلات اور منزل پہ پہنچنے کی خوشی کے واقعات کا احاطہ ہے۔ پھر آنحضور کی شان، اخلاقِ عالیہ اور عظیم الشان کامیابیوں کی تفصیل ہے۔

اس طویل قصیدے کے اندر حضرت کعبؓ نے مہاجرین صحابہ کی بھی خوب تعریف کی ہے مگر ایک انصاری صحابی کی طرف سے انھیں قتل کرنے کی جو دھمکی ملی تھی، اس کے سبب انصار کی مدح کے بجائے ان کی ہجو پر مشتمل اشعار نوکِ زبان پر آگئے۔ بعد میں انھیں احساس ہوا کہ جوشِ شعر و شاعری میں ان سے چوک ہوگئی ہے۔ انصار ان اشعار پر سخت برانگیختہ تھے۔ قادر الکلام شاعر فوراً گویا ہوئے اور انصار کی مدح میں اسی وقت فی البدیہہ قصیدہ پڑھا۔ اس میں انصار کی خاندانی شرافت و وجاہت کے ساتھ اسلام کے لیے ان کی قربانیوں اور آنحضورؐ کے شانہ بشانہ بے پناہ مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی بہت تعریف کی۔ اس طویل قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں:

مَنْ سَرَّهُ كَرَمُ الْحَيَاةِ فَلَا يَزَلْ

فِي مِقْنَبٍ مِنْ صَالِحِي الْأَنْصَارِ

Marfat.com

جسے باعزت زندگی کا لطف اٹھانا ہو، وہ ہمیشہ انصار کے ساتھ رہے۔ انصار کی صالح جماعت کا کیا کہنا۔ وہ بلند مرتبہ لوگ ہیں۔

وَرِثُوا الْمَكَارِمَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ
إِنَّ الْخِيَارَ هُمُ بَنُو الْأَخْيَارِ

وہ سرداروں کے گھر میں پیدا ہوئے اور اخلاقِ کریمانہ سے سرفراز ہیں۔ نسلاً بعد نسلٍ انھوں نے مکارمِ اخلاق آبا و اجداد سے پایا ہے۔ وہ بھلے لوگ اور بھلے لوگوں کی اولاد ہیں۔

وَالْبَائِعِينَ نُفُوسَهُمْ لِنَبِيِّهِمْ
لِلْمَوْتِ يَوْمَ تُغَانُقٍ وكِرَارِ

انھوں نے اپنے نبیؐ کی خاطر اپنی جانیں بیچ ڈالی ہیں، وہ گھمسان کے دن میں جب ہر طرف موت رقص کرتی ہے، اپنے نبی کی خاطر ان جانوں کے نذرانے پیش کر دیتے ہیں۔

وَالْقَائِدِينَ النَّاسِ عَنْ أَدْيَانِهِمْ
بِالْمَشْرَفِيِّ وَبِالْقَنَا الْخَطَّارِ

وہ کاٹ دار شمشیروں اور لچک دار نیزوں کے ساتھ دینِ باطل کے پجاریوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ان معرکوں میں قائدین وہی نظر آتے ہیں۔

يَتَطَهَّرُونَ يَرَوْنَهُ نُسُكًا لَهُمْ
بِدِمَاءِ مَنْ عَلِقُوا مِنَ الْكُفَّارِ

[میدان جنگ میں] کفار کے خون سے خوب کھیلتے ہیں اور اس جہاد کو اپنے گناہوں سے پاکیزگی کے لیے قربانی تصور کرتے ہیں۔

دَرِبُوا كَمَا دَرِبَتْ بِبَطْنِ خَفِيَّةٍ
غُلْبُ الرِّقَابِ مِنَ الْأُسُودِ ضَوَارِي

وہ مردانِ میدان ہیں، موٹی گردنوں والے شیروں کی طرح، جو اپنے شکار کو چیر پھاڑ دیتے

Marfat.com

ہیں اور دشمن پہ گھات لگا کر حلہ بول دیتے ہیں۔

ضَرَبُوا عَلِيًّا يَوْمَ بَدْرٍ ضَرْبَةً

دَانَتْ لِوَقْعَتِهَا جَمِيْعَ نِزَارِ

بدر کے دن وہ اپنے جدامجد، علی [بن مسعود بن مازن الغسانی] کی طرح یوں دشمن پر جھپٹے کہ تمام دشمن (بنو نزار) ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔

لَوْ يَعْلَمُ الْأَقْوَامُ عِلْمِيَ كُلَّهُ

فِيْهِمْ لَصَدَّقَنِي الَّذِيْنَ أُمَارِي

اگر لوگوں کو ان کے بارے میں وہ پوری معلومات مل جائیں جو میرے علم میں ہیں تو میرے بیان کی سب تصدیق کریں گے۔

قَوْمٌ إِذَا خَوَتِ النُّجُوْمُ فَإِنَّهُمْ

لِلطَّارِقِيْنَ النَّازِلِيْنَ مَقَارِي

وہ [انصار] ایسے لوگ ہیں کہ جب ستارے غروب ہو جائیں اور قحط کا زمانہ ہو تو بھی رات کے کسی حصے میں آنے والے مہمان بھی ان کی ضیافت کا لطف اٹھاتے ہیں۔

اس پر انصار بھی ان سے خوش ہو گئے۔ حضرت کعبؓ کی باقی ماندہ زندگی اسلام کی خدمت میں گزری۔ (کعب بن زہیر کے طویل قصائد سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۰۳-۵۱۵ پر منقول ہیں۔)

......❀❀❀......

Marfat.com

عبداللہ بن ابیّ کی موت

رسولِ رحمتؐ کا ظرفِ عالی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں میں سے عبداللہ بن ابی سرفہرست ہے۔ نبی اکرمؐ جب غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہو رہے تھے تو وہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ثنیاۃ الوداع تک لشکر کے ساتھ نکلا اور وہاں سے لوگوں کو بددل کرنے کے لیے یہ کہتا ہوا واپس پلٹا کہ یہ لوگ خود کو موت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں۔ نبی اکرمؐ غزوۂ تبوک سے واپس پلٹے تو یہ بیمار تھا۔ ماہِ شوال ۹ھ کے بیس دن بیمار رہنے کے بعد ذوالقعدہ ۹ھ میں یہ مر گیا۔ اس کے اسلام دشمن اور جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں تھا، اس کے باوجود نبی اکرمؐ اس کی عیادت کے لیے اس کے ہاں جاتے رہے۔ آنحضورؐ بہت بڑے دل والے اور انتہائی اعلیٰ ظرف کے مالک تھے۔

آخری مکالمہ

آخری روز جب آنحضورؐ عبداللہ بن ابی کے ہاں تشریف لے گئے تو آپؐ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: قَدْ نَهَيْتُكَ عَنْ حُبِّ الْيَهُوْدِ ''میں نے تجھے یہود سے تعلقات رکھنے اور محبت کی پینگیں بڑھانے سے منع کیا تھا [مگر تو نے اپنی من مانی کی]۔'' اس پر عبداللہ بن ابی نے کہا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ بِحِيْنِ عِتَابٍ...... ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہو گیا سو ہو گیا۔ یہ سرزنش و عتاب کا وقت نہیں۔ میرا اچل چلاؤ ہے۔ میں مر جاؤں تو ازراہِ مہربانی میرے غسل میں شامل ہونا اور مجھے اپنی قمیص بھی عطا فرمانا تاکہ مجھے اس میں کفن دیا جائے۔'' (مغازی للواقدی ج۳، ص۱۰۵۷)

Marfat.com

حضورؐ کا کرتہ مبارک

روایات کے مطابق اس وقت آنحضورؐ دو قمیصیں پہنے ہوئے تھے۔ اس کی درخواست پر اسی لمحے آپؐ نے اوپر کی قمیص اسے عطا فرما دی۔ اس نے عرض کیا کہ وہ قمیص مجھے عطا فرمائیں، جو آپؐ کے جسم کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ آپؐ کا حلم وتحمل اور جود وسخا اس قدر بے مثال تھا کہ آپؐ نے اپنی دوسری قمیص اتار کر اسے دے دی۔ آپؐ جانتے تھے کہ معاملہ اللہ کے ہاں ہے اور اللہ عدل و انصاف کے فیصلے صادر فرمائے گا۔ یہی بات آپؐ نے کئی مرتبہ حضرت عمرؓ، حضرت اسید بن حُضیرؓ اور حضرت اسعد بن زرارہؓ سے، کئی مواقع پر ان کی اس درخواست پر کہ انھیں اجازت دی جائے تو وہ رئیس المنافقین کی گردن اڑا دیں، بڑی حکمت وفصاحت کے ساتھ ارشاد فرمائی۔ آپؐ ایسے ہر موقع پر فرماتے تھے کہ ہم تو ظاہری حالات پر فیصلے کرنے کے مکلف ہیں۔ دلوں کا حال اور انسانوں کا باطن اللہ عالم الغیب والشہادہ خوب جانتا ہے اور وہ روزِ حشر ہر متنفس کو اس کی جزا، اس کے ایمان اور اعمال کے مطابق دے دے گا۔

اختیارِ نبوی

عبداللہ بن ابی نے آنحضورؐ سے یہ بھی درخواست کی کہ آپؐ اس کا جنازہ پڑھائیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ جب عبداللہ بن ابی کی وفات ہوگئی اور اس کا جنازہ تیار ہوا تو آنحضورؐ جنازہ پڑھانے کے لیے جانے لگے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اس کا جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اس نے فلاں اور فلاں موقع پر یہ بات کی تھی اور فلاں مرحلے پر اس کا یہ طرزِ عمل تھا۔'' حضرت عمرؓ جو کچھ بیان کر رہے تھے، وہ درست تھا۔ آنحضورؐ نے حضرت عمرؓ کی باتیں خندہ پیشانی سے سنیں اور شفقت بھرے لہجے میں فرمایا: ''اے عمر ان باتوں کو اس وقت چھوڑ دو۔ اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے۔ مجھے اگر یہ معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ دعا کرنے کے نتیجے میں اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا تو میں ایسا ہی کرتا۔'' آپؐ کے الفاظ تھے: يَا عُمَرُ اَخِّرْ عَنِّيْ اِنِّيْ قَدْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ۔ (سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج ۳-۴، ص ۵۵۱-۵۵۲)

Marfat.com

آنحضورؐ کا اشارہ سورۃ المنافقون کی آیت ۶ اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۸۰ کی طرف تھا۔ سورہ توبہ میں ارشادِ ربانی ہے: ''اے نبیؐ، تم خواہ ایسے لوگوں کے لیے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو، اگر تم ستر مرتبہ بھی انھیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو اللہ انھیں ہرگز معاف نہ کرے گا۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے، اور اللہ فاسق لوگوں کو راہِ نجات نہیں دکھاتا۔'' (التوبۃ ۹: ۸۰)۔ سورۃ المنافقون میں فرمایا گیا: ''اے نبیؐ، تم چاہے ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو یا نہ کرو، ان کے لیے یکساں ہے، اللہ ہرگز انھیں معاف نہ کرے گا، اللہ فاسق لوگوں کو ہرگز ہدایت نہیں دیتا۔'' (المنافقون ۶۳: ۶)

منافقین کے جنازوں پر حکم ربانی

مورخین کے مطابق آنحضورؐ نے عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھی اور پھر واپس آ گئے۔ آپؐ کی واپسی پر سورۃ توبہ کی آیات ۸۴ تا ۸۶ نازل ہوئیں۔ ارشاد باری ہے: ''اور آیندہ ان میں سے جو کوئی مرے اس کی نمازِ جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہونا، کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے۔ ان کی مال داری اور ان کی کثرتِ اولاد تم کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ اللہ نے تو ارادہ کرلیا ہے کہ اس مال و اولاد کے ذریعہ سے ان کو اسی دنیا میں سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔ جب کبھی کوئی سورۃ اس مضمون کی نازل ہوئی کہ اللہ کو مانو اور اس کے رسولؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو تم نے دیکھا کہ جو لوگ ان میں سے صاحبِ مقدرت تھے وہی تم سے درخواست کرنے لگے کہ انھیں جہاد کی شرکت سے معاف رکھا جائے اور انھوں نے کہا کہ ہمیں چھوڑ دیجیے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ رہیں۔'' (التوبہ ۹: ۸۴-۸۶)

ان آیات کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے متعلق جو علم عطا فرمایا گیا تھا، اس کی روشنی میں آپؐ ان کے جنازے میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ اس کے باوجود آپؐ نے ان کے جنازے سے کسی کو منع کیا، نہ ہی ان میں سے کوئی شخص بغیر جنازے کے دفن کیا گیا۔ البتہ اس موضوع پر کہ نبی اکرمؐ نے اس شخص کی نماز جنازہ کیوں پڑھی اور اپنی قمیص اس کے کفن کے لیے کیوں دی، انسان کا دل بہت پریشان ہوتا ہے مگر اللہ کے رسولؐ کا ہر کام حکمت پر مبنی اور

Marfat.com

ضلالت کے اندھیروں کا سینہ چیر کر نورِ ہدایت کو عام کرنے پر مرتکز ہوتا تھا۔ مسلمان معاشرے میں جو بھی کلمہ گو، خواہ وہ کتنا ہی گناگار اور فاسق و فاجر بلکہ منافق ہو، مرجائے تو اس کا جنازہ پڑھا جاتا ہے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاتا ہے۔ کسی بھی غیر مسلم کا خواہ وہ کتنا ہی بلند و بالا کیوں نہ ہو، کسی مسلمان کے لیے نہ جنازہ پڑھنا جائز ہے، نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفن کیا جاسکتا ہے۔ حضورؐ نے ابن ابی جیسے منافق کا جنازہ کیوں پڑھایا، اس کی وجوہات ذیل کی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

احسان شناسی

نبی اکرمؐ نے کسی کا چھوٹا موٹا احسان بھی کبھی فراموش نہیں کیا تھا۔ تاریخ میں یہ منقول ہے کہ جب غزوہ بدر کے اسیران مدینہ لائے گئے تو ان میں آپؐ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی تھے اور وہ لمبے قد کے انسان تھے۔ ان کا کرتہ پھٹا ہوا تھا اور ان کے برابر اہل مدینہ میں سے عبداللہ بن ابی ہی کا قد و قامت تھا۔ اس موقع پر اس نے اپنا نیا کرتہ حضرت عباسؓ کو پہنایا تھا۔ آنحضورؐ نے اس کے اس عمل کو یاد رکھا تھا۔ دوسرے عبداللہ بن ابی کا بیٹا حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ آنحضورؐ کا سچا جانثار اور اس قدر وفادار پروانہ تھا کہ جب عبداللہ بن ابی نے ایک جنگ کے موقع پر آنحضورؐ اور آپؐ کے صحابہ کو نعوذ باللہ ذلیل قرار دیا اور کہا: ''جب ہم مدینہ پلٹیں گے تو عزت والے، ذلیل لوگوں کو شہر سے نکال باہر کریں گے۔'' تو اس کی اس بات پر حضرت عمرؓ نے اسے قتل کرنے کی آنحضورؐ سے اجازت مانگی تھی مگر آپؐ نے اجازت نہ دی۔ تاہم مدینہ پہنچنے پر سب لوگوں نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہؓ تلوار ہاتھ میں لیے مدینہ کے مدخل پر کھڑے تھے۔ جب ان کا باپ وہاں آیا تو انھوں نے اس کا راستہ روک لیا اور کہا: ''تم نے یہ اعلان کیا تھا کہ عزت والے، ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے تو سن لو کہ عزت اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کے لیے ہے۔'' عبداللہ بن ابی اس پر بہت غضب ناک ہوا اور شور مچا دیا۔ نبی اکرمؐ نے جب یہ منظر دیکھا تو آپؐ نے اپنے جانثار سے فرمایا: ''عبداللہ اپنے باپ کا راستہ چھوڑ دو۔'' آپؐ کا ارشاد سننے کے بعد حضرت عبداللہؓ نے اپنی تلوار نیام میں ڈالی اور عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر!'' (مغازی للواقدی ج ۱، ص ۳۱۷-۳۱۸، ۳۷۰ و ج ۲، ص

Marfat.com

۴۲۰-۴۲۱۔سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ج۳-۴،ص ۲۹۲-۲۹۳)

قرآن مجید میں اس واقعے کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولؐ کے ساتھیوں پر خرچ کرنا بند کردو تاکہ یہ منتشر ہوجائیں حالانکہ زمین اور آسمانوں کے خزانوں کا مالک اللہ ہے، مگر یہ منافق سمجھتے نہیں ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ واپس پہنچ جائیں تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔'' (المنافقون ۶۳: ۷-۸)

حکمتِ نبوی

روایات کے مطابق اس مخلص صحابی نے بھی آنحضورؐ سے اپنے باپ کے لیے کرتے کی درخواست کی تھی۔ اس کے جنازے میں بھی شرکت سے آپؐ کے پیش نظر کئی حکمتیں تھیں۔ حدیث وسیرت کی کتابوں میں ہمیں ملتا ہے کہ آنحضورؐ کے اس حسنِ سلوک کی وجہ سے بے شمار لوگ نفاق اور کفر سے تائب ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق اس اخلاقِ کریمانہ نے ایک ہزار آدمیوں کو کفرو نفاق کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کی آغوش میں لا بٹھایا۔ بہرحال اللہ کا حکم جو سورۂ توبہ کی آیات میں آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، آجانے کے بعد آپؐ منافقین کے جنازوں میں خود شریک نہ ہوتے تھے مگر ان کی نماز جنازہ پر نہ پابندی لگی، نہ ان میں سے کوئی بلا جنازہ دفن کیا گیا۔ ابن ابی کی وفات پر اس کے کئی چاہنے والوں نے بڑے دردناک مرثیے بھی کہے اور آنسو بھی بہائے، جبکہ اہلِ ایمان نے اطمینان کا سانس لیا کہ ایک بدترین دشمنِ اسلام دنیا سے رخصت ہوگیا۔

(ابن ابی کی موت اور جنازے کی تفاصیل کے لیے دیکھیے: سیرۃ ابن ھشام مجموعہ ۳-۴،ص ۵۵۲۔ مغازی للواقدی ج۳،ص ۱۰۵۷-۱۰۶۰۔ البدایۃ والنھایۃ، المجلد الاول مطبوعہ موسسۃ المعارف دار ابن حزم بیروت،ص ۹۲۲-۹۲۳)

......❀❀❀......

Marfat.com

حج بیت اللہ

(۹ ہجری)

اللہ وحدہ ہی سپر طاقت ہے

۸ ھ میں مکہ فتح ہو جانے کے بعد غزوۂ حنین کے معرکے اور پھر محاصرۂ طائف کے واقعات نے پورے عرب پر اسلام کی دھاک بٹھا دی تھی۔ اسی دوران قیصرِ روم نے اسلامی ریاست کے خلاف اپنی فوجی قوت مجتمع کی تو آنحضورؐ نے مشکلات کے باوجود بڑی جرأت مندی کے ساتھ قیصرِ روم کا مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ سے تبوک کی جانب پیش قدمی فرمائی۔ اس اقدامِ نبوی سے اس دور کی ایک نام نہاد سوپر طاقت کے حوصلے پست ہو گئے اور کسریٰ کو بھی پیغام مل گیا۔ کئی ہفتوں تک آنحضورؐ کا تبوک کے مقام پر قیام پوری دنیا کے لیے بھی ایک عمومی پیغام تھا کہ اس عالمِ رنگ و بو میں اب کوئی قیصر و کسریٰ اور کوئی نام نہاد سوپر طاقت باقی نہیں رہے گی۔ اب مستقبل اسلام کا ہے اور اہلِ اسلام اللہ کے سوا کسی کو سوپر نہیں مانتے۔ آنحضورؐ اس کامیاب مہم کے بعد جب واپس پلٹے تو حج کا زمانہ قریب تھا۔ انھی دنوں آپؐ پر سورہ التوبہ نازل ہوئی، جس کا دوسرا نام سورہ براءۃ ہے۔ سورہ کے آغاز سے لے کر پانچویں رکوع تک سینتیس آیات ایک خطبے پر مشتمل ہیں جو ذوالقعدہ ۹ ھ میں آپؐ پر نازل ہوئیں۔ ان آیات میں اللہ رب العالمین نے مشرکین کو تنبیہ کی ہے کہ وہ اس سال کے بعد اپنے جاہلی طریقوں اور مشرکانہ رسوم کے مطابق حج نہیں کر سکیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ امیر الحجاج

اس دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپؐ نے امیر الحجاج مقرر کر کے مکہ روانہ فرما دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حاجیوں کے قافلے کے ساتھ مکہ سے مدینہ جا رہے تھے کہ یہ آیات نازل

Marfat.com

ہوئیں۔آپؐ نے یہ آیات حج کے بعد یوم نحر کو تمام مجمع کے سامنے پیش کرنے کا فیصلہ فرمایا۔آپؐ سے کہا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیات آپ ابوبکرؓ کی طرف بھیج دیں کہ وہ یہ آیات وہاں حاضرین کو سنادیں۔آپؐ نے فرمایا: ''لَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ إِلَّا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَیْتِیْ۔'' یعنی میری طرف سے یہ کام میرے اہل بیت ہی کا کوئی فرد سرانجام دے گا۔(البدایة والنهایة، المجلد الاول مطبوعه موسسة المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۹۲۴)

حضرت ابوبکرؓ کو نبی رحمت کی تسلی

حضرت ابوبکرؓ کے علم میں جب یہ بات آئی کہ آنحضورؐ نے حضرت علیؓ کو کوئی اہم ہدایت دے کر بھیجا ہے تو انھوں نے (واپس آکر) آنحضورؐ سے عرض کیا کہ آپ کو مجھ سے کوئی شکایت ہوئی ہے یا میرے بارے میں اللہ نے کچھ نازل فرمایا ہے؟ اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں، نہ تو مجھے کوئی شکایت ہے نہ تمھارے بارے میں کوئی چیز نازل ہوئی ہے۔'' پھر فرمایا: ''اَمَا تَرْضیٰ یَا اَبَا بَکْرٍ اَنَّکَ کُنْتَ مَعِیْ فِی الْغَارِ وَاَنَّکَ صَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ؟'' یعنی اے ابوبکر کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے ساتھ غار میں تھے (یعنی میرے یار غار ہو) اور تم میرے ساتھ حوضِ کوثر پر کھڑے ہونے کا اعزاز پاؤ گے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیوں نہیں، میں ان سب باتوں پر بہت خوش ہوں'' تو آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا: ''یہ آیات قرآنی اس مجمع میں میری اپنی طرف سے یا پھر میرے خاندان کے کسی فرد کی طرف سے پہنچانا ہی حکمت و مصلحت کے تحت ضروری ہے۔اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ مطمئن ہوگئے۔(تاریخ الطبری محمد ابو الفضل ابراهیم ج ۳، ص ۱۲۲-۱۲۳)

امیر و مامور کا سوال

آیاتِ برأت کے نزول کے بعد تاریخ وحدیث کی کتب میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے:

ثُمَّ دَعَا عَلِیَّ بْنَ أَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ: وَلَا یَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِکٌ، وَأَذِّنْ فِی النَّاسِ یَوْمَ النَّحْرِ إِذَا اجْتَمَعُوْا بِمِنٰی: أَلَا إِنَّهُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ کَافِرٌ، وَلَا یَحُجُّ بَعْدَ

Marfat.com

اَلْعَامِ مُشْرِکٌ، وَلَا یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ، وَمَنْ کَانَ لَہٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَھْدٌ فَھُوَ لَہٗ اِلٰی مُدَّتِہٖ۔ فَخَرَجَ مَعَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَھُوَ عَلٰی نَاقَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْغَضْبَاءِ حَتّٰی اَدْرَکَ اَبَابَکْرِ الصِّدِّیْقِ۔ (البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول مطبوعہ موسسۃ المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۹۲۴-۹۲۵)

اس کے بعد آپؐ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو طلب فرمایا اور یہ ذمہ داری سونپی اور فرمایا کہ جاؤ یہ آیات یوم النحر کے دن لوگوں کو منیٰ کے میدان میں سنا دینا اور انھیں بتا دینا کہ کوئی کافر جنت میں داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج بیت اللہ کے لیے نہ آئے اور نہ ہی آیندہ کسی کو ننگے جسم طواف کرنے کی اجازت ہوگی۔ جن لوگوں نے آنحضورؐ کے ساتھ معاہدے کیے ہوئے ہیں، ان کے معاہدے بھی مدت پوری ہونے پر ختم ہو جائیں گے۔ آنحضورؐ حضرت علیؓ کو رخصت کرنے کے لیے مدینے سے باہر نکلے۔ آپؐ نے اپنی ناقہ العضباء پر حضرت علیؓ کو سوار کرایا۔ (بعض روایات میں حضرت علیؓ آپؐ کی مشہور ناقہ قصویٰ پر سوار ہو کر اس سفر پر گئے تھے) یہاں تک کہ وہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے جا ملے۔

جب حضرت علیؓ سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے جا ملے تو انھوں نے ان کا استقبال کیا اور ان سے پوچھا: اَمِیْرٌ اَوْ مَامُوْرٌ؟ یعنی کیا آپؓ کو امیر بنا کر بھیجا گیا ہے یا میری امارت میں آپؓ کو ذمہ داری سونپی گئی ہے تو حضرت علیؓ نے جواب دیا: بَلْ مَامُوْرٌ یعنی (امیر آپؓ ہی ہیں) میں آپؓ کا مامور ہوں۔ (ایضاً)

دونوں یارانِ نبی کے خطبے

عرفہ کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حج کا خطبہ دیا، جس میں اسلام کی دعوت بھی پیش کی گئی تھی اور غیر اسلامی شعائر کی مذمت اور انھیں ترک کرنے کی تذکیر بھی کی گئی تھی۔ جب ذوالحجہ کی دس تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد لوگ قربان گاہ میں قربانیاں دینے کے لیے آئے تو حضرت علیؓ نے وہاں

Marfat.com

کھڑے ہو کر لوگوں کو متوجہ کیا اور ایک پُر اثر خطبہ ارشاد فرمایا۔ حضرت علیؓ کے خطاب سے قبل حضرت ابو ہریرہؓ نے لوگوں کو چپ کرایا اور اہم ہدایات سننے کے لیے متوجہ کیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ زور زور سے اعلان کرنے کی وجہ سے ان کا گلا بیٹھ گیا تھا۔ حضرت علیؓ نے حمد و ثنا پڑھی، پھر کہا کہ میں تم تک اللہ کے رسول کے حکم سے اللہ کا پیغام پہنچا رہا ہوں، اسے غور سے سنو۔ پھر قرآن مجید کی یہ آیات جن کا تذکرہ اوپر ہوا ہے، بلند آواز سے پڑھ کر لوگوں کو سنائیں اور کہا کہ اللہ رب العالمین نے آج کے دن کے بعد آپ لوگوں کو چار مہینے کی مہلت دی ہے۔ اس کے بعد کوئی مشرک حج و عمرے کے لیے یہاں نہیں آسکے گا نہ ہی خانہ کعبہ کا طواف کرنے کی جاہلی رسم یعنی عریاں طواف برداشت کی جائے گی۔ (صحیح بخاری باب حجُ اَبی بکرؓ بروایت حضرت ابو ہریرہؓ)

ہدی کے جانور

مؤرخین کے مطابق حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب آنحضورؐ نے مدینہ منورہ سے روانہ کیا تو آپؓ کے ساتھ تین سو صحابہ کرام حج کے لیے نکلے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی ان میں شامل تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پانچ اونٹ قربانی کے لیے اپنے ساتھ لیے تھے۔ جبکہ آنحضورؐ نے اپنی طرف سے بیس اونٹ قربانی کے لیے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دیے۔ آپؐ نے ان اونٹوں کے گلے میں کپڑے کے قلادے اپنے دستِ مبارک سے ڈالے۔ حضرت علیؓ کو بعد میں جب قافلۂ حجاج کے پیچھے بھیجا گیا تو وہ آنحضورؐ کی تیز رفتار ناقہ پر سوار ہو کر عرُج کے مقام پر قافلے سے جا ملے۔ آنحضورؐ نے اپنی قربانی کے جانوروں کی دیکھ بھال کے لیے حضرت ناجیہ بن جُندب اسلمیؓ کو بھی قافلہ حجاج کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس سفر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حج کے مناسک اسلامی طریقے کے مطابق ادا کیے اور ان کے ساتھ مکہ اور دیگر علاقوں کے حجاج بھی شریک ہو گئے۔ جبکہ مشرکین بھی اس حج میں شامل تھے اور اس سال انھوں نے اپنے طریقے کے مطابق حج کیا۔ یہ جہالت کے طریقوں پر ان کا آخری حج تھا۔ اس کے بعد اللہ کی رحمت سے کبھی یہ جاہلیت پھر زندہ نہ ہو سکی۔ اس حج میں مسلمانوں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کے اعمال

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرفہ کے دن ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کیں، جن کے لیے ایک اذان کہی گئی مگر ہر نماز کے لیے اقامت الگ سے کہی گئی۔ اسی طرح آپؓ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی جمع کیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تین دن جمرات کو کنکریاں ماریں۔ یہ عمل آپؓ نے بعض دنوں میں پیدل اور بعض دنوں میں سواری پر سوار ہو کر کیا۔ حج کے دنوں میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے تین مرتبہ خطبے ارشاد فرمائے۔ پہلا خطبہ مکے میں منیٰ کی طرف روانہ ہونے سے قبل نمازِ ظہر کے بعد دیا گیا تھا۔ دوسرا خطبہ آپؓ نے میدانِ عرفات میں نمازِ ظہر سے قبل ارشاد فرمایا۔ تیسرا خطبہ یوم نحر کے دن منیٰ میں دیا گیا جس کے لیے آپؓ نے ظہر کی نماز کے بعد کا وقت منتخب کیا۔ نبی مہربانؐ نے بھی اپنے حج میں جمع بین الصلوٰتین کے انھی اعمال کو دہرایا۔

(مغازی للواقدی ج ۳، ص ۱۰۷۷-۱۰۷۸، البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول مطبوعہ موسسۃ المعارف دار ابن حزم بیروت، ص ۹۲۵)

مفسرِ قرآن کا تبصرہ

سید مودودیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ سورۃ التوبہ کی ان آیات میں جو ہدایات ارشاد فرمائی گئی ہیں، وہ پوری انسانیت کے لیے بہت اہم ہیں۔ عرب کا نظم و نسق اب مکمل طور پر اہلِ ایمان کے ہاتھ میں آ گیا تھا اور اسلام کے مدمقابل تمام طاقتیں شکست کھا چکی تھیں، اس لیے اب عرب کو مکمل دارالاسلام بنانے کے لیے ایک جامع پالیسی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کے لیے جو فیصلے صادر ہوئے، ان کا خلاصہ مولانا مودودیؒ کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

"الف: عرب سے شرک کو قطعاً مٹا دیا جائے اور قدیم مشرکانہ نظام کا کلی استیصال کر ڈالا جائے تاکہ مرکزِ اسلام ہمیشہ کے لیے خالص اسلامی مرکز ہو جائے اور کوئی دوسرا عنصر اس کے اسلامی مزاج میں نہ تو خلل انداز ہو سکے اور نہ کسی خطرے کے موقع پر اندرونی فتنے کا موجب بن سکے۔ اسی غرض کے لیے مشرکین سے براءت اور ان کے ساتھ معاہدوں کے

Marfat.com

اختتام کا اعلان کیا گیا۔

ب: کعبہ کا انتظام اہل ایمان کے ہاتھ میں آجانے کے بعد یہ بالکل نامناسب تھا کہ جو گھر خالص خدا کی پرستش کے لیے وقف کیا گیا تھا اس میں بدستور شرک ہوتا رہے اور اس کی تولیت بھی مشرکین کے قبضے میں رہے۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ آیندہ کعبہ کی تولیت بھی اہل توحید کے قبضے میں رہنی چاہیے اور بیت اللہ کے حدود میں شرک و جاہلیت کی تمام رسمیں بھی بزور بند کر دینی چاہییں، بلکہ اب مشرکین اس گھر کے قریب پھٹکنے بھی نہ پائیں تا کہ اس بنائے ابراہیمی کے آلودۂ شرک ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔

ج: عرب کی تمدنی زندگی میں رسوم جاہلیت کے جو آثار ابھی تک باقی تھے ان کا جدید اسلامی دور میں جاری رہنا کسی طرح درست نہ تھا اس لیے ان کے استیصال کی طرف توجہ دلائی گئی۔ نَسی کا قاعدہ ان رسوم میں سب سے زیادہ بدنما تھا اس لیے اس پر براہ راست ضرب لگائی گئی اور اسی ضرب سے مسلمانوں کو بتا دیا گیا کہ بقیہ آثار جاہلیت کے ساتھ انھیں کیا کرنا چاہیے۔" (تفہیم القرآن ج ۲، ص ۱۷۲)

......۞۞۞......

Marfat.com

خطبۂ برأت، ایک نظر میں

سورۂ توبہ کے اس ابتدائی خطبے میں جن اہم باتوں کا حکم دیا گیا ہے، ان کا خلاصہ ذیل میں دیا جارہا ہے:

اسلامی ریاست کی بالادستی

شروع کے دو رکوع (یعنی آغاز سے لے کر آیت ۱۶ تک) مشرکین و کفار سے برأت پر مشتمل ہیں۔ ان میں ان قبائل کو بتایا گیا ہے کہ اب اگر وہ عزت سے رہنا چاہیں تو انھیں اسلام کی مخالفت ترک کر کے دینِ حق کو قبول کر لینا چاہیے۔ اس سے دنیا میں امن وامان بھی ان کو مل جائے گا اور آخرت میں بھی ان کی نجات یقینی ہوگی۔ اگر وہ اپنے جاہلی مذہب پر قائم رہنا چاہیں تو انھیں اس کے ترک پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری ہونے کی حیثیت سے ان کے بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کی جائے گی البتہ حدودِ حرم میں ان کو قیام کی اجازت نہیں ہوگی۔ اگر وہ معاہدے کی خلاف ورزی کریں گے تو پھر ان کا انجام بہت عبرت ناک اور ذلت آمیز ہوگا۔ اہل ایمان کو بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ مشرکین اور غیر مسلموں پر کوئی ظلم نہ ڈھائیں اور اگر وہ اسلام کے بارے میں جاننا چاہیں تو انھیں پورے اخلاص اور دردِ دل کے ساتھ اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔ اہلِ ایمان کو یہ بھی تلقین کی گئی ہے کہ نجات کے لیے محض زبانی اقرار کافی نہیں بلکہ اپنے پورے طرزِ عمل سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ پوری طرح سے وفادار ہیں اور اسلام دشمنوں کو اپنا جگری یار بنانے کے روادار تک نہیں۔ ارشادِ ربانی ہے: ''کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنھوں نے (اس کی راہ میں) جان فشانی کی اور اللہ اور رسولؐ اور مومنین کے سوا

Marfat.com

کسی کو جگری دوست نہ بنایا، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔" (التوبۃ ۹:۱۶)

مجاہدین کی مجاوروں پر فضیلت

آیت ۱۷ سے ۲۴ تک اہلِ ایمان کی ایمانی و جہادی صفات کا تذکرہ ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر و خدمت وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان ہے اور جو اقامتِ نماز و ایتائے زکوٰۃ کے فرائض پر کاربند ہیں۔ کفار یہ کام نہیں کر سکتے۔ جب قریش اسلام میں داخل ہوئے تو سابقون الاولون صحابہ کرامؓ کے ساتھ بعض اوقات بحث کے دوران وہ اپنی فضیلت کے لیے یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ سابقون الاولون تو خانہ کعبہ سے دور چلے گئے تھے جبکہ ہم لوگ اس سارے عرصے میں خانہ کعبہ کی خدمت و تعمیر اور حجاج کو کھلانے پلانے کے عمل سے ثواب حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ ایمان، ہجرت اور جہاد کے درجات کا موازنہ محض خانہ کعبہ کی تولیت و مجاوری سے نہیں کیا جا سکتا، ان لوگوں کے درجات تو بہت بلند ہیں جو ان کٹھن منزلوں سے گزرے۔ ارشاد باری ہے:

"کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کی مجاوری کرنے کو اس شخص کے کام کے برابر ٹھیرا لیا ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور روزِ آخر پر اور جس نے جانفشانی کی اللہ کی راہ میں؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ اللہ کے ہاں تو انھی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنھوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا، وہی کامیاب ہیں۔ اُن کا رب انھیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لیے پائیدار عیش کے سامان ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یقیناً اللہ کے پاس خدمات کا صلہ دینے کو بہت کچھ ہے۔" (التوبۃ ۹:۱۹-۲۲)

سچے اہل ایمان کی نشانیاں

انھی آیات میں اللہ رب العالمین نے اہل ایمان کو ہدایات دی ہیں کہ وہ رشتے داریوں اور مالی مفادات کے مقابلے میں ہمیشہ اللہ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کو ترجیح دیں۔ اگر ایسا

Marfat.com

نہیں کریں گے تو پھر وہ ظلم وفسق کے زمرے میں چلے جائیں گے اور ایسی حالت میں انھیں اللہ کے سخت فیصلے کا انتظار کرنا ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو ان کو رفیق بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے۔ اے نبیؐ، کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارے عزیز و اقارب اور تمھارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمھارے وہ کاروبار، جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے، اور تمھارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمھارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔‘‘ (التوبہ ۹: ۲۳-۲۴)

اسلام غلبہ چاہتا ہے

آیت ۲۵ سے ۲۹ تک اللہ رب العالمین نے جنگ حنین اور دیگر حروب کا ذکر کیا ہے، جب کثرت کام نہ آئی اور لوگوں کو پتہ چل گیا کہ اللہ کی نصرت کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ بعض لوگوں کو اب بھی یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ برأت کے اعلان کی وجہ سے کہیں حالات پلٹا نہ کھا جائیں، تو انھیں ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کے فیصلوں کو اختیار کرنے میں کوئی ڈر اور خوف نہیں ہونا چاہیے۔ جو اللہ کی اطاعت کے راستے پر چلے، اللہ کی تائید ہمیشہ اس کے شاملِ حال ہوتی ہے۔ اللہ اپنے مطیع فرمان بندوں کو بھوکا ننگا نہیں چھوڑ دیتا بلکہ انھیں اپنی رحمت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ انھی آیات میں اہلِ کفر پر جزیہ لگانے اور انھیں اسلامی ریاست کے مطیع فرمان بن کر رہنے کی ہدایات دی گئی ہیں، نیز مشرکین کو ناپاک قرار دیا گیا ہے۔ شرک قرآن کے الفاظ میں ظلم عظیم ہے اور اس جرم کے مرتکب کے لیے مغفرت نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے:

’’اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، [جان لو کہ] مشرکین ناپاک ہیں، لہٰذا اس سال کے بعد یہ مسجدِ حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں اور اگر تمھیں تنگ دستی کا خوف ہے تو بعید نہیں کہ اللہ چاہے تو تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے، اللہ علیم و حکیم ہے۔ جنگ کرو اہل کتاب میں سے اُن لوگوں کے

Marfat.com

خلاف جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دینِ حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔ (اُن سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔'' (التوبہ ۹: ۲۸-۲۹)

بعثتِ رسول کا مقصدِ حقیقی

آیت ۳۰ سے ۳۵ تک یہود و نصاریٰ اور ان کے مشرکانہ اعتقادات کا ذکر ہے۔ یہ لوگ خود کو اہلِ کتاب اور توحید کے علمبردار بھی کہتے تھے اور مشرکین عرب پر اپنی ان صفات کو بطور فضیلت بیان بھی کرتے تھے حالانکہ یہ نہ موحد تھے اور نہ ہی کسی لحاظ سے کسی شرف و فضیلت کے مستحق۔ یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو ابن اللہ بنا رکھا تھا۔ یہ سب باطل قوتیں، یعنی مشرکینِ عرب اور یہود و نصاریٰ شمع اسلام کو بجھانے کے درپے تھے۔ اسی سلسلۂ آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا نور پھونکوں سے نہیں بجھایا جا سکتا اور اللہ کے رسول کی آمد و بعثت کا مقصد محض دعوت و تبلیغ نہیں بلکہ غلبۂ دین ہے۔ دینِ اسلام محض پوجا پاٹ نہیں بلکہ مکمل نظامِ حیات ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنسِ دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔'' (التوبۃ ۹: ۳۲-۳۳)

مالِ حرام کی مذمت

یہود و نصاریٰ کے مذہبی طبقات، مذہبیت کے نام پر لوگوں سے جو مال بٹورتے تھے، اس کی بھی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔ گویا اہل ایمان کو بھی بتایا گیا ہے کہ مذہب کے نام پر مال بٹورنا انتہائی برا فعل ہے۔ حرام مال جمع کرنے کی مذمت کی گئی ہے اور مال حلال بھی ہو تو اس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے پر انتہائی سخت وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے: ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، [متنبہ ہو جاؤ] ان اہلِ کتاب کے اکثر علما اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ

Marfat.com

لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ دردناک سزا کی خوشخبری دو اُن کو جو سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ [پھر ان سے کہا جائے گا] یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔'' (التوبۃ ۹: ۳۴-۳۵)

اختتامِ خطبۂ برأت

خطبے کے آخر میں یعنی آیت ۳۶ اور ۳۷ میں حرام مہینوں کا تذکرہ ہے اور ان میں خون ریزی سے منع کیا گیا ہے لیکن مشرکین کے مقابلے پر ہتھیار اٹھائے رکھنے کی بھی تلقین فرمائی گئی ہے۔ اس کے ساتھ نسی کی جاہلی رسم کا بھی مکمل خاتمہ کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ''حقیقت یہ ہے کہ مہینوں کی تعداد جب سے اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اللہ کے نوشتے میں بارہ ہی ہے اور ان میں سے چار مہینے حرام ہیں۔ یہی ٹھیک ضابطہ ہے۔ لہٰذا ان چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو، جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں ہی کے ساتھ ہے۔ نسی تو کفر میں ایک مزید کافرانہ حرکت ہے جس سے یہ کافر لوگ گمراہی میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔ کسی سال ایک مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال اُس کو حرام کر دیتے ہیں، تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری بھی کر دیں اور اللہ کا حرام کیا ہوا حلال بھی کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیے گئے ہیں اور اللہ منکرینِ حق کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔'' (التوبۃ ۹: ۳۶-۳۷)

نسی کی حقیقت و تعارف

نسی کے بارے میں مفسرین نے پوری تفاصیل لکھی ہیں۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بہت جامع و مانع انداز میں اس پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں: ''عرب میں نسی دو طرح کی

Marfat.com

تھی۔ اس کی ایک صورت تو یہ تھی کہ جنگ وجدل اور غارت گری اور خون کے انتقام لینے کی خاطر کسی حرام مہینے کو حلال قرار دے لیتے تھے اور اس کے بدلے میں کسی حلال مہینے کو حرام کر کے حرام مہینوں کی تعداد پوری کر دیتے تھے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ قمری سال کو شمسی سال کے مطابق کرنے کے لیے اس میں کبیسہ کا ایک مہینہ بڑھا دیتے تھے، تا کہ حج ہمیشہ ایک ہی موسم میں آتا رہے اور وہ ان زحمتوں سے بچ جائیں جو قمری حساب کے مطابق مختلف موسموں میں حج کے گردش کرتے رہنے سے پیش آتی ہیں۔ اس طرح ۳۳ سال تک حج اپنے اصلی وقت کے خلاف دوسری تاریخوں میں ہوتا رہتا تھا اور صرف چونتیسویں سال ایک مرتبہ اصل ذی الحجہ کی ۹-۱۰ تاریخ کو ادا ہوتا تھا۔ یہی وہ بات ہے جو حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمائی تھی کہ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَۃِ یَوْمِ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ یعنی اس سال حج کا وقت گردش کرتا ہوا ٹھیک اپنی اس تاریخ پر آ گیا ہے جو قدرتی حساب سے اس کی اصل تاریخ ہے۔

قمری تقویم کی حکمت ومصالح

اس آیت میں نسی کو حرام اور ممنوع قرار دے کر جہلائے عرب کی ان دونوں اغراض کو باطل کر دیا گیا ہے۔ پہلی غرض تو ظاہر ہے کہ صریح طور پر ایک گناہ تھی۔ اس کے تو معنی ہی یہ تھے کہ خدا کے حرام کیے ہوئے کو حلال بھی کر لیا جائے اور پھر حیلہ بازی کر کے پابندی قانون کی ظاہری شکل بھی بنا کر رکھ دی جائے۔ رہی دوسری غرض تو سرسری نگاہ میں وہ معصوم اور مبنی بر مصلحت نظر آتی ہے، لیکن درحقیقت وہ بھی خدا کے قانون سے بدترین بغاوت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عائد کردہ فرائض کے لیے شمسی حساب کے بجائے قمری حساب جن اہم مصالح کی بنا پر اختیار کیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے بندے زمانے کی تمام گردشوں میں، ہر قسم کے حالات اور کیفیات میں اس کے احکام کی اطاعت کے خوگر ہوں۔ مثلاً رمضان ہے، تو وہ کبھی گرمی میں اور کبھی برسات میں اور کبھی سردیوں میں آتا ہے اور اہل ایمان ان سب بدلتے ہوئے حالات میں روزہ رکھ کر فرمان برداری کا ثبوت بھی دیتے ہیں اور بہترین اخلاقی تربیت بھی پاتے ہیں۔ اسی طرح حج بھی

Marfat.com

قمری حساب سے مختلف موسموں میں آتا ہے اور ان سب طرح کے اچھے اور برے حالات میں خدا کی رضا کے لیے سفر کر کے بندے اپنے خدا کی آزمائش میں پورے بھی اترتے ہیں اور بندگی میں پختگی بھی حاصل کرتے ہیں۔ اب اگر کوئی گروہ اپنے سفر اور اپنی تجارت اور اپنے میلوں ٹھیلوں کی سہولت کی خاطر حج کو کسی خوشگوار موسم میں ہمیشہ کے لیے قائم کر دے، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے مسلمان کوئی کانفرنس کر کے طے کر لیں کہ آئندہ سے رمضان کا مہینہ دسمبر یا جنوری کے مطابق کر دیا جائے گا۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ بندوں نے اپنے خدا سے بغاوت کی اور خود مختار بن بیٹھے۔ اسی چیز کا نام کفر ہے۔

اسلام کی عالمگیریت

علاوہ بریں ایک عالمگیر دین جو سب انسانوں کے لیے ہے، آخر کس شمسی مہینے کو روزے اور حج کے لیے مقرر کرے؟ جو مہینہ بھی مقرر کیا جائے گا وہ زمین کے تمام باشندوں کے لیے یکساں سہولت کا موسم نہیں ہو سکتا۔ کہیں وہ گرمی کا زمانہ ہوگا اور کہیں سردی کا۔ کہیں وہ بارشوں کا موسم ہوگا اور کہیں خشکی کا۔ کہیں فصلیں کاٹنے کا زمانہ ہوگا اور کہیں بونے کا۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ نسی کی منسوخی کا یہ اعلان ۹ ہجری کے حج کے موقع پر کیا گیا اور اگلے سال ۱۰ ہجری کا حج ٹھیک ان تاریخوں میں ہوا جو قمری حساب کے مطابق تھیں۔ اس کے بعد سے آج تک حج اپنی صحیح تاریخوں میں ہو رہا ہے۔'' (تفہیم القرآن ج ۲، حاشیہ ۳۷ سورۃ التوبہ، ص ۱۹۳-۱۹۴)

اتمام حجت

خطبہ برأت جب مجمع عام کے سامنے سنایا گیا تو سب لوگوں نے اسے غور سے سنا۔ اہل ایمان کے لیے یہ ان کے دل کی آواز تھی جس سے ان کے اطمینان میں اور اضافہ ہو گیا جبکہ اہل کفر کے لیے یہ وارننگ بھی تھی اور اتمامِ حجت بھی۔ انھیں اب پوری طرح احساس و علم ہو گیا کہ آئندہ جہالت و کفر اس جزیرہ نمائے عرب میں کسی صورت برقرار نہ رہ سکیں گے۔ حج سے واپس اپنے اپنے قبائل اور علاقوں کی طرف لوگ پلٹے تو ہر مجلس کا مرکزی موضوع یہی خطبۂ برأت تھا۔ اللہ کا

Marfat.com

دین غالب آچکا تھا، باطل فیصلہ کن شکست سے دوچار ہو کر زخم چاٹ رہا تھا اور فضا بالکل تیار و سازگار تھی کہ اگلے سال کا حج نبی رحمت کی امارت و امامت میں ہوگا اور وہ مکمل اسلامی آداب کے ساتھ ہوگا، اس میں شرک و بت پرستی اور کفر و جہالت کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی اپنی راہ نہ پا سکے گا۔

''جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۖ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا'۔

Marfat.com

سریہ نجران

(ربیع الآخر ۹ھ)

زرخیز و خوش حال علاقہ

غزوۂ تبوک سے واپس آنے کے بعد نبی اکرمؐ نے اپنے صحابہ سے گردونواح کے تمام علاقوں کے بارے میں مشاورت کی۔ آپؐ کے علم میں یہ بات آئی کہ اکثر علاقوں اور قبائل کی طرف سے تو ان کے وفود مدینہ میں آئے ہیں، جنھوں نے اسلام قبول کیا ہے اور اگر کسی نے اسلام قبول نہیں بھی کیا تو اسلامی ریاست کی اطاعت اور بالا دستی قبول کرلی ہے۔ البتہ بعض علاقوں کے لوگ ایسے ہیں کہ جن کی طرف سے نہ تو کوئی وفد آیا ہے اور نہ ہی آنحضورؐ کے قاصد کو انھوں نے کوئی جواب دیا ہے۔ ان علاقوں میں سےنجران ایک بڑی قوت کا حامل علاقہ تھا۔ نجران میں قبیلہ بنوحارث آباد تھا۔ اس علاقے کے بیش تر لوگ عیسائیت اختیار کر چکے تھے لیکن جو عیسائی نہیں ہوئے تھے وہ بت پرستی اور شرک پر قائم تھے۔ علاقہ سرسبز و شاداب اور زرخیز و آباد تھا اور لوگ خوش حال تھے۔

دعوتِ اسلام مقدم ہے

بنوحارث کی اصل قدیم قبیلہ بنوقحطان ہے۔ یہ بنوقحطان کی ایک ایسی شاخ تھی جس کے بارے میں مؤرخین کی رائے ہے کہ یہ بڑے بہادر اور جنگ جو لوگ تھے۔ نبی اکرمؐ نے ان لوگوں کے مقابلے پر ایک مضبوط فوج تیار کی اور اس کی کمان حضرت خالد بن ولیدؓ کو سونپی۔ آپؐ نے حضرت خالدؓ کو جنگ کے لیے روانہ کرتے ہوئے جو ہدایات دیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

"جاتے ہی جنگ شروع نہ کر دینا۔ اس علاقے میں پہنچ کر اہل نجران کو تین بار اسلام قبول

Marfat.com

کرنے کی دعوت دینا۔ اگر وہ مثبت جواب دیں اور اسلام قبول کرلیں تو یہ بہت اچھی بات ہوگی۔ اگر وہ تین مرتبہ دعوت سن کر انکار کریں تو پھر ان سے اعلانِ جنگ کر دینا۔ جب تمھارا اور ان کا مقابلہ ہو جائے تو ان کی قوت کو مکمل طور پر کچل ڈالنا اور شرک کی ہر علامت کو ختم کر دینا۔'' (سیرت ابن ہشام مجموعہ ۳-۴، ص ۵۹۲)

بنوحارث زمانۂ قدیم میں بھی اپنی قبائلی جنگوں کے دوران بڑی پامردی سے میدان میں لڑا کرتے تھے۔ اب بھی ان کے پاس مردانِ جنگ اور ساز و سامان موجود تھا مگر انھیں اچھی طرح احساس تھا کہ ہر بڑی سے بڑی قوت اہلِ اسلام سے ٹکرا کر پاش پاش ہو چکی ہے۔ اگر وہ جنگ کی راہ اختیار کریں گے تو اسلام کے مقابلے پر انھیں بھی منہ کی کھانا پڑے گی۔ ان لوگوں نے بہت عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لیے بخوشی تیار ہیں۔ بعض مورخین کے مطابق حضرت خالدؓ نے اپنے تمام ساتھیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ پورے علاقے میں پھیل کر ہر شخص تک یہ بات پہنچا دیں کہ ہماری پہلی دعوت اسلام کی طرف ہے۔ اگر لوگ اسلام قبول کرلیں گے تو ہمارے بھائی بن جائیں گے اور ہر طرح کی عزت ان کا مقدر ہوگی۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے کی بجائے اپنے آبائی دین پر قائم رہنا چاہیں تو انھیں اس حال میں اسلامی ریاست کی بالادستی قبول کرنا ہوگی۔ اگر وہ اس سے بھی انکار کریں گے تو آخری چارۂ کار کے طور پر جنگ کی راہ اپنائی جائے گی۔ جب بنوحارث نے اسلام قبول کرلیا تو کچھ دنوں کے لیے حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے ہاں قیام کیا اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے انھیں روشناس کرایا۔ بنوحارث اسلام کی تعلیم حاصل کرنے میں بڑی دلچسپی لے رہے تھے۔ حضرت خالدؓ کو اس بات کی بڑی خوشی تھی۔ (ایضاً، ص ۵۹۳)

حضرت خالدؓ کا خط بنام رسولِ رحمتؐ

چند دن نجران میں قیام کے بعد حضرت خالدؓ نے آنحضورؐ کی خدمت میں خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا:

Marfat.com

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام از خالد بن ولید۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکات ہوں۔ میں اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپؐ نے مجھے بنو حارث بن کعب کی طرف بھیجا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ میں تین دن تک ان کو اسلام کی دعوت دوں اور اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو میں ان کے درمیان قیام کرکے انھیں کتاب اللہ اور سنت رسولِ اللہ کی روشنی میں اسلام کی تعلیمات سے روشناس کراؤں اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کروں۔ میں نے آپؐ کی ہدایات کے مطابق ان کی جانب سواروں کو بھیجا جنھوں نے تین دن اعلان کرکے قبیلے کے تمام لوگوں تک یہ بات پہنچائی: یَا بَنِی الْحَارِثِ اَسْلِمُوْا تَسْلِمُوْا. فَأَسْلَمُوْا وَلَمْ يُقَاتِلُوا (اے بنو حارث مسلمان ہوجاؤ تو تمھیں پوری حفاظت وسلامتی حاصل ہوگی، پس وہ مسلمان ہوگئے ہیں اور انھوں نے ہم سے کوئی لڑائی نہیں لڑی)۔ اب میں ان کے درمیان مقیم ہوں اور اللہ کے دیے ہوئے احکام اور اوامر ونواہی کی انھیں تعلیم دے رہا ہوں۔ میں ان کے درمیان اسی کام کو سرانجام دینے کے لیے ٹھہرا ہوا ہوں اور آپؐ کو اطلاع کے لیے یہ خط لکھا ہے۔

والسلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ" (تاریخ طبری طبع جدید دار ابن حزم المجلد الاول، ص ۸۰۴ وسیرت ابن ہشام ایضاً)

مکتوب نبوی بنام خالد بن ولیدؓ

آنحضورؐ کو جب حضرت خالد بن ولیدؓ کا مکتوب ملا تو آپؐ نے انھیں جواب لکھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے خالد بن ولید کے نام۔

آپ پر اللہ کی سلامتی ہو۔ میں اس اللہ کی حمد وتعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں۔

امابعد! آپ کا قاصد آپ کے خط کے ساتھ میرے پاس پہنچا اور یہ خوش خبری دی کہ

Marfat.com

بنو حارث نے لڑے بھڑے بغیر اسلام قبول کر لیا ہے اور آپ نے انھیں جو دعوت دی اسے قبول کر کے گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پس انھیں اللہ کی رحمت کی بشارت دو اور اس کے عذاب سے ڈراؤ۔ اور (چونکہ تم لوگوں کا مشن مکمل ہو چکا ہے اس لیے) واپس آ جاؤ اور اپنے ساتھ ان کا وفد بھی میرے پاس لے آؤ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' (تاریخ طبری ایضاً)

نجرانی وفد کی مدینہ آمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ملنے پر (الاستیعاب ج ۳، ص ۳۴۷-۳۴۸ کے مطابق) حضرت خالدؓ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ اہلِ نجران میں سے شرفا کا ایک وفد بھی لے گئے۔ ان میں قیس بن الحصین ذی القصہ (ان کا یہ نام اس لیے پڑ گیا تھا کہ جب وہ بات کرتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے ان کے گلے میں کوئی چیز اٹکی ہوئی ہو، اس وجہ سے ان کی آواز گلوگیر ہو جاتی تھی)، یزید بن عبد المدان، یزید بن المحجل، عبد اللہ بن قراد الزیادی، شداد بن عبد اللہ القسانی اور عمرو بن عبد اللہ الضیابی شامل تھے۔ یہ تمام شرفا قبیلہ بنو حارث کی مختلف شاخوں کے رؤسا تھے۔ جب حضرت خالدؓ اس وفد کے ساتھ مدینہ پہنچے اور آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضورؐ نے دیکھتے ہی کہا: ''یہ لوگ تو ایسے لگتے ہیں جیسے ان کا تعلق ہند سے ہو۔'' عرض کیا گیا: ''نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بنو حارث بن کعب کے لوگ ہیں۔'' آنحضورؐ سے ملاقات پر ان لوگوں نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ ان کے جواب میں آپؐ نے بھی کلمۂ شہادت پڑھا۔ پھر آپؐ نے ان سے کہا: ''تم وہ لوگ ہو کہ اگر انھیں روکا جائے تو وہ آگے بڑھتے ہیں۔'' وفد کے تمام لوگ خاموش رہے۔ آپؐ نے چار مرتبہ اپنی بات دہرائی مگر ہر مرتبہ وہ لوگ خاموش ہی رہے۔ آپؐ نے پوچھا: ''تم نے جواب کیوں نہیں دیا'' تو اس پر ان میں سے یزید بن عبد المدان نے کہا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ٹھیک فرمایا، ہم وہی لوگ ہیں کہ جب انھیں روکا جائے تو وہ آگے بڑھتے ہیں۔'' انھوں نے بھی چار مرتبہ یہ بات دہرائی۔

Marfat.com

آنحضورؐ نے فرمایا: ''خالد نے مجھے اطلاع دے دی تھی کہ تم مسلمان ہو گئے ہو اور تم نے جنگ نہیں کی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تمھارے سر تمھارے پاؤں کے نیچے پھینک دیتا۔'' (تاریخ طبری ج۱،ص ۸۰۵)

آنحضورؐ کا وفد سے مکالمہ

نبی اکرمؐ ان لوگوں کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے بات چیت کر رہے تھے۔ جب آپؐ نے ان سے درج بالا بات کی تو ان میں سے ایک نہایت زیرک رکن یزید بن عبد المدان نے آپؐ سے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم نہ ہم نے آپ کی تعریف کی ہے نہ خالد بن ولید کی کوئی مدح وستایش''۔ آپؐ نے ان سے پوچھا: ''پھر تم نے کس کی مدح وستایش کی ہے'' تو انھوں نے بڑا جامع اور حکیمانہ جواب دیا کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے اس اللہ جل شانہ کی تعریف کی ہے، جس نے آپؐ کی ذات بابرکات کے ذریعے ہمیں ہدایت دی ہے۔'' یہ جواب سن کر آپؐ نے فرمایا: ''صَدَقْتَ'' یعنی تم نے درست کہا ہے۔ آپؐ نے ان سے مزید سوال وجواب کرتے ہوئے پوچھا: ''زمانۂ جاہلیت میں ہر معرکے میں تمھیں فتح ملتی تھی، اس کی کیا وجہ تھی؟'' اس کے جواب میں انھوں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کسی پر کوئی غلبہ نہیں پاتے تھے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''نہیں، تم تو فتوحات حاصل کرتے تھے۔'' اس پر انھوں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم خود کسی سے جنگ نہیں چھیڑتے تھے، البتہ جب کوئی ہم سے جنگ چھیڑتا تو ہم شکست ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے۔ ہم آپس میں، جنگ کے وقت بالخصوص، شیر وشکر ہو جاتے تھے۔ ہمارے درمیان طے ہو جاتا تھا کہ کندھے سے کندھا ملا کر دشمن سے لڑنا ہے۔ دوسری بات یہ تھی کہ ہم کسی پر ظلم نہیں ڈھاتے تھے۔ اس سے اللہ ہمیں فتح دیتا تھا۔'' آپؐ نے فرمایا: ''صَدَقْتَ''۔ (طبری ایضاً)

کچھ دن آنحضورؐ کے ساتھ مدینے میں قیام کے بعد بنو حارث کا وفد روانہ ہوا تو آپؐ نے حضرت قیس بن الحصین ذی القصہؓ کو ان پر امیر مقرر کیا۔ ان کے واپس چلے جانے کے بعد

Marfat.com

آنحضورؐ نے اپنے صاحبِ علم وفضل صحابی حضرت عمروؓ بن حزم انصاری کو ان کی دینی تعلیم کے لیے روانہ فرمایا۔ ساتھ ہی ان کی ذمہ داری لگائی کہ وہ بنو حارث سے صدقات وزکوٰۃ وصول کر کے مدینہ بھیجا کریں گے۔ اس ضمن میں مؤرخین ومحدثین نے لکھا ہے کہ حضرت عمروؓ بن حزم کے قیام کے دوران بنو حارث نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ آنحضورؐ کی طرف سے ایک وثیقہ بھی تحریر کیا گیا تھا، جو حضرت عمروؓ بن حزم کے ساتھ آپؐ نے بھیجا تھا۔ اس وثیقے کی عبارت ذیل میں درج ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وثیقۂ نبوی

یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے وضاحت ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، عہد کو پورا کرو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرو بن حزم کو یمن کی طرف بھیجا تو اسے وصیت کی کہ وہ اپنے تمام معاملات میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔ بلاشبہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو احسان کرنے والے ہیں۔ آپ نے مزید حکم دیا کہ وہ امرِ الٰہی کے مطابق حق کے پابند رہیں اور بھلائی کی بشارت دیں اور بنو حارث کو بھی اس کا حکم دیں اور لوگوں کو قرآن سکھائیں اور ان کے درمیان رہ کر انھیں قرآن کا ماہر بنا دیں۔ اور لوگوں کو ہدایت دیں کہ وہ قرآن کو پاک ہونے کی حالت میں چھوئیں۔ اور جو بات لوگوں کے نفع ونقصان کی ہے اس کی اطلاع بھی ان کو دیں اور لوگوں کے ساتھ نرمی برتیں۔ البتہ ظلم کی صورت میں ان پر سختی کریں بلاشبہ اللہ ظلم کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے منع فرماتا ہے۔ اللہ کا حکم ہے ''آگاہ رہو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے''۔

لوگوں کو جنت کی اور اہل جنت جیسے کام کرنے کی بشارت دیں اور ان کو دوزخ سے اور دوزخ کے سزاوار کام کرنے سے انتباہ کریں اور لوگوں سے اپیل کریں حتیٰ کہ وہ دین کو سیکھ لیں اور لوگوں کو شعائرِ حج اور اس کے فرائض وسنن کی تعلیم دیں اور اس کے متعلق اللہ نے جو احکام دیئے ہیں وہ بھی بتائیں۔ حج اکبر اور حج اصغر کا فرق یہ ہے کہ حج اصغر، عمرہ کو کہتے ہیں۔ اور لوگوں کو ایک چھوٹے سے [غیر ساتر] کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع کریں، سوائے اس کے کہ وہ ایسا کپڑا ہو جس میں وسعت ہو کہ اس کے دو کناروں کو موڑ کر وہ اپنے کندھوں پر ڈال لیں اور لوگوں کو ایک

Marfat.com

کپڑے میں گوٹھ مارنے سے منع کریں۔لوگوں کواپنی گدی میں اپنے سر کے بالوں کی چوٹی بنانے سے منع کریں۔(طبری ایضاً)

دینی احکام

جب لوگوں کے درمیان اختلافات ہوجائیں تو قبائل وگروہوں کی طرف دعوت دینے سے روکیں بلکہ ان کی دعوت خدائے واحد لاشریک کی طرف ہونی چاہیے۔پس جو دعوت الی اللہ نہ کریں اور قبائل وگروہوں کی عصبیت کو ابھاریں، انھیں تلوار سے درست کرو یہاں تک کہ وہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دیں۔اور لوگوں کو مکمل وضو کرنے اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھونے کا حکم دیں اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے سروں کا مسح کریں۔انھیں وقت پر نماز پڑھنے کا حکم دیں اور نمازوں میں مکمل رکوع وسجود کا اہتمام کرنے کی تلقین کریں اور نمازِ فجر کو جھٹپٹے میں اور ظہر کو آفتاب کے ڈھلنے کے وقت اور عصر کو جب سورج زمین پر پیٹھ پھیر رہا ہو اور مغرب کو، رات کی آمد کے وقت پڑھیں، اُسے اتنا مؤخر نہ کریں کہ آسمان میں تارے نمودار ہوجائیں اور عشاء کو رات کے پہلے حصے میں پڑھیں۔اور جب جمعہ کی اذان ہوجائے تو جمعہ کی تیاری کا حکم دیں اور جمعہ کو جاتے وقت غسل کرنے کا حکم دیں۔

زکوٰۃ وعشر اور جزیہ کے مسائل

آپ نے حضرت عمرو بن حزم کو مالِ غنیمت سے اللہ کا حق یعنی خُمس لینے کا حکم دیا اور اللہ نے مومنین پر زمینوں کی پیداوار کا جو صدقہ مقرر کیا ہے یعنی چشمے اور بارش سے سیراب ہونے والی زمین سے عشر اور ڈول [یا کسی بھی دیگر آب پاشی کے ذرائع] سے سیراب ہونے والی زمین سے نصف عشر وہ وصول کریں۔اور مویشیوں کی زکوٰۃ کے لیے ہر دس اونٹوں پر دو بکریاں اور ہر بیس اونٹوں پر چار بکریاں اور ہر چالیس گایوں پر ایک گائے اور ہر تیس گایوں پر تبیعہ، جذع یا جزعہ، اور ہر چالیس چرنے والی بکریوں پر ایک بکری لینے کا حکم دیا گیا ہے۔یہ اللہ کا فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر صدقہ کے بارے میں مقرر کیا ہے پس جو نیکی میں بڑھے وہ اس کے لیے بہتر ہے اور جو یہودیوں اور نصرانیوں میں سے خالص طور پر مسلمان ہو اور دین اسلام کو اختیار کرے وہ مومنین میں سے ہے۔

Marfat.com

اسے بھی انھی کی طرح مکمل حقوق حاصل ہیں اور جوان پر ذمہ داریاں ہیں اس پر بھی ویسی ہی ذمہ داریاں ہیں۔ اور جو شخص اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم ہے اسے اس سے (زبردستی) پھیرا نہیں جائے گا اور ہر بالغ مرد، عورت، آزاد اور غلام پر پورا ایک دینار یا اس کے بدل کے طور پر کپڑے دینے (بطور جزیہ) واجب ہیں اور جو اسے ادا کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی امان میں ہوگا اور جس نے اسے روکا وہ اللہ، اس کے رسول اور تمام مومنین کا دشمن ہے۔ صلوات اللہ علی محمد والسلام علیہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔" (طبری ایضاً ص ۸۰۵-۸۰۶۔ ابن ھشام ص ۵۹۵-۵۹۶)

(اس مہم کا تذکرہ الاستیعاب مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ج ۲، ص ۱۲، ج ۳، ص ۲۵۶-۲۵۷ اور طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۶۹ پر بھی ملتا ہے)

......۞۞۞......

Marfat.com

جنت تلواروں کے سائے تلے ہے

رسولِ رحمت ﷺ

تلواروں کے سائے میں

(جلد چہارم)

حافظ محمد ادریسؒ

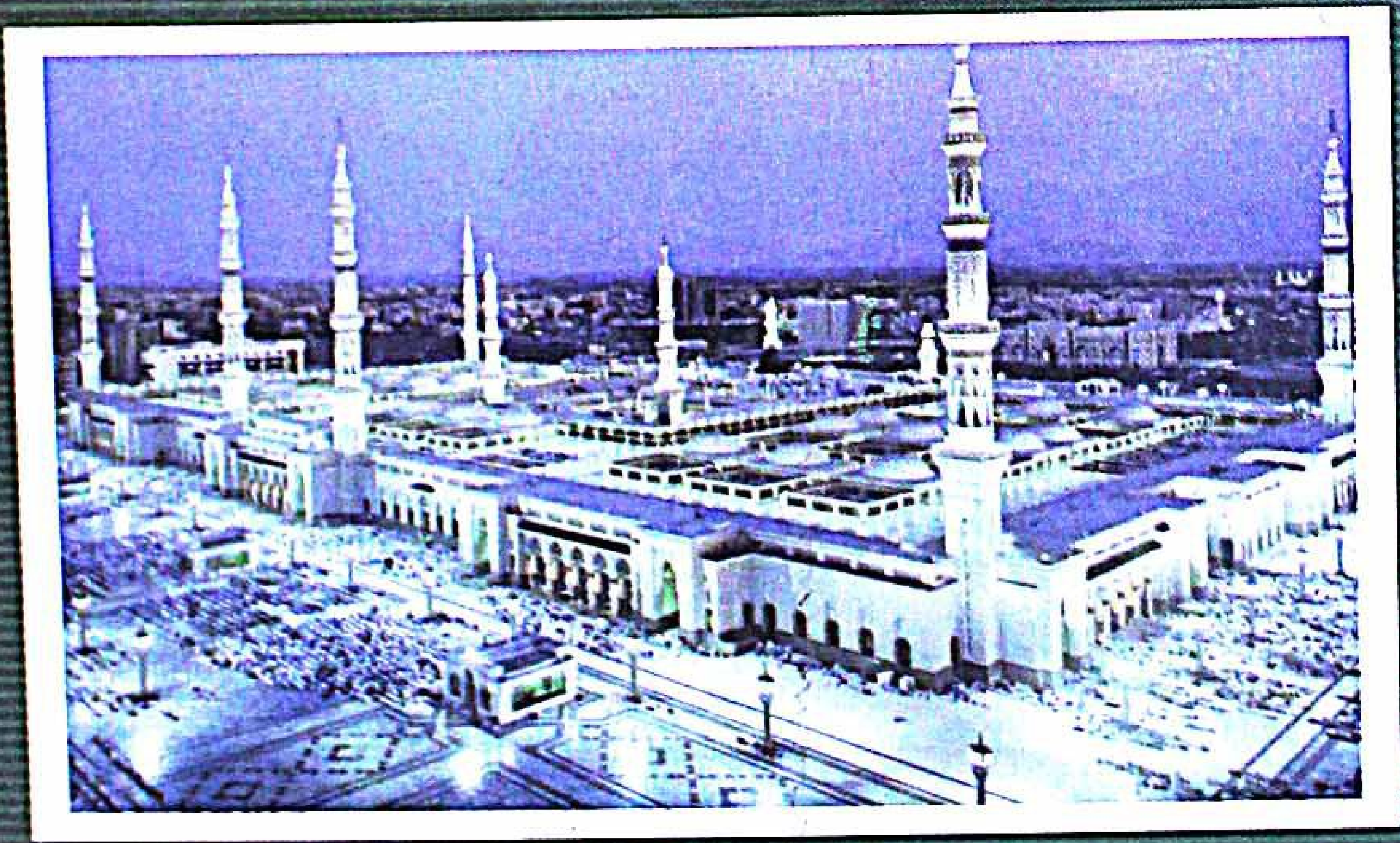

ادارہ معارفِ اسلامی

Marfat.com